شمارہ 51-52

شرح چندہ
سالانہ 700 روپے
بیرونی ممالک
بذریعہ ہوائی ڈاک
50 پاؤنڈ یا 80 ڈالر امریکن
یا 60 یورو

جلد 68
ایڈیٹر
منصور احمد
نائبین
قریشی محمد فضل اللہ
تنویر احمد ناصر ایم اے

Weekly BADAR Qadian

28-21 ربیع الثانی 1441 ہجری قمری • 26-19 فتح 1398 ہجری شمسی • 26-19 دسمبر 2019ء Postal Reg. No. GDP/001/2019-20

آزمائش کے لئے کوئی نہ آیا ہر چند
ہر مخالف کو مقابل پہ بلایا ہم نے
صفِ دشمن کو کیا ہم نے بحُجّت پامال
سیف کا کام قلم سے ہی دکھایا ہم نے
(مسیح موعودؑ)

حضرت مسیح موعود و مہدی معہود علیہ الصلوٰۃ والسلام فرماتے ہیں:

’’اس وقت جو ضرورت ہے
وہ یقیناً سمجھ لو سیف کی نہیں بلکہ قلم کی ہے......
اس نے مجھے متوجہ کیا ہے کہ مَیں قلمی اسلحہ پہن کر
اس سائنس اور علمی ترقی کے میدان کارزار میں اُتروں اور
اسلام کی روحانی شجاعت اور باطنی قوت کا کرشمہ بھی دکھاؤں۔‘‘

(ملفوظات، جلد اوّل، صفحہ 50، مطبوعہ 2018 قادیان)

مورخہ 8/اکتوبر 2019 کو UNESCO کے ہیڈکوارٹر پیرس (فرانس) میں سیّدنا حضرت امیر المومنین خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز خطاب فرماتے ہوئے

مورخہ 5/اکتوبر 2019 کو مسجد بیت العطاء (تغی شاتو، فرانس) میں
سیّدنا حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ ریویو آف ریلیجنز کے فرنچ ایڈیشن کا اجراء فرماتے ہوئے

مورخہ 26/اکتوبر 2019 کو مسجد بیت البصیر (مہدی آباد، جرمنی) کی افتتاحی تقریب
کے موقع پر سیّدنا حضرت امیر المومنین ایدہ اللہ تعالیٰ خطاب فرماتے ہوئے

مورخہ 20/جنوری 2019 کو جماعت احمدیہ میں دارالقضاء کے قیام پر 100 سال مکمل ہونے پر طاہر ہال (مسجد بیت الفتوح) میں
منعقد ہونے والے انٹرنیشنل ریفریشر کورس سے سیّدنا حضرت امیر المومنین خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز خطاب فرماتے ہوئے

جلسہ سالانہ برطانیہ 2019 کے موقع پر بھارت سے شامل ہونے والے نمائندگان اپنے پیارے آقا حضرت امیر المومنین خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ کے ساتھ
حضور کے دائیں طرف محترم فاتح احمد ڈاہری صاحب وکیل تعمیل و تنفیذ برائے بھارت، نیپال بھوٹان تشریف فرما ہیں

شبیہ مبارک حضرت مرزا غلام احمد صاحب قادیانی مسیح موعود و مہدی معہود علیہ السلام (1835ء - 1908ء)

امن اور محبّت کے سفیر حضرت مرزا مسرور احمد خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز

نحمدہ و نصلی علیٰ رسولہ الکریم
وعلیٰ عبدہ المسیح الموعود
خدا کے فضل اور رحم کے ساتھ
ھوالناصر

مسلمانوں کے ساتھ بڑی ہمدردی یہ ہے کہ
ان کی اخلاقی حالتوں کو درست کیا جائے اور ان کی ان جھوٹی اُمیدوں کو کہ ایک خونی مہدی اور مسیح کا ظاہر ہونا اپنے دلوں میں جمائے بیٹھے ہیں جو اسلامی ہدایتوں کی سراسر مخالف ہیں زائل کیا جائے

سیّدنا حضرت امیرالمومنین خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کا خصوصی پیغام

اسلام آباد، یو.کے

MA 28-11-2019

پیارے قارئین بدر قادیان

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

مجھے یہ جان کر بہت خوشی ہوئی ہے کہ ہفت روزہ بدر کو ’’جماعت احمدیہ کے نقطۂ نظر سے جہاد کی حقیقت‘‘ کے موضوع پر ایک خصوصی نمبر شائع کرنے کی توفیق مل رہی ہے۔ اللہ تعالیٰ اسے ہر لحاظ سے بابرکت فرمائے۔ آمین۔

مجھ سے اس موقع پر پیغام بھجوانے کی درخواست کی گئی ہے۔ میرا پیغام یہ ہے کہ حضرت اقدس مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی بعثت ایسے وقت میں ہوئی جب ہر طرف سے اسلام پر حملے ہو رہے تھے۔ غیر مسلم اسلام کو جبر و تشدد اور دہشت پھیلانے والا مذہب قرار دے رہے تھے جبکہ مسلمان تلوار کے زور سے اسلام کے پھیلانے کو جہاد اور اسے اسلامی تعلیمات و عقائد کا لازمی جزو قرار دے رہے تھے۔ آپؑ نے جہاں مخالفین اسلام کا دلائل کے ساتھ منہ بند کیا وہاں مسلمانوں کے غلط عقائد کی بھی اصلاح فرمائی۔ چنانچہ آپؑ فرماتے ہیں:

’’اس تاریکی کے زمانہ کا نور مَیں ہی ہوں۔ جو شخص میری پیروی کرتا ہے وہ ان گڑھوں اور خندقوں سے بچایا جائے گا جو شیطان نے تاریکی میں چلنے والوں کیلئے تیار کئے ہیں......سو عیسائیوں سے سچی ہمدردی اور سچی محبت اس سے بڑھ کر اور کوئی نہیں کہ اس خدا کی طرف ان کو رہبری کی جائے جس کے ہاتھ کی چیزیں اس کو تثلیث سے پاک ٹھہراتی ہیں۔ اور مسلمانوں کے ساتھ بڑی ہمدردی یہ ہے کہ ان کی اخلاقی حالتوں کو درست کیا جائے اور ان کی ان جھوٹی اُمیدوں کو کہ ایک خونی مہدی اور مسیح کا ظاہر ہونا اپنے دلوں میں جمائے بیٹھے ہیں جو اسلامی ہدایتوں کی سراسر مخالف ہیں زائل کیا جائے۔‘‘ (مسیح ہندوستان میں، روحانی خزائن، جلد 15، صفحہ 13 تا 14)

آپ اسلام کے ابتدائی دور کی جنگوں کی حقیقت بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

’’اسلام میں جبر کو دخل نہیں۔ اسلام کی لڑائیاں تین قسم سے باہر نہیں (1) دفاعی طور پر یعنی بطریق حفاظت خود اختیاری (2) بطور سزا یعنی خون کے عوض میں خون (3) بطور آزادی قائم کرنے کے یعنی بغرض مزاحموں کی قوت توڑنے کے جو مسلمان ہونے پر قتل کرتے تھے۔‘‘

(مسیح ہندوستان میں، روحانی خزائن، جلد 15، صفحہ 12)

آپ نے سیفی جہاد کے خاتمہ کا اعلان فرمایا۔ چنانچہ آپ اپنی کتاب ’’گورنمنٹ انگریزی اور جہاد‘‘ میں فرماتے ہیں:

’’یاد رکھیں کہ درحقیقت یہ جہاد کا مسئلہ جیسا کہ اُن کے دلوں میں ہے صحیح نہیں ہے اور اس کا پہلا قدم انسانی ہمدردی کا خون کرنا ہے۔ یہ خیال اُن کا ہرگز صحیح نہیں ہے کہ جب پہلے زمانہ میں جہاد روا رکھا گیا ہے تو پھر کیا وجہ ہے کہ اب حرام ہو جائے۔ اس کے ہمارے پاس دو جواب ہیں۔ ایک یہ کہ یہ خیال قیاس مع الفارق ہے۔ ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ہرگز کسی پر تلوار نہیں اٹھائی بجز ان لوگوں کے جنہوں نے پہلے تلوار

اٹھائی اور سخت بے رحمی سے بے گناہ اور پرہیز گار مردوں اور عورتوں اور بچوں کو قتل کیا اور ایسے دردانگیز طریقوں سے مارا کہ اب بھی اُن قصوں کو پڑھ کر رونا آتا ہے۔ دوسرے یہ کہ اگر فرض بھی کر لیں کہ اسلام میں ایسا ہی جہاد تھا جیسا کہ ان مولویوں کا خیال ہے تاہم اس زمانہ میں وہ حکم قائم نہیں رہا کیونکہ لکھا ہے کہ جب مسیح موعود ظاہر ہو جائے گا تو سیفی جہاد اور مذہبی جنگوں کا خاتمہ ہو جائے گا کیونکہ مسیح نہ تلوار اٹھائے گا اور نہ کوئی اور زمینی ہتھیار ہاتھ میں پکڑے گا بلکہ اُس کی دعا اُس کا حربہ ہوگا اور اُس کی عقدِ ہمت اُس کی تلوار ہوگی وہ صلح کی بنیاد ڈالے گا۔''

(روحانی خزائن، جلد 17، صفحہ 8)

حضور علیہ السلام مزید فرماتے ہیں:

''اب سے تلوار کے جہاد کا خاتمہ ہے مگر اپنے نفسوں کے پاک کرنے کا جہاد باقی ہے۔ اور یہ بات مَیں نے اپنی طرف سے نہیں کہی بلکہ خدا کا یہی ارادہ ہے۔ صحیح بخاری کی اُس حدیث کو سوچو جہاں مسیح موعود کی تعریف میں لکھا ہے کہ یَضَعُ الْحَرْبَ یعنی مسیح جب آئے گا تو دینی جنگوں کا خاتمہ کر دے گا۔'' (روحانی خزائن، جلد 17، صفحہ 15)

آپؑ اسلام پر موجودہ زمانے کے حملوں کے دفاع کا طریق بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

''اسلام پر جو حملے ہوتے ہیں وہ قلم کے ذریعہ ہوتے ہیں۔ اس لئے ضروری ہے کہ قلم ہی کے ذریعہ ان کا جواب دیا جاوے...... یہ نری خام خیالی اور بیہودگی ہے جو مخالف تو اعتراض کریں اور اس کا جواب تلوار سے ہو۔ خدا تعالیٰ نے کبھی اس کو پسند نہیں کیا۔ یہی وجہ تھی جو مسیح موعود کے وقت میں اس قسم کے جہاد کو حرام کر دیا۔'' (ملفوظات، جلد 4، صفحہ 372 تا 374)

حضرت مصلح موعود رضی اللہ عنہ تفسیر کبیر میں فرماتے ہیں:

''بانیٔ سلسلہ احمدیہ نے جہاد کے متعلق وہی تعلیم دی ہے جو قرآن کریم نے دی ہے اور آپ کے زمانے میں جس جہاد کو ملتوی کیا گیا ہے وہ جہاد بالسیف ہے کیونکہ موجودہ زمانہ میں وہ حالات نہیں ہیں جن میں جہاد بالسیف ضروری ہوتا ہے لیکن جہاد بالسیف سے زیادہ تاکیدی حکم جہاد بالقرآن کا ہے جس میں آپ ساری عمر مشغول رہے اور جس کی طرف اس آیت میں توجہ دلاتے ہوئے اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ جَاهِدْهُمْ بِهٖ جِهَادًا كَبِيْرًا یعنی قرآن کے ساتھ تم غیر مسلموں کا مقابلہ کرو اور یہی بڑا جہاد ہے۔'' (تفسیر کبیر، جلد ششم، صفحہ 517)

پس مسئلہ جہاد ایک وسیع مضمون ہے۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام اور خلفائے احمدیت نے مختلف وقتوں میں اس کی جماعتی نقطۂ نظر سے وضاحت کی ہے۔ قارئین کو ان سب کا مطالعہ کرنا چاہئے تاکہ پہلے خود اس کا صحیح ادراک حاصل کریں اور پھر دوسروں پر اس کی حقیقت کو آشکار کر سکیں۔ اللہ تعالیٰ آپ کو اس کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین۔

والسلام

خاکسار

مرزا مسرور احمد

خلیفۃ المسیح الخامس

لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ

امن کے عالمی سفیر
حضرت مرزا مسرور احمد - زندہ باد

اخبار بدر کے اِس خصوصی شمارہ کیلئے پیارے آقا سیّدنا حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے **"جماعت احمدیہ کے نقطۂ نظر سے جہاد کی حقیقت"** کے عنوان کی منظوری مرحمت فرمائی ہے۔ یہ امر ہمارے لئے بہت حوصلہ افزا اور خوشی و مسرت کا باعث ہے کہ حضور انور نے گزشتہ سالوں کی طرح امسال بھی باوجود اپنی بے پناہ مصروفیات کے قارئین بدر کیلئے بہت ہی بصیرت افروز پیغام اور اپنے دست مبارک سے دستخط شدہ ایک تصویر بھی بھجوائی ہے۔ ہم حضور پُرنُور ایدہ اللہ تعالیٰ کی اس شفقت اور محبت کے بے حد ممنون ہیں اور دل کی گہرائیوں سے دعا گو ہیں:

اَللّٰھُمَّ اَیِّدْ اِمَامَنَا بِرُوْحِ الْقُدُسِ وَبَارِكْ لَنَا فِیْ عُمْرِہٖ وَاَمْرِہٖ۔

جہاد کی تین قسمیں بیان کی جاتی ہیں۔ (1) جہاد اصغر یعنی تلوار کا جہاد۔ (2) جہاد اکبر یعنی نفس کو پاک کرنے کا جہاد۔ (3) جہاد کبیر یعنی تبلیغ اسلام کا جہاد۔ جہاد اکبر یعنی سب سے بڑا جہاد جو نفس کو پاک کرنے کا جہاد ہے اس جہاد کے بغیر باقی دو جہاد کے راستے خوش اسلوبی سے طے نہیں ہو سکتے۔ گرچہ کہ فی زمانہ جہاد اصغر یعنی سب سے چھوٹا جہاد جو تلوار یا بندوق کا جہاد ہے موقوف ہے تاہم جب یہ جہاد جائز تھا اور اسی طرح جہاد اکبر یعنی تبلیغ اسلام کا جہاد، یہ ہر دو جہاد صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین نے بہت خوش اسلوبی سے کئے جس کی بڑی وجہ یہی تھی کہ یہ جہاد اکبر کے بے مثل شہسوار تھے۔ پس سب سے اہم جہاد نفس کو پاک کرنے کا جہاد ہے جو ہر وقت اور ہر حالات میں کیا جا سکتا ہے۔ اس کے بعد تبلیغ اسلام کا جہاد ہے۔ یہ جہاد بھی سوائے بعض استثناء کے ہر وقت ہو سکتا ہے۔ البتہ تلوار کا جہاد اب موقوف ہے اور صرف مخصوص حالات کے تحت ہی جائز ہو سکتا ہے۔

یہ ہماری بہت بڑی خوش بختی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ہمیں اس زمانے کے امام سیّدنا حضرت مرزا غلام احمد قادیانی مسیح موعود و مہدی معہود علیہ السلام کو ماننے کی توفیق عطا فرمائی۔ اس انعام کے مقابل پر دنیا کے تمام انعامات ہیچ ہیں اور اسکے نتیجہ میں پھر اللہ تعالیٰ نے ہمیں خلافت کی نعمت سے نوازا ہے جسکے ذریعہ اللہ تعالیٰ دُنیا کو اتحاد و اتفاق کے نہایت حسین و دلکش نظارے دکھا رہا ہے۔ ہمیں فخر ہے کہ ہم ایک ہاتھ کے اشارے پر اٹھنے اور ایک ہاتھ کے اشارے پر بیٹھنے والی جماعت ہیں۔

جماعت احمدیہ اس وقت پوری دُنیا میں جہاد کبیر یعنی تبلیغ کے جہاد میں سرگرم عمل ہے۔ جہاں وہ اسلام کی حسین و دلکش تعلیم کو دُنیا کے سامنے پیش کر رہی ہے وہاں اسلام کی طرف منسوب جہاد کے غلط معانی و مفہوم کے داغ کو بھی دھو رہی ہے۔ یعنی یہ بتا رہی ہے کہ اسلام دُنیا کے کناروں تک محض اپنی محبت اور امن کی تعلیم کی وجہ سے پھیلا ہے نہ کہ تلوار اور زور زبردستی سے۔

اس موقع پر ہم خصوصیت کے ساتھ اس امر کا ذکر کرنا چاہتے ہیں کہ اسلام کا صحیح چہرہ دُنیا کے سامنے پیش کرنے میں اور قیام امن عالم کے متعلق مسلسل جد و جہد اور بارآور مساعی میں سیّدنا حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کا پوری دُنیا میں ایک نمایاں اور خاص مقام ہے۔ آپ نے قیام امن عالم پر سینکڑوں لیکچرز دیئے۔ ان لیکچرز میں جہاں آپ نے قیام امن عالم پر زور دیا وہاں آپ نے قرآن و حدیث اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے اُسوہ حسنہ سے یہ بھی ثابت فرمایا کہ اسلام قیام امن عالم کا سب سے بڑا علمبردار ہے اور اس کا دہشت گردی سے کوئی دُور کا بھی واسطہ نہیں۔ اسلام کی حقیقی تصویر دُنیا کے سامنے پیش کرنے اور اسلام کے چہرے سے جہاد اور دہشت گردی کے الزام کو مٹانے میں حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ کا ایک بالکل منفرد و ممتاز مقام ہے۔ اس موضوع پر دُنیا کی مختلف پارلیمنٹوں اور مشہور اداروں میں آپ نے لیکچرز دیئے۔ 22 اکتوبر 2007 کو آپ نے برٹش پارلیمنٹ دِی ہاؤس آف کامن لندن میں خطاب فرمایا۔ دوسری دفعہ اِسی پارلیمنٹ میں آپ نے 11 جون 2013 کو خطاب فرمایا۔ کیپٹل ہل امریکہ میں 27 جون 2012 کو، جرمنی کے ملٹری ہیڈکوارٹر میں 30 مئی 2012 کو، یورپین پارلیمنٹ (برسلز بلجیم) میں 4/دسمبر 2012 کو، نیوزی لینڈ کی پارلیمنٹ میں 4/نومبر 2013 کو، ہالینڈ کی نیشنل پارلیمنٹ میں 6/اکتوبر 2015 کو، کینیڈین پارلیمنٹ (پارلیمنٹ ہِل) میں 17/اکتوبر 2016 کو آپ خطاب فرما چکے ہیں۔ دُنیا کے اِن مشہور ایوانوں میں اسلامی تعلیم کی افضلیت بیان کرنا بہت ہی بہادری اور ہمت کا کام ہے اور یہ صرف خدا کا خلیفہ ہی کر سکتا ہے۔

ابھی حالیہ دورہ یورپ (فرانس، ہالینڈ، بلجیم) کے موقع پر مورخہ 8/اکتوبر 2019 کو فرانس میں یونیسکو کی عمارت میں آپ نے لیکچر دیا جس میں آپ نے اسلامی تعلیمات بیان فرمائیں اور بتایا کہ دُنیا میں علمی اور سائنسی ترقی میں مسلمانوں کا کیسا شاندار کردار رہا ہے۔ قارئین کو بتاتے چلیں کہ یونیسکو، یو.این کا ایک ادارہ ہے جو تعلیم، سائنس اور کلچر کے فروغ کیلئے قائم کیا گیا ہے۔ اسکے کاموں میں پریس کی آزادی، غربت کا خاتمہ اور ورثہ کی حفاظت وغیرہ کے کام بھی شامل ہیں۔

مورخہ 22/اکتوبر 2019 کو آپ نے جرمنی کے دارالحکومت برلن میں "اسلام اینڈ یورپ"

باقی اداریہ صفحہ نمبر 84 پر ملاحظہ فرمائیں

ہفت روزہ بدر "جہاد کی حقیقت"

فہرست مضامین — صفحہ

	مضمون	صفحہ
❁	اداریہ	1
❁	ارشاد باری تعالیٰ	2
❁	ارشاد نبوی صلی اللہ علیہ وسلم	3
❁	ارشادات عالیہ سیّدنا حضرت مسیح موعود و مہدی معہود علیہ السلام	4
❁	ارشادات عالیہ سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الاوّل رضی اللہ عنہ	6
❁	ارشادات عالیہ سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الثانی رضی اللہ عنہ	7
❁	ارشادات عالیہ سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الثالث رحمہ اللہ تعالیٰ	8
❁	ارشادات عالیہ سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الرابع رحمہ اللہ تعالیٰ	9
❁	ارشادات عالیہ سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز	10
❁	نیشنل پیس سمپوزیم برطانیہ 2019ء کے موقع پر سیّدنا حضرت امیر المومنین خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کا معرکۃ الآراء صدارتی خطاب	11
❁	جہاد کی حقیقت۔ قرآن مجید کی آیات کی روشنی میں	15
❁	جہاد کا حقیقی مفہوم۔ اُسوۂ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی روشنی میں	18
❁	انگریزی حکومت سے جہاد بالسّیف نہ کرنے کی وجوہات	21
❁	غلط نظریہ جہاد کے بدنتائج اور اس کا حل	25
❁	جہاد بمعنی قتال کی فرضیت کی شرائط	28
❁	حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا نظریہ جہاد	33
❁	خونی مہدی و مسیح کی آمد کے نظریہ کی تردید حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی کتاب "حقیقۃ المہدی" کی روشنی میں	40
❁	اسلامی اور مسیحی جنگوں کا موازنہ	43
❁	حضرت مسیح موعود علیہ السلام پر انگریزوں کا خود کاشتہ پودا ہونے کے الزام کی حقیقت	51
❁	کتاب مذہب کے نام پر خون اور مولانا مودودی صاحب کے نظریہ جہاد کی تردید	54
❁	سیّدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا عظیم الشان قلمی جہاد	56
❁	اسلام کی تبلیغ و اشاعت میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ کرامؓ کی جانی قربانیوں کا عظیم الشان نذرانہ	67
❁	آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ کی مالی قربانیوں کا عظیم الشان جہاد	73
❁	جماعت احمدیہ میں تحریک جدید اور وقف جدید کا عظیم الشان جہاد	76
❁	جماعت احمدیہ میں جہاد بالنفس کا عظیم الشان جہاد	80

......☆......☆......☆......

کسی قوم کی دشمنی تمہیں ہرگز اس بات پر آمادہ نہ کرے کہ تم انصاف نہ کرو، انصاف کرو یہ تقویٰ کے سب سے زیادہ قریب ہے

﴿ارشادِ باری تعالیٰ﴾

اللہ تعالیٰ کے راستہ میں جہاد کا حکم

۞ وَجَاهِدُوْا فِي اللّٰهِ حَقَّ جِهَادِهٖ (الحج:79)

ترجمہ:: اور اللہ کے تعلق میں جہاد کرو جیسا کہ اس کے جہاد کا حق ہے۔

جہاد کی حقیقت

۞ وَالَّذِيْنَ جَاهَدُوْا فِيْنَا لَنَهْدِيَنَّهُمْ سُبُلَنَا ؕ وَإِنَّ اللّٰهَ لَمَعَ الْمُحْسِنِيْنَ (العنکبوت:70)

ترجمہ:: اور وہ لوگ جو ہمارے بارہ میں کوشش کرتے ہیں ہم ضرور انہیں اپنی راہوں کی طرف ہدایت دیں گے اور یقیناً اللہ احسان کرنے والوں کے ساتھ ہے۔

جہاد بالقرآن

۞ فَلَا تُطِعِ الْكٰفِرِيْنَ وَجَاهِدْهُمْ بِهٖ جِهَادًا كَبِيْرًا (الفرقان:53)

ترجمہ:: پس کافروں کی پیروی نہ کر اور اس (قرآن) کے ذریعہ اُن سے ایک بڑا جہاد کر۔

جہاد بالمال

۞ إِنَّ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَهَاجَرُوْا وَجٰهَدُوْا بِأَمْوَالِهِمْ وَأَنْفُسِهِمْ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ وَالَّذِيْنَ اٰوَوْا وَّنَصَرُوْٓا أُولٰٓئِكَ بَعْضُهُمْ أَوْلِيَآءُ بَعْضٍ (الانفال:73)

ترجمہ:: یقیناً وہ لوگ جو ایمان لائے اور انہوں نے ہجرت کی اور اپنے اموال اور جانوں کے ساتھ اللہ کی راہ میں جہاد کیا اور وہ لوگ جنہوں نے (مہاجرین کو) پناہ دی اور (ان کی) مدد کی، یہی لوگ ہیں جن میں سے بعض بعض کے دوست ہیں۔

جہاد بالسیف

۞ أُذِنَ لِلَّذِيْنَ يُقٰتَلُوْنَ بِأَنَّهُمْ ظُلِمُوْا ؕ وَإِنَّ اللّٰهَ عَلٰى نَصْرِهِمْ لَقَدِيْرُ ۨ○ الَّذِيْنَ أُخْرِجُوْا مِنْ دِيَارِهِمْ بِغَيْرِ حَقٍّ إِلَّآ أَنْ يَّقُوْلُوْا رَبُّنَا اللّٰهُ ؕ وَلَوْلَا دَفْعُ اللّٰهِ النَّاسَ بَعْضَهُمْ بِبَعْضٍ لَّهُدِّمَتْ صَوَامِعُ وَبِيَعٌ وَّصَلَوٰتٌ وَّمَسٰجِدُ يُذْكَرُ فِيْهَا اسْمُ اللّٰهِ كَثِيْرًا ؕ وَلَيَنْصُرَنَّ اللّٰهُ مَنْ يَّنْصُرُهٗ ؕ إِنَّ اللّٰهَ لَقَوِيٌّ عَزِيْزٌ○ (الحج:41-40)

ترجمہ:: اُن لوگوں کو جن کے خلاف قتال کیا جا رہا ہے (قتال کی) اجازت دی جاتی ہے کیونکہ ان پر ظلم کئے گئے۔ اور یقیناً اللہ اُنکی مدد پر پوری قدرت رکھتا ہے۔ (یعنی) وہ لوگ جنہیں ان کے گھروں سے ناحق نکالا گیا محض اس بنا پر کہ وہ کہتے تھے کہ اللہ ہمارا ربّ ہے۔ اور اگر اللہ کی طرف سے لوگوں کا دفاع اُن میں سے بعض کو بعض دوسروں سے بھڑا کر نہ کیا جاتا تو راہب خانے منہدم کر دیئے جاتے اور گرجے بھی اور یہود کے معابد بھی اور مساجد بھی جن میں بکثرت اللہ کا نام لیا جاتا ہے۔ اور یقیناً اللہ ضرور اُس کی مدد کرے گا جو اس کی مدد کرتا ہے۔ یقیناً اللہ بہت طاقتور (اور) کامل غلبہ والا ہے۔

دین میں کوئی جبر نہیں

۞ لَآ إِكْرَاهَ فِي الدِّيْنِ ۙ قَدْ تَّبَيَّنَ الرُّشْدُ مِنَ الْغَيِّ ۚ فَمَنْ يَّكْفُرْ بِالطَّاغُوْتِ وَيُؤْمِنْ بِاللّٰهِ فَقَدِ اسْتَمْسَكَ بِالْعُرْوَةِ الْوُثْقٰى ۗ لَا انْفِصَامَ لَهَا ؕ وَاللّٰهُ سَمِيْعٌ عَلِيْمٌ○ (البقرہ:257)

ترجمہ:: دین میں کوئی جبر نہیں۔ یقیناً ہدایت گمراہی سے کھل کر نمایاں ہو چکی۔ پس جو کوئی شیطان کا انکار کرے اور اللہ پر ایمان لائے تو یقیناً اس نے ایک ایسے مضبوط کڑے کو پکڑ لیا جس کا ٹوٹنا ممکن نہیں۔ اور اللہ بہت سننے والا (اور) دائمی علم رکھنے والا ہے۔

جو چاہے ایمان لے آئے اور جو چاہے انکار کر دے

۞ وَقُلِ الْحَقُّ مِنْ رَّبِّكُمْ ۖ فَمَنْ شَآءَ فَلْيُؤْمِنْ وَّمَنْ شَآءَ فَلْيَكْفُرْ (الکہف:30)

ترجمہ:: اور کہہ دے کہ حق وہی ہے جو تمہارے رب کی طرف سے ہو۔ پس جو چاہے وہ ایمان لے آئے اور جو چاہے سو انکار کر دے۔

اللہ زیادتی کرنے والوں کو پسند نہیں کرتا

۞ وَقَاتِلُوْا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ الَّذِيْنَ يُقَاتِلُوْنَكُمْ وَلَا تَعْتَدُوْا ؕ إِنَّ اللّٰهَ لَا يُحِبُّ الْمُعْتَدِيْنَ (البقرہ:191)

ترجمہ:: اور اللہ کی راہ میں ان سے قتال کرو جو تم سے قتال کرتے ہیں اور زیادتی نہ کرو۔ یقیناً اللہ زیادتی کرنے والوں کو پسند نہیں کرتا۔

فتنہ قتل سے زیادہ سنگین ہوتا ہے

۞ وَاقْتُلُوْهُمْ حَيْثُ ثَقِفْتُمُوْهُمْ وَأَخْرِجُوْهُمْ مِّنْ حَيْثُ أَخْرَجُوْكُمْ وَالْفِتْنَةُ أَشَدُّ مِنَ الْقَتْلِ ۚ وَلَا تُقٰتِلُوْهُمْ عِنْدَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ حَتّٰى يُقٰتِلُوْكُمْ فِيْهِ ۚ فَإِنْ قٰتَلُوْكُمْ فَاقْتُلُوْهُمْ ؕ كَذٰلِكَ جَزَآءُ الْكٰفِرِيْنَ○ فَإِنِ انْتَهَوْا فَإِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ○ (البقرہ:192 تا 193)

ترجمہ:: اور (دورانِ قتال) انہیں قتل کرو جہاں کہیں بھی تم انہیں پاؤ اور انہیں وہاں سے نکال دو جہاں سے تمہیں انہوں نے نکالا تھا۔ اور فتنہ قتل سے زیادہ سنگین ہوتا ہے۔ اور ان سے مسجد حرام کے پاس قتال نہ کرو یہاں تک کہ وہ تم سے وہاں قتال کریں۔ پس اگر وہ تم سے قتال کریں تو پھر تم اُن کو قتل کرو۔ کافروں کی ایسی ہی جزا ہوتی ہے۔ پس اگر وہ باز آ جائیں تو یقیناً اللہ بہت مغفرت کرنے والا (اور) بار بار رحم کرنے والا ہے۔

جنگ کا مقصد مذہبی آزادی کا قیام

۞ وَقٰتِلُوْهُمْ حَتّٰى لَا تَكُوْنَ فِتْنَةٌ وَّيَكُوْنَ الدِّيْنُ لِلّٰهِ ؕ فَإِنِ انْتَهَوْا فَلَا عُدْوَانَ إِلَّا عَلَى الظّٰلِمِيْنَ (البقرہ:194)

ترجمہ:: اور ان سے قتال کرتے رہو یہاں تک کہ فتنہ باقی نہ رہے اور دین (اختیار کرنا) اللہ کی خاطر ہو جائے۔ پس اگر وہ باز آ جائیں تو (زیادتی کرنے والے) ظالموں کے سوا کسی پر زیادتی نہیں کرنی۔

حضرت خلیفۃ المسیح الرابع رحمہ اللہ فرماتے ہیں:: وَقٰتِلُوْهُمْ میں ان لوگوں سے لڑنے کا حکم ہے جو لوگوں کو ارتداد پر مجبور کرتے ہیں۔ پس جو تلوار کے زور سے ارتداد پر مجبور کریں ان سے دفاعی جنگ جائز ہے یہاں تک کہ وہ باز آ جائیں۔

جنگ میں دشمن سے بھی انصاف کرنا ضروری ہے

۞ يٰٓأَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا كُوْنُوْا قَوّٰمِيْنَ لِلّٰهِ شُهَدَآءَ بِالْقِسْطِ ۫ وَلَا يَجْرِمَنَّكُمْ شَنَاٰنُ قَوْمٍ عَلٰٓى أَلَّا تَعْدِلُوْا ؕ إِعْدِلُوْا ۗ هُوَ أَقْرَبُ لِلتَّقْوٰى ۫ وَاتَّقُوا اللّٰهَ ؕ إِنَّ اللّٰهَ خَبِيْرٌ ۢ بِمَا تَعْمَلُوْنَ (المائدہ:9)

ترجمہ:: اے وہ لوگو جو ایمان لائے ہو! اللہ کی خاطر مضبوطی سے نگرانی کرتے ہوئے انصاف کی تائید میں گواہ بن جاؤ اور کسی قوم کی دشمنی تمہیں ہرگز اس بات پر آمادہ نہ کرے کہ تم انصاف نہ کرو۔ انصاف کرو یہ تقویٰ کے سب سے زیادہ قریب ہے اور اللہ سے ڈرو۔ یقیناً اللہ اس سے ہمیشہ باخبر رہتا ہے جو تم کرتے ہو۔

......☆......☆......☆......

اے لوگو! دشمن سے مڈبھیڑ کی آرزو نہ کرو، اللہ تعالیٰ سے خیر وعافیت کی دُعا مانگو لیکن جب تم کو دشمن کا مقابلہ کرنا ہی پڑے تو صبر کا مظاہرہ کرو

﴿ارشادِ نبوی صلی اللہ علیہ وسلم﴾

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے کبھی کسی کو نہیں مارا

۞ عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهَا قَالَتْ مَا ضَرَبَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ شَيْئًا قَطُّ بِيَدِهِ وَلَا امْرَأَةً وَلَا خَادِمًا إِلَّا أَنْ يُجَاهِدَ فِي سَبِيلِ اللهِ وَمَا نِيلَ مِنْهُ شَيْءٌ قَطُّ فَيَنْتَقِمَ مِنْ صَاحِبِهِ إِلَّا أَنْ يُنْتَهَكَ شَيْءٌ مِنْ مَحَارِمِ اللهِ فَيَنْتَقِمَ لِلّٰهِ عَزَّ وَجَلَّ

(مسلم کتاب الفضائل، بحوالہ حدیقۃ الصالحین، مصنفہ ملک سیف الرحمن صاحب، حدیث 53)

ترجمہ:: حضرت عائشہؓ بیان کرتی ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے کبھی کسی کو نہیں مارا، نہ کسی عورت کو نہ خادم کو۔ البتہ اللہ تعالیٰ کے راستے میں آپؐ نے خوب جہاد کیا۔ آپ کو جب کبھی کسی نے تکلیف پہنچائی تو بھی آپؐ نے کبھی اُس سے انتقام نہیں لیا۔ ہاں جب اللہ تعالیٰ کے کسی قابلِ احترام مقام کی ہتک اور بے حرمتی کی جاتی تو پھر آپؐ اللہ تعالیٰ کی خاطر انتقام لیتے۔

کون سا عمل اللہ تعالیٰ کو زیادہ پسند ہے

۞ عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ مَسْعُودٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ قَالَ سَأَلْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ : أَيُّ الْعَمَلِ أَحَبُّ إِلَى اللهِ تَعَالَى ؟ قَالَ : اَلصَّلٰوةُ عَلٰى وَقْتِهَا : قُلْتُ ثُمَّ أَيٌّ ؟ قَالَ : بِرُّ الْوَالِدَيْنِ، قُلْتُ : ثُمَّ أَيٌّ ؟ قَالَ : اَلْجِهَادُ فِي سَبِيلِ اللهِ۔

(بخاری کتاب الجھاد، بحوالہ حدیقۃ الصالحین، حدیث 204)

ترجمہ:: حضرت عبداللہ بن مسعودؓ بیان کرتے ہیں کہ میں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا کون سا عمل اللہ تعالیٰ کو زیادہ پسند ہے۔ آپؐ نے فرمایا وقت پر نماز پڑھنا۔ میں نے عرض کی کہ اس کے بعد کون سا؟ آپؐ نے فرمایا ماں باپ سے نیک سلوک کرنا۔ پھر میں نے عرض کی کہ اس کے بعد کونسا؟ آپؐ نے فرمایا اللہ تعالیٰ کے راستے میں جہاد کرنا۔ یعنی خدا تعالیٰ کے دین کی اشاعت کے لیے پوری پوری کوشش کرنا۔

اپنے اموال اپنی جانوں اور اپنی زبانوں کے ذریعہ جہاد کرو

۞ عَنْ أَنَسٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ : جَاهِدُوا الْمُشْرِكِينَ بِأَمْوَالِكُمْ وَأَنْفُسِكُمْ وَأَلْسِنَتِكُمْ ۔

(ابوداؤد، کتاب الجھاد بحوالہ حدیقہ الصالحین، حدیث 299)

ترجمہ:: حضرت انسؓ بیان کرتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا مشرکوں سے اپنے اموال اپنی جانوں اور اپنی زبانوں کے ذریعہ جہاد کرو۔

۞ عَنْ مُعَاذٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ قَالَ : قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ : اَلْغَزْوُ غَزْوَانِ فَأَمَّا مَنِ ابْتَغَى وَجْهَ اللهِ وَأَطَاعَ الْإِمَامَ وَأَنْفَقَ الْكَرِيمَةَ وَيَاسَرَ الشَّرِيكَ وَاجْتَنَبَ الْفَسَادَ فَإِنَّ نَوْمَهُ وَنَبْهَهُ أَجْرٌ كُلُّهُ وَأَمَّا مَنْ غَزَا فَخْرًا وَرِيَاءً وَسُمْعَةً وَعَصَى الْإِمَامَ وَأَفْسَدَ فِي الْأَرْضِ فَإِنَّهُ لَمْ يَرْجِعْ بِالْكَفَافِ ۔

(مؤطا امام مالک، کتاب الجھاد، بحوالہ حدیقۃ الصالحین، حدیث 305)

ترجمہ:: حضرت معاذؓ بیان کرتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا غزوہ اور جہاد میں دو طرح کے انسان شامل ہوتے ہیں۔ ایک وہ شخص جو خدا کی رضا کیلئے جہاد کرتا ہے امام کی اطاعت کرتا ہے اپنا عمدہ مال خدا کی راہ میں خرچ کرتا ہے۔ اپنے ساتھی کے ساتھ نرم سلوک کرتا ہے اور فتنہ وفساد سے بچا رہتا ہے ایسے شخص کو سونے اور جاگنے سب حالات میں ثواب ملتا ہے۔ دوسرا وہ شخص ہے جو فخر اور نام ونمود کیلئے جہاد میں شامل ہوتا ہے۔ امام کی نافرمانی کرتا اور زمین میں فتنہ و فساد پھیلاتا ہے۔ ایسا شخص بے نصیب اور نامراد ہے کچھ بھی حاصل نہ کر پائے گا۔

اے لوگو! دشمن سے مڈبھیڑ کی آرزو نہ کرو

۞ عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ أَوْفٰى رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا أَنَّ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي بَعْضِ أَيَّامِهِ الَّتِي لَقِيَ فِيهَا الْعَدُوَّ يَنْتَظِرُ حَتّٰى إِذَا مَالَتِ الشَّمْسُ قَامَ فِيهِمْ فَقَالَ : يَا أَيُّهَا النَّاسُ لَا تَتَمَنَّوْا لِقَاءَ الْعَدُوِّ ، وَاسْأَلُوا اللهَ الْعَافِيَةَ ، فَإِذَا لَقِيتُمُوهُمْ فَاصْبِرُوا ، وَاعْلَمُوا أَنَّ الْجَنَّةَ تَحْتَ ظِلَالِ السُّيُوفِ ، ثُمَّ قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ : اَللّٰهُمَّ مُنْزِلَ الْكِتَابِ وَمُجْرِيَ السَّحَابِ ، وَهَازِمَ الْأَحْزَابِ اهْزِمْهُمْ وَانْصُرْنَا عَلَيْهِمْ ۔

(مسلم، کتاب الجھاد والسیر، بحوالہ حدیقۃ الصالحین حدیث 306)

ترجمہ:: حضرت عبداللہ بن اوفیؓ بیان کرتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ان دنوں میں جبکہ آپ کو ایک دشمن سے جنگ لڑنا تھی، سورج ڈھلنے کا انتظار کیا اور پھر آپؐ کھڑے ہوئے اور بطور نصیحت فرمایا۔ اے لوگو! دشمن سے مڈبھیڑ کی آرزو نہ کرو۔ اللہ تعالیٰ سے خیر وعافیت کی دُعا مانگو۔ لیکن جب تم کو دشمن کا مقابلہ کرنا ہی پڑے تو صبر کا مظاہرہ کرو اور سمجھ لو کہ جنّت تلواروں کے سائے میں ہے۔ پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے دُعا مانگی۔ اَے اللہ تُو کتاب نازل کرنیوالا ہے، بادلوں کو چلانے والا ہے دشمن کی جمعیّتوں کو شکست دینے والا ہے سو تُو اس دشمن کو شکست دے اور ان کے مقابلہ میں ہماری مدد فرما۔

افضل جہاد ظالم بادشاہ کے سامنے انصاف کی بات کرنا ہے

۞ عَنْ أَبِي سَعِيدٍ الْخُدْرِيِّ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: أَفْضَلُ الْجِهَادِ كَلِمَةُ عَدْلٍ عِنْدَ سُلْطَانٍ جَائِرٍ ۔

(ترمذی، کتاب الفتن، بحوالہ حدیقۃ الصالحین، حدیث 332)

ترجمہ:: حضرت ابوسعید خدریؓ بیان کرتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا بہترین جہاد ظالم بادشاہ کے سامنے حق اور انصاف کی بات کہنا ہے۔

مومن کبھی تلوار سے جہاد کرتا ہے اور کبھی زبان سے

۞ عَنْ كَعْبِ بْنِ مَالِكٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ أَنَّهُ قَالَ لِلنَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِنَّ اللهَ تَعَالَى قَدْ أَنْزَلَ فِي الشِّعْرِ مَا أَنْزَلَ ، فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ : إِنَّ الْمُؤْمِنَ يُجَاهِدُ بِسَيْفِهِ وَلِسَانِهِ وَالَّذِي نَفْسِي بِيَدِهِ لَكَأَنَّمَا تَرْمُونَهُمْ بِهِ نَضْحَ النَّبْلِ ۔ (مشکوٰۃ، باب البیان والشعر، بحوالہ حدیقۃ الصالحین م حدیث 454)

ترجمہ:: حضرت کعب بن مالکؓ بیان کرتے ہیں کہ میں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا کہ حضور شعر اور شعراء کے بارہ میں جو اللہ تعالیٰ نے نازل فرمایا ہے اس کا علم تو حضور کو ہے (پھر میں کس طرح بذریعہ اشعار کفار کی ہجو لکھوں) اس پر آپؐ نے فرمایا مومن کبھی تلوار سے جہاد کرتا ہے اور کبھی زبان سے۔ اس ذات کی قسم جس کے قبضہ میں میری جان ہے تم اس وقت (بذریعہ ہجویہ اشعار) ایک طرح سے انہیں تیروں سے چھلنی کر رہے ہو۔

......☆......☆......☆......

یہ اعتراض کہ اسلام نے دین کو جبرًا پھیلانے کیلئے تلوار اٹھائی ہے نہایت بے بنیاد اور قابل شرم الزام ہے

یہ ان لوگوں کا خیال ہے جنہوں نے تعصب سے الگ ہو کر قرآن اور حدیث اور اسلام کی معتبر تاریخوں کو نہیں دیکھا بلکہ جھوٹ اور بہتان لگانے سے پورا پورا کام لیا ہے

ارشادات عالیہ سیّدنا حضرت مسیح موعود و مہدی معہود علیہ السّلام

حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں:

’’اسلام نے کبھی جبر کا مسئلہ نہیں سکھایا۔ اگر قرآن شریف اور تمام حدیث کی کتابوں اور تاریخ کی کتابوں کو غور سے دیکھا جائے اور جہاں تک انسان کے لئے ممکن ہے تدبّر سے پڑھا یا سنا جائے تو اس قدر وسعت معلومات کے بعد قطعی یقین کے ساتھ معلوم ہوگا کہ یہ اعتراض کہ گویا اسلام نے دین کو جبراً پھیلانے کے لئے تلوار اٹھائی ہے نہایت بے بنیاد اور قابل شرم الزام ہے۔ اور یہ ان لوگوں کا خیال ہے جنہوں نے تعصب سے الگ ہو کر قرآن اور حدیث اور اسلام کی معتبر تاریخوں کو نہیں دیکھا بلکہ جھوٹ اور بہتان لگانے سے پورا پورا کام لیا ہے۔ مگر مَیں جانتا ہوں کہ اب وہ زمانہ قریب آتا جاتا ہے کہ راستی کے بھوکے اور پیاسے ان بہتانوں کی حقیقت پر مطلع ہو جائیں گے۔ کیا اُس مذہب کو ہم جبر کا مذہب کہہ سکتے ہیں جس کی کتاب قرآن میں صاف طور پر یہ ہدایت ہے کہ لَآ اِكْرَاهَ فِي الدِّيْنِ یعنی دین میں داخل کرنے کے لئے جبر جائز نہیں۔ کیا ہم اس بزرگ نبی کو جبر کا الزام دے سکتے ہیں جس نے مکہ معظّمہ کے تیرہ برس میں اپنے تمام دوستوں کو دن رات یہی نصیحت دی کہ شر کا مقابلہ مت کرو اور صبر کرتے رہو۔ ہاں جب دشمنوں کی بدی حد سے گزر گئی اور دین اسلام کے مٹا دینے کے لئے تمام قوموں نے کوشش کی تو اس وقت غیرت الٰہی نے تقاضا کیا کہ جو لوگ تلوار اٹھاتے ہیں وہ تلوار ہی سے قتل کئے جائیں۔ ورنہ قرآن شریف نے ہرگز جبر کی تعلیم نہیں دی۔ اگر جبر کی تعلیم ہوتی تو ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے اصحاب جبر کی تعلیم کی وجہ سے اس لائق نہ ہوتے کہ امتحانوں کے موقع پر سچے ایمانداروں کی طرح صدق دکھلا سکتے۔ لیکن ہمارے سید و مولیٰ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ کی وفاداری ایک ایسا امر ہے کہ اس کے اظہار کی ہمیں ضرورت نہیں۔ یہ بات کسی پر پوشیدہ نہیں کہ ان کے صدق اور وفاداری کے نمونے اس درجہ پر ظہور میں آئے کہ دوسری قوموں میں ان کی نظیر ملنا مشکل ہے۔ اس وفادار قوم نے تلواروں کے نیچے بھی اپنی وفاداری اور صدق کو نہیں چھوڑا بلکہ اپنے بزرگ اور پاک نبی کی رفاقت میں وہ صدق دکھلایا کہ کبھی انسان میں وہ صدق نہیں آ سکتا جب تک ایمان سے اس کا دل اور سینہ منور نہ ہو۔ غرض اسلام میں جبر کو دخل نہیں۔ اسلام کی لڑائیاں تین قسم سے باہر نہیں (۱) دفاعی طور پر یعنی بطریق حفاظت خود اختیاری۔ (۲) بطور سزا یعنی خون کے عوض میں خون۔ (۳) بطور آزادی قائم کرنے کے یعنی بغرض مزاحموں کی قوت توڑنے کے جو مسلمان ہونے پر قتل کرتے تھے۔ پس جس حالت میں اسلام میں یہ ہدایت ہی نہیں کہ کسی شخص کو جبر اور قتل کی دھمکی سے دین میں داخل کیا جائے تو پھر کسی خونی مہدی یا خونی مسیح کی انتظار کرنا سراسر لغو اور بیہودہ ہے۔ کیونکہ ممکن نہیں کہ قرآنی تعلیم کے برخلاف کوئی ایسا انسان بھی دنیا میں آوے جو تلوار کے ساتھ لوگوں کو مسلمان کرے۔ یہ بات ایسی نہ تھی کہ سمجھ میں نہ آ سکتی یا اس کے سمجھنے میں کچھ مشکلات ہوتیں۔ لیکن نادان لوگوں کو نفسانی طمع نے اس عقیدہ کی طرف جھکایا ہے کیونکہ ہمارے اکثر مولویوں کو یہ دھوکا لگا ہوا ہے کہ وہ خیال کرتے ہیں کہ مہدی کی لڑائیوں کے ذریعہ سے بہت سا مال ان کو ملے گا یہاں تک کہ وہ سنبھال نہیں سکیں گے اور چونکہ آج کل اس ملک کے اکثر مولوی بہت تنگ دست ہیں اس وجہ سے بھی وہ ایسے مہدی کے دن رات منتظر ہیں کہ تا شاید اسی ذریعہ سے ان کی نفسانی حاجتیں پوری ہوں لہٰذا جو شخص ایسے مہدی کے آنے سے انکار کرے یہ لوگ اس کے دشمن ہو جاتے ہیں اور اس کو فی الفور کافر ٹھہرایا جاتا اور دائرہ اسلام سے خارج سمجھا جاتا ہے۔ چنانچہ میں بھی انہی وجوہ سے ان لوگوں کی نظر میں کافر ہوں کیونکہ ایسے خونی مہدی اور خونی مسیح کے آنے کا قائل نہیں ہوں بلکہ ان بیہودہ عقیدوں کو سخت کراہت اور نفرت سے دیکھتا ہوں اور میرے کافر کہنے کی صرف یہی وجہ نہیں کہ میں نے ایسے فرضی مہدی اور فرضی مسیح کے آنے سے انکار کر دیا ہے جس پر ان کا اعتقاد ہے بلکہ ایک یہ بھی وجہ ہے کہ میں نے خدائے تعالیٰ سے الہام پا کر اس بات کا عام طور پر اعلان کیا ہے کہ وہ حقیقی اور واقعی مسیح موعود جو وہی درحقیقت مہدی بھی ہے جس کے آنے کی بشارت انجیل اور قرآن میں پائی جاتی ہے اور احادیث میں بھی اس کے آنے کے لئے وعدہ دیا گیا ہے وہ میں ہی ہوں مگر بغیر تلواروں اور بندوقوں کے۔ اور خدا نے مجھے حکم دیا ہے کہ نرمی اور آہستگی اور حلم اور غربت کے ساتھ اس خدا کی طرف لوگوں کو توجہ دلاؤں جو سچا خدا اور قدیم اور غیر متغیر ہے اور کامل تقدس اور کامل حلم اور کامل رحم اور کامل انصاف رکھتا ہے۔‘‘

(مسیح ہندوستان میں، روحانی خزائن جلد 15 صفحہ 11)

بعض اہلِ اسلام جن میں سے اہلِ حدیث کا وہ فرقہ بھی ہے جن کو وہابی بھی کہتے ہیں ان کے یہ عقائد کہ جو خونی مہدی اور خونی مسیح موعود کی نسبت ان کے دلوں میں ہیں ان کی اخلاقی حالتوں پر نہایت بداثر ڈال رہے ہیں۔ یہاں تک کہ وہ اس بداثر کی وجہ سے نہ کسی دوسری قوم سے نیک نیتی اور صلح کاری اور دیانت کے ساتھ رہ سکتے ہیں اور نہ کسی دوسری گورنمنٹ کے نیچے سچی اور کامل اطاعت اور وفاداری سے بسر کر سکتے ہیں اور ہر ایک عقلمند سمجھ سکتا ہے کہ ایسا عقیدہ سخت اعتراض کی جگہ ہے کہ غیر قوموں پر اس قدر جبر کیا جائے کہ یا تو بلاتوقف مسلمان ہو جائیں اور یا قتل کئے جائیں۔ اور ہر ایک کانشنس بآسانی سمجھ سکتا ہے کہ قبل اس کے کہ کوئی شخص کسی دین کی سچائی کو سمجھ لے اور اس کی نیک تعلیم اور خوبیوں سے مطلع ہو جائے یونہی جبر اور اکراہ اور قتل کی دھمکی سے اس کو اپنے دین میں داخل کرنا سخت ناپسندیدہ طریقہ ہے اور ایسے طریقہ سے دین کی ترقی کیا ہوگی بلکہ برعکس اس کے ہر ایک مخالف کو اعتراض کرنے کا موقع ملتا ہے۔ اور ایسے اصولوں کا آخری نتیجہ یہ ہے کہ نوع انسان کی ہمدردی بکلّی دل سے اٹھ جائے اور رحم اور انصاف جو انسانیت کا ایک بھاری خلق ہے ناپدید ہو جائے اور بجائے اُس کے کینہ اور بداندیشی بڑھتی جائے اور صرف درندگی باقی رہ جائے اور اخلاقِ فاضلہ کا نام و نشان نہ رہے۔ مگر ظاہر ہے کہ ایسے اصول اس خدا کی طرف سے نہیں ہو سکتے جس کا ہر ایک مواخذہ اتمام حجت کے بعد ہے۔

(مسیح ہندوستان میں، روحانی خزائن جلد 15 صفحہ 7)

اس زمانہ میں جنگ باطنی کے نمونے دکھانے مطلوب ہیں

حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں:

اب اس زمانہ میں جس میں ہم ہیں جنگِ ظاہری کی مطلق ضرورت اور حاجت نہیں۔ بلکہ ان آخری دنوں میں باطنی جنگ کے نمونے دکھانے مطلوب تھے اور روحانی مقابلہ زیر نظر تھا۔ کیونکہ اس وقت باطنی ارتداد اور الحاد کی اشاعت کیلئے بڑے بڑے سامان اور اسلحہ بنائے گئے۔ اس لئے ان کا مقابلہ بھی اسی قسم کے اسلحوں سے ضروری ہے۔ کیونکہ آجکل

امن وامان کا زمانہ ہے اور ہم کو ہر طرح کی آسائش اور امن حاصل ہے۔ آزادی سے ہر آدمی اپنے مذہب کی اشاعت اور تبلیغ اور احکام کی بجا آوری کر سکتا ہے۔ پھر اسلام جو امن کا سچا حامی ہے، بلکہ حقیقتاً امن اور سِلم اور آشتی کا اشاعت کنندہ ہی اسلام ہے کیونکر اس زمانہ امن و آزادی میں اس پہلے نمونہ کو دکھانا پسند کر سکتا تھا؟ پس آجکل وہی دوسرا نمونہ یعنی روحانی مجاہدہ مطلوب ہے کیونکہ ع کہ حلوا چو یکبار خوردند و بس

موجودہ زمانہ میں جہاد

ایک اور بات بھی ہے کہ اس پہلے نمونہ کے دکھانے میں ایک اور امر بھی ملحوظ تھا۔ یعنی اس وقت اظہار شجاعت بھی مقصود تھا جو اس وقت کی دنیا میں سب سے زیادہ محمود اور محبوب وصف سمجھی جاتی تھی اور اس وقت تو حرب ایک فن ہو گیا ہے کہ دُور بیٹھے ہوئے بھی ایک آدمی توپ اور بندوق چلا سکتا ہے۔ ان دنوں میں سچا بہادر وہ تھا جو تلواروں کے سامنے سینہ سپر ہوتا اور آجکل کا فن حرب تو بزدلوں کا پردہ پوش ہے۔ اب شجاعت کا کام نہیں بلکہ جو شخص آلات حرب جدید اور نئی توپیں وغیرہ رکھتا اور چلا سکتا ہے وہ کامیاب ہو سکتا ہے۔ اس حرب کا مدعا اور مقصد مومنوں کے مخفی مادہ شجاعت کا اظہار تھا اور خدائے تعالیٰ نے جیسا چاہا خوب طرح اسے دنیا پر ظاہر کیا۔ اب اس کی حاجت نہیں رہی اس لئے کہ اب جنگ نے فن اور مکیدت اور خدیعت کی صورت اختیار کر لی ہے اور نئے نئے آلات حرب اور پیچدار فنون نے اس قیمتی اور قابل فخر جوہر کو خاک میں ملا دیا ہے۔ ابتدائے اسلام میں دفاعی لڑائیوں اور جسمانی جنگوں کی اس لئے بھی ضرورت پڑتی تھی کہ دعوت اسلام کرنے والے کا جواب اُن دنوں دلائل و براہین سے نہیں بلکہ تلوار سے دیا جاتا تھا۔ اس لئے لاچار جواب الجواب میں تلوار سے کام لینا پڑا لیکن اب تلوار سے جواب نہیں دیا جاتا بلکہ قلم اور دلائل سے اسلام پر نکتہ چینیاں کی جاتی ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ اس زمانہ میں خدا تعالیٰ نے چاہا ہے کہ سیف (تلوار) کا کام قلم سے لیا جاوے اور تحریر سے مقابلہ کر کے مخالفوں کو پست کیا جاوے۔ اس لئے اب کسی کو شایاں نہیں کہ قلم کا جواب تلوار سے دینے کی کوشش کرے۔ ع گر حفظ مراتب نکنی زندیقی

اس وقت قلم کی ضرورت ہے

اس وقت جو ضرورت ہے وہ یقیناً سمجھ لو سیف کی نہیں بلکہ قلم کی ہے۔ ہمارے مخالفین نے اسلام پر جو شبہات وارد کئے ہیں اور مختلف سائنسوں اور مکائد کی رو سے اللہ تعالیٰ کے سچے مذہب پر حملہ کرنا چاہا ہے۔ اس نے مجھے متوجہ کیا ہے کہ میں قلمی اسلحہ پہن کر اس سائنس اور علمی ترقی کے میدان کارزار میں اتروں اور اسلام کی روحانی شجاعت اور باطنی قوت کا کرشمہ بھی دکھاؤں۔ میں کب اس میدان کے قابل ہو سکتا تھا؟ یہ تو صرف اللہ تعالیٰ کا فضل ہے اور اسکی بے حد عنایت ہے کہ وہ چاہتا ہے کہ میرے جیسے عاجز انسان کے ہاتھ سے اس کے دین کی عزت ظاہر ہو۔ میں نے ایک وقت ان اعتراضات اور حملات کو شمار کیا تھا جو اسلام پر ہمارے مخالفین نے کئے ہیں۔ ان کی تعداد اس وقت میرے خیال اور اندازہ میں تین ہزار ہوئی تھی اور میں سمجھتا ہوں کہ اب تو اور بھی تعداد بڑھ گئی ہوگی۔ کوئی یہ نہ سمجھ لے کہ اسلام کی بنا ایسی کمزور باتوں پر ہے کہ اس پر تین ہزار اعتراض وارد ہو سکتا ہے۔ نہیں ایسا ہرگز نہیں۔ یہ اعتراضات تو کوتاہ اندیشوں اور نادانوں کی نظر میں اعتراض ہیں مگر میں تم سے سچ سچ کہتا ہوں کہ میں نے جہاں ان اعتراضات کو شمار کیا وہاں یہ بھی غور کیا ہے کہ ان اعتراضات کی تہ میں دراصل بہت ہی نادر صداقتیں موجود ہیں جو عدم بصیرت کی وجہ سے ان کو دکھائی نہیں دیں اور حقیقت میں یہ خدائے تعالیٰ کی حکمت ہے کہ جہاں نابینا معترض آ کر اٹکا ہے وہیں حقائق و معارف کا مخفی خزانہ رکھا ہے۔

(ملفوظات، جلد اوّل، صفحہ 49 تا 51، مطبوعہ 2018 قادیان)

اشاعتِ دین بزورِ شمشیر حرام ہے

پاکیزہ منظوم کلام سیّدنا حضرت اقدس مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام

اب چھوڑ دو جہاد کا اے دوستو خیال
دیں کیلئے حرام ہے اب جنگ اور قتال

اب آگیا مسیح جو دیں کا امام ہے
دیں کی تمام جنگوں کا اب اختتام ہے

اب آسماں سے نورِ خدا کا نزول ہے
اب جنگ اور جہاد کا فتویٰ فضول ہے

دشمن ہے وہ خدا کا جو کرتا ہے اب جہاد
منکر نبیؐ کا ہے جو یہ رکھتا ہے اعتقاد

کیوں بھولتے ہو تم یَضَعُ الْحَرْب کی خبر
کیا یہ نہیں بخاری میں دیکھو تو کھول کر

فرما چکا ہے سیدِ کونین مصطفےٰؐ
عیسیٰ مسیح جنگوں کا کردے گا التوا

جب آئے گا تو صلح کو وہ ساتھ لائے گا
جنگوں کے سِلسلہ کو وہ یکسر مٹائے گا

یہ حکم سُن کے بھی جو لڑائی کو جائے گا
وہ کافروں سے سخت ہزیمت اُٹھائے گا

اِک معجزہ کے طور سے یہ پیشگوئی ہے
کافی ہے سوچنے کو اگر اہل کوئی ہے

القصہ یہ مسیح کے آنے کا ہے نشاں
کردے گا ختم آکے وہ دیں کی لڑائیاں

ظاہر ہیں خود نشاں کہ زماں وہ زماں نہیں
اب قوم میں ہماری وہ تاب و تواں نہیں

اب تم میں خود وہ قوت و طاقت نہیں رہی
وہ سلطنت وہ رعب وہ شوکت نہیں رہی

وہ نام وہ نمود وہ دولت نہیں رہی
وہ عزمِ مقبلانہ وہ ہمت نہیں رہی

اب تم میں کیوں وہ سیف کی طاقت نہیں رہی
بھید اس میں ہے یہی کہ وہ حاجت نہیں رہی

اب کوئی تم پہ جبر نہیں غیر قوم سے
کرتی نہیں ہے منع صلوٰۃ اور صوم سے

ہاں آپ تم نے چھوڑ دیا دیں کی راہ کو
عادت میں اپنی کر لیا فسق و گناہ کو

اب غیروں سے لڑائی کے معنے ہی کیا ہوئے
تم خود ہی غیر بن کے محلِّ سزا ہوئے

پھر جبکہ تم میں خود ہی وہ ایماں نہیں رہا
وہ نور مومنانہ وہ عرفاں نہیں رہا

پھر اپنے کفر کی خبر اے قوم لیجئے
آیت عَلَيْكُمْ اَنْفُسَكُمْ یاد کیجئے

ایسا گماں کہ مہدیٔ خونی بھی آئے گا
اور کافروں کے قتل سے دیں کو بڑھائے گا

اے غافلو! یہ باتیں سراسر دروغ ہیں
بہتاں ہیں بے ثبوت ہیں اور بے فروغ ہیں

یارو جو مرد آنے کو تھا وہ تو آچکا
یہ راز تم کو شمس و قمر بھی بتا چکا

تم میں سے جس کو دین و دیانت سے ہے پیار
اب اُس کا فرض ہے کہ وہ دل کر کے اُستوار

لوگوں کو یہ بتائے کہ وقتِ مسیح ہے
اب جنگ اور جہاد حرام اور قبیح ہے

ہم اپنا فرض دوستو اب کر چکے ادا
اب بھی اگر نہ سمجھو تو سمجھائے گا خُدا

(ضمیمہ تحفہ گولڑویہ، روحانی خزائن، جلد 17، صفحہ 77)

......☆......☆......☆......

اللہ تعالیٰ جو انبیاء کو بھیجتا ہے تو امن قائم کرنے کیلئے یہ منشاء نہیں ہوتا کہ لوگوں کو پکڑ کر مسلمان بنائیں

﴿ارشادات عالیہ سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الاوّل رضی اللہ عنہ﴾

حضرت خلیفۃ المسیح الاوّل رضی اللہ عنہ سورۃ البقرۃ آیت 194 کی تشریح میں فرماتے ہیں:
وَقٰتِلُوْهُمْ حَتّٰى لَا تَكُوْنَ فِتْنَةٌ وَّيَكُوْنَ الدِّيْنُ لِلّٰهِ: یہ مسئلہ خوب یاد رکھنا چاہئے کہ اللہ مذاہب کا ابطال نہیں چاہتا بلکہ قرآن شریف میں لکھا ہے کہ اللہ تعالیٰ چاہتا تو سارے جہان کو ایک مذہب پر قائم کر دیتا۔ فَلَوْ شَآءَ لَهَدٰىكُمْ اَجْمَعِيْنَ (الانعام:150) دوسرے مقام پر فرمایا لَوْلَا دَفْعُ اللّٰهِ النَّاسَ بَعْضَهُمْ بِبَعْضٍ لَّهُدِّمَتْ صَوَامِعُ وَبِيَعٌ وَّصَلَوٰتٌ وَّمَسٰجِدُ (الحج:41) یعنی اگر اللہ آدمیوں کی ایک دوسرے سے مدافعت نہ کرتا رہتا تو عیسائیوں کی، مسلمانوں کی، مجوسیوں کی، یہودیوں کی عبادت گاہیں منہدم ہو جاتیں۔ جس سے معلوم ہوا کہ مذاہب کا اختلاف اللہ کے منشاء کے ماتحت ہے۔ اللہ تعالیٰ جو انبیاء کو بھیجتا ہے تو امن قائم کرنے کیلئے۔ یہ منشاء نہیں ہوتا کہ لوگوں کو پکڑ کر مسلمان بنائیں بلکہ وہ لَآ اِكْرَاهَ فِي الدِّيْنِ (البقرۃ:257) کے ماتحت چلتے ہیں کیونکہ انسان اس وقت تک خدا کے نزدیک تو مومن نہیں ہوتا جب تک کہ دل سے ایمان نہ لائے۔ اور پھر ضروری ہے کہ اس کے ایمان کے آثار اس کے ظاہری کاموں میں ہویدا ہوں اور کوئی اس کو روک نہ سکے۔

پس جہاد بھی اس وقت تک جائز ہے کہ مومن کفار کے فتنہ میں نہ رہے اور جو ایمان لا چکے ہیں وہ اپنی عبادت بلا کسی خوف و روک کے ادا کر سکیں۔ وہ نفاق سے کام لینے پر مجبور نہ ہوں بلکہ يَكُوْنَ الدِّيْنُ لِلّٰهِ اللہ کیلئے ان کا دین ہو اور فتنہ نہ رہے۔

(حقائق الفرقان، جلد اوّل، صفحہ 327)

سورۃ الحج کی آیت 39-40 کی تشریح میں آپ فرماتے ہیں:

اِنَّ اللّٰهَ يُدٰفِعُ عَنِ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا ؕ اِنَّ اللّٰهَ لَا يُحِبُّ كُلَّ خَوَّانٍ كَفُوْرٍ۝
(سورۃ الحج:39)

حضرت خلیفۃ المسیح الاوّل رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: اِنَّ اللّٰهَ يُدٰفِعُ عَنِ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا اللہ تعالیٰ نے ہر چیز کی حد بندی مقرر کر دی ہے۔ جب اس حد سے کوئی چیز بڑھنے لگتی ہے تو اس کو دفع کرنے والی چیز پیدا کر دیتا ہے۔ کفر بڑھ گیا ہے اس لئے حضرت محمدؐ رسول اللہ اور ان کی جماعت کو پیدا کر دیا۔ کیونکہ وہ کفر کیشوں کو پسند نہیں کرتا۔ یہ خیال کہ کوئی مہدی ایسا آئے گا جو تمام انسانوں کو مسلمان بنالے گا ایک لغو خیال ہے۔ کیا وہ حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے بڑھ کر قوت قدسیہ رکھنے والا کوئی ہوگا؟ کیا وہ قرآن شریف سے بڑھ کر کتاب لائے گا؟ اللہ تعالیٰ ہر چیز کو ایک حد کے اندر رکھنا چاہتا ہے۔

نیز فرماتے ہیں: اُذِنَ لِلَّذِيْنَ يُقٰتَلُوْنَ بِاَنَّهُمْ ظُلِمُوْا ؕ وَاِنَّ اللّٰهَ عَلٰى نَصْرِهِمْ لَقَدِيْرُ (سورۃ الحج:40) اجازت دی گئی ان لوگوں کو جن سے لڑائی کی گئی اس لئے کہ وہ مظلوم ہیں اور اللہ انہیں دشمن پر غالب کر دینے پر قادر ہے...... اسلام کا خدا تعالیٰ نے دونوں طرح کا غلبہ دکھانا چاہا ہے۔ ایک وقت تھا جب دشمن نے اسلام کے استیصال کیلئے تلوار اٹھائی۔ مسلمانوں کو قتل کرنا شروع کر دیا تو اسلام نے مسلمانوں کو بغاوت سے روک دیا کہ غدر نہ کرنا۔ اس ملک سے نکل جاؤ۔ جہاں تکلیف ہے! اس لئے مکہ معظّمہ کا ملک چھوڑ دیا گیا۔ جب دشمن کو اس پر صبر نہ آیا اور اس نے تعاقب کیا تو آخر اسلام نے تلوار اٹھائی اور کامیاب ہو گیا!

پھر اس وقت چودھویں صدی میں صرف حجج کے اسلحہ سے اسلام سے جنگ شروع ہو گئی اسلام کے باعث کوئی قوم کسی مسلمان پر ہتھیاروں سے اب کام نہیں لیتی۔ تو اسلام نے بھی براہین نیرہ اور حجج ساطعہ اور دلائل واضحہ (ترک رشی) سے مقابلہ شروع کیا!

بُت پرست قومیں اسلام کے مقابلہ سے ہار کر بُت پرستی کے دعوے سے باز آ رہی ہیں اور بالکل اس مسئلہ میں صلح جو ہو رہی ہیں کیونکہ انڈیا میں کچھ برہموں ہو گئے ہیں اور کچھ آریہ سماج اور ادھر یورپ و امریکہ میں یونی ٹیرین، فری تھنکروں کا سمندر موج مار رہا ہے اور کیا خوب ہوا۔ حضرت مسیحؑ کی خدائی نیست و نابود ہو رہی ہے...... مخلوق اسلام کے مقدس مذہب میں آ رہی ہے۔

جو دنیا میں نیکی ہے۔ اس کے ساتھ کچھ مشکلات بھی ہیں اور سُکھ کے ساتھ دُکھ اور دُکھ کے ساتھ سُکھ۔ آخر الذّکر کی مثال درد زہ اور پھر فرزند نرینہ کی پیدائش ہے۔

صحابہ کرامؓ مکہ معظّمہ میں سخت تکالیف میں مبتلا تھے۔ (۱) بعض آدمیوں کے ایک پاؤں کو ایک اونٹ سے اور دوسرا پاؤں دوسرے اونٹ سے باندھ کر مخالف سمتوں میں چلا کر چیرا جاتا (۲) بعض عورتوں کی شرمگاہوں میں برچھی ماری ہے اور گلے سے نکالی ہے (۳) تین برس بنو ہاشم کو غلہ پہنچانے میں روکیں ڈالی گئیں (۴) بعض صحابہ کو شدت سے گرم کئے ہوئے پتھروں میں لٹایا جاتا تھا۔ مگر وہ لوگ بڑے صبر، استقلال اور ہمت سے ان تمام تکالیف کو برداشت کرتے۔

محرم میں جب امام حسینؓ کی تکالیف کا ذکر کرتے ہیں۔ مگر صحابہؓ نے جو جو تکالیف اٹھائی ہیں وہ ان سے بعض اوقات بڑھ کر ہیں۔ سو اس صبر کے عوض جہاد کی اجازت دی گئی۔ یہ غلط ہے آپؐ کو جتھے کا انتظار تھا۔ لَا تُكَلَّفُ اِلَّا نَفْسَكَ (النساء:85) کا حکم اور غزوہ حنین میں سب کے بھاگنے پر کھڑا رہنا اس کا شاہد ہے۔ پس یہ جھوٹ ہے کہ اسلام بزور شمشیر پھیلایا گیا۔

ایک اور احسان اسلام نے کیا جو میرے خیال میں دنیا کے کسی ریفارمر اور مصلح کو نہیں سوجھا وہ یہ ہے: اِنَّ اللّٰهَ يُدٰفِعُ عَنِ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا ؕ اِنَّ اللّٰهَ لَا يُحِبُّ كُلَّ خَوَّانٍ كَفُوْرٍ ...... لَّهُدِّمَتْ صَوَامِعُ وَبِيَعٌ وَّصَلَوٰتٌ وَّمَسٰجِدُ يُذْكَرُ فِيْهَا اسْمُ اللّٰهِ كَثِيْرًا ہم بعض اوقات خود حفاظتی کا حکم دیتے ہیں اور اس سے غرض یہ ہے کہ اگر یہ نہ ہو تو گرجے تباہ ہو جاویں۔ دھرم شالے اور یہودیوں کے معبد تباہ ہو جاویں اور ہم نہیں چاہتے کہ وہ تباہ ہوں۔ کیا یہ سنہری اصل دنیا کی کسی مذہبی کتاب میں پایا جاتا ہے؟ اگر یہ فقرہ انجیل میں ہوتا تو مسیحی لوگوں نے جو سلوک اپنے مخالف لوگوں سے کیا ہے وہ نہ ہوتا۔ متھالوجی کو پڑھو تو تمہیں معلوم ہوگا کہ مسیحی لوگوں سے پہلے کس قدر معبد تھے جن کا آج نام و نشان بھی نہیں۔ مثلاً پڑاموں کا عظیم الشان مندر تھا جہاں سکندر اعظم پیادہ حج کرنے آیا تھا۔ مگر آج کوئی نہیں بتا سکتا کہ وہ مندر کہاں تھا۔

اس قدر تنگ دلی، ضد اور تعصب اور ہٹ اسلام پسند نہیں کرتا کہ معبد گرا دیئے جائیں۔ مسلمانوں نے جہاں آٹھ سو برس، ہزار اور گیارہ سو برس بھی راج کیا ہے اس ملک کے معابد اب تک موجود ہیں اور ان کو تباہ نہیں کیا۔ مگر بڑی روشنی والی قوم سے پوچھیں کہ پڑاموں کا مندر کہاں تھا؟ تو نہیں بتا سکتے۔ نشان تک مٹا دیئے بلکہ یروشلم جیسی جگہ جو بائبل میں بھی مقدس سمجھی گئی تھی پاش پاش کر دی گئی اور وہاں سؤر کی قربانی کی گئی۔ شاید کوئی کہہ دے کہ سؤر ناپاک نہیں۔ مگر بائبل پڑھیں گے تو اس کے خلاف پائیں گے۔

اس کے بالمقابل دیکھو کہ سپین اور فلسطین میں کیسی پُر شوکت اسلامی سلطنت تھی۔ مگر دیکھ لو پرانے سے پرانے معبدوں کو چھیڑا نہیں۔ بلکہ فاروق اعظم کے زمانہ میں جب وہ یروشلم تشریف لے گئے تو وہاں کے بشپ نے کہا کہ یہاں نماز پڑھ لو۔ انہوں نے فرمایا کہ تم بڑے ناعاقبت اندیش ہو۔ اگر میں یہاں نماز پڑھوں تو مسلمان اس کو مسجد بنالیں گے۔ ہماری سرکار صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے حضور نجران کے عیسائی آئے اور اتوار کا دن تھا۔ آپؐ نے فرمایا میری مسجد میں گرجا کر لو۔ وہ لوگ رومن کیتھولک ہوں گے۔ مگر حوصلہ کے ساتھ ان کو اجازت دی۔ اس سے پایا جاتا تھا کہ جہاں وہ احسان عام کرتے تھے وہاں ابقائے مذہب بھی ان کا مذہب تھا۔ خواہ ہندوستان میں پہلی صدی ہجری میں عرب آئے اور کم از کم ساڑھے گیارہ سو سال تک اسلامی حکومت یہاں رہی...... اس عرصہ دراز میں ہندوستان کے معابد پر اسلامی سلطنت نے کیا اثر کیا؟ ان کی موجودگی خود ظاہر کرتی ہے!

(حقائق الفرقان، جلد سوئم، صفحہ 154 تا 157)

الٰہی کلام کی مدد سے لوگوں کو دین کیطرف بلاؤ ہمارا ہتھیار قرآن کریم ہی ہے اس قرآن کی تلوار لیکر دنیا سے جہاد کیلئے نکل کھڑا ہو

﴿ارشادات عالیہ سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الثانی رضی اللہ عنہ﴾

ہمارا ہتھیار قرآن کریم ہی ہے

سیدنا حضرت مصلح موعود رضی اللہ عنہ آیت کریمہ اُدۡعُ اِلٰی سَبِیۡلِ رَبِّکَ بِالۡحِکۡمَۃِ کی تشریح بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

نبوت کے معنوں کی رو سے یہ مطلب ہوگا کہ الٰہی کلام کی مدد سے لوگوں کو دین کی طرف بلاؤ۔ جو دلائل خود قرآن کریم نے دیئے ہیں۔ انہی کو پیش کرو۔ اپنے پاس سے ڈھکو نسلے نہ پیش کیا کرو۔ آہ! اگر اس گُر کو مسلمان سمجھتے تو یہودیت اور عیسائیت کو کھا جاتے۔ ہمارا ہتھیار قرآن کریم ہی ہے جسکی نسبت اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: وَجَاهِدۡهُمۡ بِهٖ (فرقان ع5) اس قرآن کی تلوار لے کر دنیا سے جہاد کیلئے نکل کھڑا ہو پر افسوس کہ آج دنیا کی ہر چیز مسلمان کے ہاتھ میں ہے لیکن اگر نہیں تو یہی تلوار جس کو لے کر نکل کھڑے ہونیکا حکم تھا۔ (تفسیر کبیر، جلد چہارم، صفحہ 273)

فَلَا تَعۡجَلۡ عَلَیۡهِمۡ میں جہاد کے مسئلہ کو بالکل واضح کر دیا گیا ہے

سیدنا حضرت مصلح موعود رضی اللہ عنہ آیت کریمہ فَلَا تَعۡجَلۡ عَلَیۡهِمۡ ؕ اِنَّمَا نَعُدُّ لَهُمۡ عَدًّا (سورۃ مریم:85) کی تفسیر میں فرماتے ہیں:

دیکھو اس جگہ جہاد کے متعلق کیسی واضح اور اہم ہدایت دی گئی ہے اور کس طرح اس عظیم الشان نظریہ کی تائید کی گئی ہے جو بانی سلسلہ احمدیہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے موجودہ زمانہ میں جہاد کے متعلق پیش فرمایا ہے۔

اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے بتایا ہے کہ ایک زمانہ ایسا آنے والا ہے جب مسلمانوں کا ایک حصہ یہ کہے گا کہ اسلام کی ترقی اب اسی طرح ہوسکتی ہے کہ ان کفار سے جہاد کیا جائے اور انہیں تلوار کے زور سے مٹانے کی کوشش کی جائے مگر ان کی یہ رائے بالکل غلط ہوگی۔ صحیح اور درست راستہ یہی ہوگا کہ ان کے مقابلہ میں جلد بازی سے کام نہ لیا جائے اور ان کے حملوں کو صبر کے ساتھ برداشت کیا جائے اور صرف روحانی تدابیر اختیار کی جائیں یعنی تبلیغ اسلام اور دعائیں وغیرہ۔ چنانچہ حضرت مسیح موعودؑ جو خدا تعالیٰ کی طرف سے دنیا کی اصلاح کیلئے بھیجے گئے تھے انہوں نے لوگوں کے سامنے یہی اعلان فرمایا کہ

یہ حکم سن کے بھی جو لڑائی کو جائے گا
وہ کافروں سے سخت ہزیمت اٹھائے گا

آپ نے فرمایا کہ جب مسلمانوں کے پاس کسی قسم کی طاقت ہی نہیں تو ان پر جہاد بالسیف کس طرح فرض ہوسکتا ہے۔ جب وہ وقت آئے گا تو اللہ تعالیٰ جس رنگ میں چاہے گا مسلمانوں کو ان کے مقابلہ کی طاقت عطا فرمادے گا۔ بہرحال آپ نے جہاد کے متعلق مسلمانوں کے رائج الوقت خیالات کی تردید فرمائی اور یہی وہ حقیقت ہے جو لَا تَعۡجَلۡ میں بیان فرمائی گئی ہے۔

اصل بات یہ ہے کہ اس سورۃ میں مسیحیوں کی جن ترقیات کا ذکر کیا گیا ہے وہ آئندہ زمانہ میں ہونے والی تھیں بلکہ حدیثوں اور قرآن میں انہیں آخری زمانہ کے ساتھ وابستہ کیا گیا ہے پس لَا تَعۡجَلۡ سے مراد رسول کریم ﷺ کا وجود نہیں بلکہ آئندہ زمانہ کا مسلمان مراد ہے اور بتایا گیا ہے کہ وہ ایک وقت مسیحیوں کی ترقی کو دیکھ کر ان سے جہاد کرنے کے شوق میں مبتلا ہوجائے گا چنانچہ یہ امر حیرت انگیز ہے کہ جس زمانہ میں مسیحیت مسلمانوں کا شکار تھی اور ان کو اس سے مقابلہ کرنیکی طاقت تھی اس وقت تک تو مسلمان ان کی طرف سے غافل رہے اور جب مسیحیت دنیا میں پھیل گئی تو انہیں جہاد کا خیال آیا حالانکہ اس وقت خدا کی مشیت نَعُدُّ لَهُمۡ عَدًّا والی ظاہر ہوچکی تھی اور اس علم کے بعد مسلمانوں کو چاہئے تھا کہ سابق غفلت پر استغفار کرتے اور آئندہ کیلئے اللہ تعالیٰ سے مجملاً دعا کرتے کہ ان کے فتنہ سے مسلمانوں کو بچائے اور جہاد بالقرآن شروع کر دیتے تا کہ سابق غفلت کا ازالہ ہوجاتا اور قرآن کریم کی برکت سے مسیحیت کی طاقت ٹوٹ جاتی مگر انہوں نے جہاد بالسیف کا بے موقع اظہار کر کے مسیحیوں کو اسلام کے خلاف پروپیگنڈا کا موقع دیا اور اس سے متاثر ہو کر ہزاروں مسلمان مسیحی ہو گئے۔ اناللہ وانا الیہ راجعون۔ حضرت مسیح موعودؑ ایک ہی شخص تھے جنہوں نے اس نقص کی طرف توجہ دلائی۔ مگر اس وجہ سے ان پر کفر کے فتوے لگائے گئے اور کہا گیا کہ یہ شخص اسلامی ترقی کا دشمن ہے حالانکہ اسلامی ترقی کا واحد ذریعہ اس زمانہ میں اسلام کی صحیح تعلیم کی اشاعت تھا تا کہ خود مسیحیوں میں سے ایک حصہ کو جیتا جائے اور باقی حصہ کے دل سے غلط فہمیاں دور کی جائیں مگر افسوس کہ اس خدمت کی وجہ سے آپ کو اتنی گالیاں مسلمانوں نے دیں کہ شاید کسی مامور کو اتنی کثرت سے اور اس مقدار میں گالیاں نہ ملی ہوں گی ......اس ظلم کا بدلہ قیامت کے دن ہم محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے ذریعہ سے لیں گے۔ وہ خود ان ظالموں پر اپنی ناراضگی کا اظہار کریں گے اور ہمارے دلوں پر تسکین کا مرہم رکھیں گے۔ انشاء اللہ تعالیٰ ......بہرحال فَلَا تَعۡجَلۡ عَلَیۡهِمۡ میں جہاد کے مسئلہ کو بالکل واضح کر دیا گیا ہے اور اللہ تعالیٰ نے بتایا ہے کہ ہم نے ان کے لئے ایک وقت مقرر کیا ہوا ہے اور ہم ان کی ہلاکت کی گھڑیاں گن رہے ہیں۔ جب وہ وقت آئے گا تو ہم خود پکڑ لیں گے۔ (تفسیر کبیر، جلد پنجم، صفحہ 365)

سیدنا حضرت مصلح موعودؓ آیت کریمہ فَلَا تُطِعِ الۡکٰفِرِیۡنَ وَجَاهِدۡهُمۡ بِهٖ جِهَادًا کَبِیۡرًا کی تفسیر میں فرماتے ہیں:

اللہ تعالیٰ قرآن کریم میں فرماتا ہے کہ جَاهِدۡهُمۡ بِهٖ جِهَادًا کَبِیۡرًا (فرقان ع5) یعنی اے محمد رسول اللہ! تجھے لڑائیاں تو پیش آئیں گی لیکن وہ لڑائیاں تیری زندگی کا ماحصل نہیں ہوں گی بلکہ تیری زندگی کے کاموں کا ایک بہت چھوٹا سا حصہ ہونگی۔ ماحصل تیری زندگی کا یہ ہے کہ قرآن سے اپنی قوم کے ساتھ جنگ کر اور یہ جنگ ہی بڑی جنگ ہوگی۔ تلوار کی جنگ اس کے مقابلہ میں چھوٹی ہوگی۔

اب دیکھ لو یہ پیشگوئی کس شان سے پوری ہوئی مکہ والوں کو بے شک بعض عرب قبائل سے جنگیں پیش آئیں۔ لیکن وہ قبائل بھی چھوٹے تھے اور ان کا نتیجہ بھی چھوٹا تھا۔ مگر جو جنگ آپ کو قرآن کریم کے ذریعہ کرنی پڑی وہ عرب سے بھی ہوئی ایران سے بھی ہوئی اور پھر بعد میں ساری دنیا سے ہوئی اور ہو رہی ہے جس دن اس جنگ کا نتیجہ نکلے گا ساری دنیا کے دل اسلام کے لئے فتح ہوجائیں گے اور محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بادشاہت میدانوں اور سمندروں کو پھاندتی ہوئی دنیا کے کناروں تک پہنچ جائے گی۔ اس کے مقابلہ میں ظاہری جنگوں کا نتیجہ بہت چھوٹا تھا مگر تعجب ہے کہ ان کھلی آیات کی موجودگی میں مغربی لوگ اب تک یہ اعتراض کرتے چلے جا رہے ہیں کہ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جنگوں کے ساتھ اپنے دشمنوں کو مغلوب کیا اگر محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی فتوحات جنگوں کے ساتھ وابستہ تھیں تو پھر قرآن کریم نے اشارۃً ان کو چھوٹا کیوں کہا اور قرآنی جنگ کو بڑا کیوں کہا۔ اس نے یہ کیوں فرمایا کہ جَاهِدۡهُمۡ بِهٖ جِهَادًا کَبِیۡرًا۔ اے محمدؐ رسول اللہ! تیری اصل جنگ قرآن کریم کے ہتھیار سے ہے۔ تُو اس ہتھیار کے ساتھ اپنے دشمنوں سے جنگ کر۔ یہی جنگ بڑی جنگ ہوگی۔

یہ عجیب بات ہے کہ یہ آیت جس میں دو جہادوں کی خبر دی گئی ہے ایک تلوار کے جہاد کی جو چھوٹا ہوگا اور ایک دلائل اور براہین کے جہاد کی جو بڑا ہوگا یہ سورۃ فرقان کی آیت ہے جو مکی سورۃ ہے۔ گویا رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم ابھی مکہ میں ہی تھے۔ نہ کوئی فوج آپ کے ساتھ تھی۔ نہ کوئی ملک آپ کے ساتھ تھا کہ آپ کو خدا تعالیٰ نے بتایا کہ تجھے اپنے مخالفوں کے ساتھ لڑائیاں پیش آئیں گی کچھ تلوار کی اور کچھ دلائل اور براہین کی۔ دلائل اور براہین کی لڑائیاں بڑی ہوں گی اور تلوار کی چھوٹی۔ خود رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس فرق کو بیان فرمایا ہے۔ چنانچہ ایک دفعہ آپ جہاد سے واپس آئے تو آپ نے فرمایا رَجَعۡنَا مِنَ الۡجِهَادِ الۡاَصۡغَرِ اِلَی الۡجِهَادِ الۡاَکۡبَرِ (ردّ المختار علی الدر المختار، جلد 3، ص 235) ہم ایک چھوٹی لڑائی سے واپس آئے ہیں تا کہ بڑی لڑائی یعنی دلائل اور براہین کی لڑائی اور اشاعت قرآن کی لڑائی کو شروع کریں۔ پس رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی دلائل اور براہین کی لڑائی کو بڑی لڑائی اور تلوار کی لڑائی کو چھوٹی لڑائی قرار دیا ہے۔

(تفسیر کبیر، جلد ہفتم، صفحہ 471)

اپنی تمام طاقت اور اپنی تمام استعداد کے ساتھ اللہ تعالیٰ کی راہ میں جہاد کرو اور اس کوشش اور جہاد کو اپنے کمال تک پہنچاؤ

﴿ارشادات عالیہ سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الثالث رحمہ اللہ تعالیٰ﴾

اپنی تمام قوت اور اپنی تمام طاقت اور اپنی تمام استعداد کے ساتھ اللہ تعالیٰ کی راہ میں جہاد کرو

ابراہیمی دعاؤں اور ان پیشگوئیوں کے مطابق جو پہلی کتب میں پائی جاتی تھیں اللہ تعالیٰ نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے ذریعہ ایک اُمت مسلمہ کو قائم کیا۔ جیسا کہ قرآن کریم سورۂ حج میں فرماتا ہے:

وَجَاهِدُوْا فِي اللّٰهِ حَقَّ جِهَادِهٖ هُوَ اجْتَبٰكُمْ وَمَا جَعَلَ عَلَيْكُمْ فِي الدِّيْنِ مِنْ حَرَجٍ مِلَّةَ اَبِيْكُمْ اِبْرَاهِيْمَ هُوَ سَمّٰىكُمُ الْمُسْلِمِيْنَ مِنْ قَبْلُ وَفِيْ هٰذَا لِيَكُوْنَ الرَّسُوْلُ شَهِيْدًا عَلَيْكُمْ وَتَكُوْنُوْا شُهَدَاءَ عَلَى النَّاسِ فَاَقِيْمُوا الصَّلٰوةَ وَاٰتُوا الزَّكٰوةَ وَاعْتَصِمُوْا بِاللّٰهِ هُوَ مَوْلٰىكُمْ فَنِعْمَ الْمَوْلٰى وَنِعْمَ النَّصِيْرُ (سورۃ الحج:79)

یہاں اللہ تعالیٰ نے یہ فرمایا ہے کہ اپنی تمام قوت اور اپنی تمام طاقت اور اپنی تمام استعداد کے ساتھ اللہ تعالیٰ کی راہ میں جہاد کرو اور اس کوشش اور جہاد کو اپنے کمال تک پہنچاؤ (حَقَّ جِهَادِهٖ) اس کے حق کو پورا کرو کیونکہ اس نے تمہیں مجتبیٰ بنایا ہے اور تمہیں بزرگی بخشی ہے اور کامل دین تمہیں دیا ہے۔ بہترین احکام تمہارے لئے نازل کئے ہیں اور ان احکام کی پیروی کرنے کے لئے جن قوتوں اور طاقتوں کی ضرورت تھی وہ بھی ساتھ ہی تمہیں عطا کی گئی ہیں۔ اس لئے ان احکام کی پیروی کرنے سے تم پر کوئی بوجھ نہیں پڑتا تمہارے باپ ابراہیم کی ملت! اللہ نے تمہیں اَلْمُسْلِمِيْنَ کا نام دیا ہے۔ اُمت مسلمہ قرار دیا ہے تمہارے متعلق یہ نام پہلی کتب میں بھی استعمال ہوا تھا اور قرآن کریم بھی تمہیں اُمَّةً مُسْلِمَةً۔ اَلْمُسْلِمِيْنَ کے نام سے یاد کرتا ہے اور یہ نام ان دعاؤں کے نتیجہ میں ہے جو حضرت ابراہیم علیہ السلام نے کی تھیں کہ ایک اُمت مسلمہ دنیا میں قائم کی جائے (اس افضل الرسل کی بعثت کے ساتھ) اور ان کی اولاد بھی اُمت مسلمہ میں شامل ہو پس خانہ کعبہ کے مقاصد کے ساتھ تعلق رکھنے والی جو آیات ہیں ان میں وَمِنْ ذُرِّيَّتِنَا اُمَّةً مُّسْلِمَةً لَّكَ کی جو دعا تھی۔ قرآن کریم سورۂ حج کی اس آیت میں یہ دعویٰ کرتا ہے کہ وہ دعا قبول ہوگئی اور جو پیشگوئیاں پہلی کتب میں دی گئی تھیں ان کے پورا ہونے کا وقت آ گیا آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم مبعوث ہو چکے ہیں اور اُمت مسلمہ قائم ہوگئی ہے اور اس لئے قائم ہوئی ہے کہ انسان کے اندر جو روحانی اور اخلاقی قوتیں اور استعدادیں اور طاقتیں ودیعت کی گئی تھیں ان کے اظہار کا وقت آ گیا ہے۔ اب دنیا یہ دیکھے گی کہ انسان اپنے ربّ کی راہ میں اپنی طاقتوں کو کس طرح خرچ کرتا ہے اور اپنی استعدادوں کو وہ اپنے کمال تک کس طرح پہنچاتا ہے۔

(خطبات ناصر، جلد اوّل، صفحہ 732، خطبہ جمعہ 9/جون 1967ء)

ساری دُنیا کے ایٹم بم اور ہائیڈروجن بم مل کر بھی ایک دل میں کوئی تبدیلی پیدا نہیں کر سکتے

اس وقت اللہ تعالیٰ خلافت ثالثہ کے ذریعہ دلائل کے ساتھ اور آسمانی نشانوں کے ساتھ غلبۂ اسلام کے زیادہ سے زیادہ سامان پیدا کرتا جاتا ہے اور کرتا چلا جائے گا۔ جب تک کہ وہ آخری غلبہ اسلام کو حاصل نہیں ہو جائے گا جس کے لئے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام مبعوث ہوئے ہیں اور تمام بنی نوع انسان جب تک اسلام میں داخل ہو کر نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے فدائی نہ بن جائیں۔ اس غلبہ کے حصول کے لئے جس جہاد کی ضرورت ہے وہ تلوار کا جہاد نہیں کیونکہ اسلام کے خلاف تلوار میان سے نہیں نکالی گئی۔ نہ مذہب کو تباہ کرنے کے لئے ایٹم بم استعمال کیا جاتا ہے۔ دشمن قوم کو تباہ کرنے کے لئے ایٹم بم تو استعمال کیا جاتا ہے اور ہونا بھی یہی چاہئے کیونکہ اس کی ہلاکت کا جسموں پر اثر ہے۔ لیکن مذہب کے مقابلہ میں ایٹم بم نہ استعمال کیا جاتا ہے نہ استعمال کیا جا سکتا ہے۔ کیونکہ جیسا کہ میں نے یورپ کو کہا آپ بھی بتایا کہ ساری دُنیا کے ایٹم بم اور ہائیڈروجن بم مل کر بھی ایک دل میں کوئی تبدیلی پیدا نہیں کر سکتے۔ لاکھوں کروڑوں کو تباہ کر سکتے ہیں اس میں کوئی شک نہیں لیکن ایک دل میں وہ تبدیلی پیدا نہیں کر سکتے۔ دل میں تبدیلی پیدا کرنا اللہ تعالیٰ کے فضل سے ہوا کرتا ہے۔ وہ فضل اللہ تعالیٰ نے ہمارے ساتھ شامل کر دیا ہے ہم اس کی حمد کرتے ہیں اور ہم حمد کر نہیں کر سکتے۔ ہم عاجز بندے ہیں اتنا انعام ہم پر وہ کر رہا ہے۔

(خطبات ناصر، جلد سوم، صفحہ 247، خطبہ جمعہ 31/جولائی 1970ء)

اصلاحِ نفس اور قرآنی انوار کے ذریعہ شیطانی ظلمات کے خلاف جہاد آپس میں لازم و ملزوم ہیں

جہاں تک جہاد کا تعلق ہے اسے تین اقسام میں منقسم کیا گیا ہے۔ پہلا جہاد تو بنیادی طور پر نفس کے خلاف جہاد ہے یعنی ایسی خواہشات نفسانیہ جو فطرتِ انسانی اور رضائے الٰہی کے خلاف ہوں اُن کا مقابلہ کرنا، اُن کو دبا دینا اور اُن کا اثر قبول نہ کرنا۔ اس سے بڑھ کر یہ کہ اُسے اپنے دائرہ استعداد کے اندر رفعت کے انتہائی مقام پر پہنچا کر اللہ تعالیٰ کے انتہائی پیار کو حاصل کرنا یہ ایک بنیادی جہاد ہے جسے جہادِ اکبر کہتے ہیں۔ یہیں سے جہاد کی بنیاد شروع ہوتی ہے اور اس کے اوپر پھر دوسرے جہاد کی عمارت کھڑی ہوتی ہے۔ جب تک نفس سے کامیاب جہاد نہ ہو دوسرے دو جہاد عقلاً ممکن ہی نہیں۔ پس نفس کے خلاف انسان کا جہاد یعنی شیطانی وساوس اور شیطان کی پیدا کردہ اہواء اور خواہشات کے خلاف جہاد کی کامیابی اور اصلاح نفس پر دوسرے ہر دو جہاد کی کامیابی کا دارومدار ہے کیونکہ سب سے بڑا جہاد یہی ہے۔ دوسرے دو جہاد اسی کی بنیاد پر اُٹھتے ہیں۔ اس لئے اگر یہ بنیادی جہاد کامیاب نہ ہو تو دوسرے دو جہاد کی کامیابی کا امکان ہی نہیں۔ اس لئے سب سے پہلے اپنے نفس کی اصلاح ضروری ہے۔

دوسرا جہاد قرآن کریم اور اس کی اشاعت کا جہاد ہے اور اس کو جہاد کبیر کہتے ہیں۔ یہ جہاد اکبر یعنی نفس کے جہاد سے اُبھرتا ہے۔ ان کا آپس میں گہرا تعلق ہے کیونکہ نفس کے خلاف جہاد قرآنی تعلیم اور قرآنی انوار کے بغیر ممکن ہی نہیں۔ تاہم جہاں تک نفس کے خلاف جہاد کا تعلق ہے یہ بہرحال مقدم ہے۔ ورنہ تو یہ ماننا پڑے گا کہ خود عمل نہیں کرتے اور دوسروں کو نصیحت کرتے ہیں۔ اس لئے قرآن کریم کی ہدایت کے مطابق ہوائے نفس کے خلاف جہاد یعنی اصلاحِ نفس اور قرآنی انوار کے ذریعہ شیطانی ظلمات کے خلاف جہاد آپس میں لازم و ملزوم ہیں۔ جب انسانی خواہشات اور شیطانی وساوس انسانی نفس کو گھیرے میں لینے کی کوشش کرتے ہیں اور اُس کے اور اُس کے پیدا کرنے والے ربّ کے درمیان بُعد پیدا کرنے کی کوشش کرتے ہیں تو ان سے بچنے کے لئے یعنی نفس کی اصلاح کے لئے انسان قرآن کریم کو ذریعہ بناتا ہے۔ پھر قرآنی انوار کو پھیلانا قرآنی انوار ہی کے ذریعہ ممکن ہے جیسا کہ کہا گیا ہے۔ ع

محمدؐ ہست بُرہانِ محمدؐ

اِسی طرح یہ بھی ایک حقیقت ہے کہ (جیسا کہ اللہ تعالیٰ چاہتا ہے) قرآنی انوار کی اشاعت اور قرآن کریم کی حکومت کو قائم کرنا قرآنی انوار کے بغیر ممکن نہیں۔ چنانچہ جب اپنے نفس میں ان انوار کو جذب کر لیا تو پھر انہی انوار کو لے کر دُنیا کی اصلاح کے لئے باہر جانا ہے اور اشاعت قرآن کرنی ہے اور یہ دوسری قسم کا جہاد ہے یعنی اصلاحِ نفس انسانی بانوار قرآنی۔

تیسری قسم کا جہاد وہ ہے کہ جب شیطان اپنی تلوار میان سے نکالے اور مادی اور دُنیوی طاقت کے ساتھ روحانی اقدار کو کچلنے کی کوشش کرے تو اس تلوار کو خدا تعالیٰ کی استمداد سے اور دُعاؤں سے اللہ تعالیٰ کے فضل کو جذب کر کے توڑ دینا اور ناکام بنا دینا۔ یہ سب سے چھوٹا جہاد ہے اِسی لئے اسے جہادِ اصغر کہتے ہیں۔

......پس خدا تعالیٰ نے ہمیں جہاد کا حکم دیا ہے۔ یہ ہماری اور ہمارے معاشرہ کی زندگی پر حاوی ہے۔ جہاد کے اس حکم کی رو سے خدا تعالیٰ نے ہمیں صرف یہی نہیں فرمایا کہ کوشش کرو اور محنت کرو۔ بلکہ اُس نے ہمیں یہ فرمایا ہے کہ انتہائی کوشش کرو اور انتہائی محنت کرو۔ اگر کسی آدمی کی کوشش اور محنت اپنی انتہا کو نہیں پہنچتی تو اُس کا جہاد کوئی جہاد نہیں ہے۔ ہمارا ہر نیک فعل جو اپنی کوشش اور محنت کے لحاظ سے اپنی انتہا کو پہنچ رہا ہو وہ اسلام میں آ کر جہاد بن سکتا ہے یعنی رضائے الٰہی کے حصول کا ذریعہ بن سکتا ہے۔ لیکن اگر ہمارا کوئی فعل اپنے اندر سستی اور غفلت رکھتا ہو یا اس میں لاپرواہی کا عنصر پایا جاتا ہو اور یہ بات ذہن میں حاضر نہ ہو کہ ہمیں محض محنت کا حکم نہیں دیا گیا بلکہ محنت کو انتہاء تک پہنچانے کا حکم دیا گیا ہے تو یہ اسلامی جہاد نہ ہوگا۔

(خطبات ناصر، جلد چہارم، صفحہ 295، خطبہ جمعہ 21/جولائی 1972ء)

اپنے ربّ کی طرف بنی نوع انسان کو بلانا حقیقی اور اوّل اور افضل جہاد ہے

﴿ارشادات عالیہ سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الرابع رحمہ اللہ تعالیٰ﴾

اسلام کو تمام دوسرے ادیان پر غالب کرنے کی حقیقت

جب یہ کہا جاتا ہے کہ اسلام کو اس غرض سے پیدا کیا گیا تا کہ تمام دنیا کے دوسرے ادیان پر یہ غالب آجائے تو اس کا ہرگز یہ مفہوم نہیں کہ تلوار ہاتھ میں پکڑو یعنی مسلمانوں کو یہ تعلیم ہو کہ تم تلوار ہاتھ میں پکڑو اور تمام دنیا میں انکار کرنے والوں کی گردنیں کاٹتے پھرو اور جو تسلیم کرے اور سر جھکا دے صرف اسی کو امن کا پیغام دو، باقی سب کے لئے تم فساد اور جنگ کا پیغام بن جاؤ۔ یہ نہ عقل کے مطابق بات ہے نہ عملاً دنیا میں ایسا ہو سکتا ہے نہ کبھی ہوا ہے اس لئے جماعت احمدیہ کو ہمیشہ اس اصول کو پیش نظر رکھنا چاہئے کہ جب ہم مقابلے کی اور جہاد کی اور تمام بنی نوع انسان پر اسلام کو غالب کرنے کی باتیں کرتے ہیں تو قرآن اور محمد مصطفی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اصطلاحوں میں باتیں کرتے ہیں اور دنیا کی اصطلاحوں سے انکا کوئی تعلق نہیں ہوتا۔ یہی وجہ ہے کہ آج کے ابتلاء کے وقت وہ مسلمان جو ان باتوں کو نہیں سمجھ سکے، نہ سمجھ سکتے ہیں کیونکہ ان کے راہنما ان کو غلط تعلیم دیتے ہیں، وہ جگہ جگہ اپنے آپ کو مشکل میں مبتلا دیکھ رہے ہیں اور دن بدن ان کی حالت خراب ہو رہی ہے۔ مختلف ممالک میں کمزور اقلیتیں ہیں اور اسلام کی تعلیم کو غلط پیش کرنے کے نتیجے میں اپنے ردعمل کو صحیح راستے پر گامزن نہیں رکھ سکتے۔ غلط راہوں پر چلاتے ہیں جہاں چلنا ان کے لئے ممکن نہیں ہے اور اس کے نتیجے میں شدید نقصان اٹھاتے ہیں اور اسلام کی مزید بدنامی کا موجب بنتے ہیں۔

(خطبات طاہر، جلد 10، صفحہ 56، خطبہ جمعہ 25 ر جنوری 1991ء)

وہ تین نظریات جن کے نتیجے میں اسلام کی تصویر مسخ ہو کر پیش ہو رہی ہے

عالم اسلام میں نہایت ہی خوفناک ایسی باتیں رائج ہیں جو اسلام کے ساتھ بے وفائی کا حکم رکھتی ہیں اور بجائے اس کے کہ اسلام کی عادلانہ تعلیم کو سمجھیں اور قبول کریں، اسلام کو دنیا کے سامنے ایک ایسے مذہب کے طور پر پیش کیا جا رہا ہے جس کا عدل کے ساتھ کوئی دُور کا بھی تعلق نہیں۔ اس میں سب سے بڑا قصور ملّاں اور سیاستدان کا ہے ان دونوں کے گٹھ جوڑ کے نتیجے میں اسلام کے نظام عدل کو تباہ کیا جا رہا ہے تین ایسے نظریات اسلام کی طرف منسوب کر کے پیش کئے جا رہے ہیں کہ جن کے نتیجے میں بیرونی دنیا میں اسلام کی تصویر ظالمانہ طور پر مسخ ہو کر پیش ہو رہی ہے اور ہر اسلامی ملک سے بھی امن اٹھتا چلا جا رہا ہے۔

پہلا نظریہ یہ پیش کیا جاتا ہے کہ تلوار کا استعمال نظریات کی تشہیر میں نہ صرف جائز بلکہ ضروری ہے اور تلوار کے زور سے نظریات کو تبدیل کر دینے کا نام اسلامی جہاد ہے لیکن ساتھ ہی یہ بھی کہا جاتا ہے کہ یہ حق صرف مسلمانوں کو ہے۔ عیسائیوں یا یہود یا ہندوؤں یا بدھوں کو یہ حق نہیں کہ وہ کسی مسلمان کے نظریے کو بزور تبدیل کریں لیکن خدا نے یہ حق سارے کا سارا مسلمانوں کے سپرد کر رکھا ہے۔ کیسا غیر عادلانہ، کیسا جاہلانہ تصور ہے لیکن اسے اسلام کے نام پر ساری دنیا میں پھیلایا جا رہا ہے۔

پھر دوسرا جزو اس کا یہ ہے کہ اگر کوئی غیر مسلم مسلمان ہو جائے تو کسی کا حق نہیں کہ اسے موت کی سزا دے۔ تمام دنیا میں جہاں کوئی چاہے اپنے دین کو چھوڑ چھوڑ کر اسلام میں داخل ہوتا رہے دنیا کے کسی مذہب کے ماننے والوں کو حق نہیں کہ اسے موت کی سزا دیں لیکن اگر کوئی مسلمان دوسرا مذہب اختیار کر لے تو دنیا کے ہر مسلمان کا حق ہے کہ اس کی گردن اڑا دے۔ یہ اسلام کا دوسرا منصفانہ اصول ہے جو اسلام کے علمبردار خدا اور قرآن کے نام پر دنیا کے سامنے پیش کرتے ہیں۔

تیسرا اصول یہ ہے کہ مسلمان حکومتوں کا فرض ہے کہ شریعت اسلامیہ کو زبردستی ان شہریوں پر بھی نافذ کریں جو اسلام پر ایمان نہیں لاتے لیکن دوسرے مذاہب کو یہ حق نہیں کہ وہ اپنی اپنی شریعت مسلمانوں پر نافذ کریں۔ چنانچہ اس نظریہ عدل کی رو سے یہود کو بھی یہ حق نہیں کہ مسلمانوں سے طالمود میں بیان کردہ سلوک کریں اور ہنود کو بھی یہ حق نہیں کہ مسلمانوں سے منوسمرتی میں بیان کردہ سلوک کریں۔ پس یہ تیسرا تصور عدل ہے۔ یہ صرف تین مثالیں ہیں لیکن حقیقت میں آپ مزید جائزہ لیں تو بہت سے اور امور بھی ایسے ہیں جن میں آج کے مولوی کا پیش کردہ تصور اسلام قرآن کریم کے واضح اور بین اصول عدل سے متصادم ہے اور اسے رد کرنے کے مترادف ہے۔ آج دنیا میں اسلام کے خلاف سب سے زیادہ استعمال ہونے والا ہتھیار یہی وہ تین اصول ہیں جن کی فیکٹریاں مسلمان ملکوں میں لگائی گئی ہیں۔ یہود سب سے زیادہ کامیابی کے ساتھ ان تین اسلامی اصولوں کو یعنی **نعوذ باللہ من ذالك** اسلامی اصولوں کو مولویوں کے بنائے ہوئے اسلامی اصولوں کو کہنا چاہئے، مغربی دنیا میں اور دوسری دنیا میں پیش کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ ان لوگوں سے تمہیں کس طرح امن نصیب ہو سکتا ہے ان لوگوں سے ہمیں کس طرح امن نصیب ہو سکتا ہے جن کا انصاف کا تصور اور عدل کا تصور ہی پاگلوں والا تصور ہے جس کے اندر کوئی عقل کا شائبہ بھی دکھائی نہیں دیتا۔ مسلمانوں کے لئے اور حقوق غیروں کے لئے اور حقوق، سارے حقوق دنیا میں راج کرنے کے مسلمانوں کو اور سب غیر ہر دوسرے حق سے محروم۔ اگر **نعوذ باللہ من ذالك** یہ قرآنی اصول ہے تو لازماً ساری دنیا اس اصول سے متنفر ہو گی اور مسلمانوں کو امن عالم کے لئے شدید خطرہ محسوس کرے گی۔

......پھر ایک اور عجیب بات یہ ہے کہ جہاد کے دعاوی بھی کئے جاتے ہیں اور اعلان بھی کئے جاتے ہیں اور ساتھ ہی ملّاں کے ان تین اصولوں کو تسلیم بھی کیا جاتا۔ یہ سیاستدان کا دوسرا جرم ہے جانتے بوجھتے ہوئے کہ اسلام کا نظام عدل اس قسم کی لڑائیوں کی تلقین نہیں کرتا جس قسم کی لڑائیوں کو ملّاں جہاد قرار دیتا ہے۔ جب بھی کوئی ملکی خطرہ درپیش ہو اور سیاسی جنگ سامنے ہو تو خود ملّاں سے کہکر اور اس کے ہم آواز ہو کر عوام کو جہاد کے نام پر بلانے لگتے ہیں جس کے نتیجے میں دنیا ان قوموں سے مزید متنفر ہو جاتی ہے اور دل میں یقین کر لیتی ہے کہ ان کے سیاست دان ظاہری طور پر تو یہی کہتے ہیں کہ اسلام کے جہاد کا ہرگز یہ مطلب نہیں کہ تلوار کے زور سے نظریات کو پھیلاؤ یا ہر لڑائی میں خدا کا نام استعمال کرو مگر جب ضرورت پڑتی ہے تو ہمیشہ اسی تصور کا سہارا لیتے ہیں بار بار ہر جگہ ایسے ہوتا ہے اور ہوتا چلا آیا ہے۔

(خطبات طاہر، جلد 10، صفحہ 178، خطبہ جمعہ یکم مارچ 1991ء)

حقیقی اور اول اور افضل جہاد اپنے رب کی طرف بنی نوع انسان کو بلانا ہے

اُدۡعُ اِلٰی سَبِیۡلِ رَبِّکَ بِالۡحِکۡمَۃِ وَالۡمَوۡعِظَۃِ الۡحَسَنَۃِ وَجَادِلۡھُمۡ بِالَّتِیۡ ھِیَ اَحۡسَنُ ؕ اِنَّ رَبَّکَ ھُوَ اَعۡلَمُ بِمَنۡ ضَلَّ عَنۡ سَبِیۡلِہٖ وَھُوَ اَعۡلَمُ بِالۡمُھۡتَدِیۡنَ ○

(النحل:126)

یہ آیت جس کی میں نے تلاوت کی ہے اللہ تعالیٰ کی راہ میں اس جہاد کے مضمون کو بیان فرماتی ہے جو حقیقی اور اول اور افضل جہاد ہے یعنی اپنے رب کی طرف بنی نوع انسان کو بلانا۔ یہ جہاد کیسے کیا جائے گا کن ہتھیاروں سے یہ جنگ لڑی جائے گی؟ اس کے متعلق یہ آیت کریمہ فرماتی ہے کہ **اُدۡعُ اِلٰی سَبِیۡلِ رَبِّکَ** اپنے رب کی راہ کی طرف بنی نوع انسان کو حکمت کے ساتھ بلاؤ تلوار یا تیر کے ساتھ نہیں، ڈانٹ ڈپٹ کر اور دھمکا کر نہیں بلکہ حکمت کے ساتھ بلاؤ۔ **وَالۡمَوۡعِظَۃِ الۡحَسَنَۃِ** اور نیک نصیحت کے ذریعے ایسی دلکش نصیحت کے ذریعے جو دلوں کو اپنی طرف کھینچ لے **وَجَادِلۡھُمۡ بِالَّتِیۡ ھِیَ اَحۡسَنُ ؕ** اور بالآخر اگر مقابلہ کرنا ہی پڑے تو بہترین رنگ میں مقابلہ کرو سب سے اچھے دلائل کو اختیار کرو۔ احسن رنگ میں یعنی دلکش انداز میں ان دلائل کو پیش کرو کیونکہ مقصد دل جیتنا ہے نہ کہ لوگوں کو شکست دینا۔ پس یہ وہ اول اور حقیقی جہاد ہے جس کی طرف قرآن کریم ہر مومن کو بلاتا ہے اور اس جہاد کے اسلوب سے بڑے واضح طور پر آگاہ فرماتا ہے۔ وہ ہتھیار بھی بیان کر دیئے جو اس جہاد میں استعمال ہوں گے۔

(خطبات طاہر، جلد 10، صفحہ 869، خطبہ جمعہ 8 ر نومبر 1991)

جہاد صرف وہ ہے جو مذہب پر حملہ کرنیوالوں کے خلاف کیا جائے باقی جنگیں سیاسی اور قومی جنگیں کہلاتی ہیں

﴿ارشادات عالیہ سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز﴾

جہاد صرف وہ ہے جو مذہب پر حملہ کرنیوالوں کے خلاف کیا جائے

اللہ تعالیٰ مذہبی جنگ میں مظلوم اور حق پر رہنے والے کی ضرور مدد کرتا ہے اور اس زمانہ میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی زندگی میں اس وقت جو ظلم ہو رہے تھے وہ مظلومیت کی انتہا تھی۔ مسلمانوں کی مکّہ میں جو حالت زار تھی وہ اس سے ہر وقت ظاہر ہو رہی تھی۔ مذہبی جنگیں ہجرت کے بعد اگر کسی سے کی جا رہی تھیں تو وہ مسلمانوں سے کی جا رہی تھیں۔ پس اللہ تعالیٰ نے اپنے وعدہ کے مطابق اپنے قوی اور طاقتور ہونے کا ثبوت دیا اور بے سروسامان، تھوڑے اور ناتجربہ کار ہونے کے باوجود مسلمانوں کو یہ حکم دیا کہ اب جنگ کرو تو ان کی مدد بھی فرمائی اور فرشتوں کو مسلمانوں کی مدد کے لئے بھیجا۔ پس اس سے یہ بات بھی ظاہر ہو گئی کہ اللہ تعالیٰ نے جنگ کی اجازت دفاع کے طور پر دی تھی۔ امن قائم کرنے کے لئے دی تھی۔ جہاد صرف وہ ہے جو مذہب پر حملہ کرنے والوں کے خلاف کیا جائے۔ باقی جو جنگیں ہوتی ہیں، چاہے وہ مسلمان مسلمان ملکوں کی ہوں یا مسلمانوں کی غیر مسلموں کے ساتھ ہوں وہ سیاسی اور قومی جنگیں کہلاتی ہیں اور آجکل جو جنگیں ہو رہی ہیں وہ سیاسی اور قومی جنگیں ہیں یہ جہاد نہیں ہے۔

پھر اللہ تعالیٰ نے اپنے قوی ہونے کا اعلان کر کے یہ فرمایا کہ مذہب پر حملہ کرنے والوں کے خلاف میں مذہب کے ماننے والوں کی مدد کروں گا اور کیونکہ اب آخری اور مکمل مذہب اللہ تعالیٰ کے اعلان کے مطابق اسلام ہے اس لئے اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کی مدد کا وعدہ فرمایا اور اِنَّ اللّٰہَ لَقَوِیٌّ عَزِیْزٌ کہہ کر یعنی اللہ تعالیٰ بہت طاقتور اور کامل غلبہ والا ہے اس بات کا اعلان کر دیا کہ مسلمانوں کے خلاف اگر مذہبی جنگ ہو گی تو میں مدد کروں گا۔ پس آجکل کے جو حملے، فساد یا جنگیں ہو رہی ہیں جس میں مسلمان بجائے فتوحات کے رسوائی کا سامنا کر رہے ہیں یہ اس بات کا ثبوت ہے اور یہ دلیل ہے کہ یہ نہ جہاد ہے اور نہ اللہ تعالیٰ کی نظر میں مذہبی جنگ ہے اور اسی وجہ سے اسے اللہ تعالیٰ کی تائید بھی حاصل نہیں ہے۔ (خطبات مسرور جلد 7، صفحہ 478، خطبہ جمعہ مورخہ 9/اکتوبر 2009ء)

دنیا کو اپنی سلامتی اور امن کا خطرہ اسلام سے نہیں بلکہ ان لوگوں سے ہے جو اسلام کے خلاف ہیں

گزشتہ دنوں یہاں ایک اخباروں میں کالم لکھنے والے نے لکھا اور اسی طرح ایک آسٹریلین سیاستدان نے بھی کہا کہ اسلام کی تعلیم میں جو جہاد اور بعض دوسرے احکامات ہیں انہی کی وجہ سے مسلمان شدت پسند بنتے ہیں...... آجکل جو اسلام کے نام پر عراق اور شام میں شدت پسند گروہ نے کچھ علاقے پر قبضہ کر کے اپنی حکومت قائم کی ہے اس نے مغربی ممالک کو بھی نہ صرف دھمکیاں دی ہیں بلکہ بعض جگہ ظالمانہ حملے کر کے معصوموں کو قتل بھی کیا ہے...... اس چیز نے جہاں عوام کو خوفزدہ کیا ہے وہاں ان لوگوں کو جو بعض ملکوں کے لیڈر ہیں لاعلمی کی وجہ سے یا اسلام مخالف خیالات کی وجہ سے اسلام کے خلاف کہنے کا موقع بھی دیا ہے۔ کہنے اور لکھنے والے یہ بھی لکھتے ہیں کہتے بھی ہیں کہ ٹھیک ہے دوسرے مذاہب کی تعلیم میں بھی سختی ہے۔ بعض احکامات ایسے ہیں لیکن ان کے ماننے والے یا تو اس پر اب عمل نہیں کرتے یا اس میں حالات کے مطابق تبدیلیاں کر لی ہیں اور زمانے کی ضرورت کے مطابق اس تعلیم کو کر لیا ہے۔ اور اس بات پر ان کا زور ہے کہ لہٰذا اب قرآن کریم کے احکامات کو بھی اس زمانے کے مطابق ڈھالنے کی ضرورت ہے۔

......ہم مانتے ہیں کہ اسلام کے نام پر بعض مسلمان گروہوں کے غلط عمل نے اسلام کو بدنام کیا ہے لیکن اس پر قرآن کریم کی تعلیم کو نشانہ بنانا اور انتہا تک چلے جانا بھی اسلام کے خلاف دلوں کے بغض اور کینے کا اظہار ہے۔ اس کا ایک انتہائی اظہار تو آجکل امریکہ کے ایک صدارتی امیدوار کا اسلام اور مسلمانوں کے خلاف بولنا ہے۔ بہرحال یہ اسلام کے متعلق جو چاہے بولتے رہیں لیکن اسلام کی خوبصورت تعلیم کا مقابلہ نہ کسی مذہب کی تعلیم کر سکتی ہے اور نہ ہی ان کے اپنے بنائے ہوئے قانون کر سکتے ہیں۔

گزشتہ دنوں یہاں برٹش پارلیمنٹ میں گلاسگو کی ایک ایم پی نے اسلام کی حقیقت کے بارے میں جماعت احمدیہ کے حوالے سے یہ بتا کر کہا کہ اسلام کی امن اور سلامتی کی تعلیم پر عمل کرنے والے احمدی مسلمان ہیں اور مَیں گلاسگو میں ان کے ایک پیس سمپوزیم میں شامل ہوئی تھی اور اس نے بڑی تعریف کی۔ اس پر وہیں بیٹھی ہوئی وزیر داخلہ، ہوم سیکرٹری نے بھی کہا کہ جو اسلام احمدی پیش کرتے ہیں وہ واقعی اس سے بالکل مختلف ہے جو اسلامی شدت پسند دکھاتے ہیں۔ اور حقیقت میں احمدی امن پسند شہری ہیں۔ اور حقیقت یہ ہے کہ احمدی کوئی نئی تعلیم پیش نہیں کرتے بلکہ قرآن کریم کی تعلیم پیش کرتے ہیں۔ لیکن یہ ایک واقعہ ہو کر اگر خاموشی ہو گئی تو کچھ دیر کے بعد لوگ یہ کہہ کر بھول جائیں گے کہ ہاں جی برٹش پارلیمنٹ میں ایک سوال اٹھا تھا اور مسئلہ ختم ہو گیا۔ اس کو تو ہر وقت تازہ رکھنے کی ضرورت ہے کہ اسلام کی تعلیم کیا ہے؟ پریس نے ایک دفعہ خبر دے دی اور ہم خاموش ہو گئے۔ لیکن شدّت پسندی کا کوئی واقعہ ہوتا ہے یا نہیں بھی ہوتا تو ان کے حوالے سے اخبار میں شہ سرخیاں دی جاتی ہیں۔ پھر اسلام مخالف لوگوں کو اسلام کے خلاف بولنے کا موقع مل جاتا ہے۔

گزشتہ دنوں جب میں جاپان میں تھا تو وہاں بھی پڑھے لکھے طبقے کا یہ اظہار تھا۔ بلکہ ایک عیسائی پادری نے بھی کہا کہ اسلام کی تعلیم جو تم قرآن کریم کی روشنی میں بتا رہے ہو اس کو جاننے کی جاپانیوں کو بہت ضرورت ہے بلکہ دنیا کو ضرورت ہے۔ اس نے کہا لیکن اس کا فائدہ تبھی ہو گا کہ اب اس بات کو اس فنکشن تک محدود نہ کریں جس میں آپ بول رہے ہیں بلکہ جاپان میں مسلسل کوشش سے یہ تعلیم لوگوں کو بتائیں۔ پس اب انصاف پسند غیر بھی یہ کہہ رہے ہیں کہ خاموش نہ بیٹھ جاؤ بلکہ لگاتار دنیا کے سامنے یہ تعلیم پیش کرتے رہو تبھی فائدہ ہو گا۔

......پس یہ ہر احمدی کی بہت بڑی ذمہ داری ہے کہ دین کی ذاتی خوبیوں کو پیش کرنے کے لئے قرآن کریم کا علم حاصل کریں اور پھر اپنے نیک نمونے قائم کر کے دنیا کو اپنی طرف کھینچیں اور یہی علم اور عمل ہے جس سے اس زمانے میں ہم حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی غلامی میں آتے ہوئے قرآن کریم اور اسلام کی حفاظت کے کام میں حصہ دار بن سکتے ہیں اور دنیا کو بتا سکتے ہیں کہ اگر دنیا میں حقیقی امن قائم کرنا ہے تو قرآن کریم کے ذریعہ ہی قائم ہو سکتا ہے۔

......پس اسلام کی تعلیم تو دوستی کا ہاتھ بڑھانے کی تعلیم ہے۔ امن اور سلامتی قائم کرنے کی تعلیم ہے۔ امن اور محبت کا پیغام دینے کی تعلیم ہے۔ اگر بعض مسلمان گروہ عمل نہیں کرتے تو ان کی بدقسمتی ہے۔ قرآن بیشک اصل الفاظ میں ان کے پاس موجود ہے لیکن عمل نہیں ہے۔ قرآن کریم کی تعلیم کی اور قرآن کریم کے احکامات کی جو حفاظت کرنی تھی یا کرنی چاہئے وہ یہ لوگ نہیں کر رہے۔ اس کی حفاظت تو مسیح موعود علیہ السلام اور آپ کی جماعت نے ہی کرنی ہے۔ دنیا کو ہم نے اپنے علم اور عمل سے بتانا ہے کہ دنیا کو اپنی سلامتی اور امن کا خطرہ اسلام سے نہیں بلکہ ان لوگوں سے ہے جو اسلام کے خلاف ہیں...... یہ لوگ جو اسلام کو بدنام کرتے ہیں وہ جھوٹ اور بہتان سے کام لیتے ہیں۔ اور ان کا یہ جھوٹ اور بہتان اصل میں دنیا کی سلامتی کو خطرے میں ڈال رہا ہے۔ یہ لوگ اپنے مفادات کے لئے، دنیا میں اپنی جغرافیائی اور سیاسی برتری حاصل کرنے کے لئے فساد برپا کئے ہوئے ہیں۔ مسلمان ممالک کے فساد میں بھی بعض بڑے ممالک کا حصہ ہے۔ اور اب تو مختلف مغربی میڈیا پر خود ان کے اپنے لوگ ہی کہنے لگ گئے ہیں کہ مسلمانوں کی یہ شدت پسند تنظیمیں ہماری حکومتوں کی پیداوار ہیں جو ہم نے عراق کی جنگ کے بعد یا شام کے حالات کے بعد پیدا کی ہیں۔ اس بات سے میں مسلمانوں اور ان لوگوں کو جو اسلام کے نام پر مسلمان کہلاتے ہوئے شدت پسندی کا اور اسلام کی غلط تعلیم کے اظہار کا مظاہرہ کر رہے ہیں بری الذمہ نہیں کرتا لیکن اس آگ کو بھڑکانے میں بڑی طاقتوں کا بہرحال حصہ ہے۔ انصاف سے کام نہ لینے کی ایک بہت بڑی وجہ ہے جس کی وجہ سے یہ سب کچھ ہو رہا ہے۔

(خطبہ جمعہ فرمودہ مورخہ 11/دسمبر 2015ء، اخبار بدر 7، 14 جنوری 2016)

......☆......☆......☆......

حقیقی اور دائمی امن عالم کا قیام

اگر چہ ہم سب دنیا کے بگڑتے حالات سے واقف ہیں لیکن بہت سے لوگوں کو اس کا ادراک نہیں ہے کہ
بعض ملکوں کے آپس کے تعلقات کس حد تک کشیدہ ہو چکے ہیں اور یہ کہ اس کشیدگی کے کتنے تباہ کن اثرات مترتب ہو سکتے ہیں

باوجود اس کے کہ دنیا میں اس وقت اتنے ایٹمی ہتھیار موجود ہیں جو چند گھنٹوں میں انسانی تہذیب کو
صفحۂ ہستی سے مٹانے کیلئے کافی ہیں، یہ بات انتہائی حیرت انگیز ہے کہ ایٹمی جنگ کے اندیشے کی طرف دنیا کی توجہ بہت کم ہے

ہتھیاروں کا عدم پھیلاؤ تو عوامی دباؤ کے نتیجہ میں ہی ممکن ہو سکتا ہے
یعنی جب ’’انسانیت‘‘ کی آواز کے سامنے اسلحہ کے تاجروں اور جنگ پر ہر وقت آمادہ دنیوی حکمرانوں کی آواز دب جائے

ضروری ہے کہ قومیں اور ان کے لیڈر اپنی توجہ صرف اپنے ملکی مفادات پر مرکوز رکھنے کی بجائے عالمی مفادات کو پیش نظر رکھیں

ہر فریق کو برداشت کی روح کے ساتھ دنیا میں پائیدار امن کے فروغ جیسے مشترکہ مقصد کیلئے کوشش کرنی چاہئے

ایسی جنگ کا کوئی فاتح نہیں ہو سکتا جو سب مل کر اپنے ہی خلاف لڑ رہے ہیں، بالخصوص اگر وہ ایٹمی ہتھیاروں کے استعمال پر منتج ہو اس امکان کو رد بھی نہیں کیا جا سکتا

اگر ہم عصر حاضر کے چیدہ چیدہ مسائل کا سرسری جائزہ بھی لیں تو یہ بات واضح ہو جائے گی کہ دنیا تباہی کی طرف بڑھ رہی ہے

دنیا ایک ایسے دائرے میں الجھ چکی ہے جس میں ایک تنازعہ دوسرے کو جنم دے رہا ہے کیونکہ آپس کی دشمنیاں اور نفرتیں پہلے سے زیادہ گہری ہوتی جا رہی ہیں

پناہ گزینوں کے مسئلہ کا دیرپا حل یہی ہے کہ جنگ سے متاثر ممالک میں امن قائم کیا جائے اور
وہاں پر مجبوری کی حالت میں خوف اور تنگ دستی کے ساتھ زندگی گزارنے پر مجبور عوام کی مدد کی جائے تا کہ وہ اپنے پیروں پر کھڑے ہوں اور سکون کے ساتھ زندگی گزار سکیں

اسلامی نقطۂ نظر کی رو سے ہمیں تمام دنیا کو متحد کرنے کی کوشش کرنی چاہئے، کرنسی کے اعتبار سے بھی ساری دنیا کو یکجا ہو جانا چاہئے، اسی طرح کاروبار اور تجارتی لحاظ سے بھی دنیا کو ایک ہو جانا چاہئے، پھر آزادانہ نقل و حرکت اور امیگریشن کے لحاظ سے بھی موزوں اور قابل عمل پالیسیاں بننی چاہئیں تا کہ ساری دنیا ایک ہو جائے

اسلامی تعلیمات کی روشنی میں امن کے قیام کا ایک بنیادی تقاضا یہ ہے کہ قومیں ایک دوسرے کے ساتھ عدل کا سلوک روا رکھیں

طاقتور قومیں بجائے اپنی دولت اور وسائل پر مطمئن رہنے کے اپنی طاقت کے بل بوتے پر غریب ممالک کو اپنے زیر نگیں کرنے کی کوشش کرتی ہیں

ہمیں اپنی ساری طاقتیں اور قوتیں امن کے قیام میں صرف کرنی چاہئیں

جماعت احمدیہ برطانیہ کے زیر اہتمام 16 ویں نیشنل پیس سمپوزیم منعقدہ 9؍ مارچ 2019ء کے موقع پر
سیّدنا حضرت امیر المومنین خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کے معرکہ آرا صدارتی خطاب کا اُردو ترجمہ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم، معزز مہمانان، السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ!

ہر سال جماعت احمدیہ مسلمہ اس پیس سمپوزیم کا انعقاد کرتی ہے جس میں عصر حاضر کے مسائل اور دنیا کی عمومی صورتحال کا جائزہ لیا جاتا ہے اور میں ان مسائل کا اسلامی تعلیمات کی روشنی میں حل پیش کرنے کی کوشش کرتا ہوں۔ جہاں تک اس بات کا تعلق ہے کہ اس تقریب کے عالمی سطح پر کیا اثرات مترتب ہوتے ہیں میں پہلے بھی کہہ چکا ہوں کہ اس کا مجھے علم نہیں، تاہم قطع نظر اس سے کہ اس کا باقی دنیا پر کیا اثر ہے، ہم امن اور عدل کے قیام اور فروغ کے سلسلہ میں اپنی کوششوں کو جاری رکھیں گے اور مجھے یقین ہے کہ آپ سب بھی ہماری طرح دنیا میں حقیقی اور پائیدار امن کے قیام کے خواہشمند ہیں۔

یقیناً آپ سب بھی یہ خواہش رکھتے ہوں گے کہ آج کے اس دور میں دنیا کے امن اور سکون کو برباد کر دینے والی جنگوں اور تنازعات کا خاتمہ ہو جائے اور ایک ایسا پُرامن معاشرہ قائم ہو جائے جس میں تمام قومیں ایک دوسرے کے حقوق کا خیال رکھتے ہوئے باہم مل جل کر امن کے ساتھ رہ سکیں۔ مگر یہ ایک انتہائی افسوسناک حقیقت ہے کہ کجا یہ کہ جنگوں اور تنازعات سے ہاتھ کھینچا جائے ہر سال اس کے برعکس ہی دیکھنے میں آ رہا ہے۔ جہاں دشمنیاں شدت اختیار کر رہی ہیں اور جنگ کے نئے محاذ کھولے جا رہے ہیں وہاں پہلے سے موجود آپس کی عداوتیں بھی ختم ہوتی دکھائی نہیں دیتیں۔

اگر چہ ہم سب دنیا کے بگڑتے حالات سے واقف ہیں لیکن بہت سے لوگوں کو اس بات کا ادراک نہیں ہے کہ بعض ملکوں کے آپس کے تعلقات کس حد تک کشیدہ ہو چکے ہیں اور یہ کہ اس کشیدگی کے کتنے تباہ کن اثرات مترتب ہو سکتے ہیں۔ مثال کے طور پر Bloomberg Businessweek کے گزشتہ شمارہ میں ایک صحافی Peter Coy لکھتے ہیں:

’’باوجود اس کے کہ دنیا میں اس وقت اتنے ایٹمی ہتھیار موجود ہیں جو چند گھنٹوں میں انسانی تہذیب کو صفحۂ ہستی سے مٹانے کیلئے کافی ہیں یہ بات انتہائی حیرت انگیز ہے کہ ایٹمی جنگ کے اندیشے کی طرف دنیا کی توجہ بہت کم ہے......اب جبکہ امریکہ اور روس کے درمیان ہتھیاروں کے

عدم پھیلاؤ کا معاہدہ ختم ہو چکا ہے اس جانب خاص توجہ کی ضرورت ہے۔ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ ایٹمی ہتھیاروں کی ایک نئی دَوڑ جنم لے رہی ہے۔ جہاں تک اس بات کا تعلق ہے کہ ایک عام انسان اس سلسلہ میں کیا کرسکتا ہے تو ہتھیاروں کا عدم پھیلاؤ تو عوامی دباؤ کے نتیجہ میں ہی ممکن ہوسکتا ہے۔ یعنی جب 'انسانیت' کی آواز کے سامنے اسلحہ کے تاجروں اور جنگ پر ہر وقت آمادہ دنیوی حکمرانوں کی آواز دب جائے۔"

مضمون نگار نے اپنے اس آرٹیکل میں Middlebury Institute of International Studies سے منسلک Nikolai Sokov کی طرف سے جاری کردہ ایک انتباہ کو بھی شامل کیا ہے: "تمام علامات اس بات کی نشان دہی کر رہی ہیں کہ یورپین ممالک خطرناک حد تک ایٹمی ہتھیاروں اور روایتی جنگی ساز وسامان کی دوڑ میں ایک دوسرے سے آگے بڑھنے کی کوشش کر رہے ہیں۔"

اس مضمون کے بقیہ حصہ میں اس بات پر زور دیا گیا ہے کہ عالمی سطح پر ہتھیاروں کی ایک نئی دوڑ شروع ہو چکی ہے نیز یہ کہ ایٹمی جنگ کے خطرہ کی نوعیت کو معمولی نہیں سمجھنا چاہیے۔

انڈیا اور پاکستان کے درمیان گزشتہ دنوں اچانک پیدا ہونے والی کشیدہ صورتحال دنیا کے سامنے ہے۔ یہ دونوں ممالک ایٹمی طاقتیں ہیں اور دونوں نے مختلف ممالک کے ساتھ ظاہری یا خفیہ اتحادی معاہدے کر رکھے ہیں جن کی وجہ سے ان کے درمیان ہونے والی کسی بھی جنگ کے ممکنہ نتائج بہت وسیع اور تباہ کن ہوں گے۔

میں بارہا اس امر کا اظہار کر چکا ہوں کہ کچھ ایٹمی طاقتوں کے سربراہ ایٹمی ہتھیاروں کے استعمال کیلئے ہر وقت آمادہ نظر آتے ہیں جس سے محسوس ہوتا ہے کہ شاید انہیں اس کے خوفناک نتائج کا ادراک نہیں۔ یہ ہتھیار نہ صرف ان ممالک کو صفحۂ ہستی سے مٹا دینے کی طاقت رکھتے ہیں جن کے خلاف یہ استعمال کیے جائیں بلکہ ان کا استعمال تو تمام دنیا کے امن اور سلامتی کیلئے خطرہ ہے۔ اس لیے یہ ضروری ہے کہ قومیں اور ان کے لیڈر اپنی توجہ صرف اپنے ملکی مفادات پر مرکوز رکھنے کی بجائے عالمی مفادات کو پیش نظر رکھیں۔ امن کے فروغ کیلئے دیگر ممالک اور گروہوں سے مذاکرات بہت اہمیت کے حامل ہیں۔ ہر فریق کو برداشت کی روح کے ساتھ دنیا میں پائیدار امن کے فروغ جیسے مشترکہ مقصد کیلئے کوشش کرنی چاہئے۔

Spiegel Online کو دیے گئے ایک حالیہ انٹرویو میں جرمنی کے سابقہ وزیر خارجہ Sigmar Gabriel نے خبردار کیا ہے کہ دنیا موجودہ جغرافیائی سیاست کے نتیجہ میں پیدا ہونے والے خطرات کو نظر انداز کر رہی ہے۔ انہوں نے دنیا کے موجودہ حالات کا 1945ء اور 1989ء کے حالات سے موازنہ کرتے ہوئے کہا:

"دنیا کے حالات بڑی تیزی کے ساتھ تبدیل ہو رہے ہیں...... مغرب مختلف گروہوں میں بٹ چکا ہے...... گزشتہ ستر سالوں کے دوران رونما ہونے والی ایک نمایاں تبدیلی یہ ہے کہ پہلے ہم امریکہ پر بطور ایک رہنما ملک اعتماد کر سکتے تھے۔ لیکن آج ہم ایک ایسے دور سے گزر رہے ہیں کہ جب یورپ کو اپنی خودمختاری کی جنگ درپیش ہے۔"

اسی طرح نیویارک ٹائمز کے ایک آرٹیکل میں روس کے سابق رہنما Mikhail Gorbachev نے بیان کیا کہ امریکہ اور روس کے درمیان حالیہ Treaty.I.N.F کے خاتمہ کے نتیجہ میں ایٹمی ہتھیاروں کی ایک نئی دوڑ شروع ہو چکی ہے۔ وہ لکھتے ہیں:

"ہتھیاروں کی ایک نئی کشمکش شروع ہو چکی ہے۔ Treaty.I.N.F کا خاتمہ دنیا میں زور پکڑنے والی عسکریت پسندی (militarisation) کے نتیجہ میں ہونے والا کوئی پہلا واقعہ نہیں۔ اس سے قبل 2002ء میں امریکہ اینٹی بیلسٹک میزائل کے معاہدہ سے پیچھے ہٹ گیا تھا اور اس سال ایران کے ساتھ کیے جانے والے نیوکلیئر (جوہری) ہتھیاروں کے معاہدہ کا ختم ہونا بھی اسی رجحان کا شاخسانہ ہے۔ عسکری اخراجات آسمانوں کو چھونے لگے ہیں اور روز بروز بڑھتے چلے جا رہے ہیں۔"

ایٹمی جنگ کے خطرہ سے خبردار کرتے ہوئے گورباچوف لکھتے ہیں:

"ایسی جنگ کا کوئی فاتح نہیں ہوسکتا جو سب مل کر اپنے ہی خلاف لڑ رہے ہوں۔ بالخصوص اگر وہ ایٹمی ہتھیاروں کے استعمال پر منتج ہو۔ اس امکان کو رد بھی نہیں کیا جا سکتا۔ اندھا دھند ہتھیاروں کی دوڑ، بین الاقوامی تناؤ، بین الاقوامی سطح پر دشمنیاں اور عدم اعتماد کی فضا جلتی پر تیل کا کام کر رہی ہے۔"

لہٰذا ماہر تجزیہ کار اور سیاست دان اس نتیجہ پر پہنچے ہیں کہ ایٹمی جنگ اب کوئی بعید از قیاس بات نہیں بلکہ اس کا خطرہ بڑھتا جا رہا ہے اور اسے نظر انداز نہیں کیا جا سکتا۔

اگر ہم عصر حاضر کے چیدہ چیدہ مسائل کا سرسری جائزہ بھی لیں تو یہ بات واضح ہو جائے گی کہ دنیا تباہی کی طرف بڑھ رہی ہے۔ گزشتہ سال امریکہ نے بڑے اعتماد سے یہ دعویٰ کیا تھا کہ وہ شمالی کوریا کے ساتھ ایک تاریخی امن معاہدہ کرنے میں کامیاب ہونے والا ہے جبکہ اب یہ واضح ہو چکا ہے کہ اس سلسلہ میں کوئی خاص کامیابی حاصل نہیں ہوسکی۔

اسکے علاوہ مشرق وسطیٰ میں جاری تنازعات بھی شدّت پکڑتے جا رہے ہیں۔ گزشتہ تقریباً ایک دہائی سے شام خونریزی کا شکار ہے اور ملک کا شیرازہ بکھر چکا ہے۔ یہ کہا جا رہا ہے کہ خانہ جنگی اب خاتمہ کے قریب ہے، مگر گزشتہ دہائی میں سوائے لاکھوں لوگوں کے مرنے اور اس سے کہیں زیادہ افراد کے بے گھر ہو جانے کے اور کیا حاصل ہوا ہے؟ اس تمام کارروائی کا کوئی بھی مثبت نتیجہ نہیں نکلا اور اب بھی مستقبل غیر یقینی اور مخدوش ہے کیونکہ ایسے ممالک جنکے ذاتی مفادات شام کے مستقبل کے ساتھ وابستہ ہیں ان کے درمیان تناؤ میں اضافہ ہو رہا ہے۔ ایک طرف روس اور ترکی کا اتحاد ہے تو دوسری طرف امریکہ اور سعودی عرب مل کر ایران پر دباؤ ڈال رہے ہیں اور اس پر مزید پابندیاں لگانے کی کوشش میں ہیں۔ سیاسی مبصرین اس بات کا کھلے عام اظہار کر رہے ہیں کہ ان ممالک کا مقصد صرف مشرقِ وسطیٰ پر اپنا تسلط قائم کرنا ہے۔

ایک اَور تشویشناک بات ترکی اور کرد اقوام کے درمیان بگڑتے ہوئے حالات ہیں جہاں کرد خودمختاری حاصل کرنا چاہتے ہیں۔

پس دنیا ایک ایسے برے دائرے میں الجھ چکی ہے جس میں ایک تنازعہ دوسرے تنازعہ کو جنم دے رہا ہے کیونکہ آپس کی دشمنیاں اور نفرتیں پہلے سے زیادہ گہری ہوتی جا رہی ہیں۔ کوئی نہیں جانتا کہ یہ مسائل ہمیں آخر کہاں تک لے جائیں گے اور اس کے کتنے خوفناک نتائج ظاہر ہوں گے۔ یہ سب کچھ تو میں نے نمونۃً بیان کیا ہے، ان کے علاوہ بھی بہت سے ایسے تشویشناک مسائل ہیں جن سے دنیا کے امن اور خوشحالی کو شدید خطرہ لاحق ہے۔

مثال کے طور پر یہ کہا جا رہا ہے کہ دہشت گرد گروپ 'داعش' اب اپنی تباہی کے دہانے پر ہے اور ان کی نام نہاد خلافت بھی دم توڑ چکی ہے۔ لیکن بعض ماہرین ابھی بھی خبردار کر رہے ہیں کہ گو کہ 'داعش' اپنے علاقائی تسلط کو کھو چکی ہے لیکن اسکے پُرتشدد نظریات میں زندگی کی رمق ابھی بھی باقی ہے اور اسکے جو ممبران بچ نکلے ہیں وہ دنیا میں پھیل رہے ہیں اور وہ کسی وقت بھی دوبارہ منظم ہو کر یورپ یا دوسرے مقامات پر حملے کر سکتے ہیں۔ مزید برآں مغربی دنیا کے سر پر 'قومیت پرستی' کا بھوت دوبارہ سوار ہو گیا ہے اور دائیں بازو سے تعلق رکھنے والے شدّت پسند گروہ مقبولیت حاصل کر رہے ہیں۔

ان پارٹیوں کو بے شک سیاسی طور پر واضح اکثریت حاصل نہیں ہوئی لیکن پھر بھی جب تک معاشرے کی ہر سطح پر انصاف قائم نہ ہو جائے یہ پارٹیاں مقبولیت حاصل کرتی رہیں گی۔ ان کی مقبولیت کی ایک بہت بڑی اور بنیادی وجہ پناہ گزینوں کی تعداد میں اضافہ ہے جس سے لوگوں میں بے چینیاں جنم لے رہی ہیں اور یہ نظریہ جڑ پکڑ رہا ہے کہ ان ممالک کے اصل شہریوں کے وسائل بجائے اُن پر خرچ ہونے کے غیر ملکی پناہ گزینوں کی امداد پر خرچ کیے جا رہے ہیں۔ میں پہلے بھی اس موضوع پر تفصیل سے بات کر چکا ہوں اس لیے پرانی باتیں دہرانا نہیں چاہتا۔ اتنا کہہ دینا کافی ہے کہ اگر قیامِ امن کیلئے حقیقی کوششیں کی جائیں اور تمام ملکوں کو ترقی حاصل کرنے میں مدد دی جائے تو لوگوں کی اپنے گھروں سے بھاگ کر باہر کے ملکوں میں منتقل ہونے کی مجبوری اور خواہش خودبخود ماند

پڑ جائے گی۔

لوگ تو صرف یہی چاہتے ہیں کہ وہ اپنے خاندانوں کی کفالت کرنے کے قابل بن جائیں اور جب اس کے دروازے بھی ان پر بند کیے جائیں گے تو پھر بہتر زندگی کے حصول کیلئے یہ لوگ اپنے ملک چھوڑنے کی کوشش کریں گے۔ چنانچہ پناہ گزینوں کے مسئلہ کا دیر پا حل یہی ہے کہ جنگ سے متاثرہ ممالک میں امن قائم کیا جائے اور وہاں پر مجبوری کی حالت میں خوف اور تنگ دستی کے ساتھ زندگی گزارنے پر مجبور عوام کی مدد کی جائے تا کہ وہ اپنے پیروں پر کھڑے ہوں اور سکون کے ساتھ زندگی گزار سکیں۔

مختصراً یہ کہ مہاجرین یا سیاسی پناہ لینے والے جب اپنے ممالک کی سیاسی یا مذہبی صورتحال کی وجہ سے مغربی ممالک کا رُخ کرتے ہیں تو جہاں ان کے ساتھ عزت و احترام کا سلوک ہونا چاہیے وہاں یہ بھی مدِ نظر رہے کہ انہیں مہیا کی جانے والی امداد اور مراعات سے مقامی شہریوں کی سہولیات متأثر نہ ہوں۔

مہاجرین کی اس بات پر حوصلہ افزائی ہونی چاہیے کہ وہ جلد از جلد اپنے لیے ذریعۂ معاش تلاش کریں بجائے اسکے کہ لمبے عرصہ تک حکومت کی طرف سے احسان کے طور پر ملنے والے الاؤنس اور مراعات پر گزارا کرتے رہیں۔ انہیں خود بھی چاہیے کہ وہ محنت کے ساتھ اپنے پاؤں پر کھڑے ہونے کی کوشش کریں اور معاشرے کی ترقی میں مثبت کردار ادا کریں ورنہ اگر انہیں مسلسل ٹیکس ادا کرنے والوں کے پیسہ سے امداد مہیا کی جاتی رہی تو اس سے لازماً شکوے جنم لیں گے۔

میں یہ سمجھتا ہوں کہ معاشی اور اقتصادی محرومیاں معاشرے میں نفرت اور بے چینی پیدا کرنے میں بنیادی کردار ادا کرتی ہیں۔ بعض گروہ اس بے چینی کا ناجائز فائدہ اٹھا کر مہاجرین کو یا کسی خاص مذہب کے ماننے والوں کو ملزم ٹھہراتے اور ان کے خلاف نفرت پھیلانے لگتے ہیں۔

پس یورپ میں یہ تاثر پیدا ہو چکا ہے کہ ایشیائی، افریقی اور بالخصوص مسلمان تارکینِ وطن معاشرے کیلئے خطرہ ہیں۔ امریکہ میں بھی لوگ مسلمانوں اور ہسپانوی لوگوں کے متعلق جو میکسیکو کے ذریعہ ان کے ملک میں داخل ہونے کی کوشش کر رہے ہیں اسی قسم کے خدشات رکھتے ہیں۔ بہرحال میرا اس بات پر پختہ یقین ہے کہ اگر بڑی طاقتیں ذاتی مفادات کو پس پشت ڈالتے ہوئے مخلص ہو کر غریب ممالک کے اقتصادی حالات کو بہتر کرنے کی کوشش کریں اور ان کے ساتھ ہمدردی اور عزت و احترام کا سلوک کریں تو اس قسم کے مسائل کبھی پیدا ہی نہ ہوں۔

یہاں برطانیہ میں Brexit اور مستقبل میں برطانیہ کے یورپی یونین کے ساتھ تعلقات کے حوالہ سے صورتحال بہت زیادہ غیر یقینی ہے۔ 2012ء میں یورپین پارلیمنٹ میں مَیں نے اپنے خطاب میں اس موضوع پر کھل کر اظہارِ خیال کیا تھا اور کہا تھا کہ:

''آپ لوگوں کو ایک دوسرے کے حقوق کا احترام کرتے ہوئے اس اتحاد کو قائم رکھنے کیلئے ہر ممکن کوشش کرنی چاہیے۔ عوام الناس کے خدشات اور پریشانیاں ہر حال میں دور ہونی چاہئیں۔''

میں نے اُس وقت یہ بھی کہا تھا کہ یورپ کی مضبوطی اس کے متحد رہنے میں ہے۔ اس قسم کے اتحاد سے آپ کو نہ صرف یہاں یورپ میں فائدہ ہوگا بلکہ عالمی سطح پر بھی یہ اتحاد اس براعظم کی طاقت اور اثر و رسوخ کو قائم رکھنے کا ذریعہ بنے گا۔

سات سال قبل میں نے اپنی تقریر میں عوام الناس کے امیگریشن کے متعلق خدشات دور کرنے کی اہمیت اور یورپی یونین کے اتحاد کے فوائد پر بھی زور دیا تھا۔

تاہم لوگوں کے تحفظات پر پوری طرح توجہ نہیں دی گئی اس وجہ سے یورپ بھر میں لوگ یورپی یونین کی افادیت پر سوالات اُٹھانے لگ گئے۔ اس کی بدترین مثال Brexit ہے۔ بعض دیگر یورپین ممالک مثلاً اٹلی، سپین اور حتیٰ کہ جرمنی میں بھی قوم پرست پارٹیاں مقبولیت حاصل کر رہی ہیں اور سیاسی میدان میں نشستیں بھی جیت رہی ہیں۔ اس وجہ سے وہ یورپی یونین کو مزید کمزور کرنے کی کوشش کرنے کے ساتھ ساتھ امیگریشن مخالف ایجنڈے کو فروغ دے رہی ہیں۔

میرا خیال تھا کہ یورپ اپنے اتحاد کو مزید فروغ دے گا لیکن گزشتہ کچھ سالوں سے یہاں تفرقہ اور پھر اس کے نتیجہ میں پیدا ہونے والی افراتفری غالب ہوتی نظر آ رہی ہے۔ اس قسم کی بے چینیاں کیوں جنم لے رہی ہیں؟ یہ بے چینیاں کچھ اقتصادی مسائل کی وجہ سے اور کچھ بعض حکومتوں کی عوام کے ساتھ عدل و انصاف کا معاملہ کرنے میں ناکامی اور اپنے شہریوں کے حقوق کی حفاظت نہ کر سکنے کی وجہ سے پیدا ہوئی ہیں۔ میرا نقطہ نظر یہی ہے کہ عالمی سطح پر باہمی تعاون دنیا کے حالات میں بہتری پیدا کرنے اور متحد رہنے کیلئے ایک مثبت کردار ادا کرتا ہے۔ اس کو مدِ نظر رکھتے ہوئے یورپی پارلیمنٹ میں مَیں نے یہ بھی کہا تھا:

''اسلامی نقطۂ نظر کی رو سے ہمیں تمام دُنیا کو متحد کرنے کی کوشش کرنی چاہیے۔ کرنسی کے اعتبار سے بھی ساری دنیا کو یکجا ہو جانا چاہیے۔ اسی طرح کاروبار اور تجارتی لحاظ سے بھی دنیا کو ایک ہو جانا چاہیے۔ پھر آزادانہ نقل و حرکت اور امیگریشن کے لحاظ سے بھی موزوں اور قابلِ عمل پالیسیاں بنی چاہئیں تا کہ ساری دنیا ایک ہو جائے۔''

چنانچہ اسلامی نقطہ نظر یہی ہے کہ اتحاد ہی قیامِ امن کا بہترین ذریعہ ہے۔ لیکن افسوس کی بات ہے کہ متحد ہونے کی بجائے ہم لوگ تفرقہ کا شکار ہو رہے ہیں اور دنیا کے مشترکہ مفادات پر ذاتی مفادات کو ترجیح دے رہے ہیں۔ میرا یقین ہے کہ اس قسم کی پالیسیاں آئندہ آنے والے وقتوں میں بلکہ اس وقت بھی دنیا کے امن و امان کو کمزور کرنے کا باعث بن رہی ہیں۔ اسلامی تعلیمات کی روشنی میں امن کے قیام کا ایک بنیادی تقاضا یہ ہے کہ قومیں ایک دوسرے کے ساتھ عدل کا سلوک روا رکھیں۔

اگر بعض ممالک کو مسائل کا سامنا ہو تو دوسری قوموں کو چاہیے کہ وہ ان ممالک کی بے نفس ہو کر مدد کریں اور اپنے ذاتی مفادات کو پسِ پشت ڈال دیں۔ مثال کے طور پر قرآن کریم میں آتا ہے کہ اگر دو فریقوں کے درمیان جنگ یا اختلاف ہے تو دوسری قوموں کو چاہیے کہ وہ بغیر کسی ایک فریق کی طرفداری کرنے کے ثالثی کا کردار ادا کریں اور مسائل کا پُرامن حل تلاش کریں۔ ہاں، اگر ایک فریق ناانصافی پر قائم رہے اور پُرامن حل پر آمادہ نہ ہو تو پھر دوسری اقوام کو چاہیے کہ وہ ظالم قوم کو ظلم سے باز رکھنے کیلئے متحد ہو جائیں۔ جب ظلم کرنے والا فریق اپنی زیادتیوں سے باز آ جائے تو پھر ایسی صورت میں اسلام واضح طور پر حکم دیتا ہے کہ غیر منصفانہ پابندیاں لگا کر یا اس قوم کے وسائل کو لوٹ کر اس سے بدلہ ہرگز نہ لیا جائے۔

لیکن بعض ممالک کی مثالیں ہمارے سامنے ہیں جو جنگ سے متاثرہ قوموں کے علاقوں میں مداخلت کرتے ہیں یا امن کے نام پر ان پسماندہ ممالک کی امداد کرتے ہیں لیکن اسکے ساتھ ہی مختلف بہانوں سے ان کے وسائل پر قبضہ کر لیتے ہیں۔ طاقتور قومیں بجائے اپنی دولت اور وسائل پر مطمئن رہنے کے اپنی طاقت کے بل بوتے پر غریب ممالک کو اپنے زیر نگیں کرنے کی کوشش کرتی ہیں۔

جیسا کہ میں کہہ چکا ہوں کہ اس بے چینی اور اس کے نتیجہ میں پیدا ہونے والے بد اثرات کی بنیادی وجہ، خواہ وہ مشرق ہو یا مغرب، معاشی ناانصافیاں ہیں۔ اس لیے ضروری ہے کہ قوموں اور ملکوں کے بیچ معاشی تفریق کو کم کرنے کیلئے ٹھوس کوششیں کی جائیں۔ پھر یہ کہ ہر قسم کی انتہا پسندی اور تعصب خواہ وہ مذہبی بنیاد پر ہو، یا نسلی یا کسی بھی قسم کا، اس کے خاتمہ کیلئے ہم سب کو مل کر کوشش کرنی چاہیے۔

جن ممالک کے بارہ میں یہ بات واضح ہے کہ وہاں کے لوگ تکلیف میں ہیں اور ان کے رہنما ان کے حقوق کی حفاظت نہیں کر رہے وہاں امن کے قیام کیلئے قائم کی جانے والی عالمی تنظیموں بالخصوص اقوامِ متحدہ کو چاہیے کہ قانون کے دائرے میں رہتے ہوئے امن پسند شہریوں کے حقوق کے تحفظ اور معاشرہ میں امن اور انصاف کے قیام کیلئے جائز اور مناسب دباؤ ڈالیں۔

جہاں تک اسلام کا تعلق ہے تو کسی کے دل میں یہ خیال پیدا ہو سکتا ہے کہ مسلمان ممالک تو خود کئی سال سے اختلافات اور عدمِ استحکام کا شکار ہیں تو پھر اسلام امن کے قیام کے حوالہ سے ہمیں کیا سکھا سکتا ہے؟ تو اسکا جواب یہ ہے کہ ان مسلمان ممالک کی یہ افسوسناک حالت اسلام کی حقیقی تعلیمات سے دور ہونے کی وجہ سے ہی ہے۔

اسلامی طرز حکومت و قیادت کی اصل تصویر دیکھنے اور حقیقت جاننے کیلئے ہمیں بانی اسلام حضرت اقدس محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے عہد مبارک پر نظر ڈالنی ہوگی۔ مدینہ ہجرت کرنے کے بعد آپؐ نے یہودیوں کے ساتھ ایک معاہدہ کیا جسکے مطابق مسلمان اور یہودی شہریوں کے باہم امن کے ساتھ اور آپس میں ہمدردی، رواداری اور مساوات کی روح کو قائم رکھتے ہوئے مل جل کر رہنے پر زور دیا گیا۔

یہ معاہدہ انسانی حقوق کی حفاظت اور منصفانہ طرز حکومت کا عظیم الشان منشور ثابت ہوا اور اس نے مدینہ میں مقیم مختلف اقوام کے درمیان امن کو یقینی بنایا۔ اس کی شرائط کے مطابق تمام لوگوں پر، ان کے مذہب اور ان کی قومیت سے قطع نظر، ایک دوسرے کے حقوق کا خیال رکھنا فرض تھا۔ مذہبی آزادی اور آزادیٔ ضمیر اس معاہدہ کی بنیادی اکائی تھی۔

اتحاد اس معاہدہ کی بنیاد تھا کیونکہ اسکے مطابق مدینہ پر حملہ کی صورت میں مسلمانوں اور یہودیوں کا متحد ہوکر مدینہ کا دفاع کرنا ضروری تھا۔ اسکے علاوہ ہر قوم کو یہ حق بھی حاصل تھا کہ اپنے اندرونی معاملات کو اپنے اپنے عقائد اور رواج کے مطابق حل کریں۔ تاریخ اس بات کی شاہد ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اس معاہدہ کی ہر شرط پر پوری طرح کاربند رہے۔

مہاجرین کی حیثیت میں مسلمانوں نے اس نئے معاشرہ کی ترقی میں مثبت کردار ادا کیا اور مدینہ کے شہریوں کے حقوق کا خیال رکھا۔ چنانچہ یہ معاشرہ مختلف قوموں کے اتحاد اور ثقافتوں کی ہم آہنگی کی نہایت عمدہ مثال بنا۔ میثاق مدینہ دراصل قرآنی تعلیمات کے اصولوں کے عین مطابق تھا۔ مثلاً قرآن کریم میں سورۃ النحل کی آیت نمبر 91 میں خدا تعالیٰ فرماتا ہے: ’’یقیناً اللہ عدل کا اور احسان کا اور اقرباء پر کی جانے والی عطا کی طرح عطا کا حکم دیتا ہے۔‘‘

پس قرآن کریم افراد اور اقوام کے ساتھ طرز معاشرت اور سلوک کے تین درجے پیش کرتا ہے۔

پہلا اور سب سے ادنیٰ درجہ عدل و انصاف کا ہے جس کے تحت قرآن کریم اس ضرورت کی طرف رہنمائی کرتا ہے کہ ہر ایک کے ساتھ انصاف اور رواداری کا سلوک کیا جائے۔ عدل و انصاف کے اس معیار کا ذکر قرآن کریم کی سورۃ النساء آیت نمبر 136 میں مذکور ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

’’اے وہ لوگو جو ایمان لائے ہو! اللہ کی خاطر گواہ بنتے ہوئے انصاف کو مضبوطی سے قائم کرنے والے بن جاؤ خواہ خود اپنے خلاف گواہی دینی پڑے یا والدین اور قریبی رشتہ داروں کے خلاف خواہ کوئی امیر ہو یا غریب دونوں کا اللہ ہی بہترین نگہبان ہے پس اپنی خواہشات کی پیروی نہ کرو مبادا عدل سے گریز کرو اور اگر تم نے گول مول بات کی یا پہلوتہی کر گئے تو یقیناً اللہ جو تم کرتے ہو اس سے بہت باخبر ہے۔‘‘

پس قرآن کریم کے مطابق عدل کا تقاضا یہ ہے کہ ایک آدمی گواہی دینے کو تیار رہے خواہ وہ اسکے اپنے خلاف ہو یا اسکے اقرباء کے خلاف تاکہ سچ کی فتح ہو۔

معاشرت کا دوسرا درجہ جو قرآن نے بیان کیا ہے وہ یہ ہے کہ ایک آدمی نہ صرف عادل ہو بلکہ وہ اس سے بڑھ کر دوسروں کے ساتھ شفقت اور احسان کا سلوک روا رکھے۔ اس ضمن میں جیسا کہ میں پہلے بیان کر چکا ہوں قرآن کریم یہ تعلیم دیتا ہے کہ جب تم ایک ظلم کرنے والی قوم کو ظلم سے روکنے میں کامیاب ہو جاؤ تو بدلہ نہ لو اور نہ اس پر مزید پابندیاں نافذ کرو۔ بلکہ تمہیں چاہیے کہ ان کی معیشت کو مضبوط کرنے اور بنیادی سہولیات کی فراہمی میں ان کی مدد کرو۔ جہاں یہ چیز انہیں فائدہ دے گی وہاں مستقبل میں تمہیں بھی فائدہ دے گی۔ اگر وہ ممالک جو جنگ یا انتشار کا مرکز رہے ہیں معاشی طور پر مستحکم ہو جائیں تو نہ تو وہ مایوسی اور محرومی کے باعث دیگر ممالک سے نفرت کو اپنے اندر پنپنے دیں گے اور نہ ہی وہاں کے لوگ ہجرت پر مجبور ہوں گے۔

یہ وہ حکمت ہے جو اس اسلامی تعلیم میں مضمر ہے کہ بنیادی عدل و انصاف فراہم کرنے کے بعد مزید احسان سے کام لیا جائے اور نرمی سے سلوک کیا جائے۔

طرز معاشرت کا تیسرا درجہ جو قرآن نے سکھایا ہے وہ یہ ہے کہ دوسروں سے ایسا ہی سلوک کیا جائے جیسا ماں اپنے بچوں سے طبعی محبت رکھنے کی وجہ سے کرتی ہے۔ یہ بے لوث محبت کسی بھی قسم کے انعام کی امید کے بغیر کی جاتی ہے۔ دوسروں کے ساتھ ایک ماں کی محبت کی طرح بے لوث ہوکر احسان کی نیت سے سلوک کرنا آسان نہیں مگر یہ معیار ہمیشہ ہمارے پیشِ نظر رہنا چاہیے۔

الغرض امن کے قیام کیلئے خواہ وہ مسلم ممالک میں ہو یا بین الاقوامی سطح پر، یہ ضروری ہے کہ حکومتوں کی طرف سے کم از کم انصاف کے تقاضے پورے کیے جائیں تاکہ تمام لوگوں کو ان کے حقوق مساوی طور پر میسّر آئیں اور ذاتی مفادات کو بالائے طاق رکھتے ہوئے عدل اور انصاف کو قائم رکھا جاسکے۔ مزید یہ کہ بین الاقوامی ادارے جیسا کہ اقوام متحدہ ہے ہر ملک سے برابری کا سلوک رکھیں اور ایسا نہ ہو کہ معاملات کو طے کرنے میں کچھ طاقتوں کے مفادات کی خاطر ایک طرف مائل ہو جائیں۔ یہ امن کے حصول کیلئے ضروری ہے اور اسی پر عمل کر کے ہم دنیا میں امن کا قیام کر سکتے ہیں۔ یہ انسانیت کو خطرناک تباہی سے بچانے کا واحد راستہ ہے۔

ان چند الفاظ کے ساتھ، یہ میری دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ حقیقی امن کو دنیا میں قائم فرمائے اور اللہ کرے کہ جنگ اور لڑائی کے مہیب سائے جو ہمارے سروں پر منڈلا رہے ہیں امن اور خوشحالی کی روشنی میں بدل جائیں۔ میری دعا ہے کہ وہ مایوسیاں اور محرومیاں ختم ہو جائیں جن کے باعث ان گنت لوگ پریشانیوں سے دوچار ہیں اور جن کی وجہ سے دنیا تباہ کن جنگوں کی لپیٹ میں ہے۔

میری یہ بھی دعا ہے کہ بجائے دوسروں پر تسلط جمانے اور محض اپنے حقوق کا تحفظ کرنے کے ممالک اور ان کے سربراہان اُن فوائد پر نظر رکھنے والے ہوں جو ایک دوسرے کے حقوق ادا کرنے سے حاصل ہوں گے۔ بجائے اس کے کہ دنیا کے مسائل کا ذمہ دار ایک مخصوص مذہب یا قوم کو قرار دیا جائے میری دعا ہے کہ ہم ایک دوسرے کے عقائد اور رواج کے بارہ میں تحمل اور برداشت پیدا کریں اور معاشرہ میں موجود مختلف ثقافتوں اور اقدار کے امتزاج کی قدر اور ان کا احترام کریں۔ میری دعا ہے کہ ہم انسانیت کی بہترین اقدار کی حفاظت کریں اور اپنے بچوں کیلئے ایک بہتر معاشرہ کی تعمیر میں ایک دوسرے کی خوبیوں اور ہنر کا فائدہ اٹھاتے ہوئے اسے امن کا گہوارا بنانے والے ہوں۔ ورنہ اس کے برعکس حالات جو پیدا ہو سکتے ہیں ان کا تو تصور بھی انتہائی تکلیف دہ ہے۔

قبل ازیں میں نے بہت سارے ماہرین کی آراء بیان کی ہیں جنہوں نے ایٹمی جنگ اور دنیا میں اسلحہ کی دوڑ کے بارہ میں خبردار کرتے ہوئے اپنے خدشات کا اظہار کیا ہے۔ یہ مضامین اور ان جیسے اَور بہت سارے مضامین اس تجزیہ کو تقویت دیتے ہیں کہ دنیا بہت تیزی سے ایک بہت بڑی تباہی کی طرف بڑھ رہی ہے۔ ایسی تباہی جو انسان نے پہلے کبھی نہیں دیکھی اور جس کو روکنا پھر ناممکن ہوگا۔

ایک اندازہ کے مطابق ایٹمی جنگ کا اثر نوّے فیصد دنیا پر ہوگا اور اگر ایٹمی جنگ ہوتی ہے تو ہم صرف موجودہ دنیا کی ہی تباہی کے ذمہ دار نہیں ہوں گے بلکہ اپنے پیچھے تباہی اور بربادی کے مستقل اثرات چھوڑیں گے۔ پس ہمیں چاہیے کہ ہم ٹھہر کر سوچیں اور اپنے فیصلوں اور کاموں کے ممکنہ ہولناک نتائج پر غور کریں۔

ہمیں کسی بھی معاملہ کو، خواہ وہ کسی ایک ملک سے تعلق رکھتا ہو یا بین الاقوامی نوعیت کا ہو، معمولی نہیں سمجھنا چاہیے۔ چاہے ہم معاشی معاملات سے نمٹ رہے ہوں یا پناہ گزینوں کے مسائل کا حل تلاش کر رہے ہوں یا کوئی اور بحران زیرِ غور ہو ہمیں تحمل کے ساتھ کوشش کر کے ان رکاوٹوں کو ختم کرنا چاہیے جو ہمارے درمیان اختلافات پیدا کرتی ہیں۔ ہمیں اپنی ساری طاقتیں اور قوتیں امن کے قیام میں صرف کرنی چاہئیں۔ ہمیں ہر جھگڑے کو پُرامن طریقے سے نمٹانا چاہیے، آپس میں بیٹھ کر بات چیت اور باہمی سمجھوتہ کے ذریعہ مسائل کا حل ڈھونڈنا چاہیے اور ایک دوسرے کے حقوق کی ادائیگی اور حفاظت کے ذریعہ امن کے قیام کو یقینی بنانا چاہیے۔

اللہ تعالیٰ ہمیں ایسا کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین۔ ان الفاظ کے ساتھ، میں آپ سب مہمانوں کا شکریہ ادا کرتا ہوں کہ آپ آج یہاں تشریف لائے۔ آپ سب کا بہت شکریہ۔

......☆......☆......☆......

جہاد کی حقیقت - قرآن مجید کی آیات کی روشنی میں

(نصیر احمد عارف، مربی سلسلہ، نظارت اصلاح وارشاد مرکزیہ قادیان)

دین اسلام ایک کامل دین ہے اور قرآن کریم ایک مکمل ضابطۂ حیات ہے جو انسانی زندگی گزارنے کیلئے انسان کی مکمل رہنمائی کرتا ہے اور اس کو زندگی گزارنے کے جملہ اصول بتاتا ہے اور انسانی زندگی کا مقصد کیا ہے، اسکی راہنمائی کرتا ہے خواہ وہ روحانی اعمال ہوں یا جسمانی اعمال۔ قرآن مجید میں جہاد کی اقسام اور اس کی جو تفسیر بیان کی گئی ہے خاکسار اس کو مختصر رنگ میں پیش کرنے کی کوشش کرے گا۔

واضح ہو کہ ''جہاد'' کا لفظ جہد سے نکلا ہے جو عربی زبان کا ایک مادّہ ہے اور اسکے معنی ہیں مشقت برداشت کرنا۔ اور جہاد کے معنی ہیں کسی کام میں پوری کوشش کرنا اور کسی بھی قسم کی کمی نہ رہنے دینا۔ (تاج العروس)

عام طور پر جہاد کے معنی قتل اور لڑائی کے لیے جاتے ہیں مگر یہ معنی غلط ہیں لغت کی رو سے اسکے معنی محنت اور مکمل کوشش کے ہیں۔

جب ہم قرآن مجید اور احادیث کا مطالعہ کرتے ہیں تو ہمیں جہاد کی چار بڑی اقسام معلوم ہوتی ہیں، جو مندرجہ ذیل ہیں۔ خاکسار ان اقسام کا قرآن مجید کی آیات کی رو سے مختصر ذکر کرے گا۔

(1) جہاد بالنفس یعنی نفس کو شر پہنچانے والی ہر چیز کے خلاف جہاد کرنا اور اپنے نفس کو ہر شیطانی کام سے محفوظ رکھنا (2) جہاد بالقرآن یعنی قرآن مجید کے ذریعہ تبلیغ اسلام کرنا اور قرآن مجید کی حقیقی اور خوبصورت اور امن پسند تعلیم کو پھیلانا (3) جہاد بالمال یعنی اللہ تعالیٰ کے راستہ میں مال کا خرچ کرنا اور دینی ضروریات کیلئے بڑھ چڑھ کر مالی قربانی کرنا (4) جہاد بالسیف یعنی وہ جنگیں لڑنا جو محض دفاع کی خاطر ہوں۔

جہاد بالنفس

اللہ تعالیٰ قرآن مجید میں فرماتا ہے:

وَالَّذِيْنَ جَاهَدُوْا فِيْنَا لَنَهْدِيَنَّهُمْ سُبُلَنَا (العنکبوت:70) ترجمہ: اور وہ لوگ جو ہم سے ملنے کی کوشش کرتے ہیں۔ ہم ان کو ضرور اپنے رستوں کی طرف آنے کی توفیق بخشیں گے اور یقیناً اللہ محسنوں کے ساتھ ہے۔

اس سے مراد یہ ہے کہ جو لوگ خدا تعالیٰ سے محبت کو انتہا تک پہنچا دیتے ہیں اور خدا کا قرب حاصل کرنے کی بھرپور کوشش میں لگے رہتے ہیں تو خدا تعالیٰ ان کو کامیابیاں اور اپنا قرب عطا کرتا ہے اور ان کی جدوجہد رائیگاں نہیں جاتی بلکہ اسکے نتیجہ میں وہ دنیاوی مقاصد میں بھی کامیاب وکامران ہوتے ہیں اور خدا تعالیٰ کے قرب کے رستے بھی ان پر کھلتے چلے جاتے ہیں اور وہ نیکیوں میں ترقیات کا اعلیٰ اور بلندترین مقام حاصل کر لیتے ہیں۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک غزوہ سے واپسی کے موقع پر فرمایا: ہم جہاد اصغر سے لوٹ کر جہاد اکبر کی طرف آئے ہیں (اور جہاد اکبر) بندہ کا اپنی خواہشات کے خلاف جہاد ہے۔ (کنزل العمال، کتاب الجہاد فی الجہاد الاکبر من الاعمال)

اس حدیث سے واضح ہوتا ہے کہ جہاد بالنفس سب سے بڑا جہاد ہے۔ پس جو لوگ خدا تعالیٰ سے محبت اور وصال کی جدوجہد کرتے ہیں ان پر نیکیوں کے راستے کھلتے چلے جاتے ہیں مگر اس کیلئے شرط یہ ہے کہ وہ خدا تعالیٰ کے بتائے ہوئے معیاروں پر پورے اُتریں اور کسی بھی ابتلاء سے نہ گھبرائیں اور نہ ہی ابتلاؤں پر مایوسی کا اظہار کریں بلکہ آگے سے آگے بڑھتے چلے جائیں۔ پس آج جماعت احمدیہ بھی اس جہاد میں بھرپور حصہ لے رہی ہے اور ہر میدان میں خواہ وہ نیکیوں کا میدان ہو، خواہ وہ ابتلاؤں کا میدان ہو ثابت قدمی سے آگے بڑھتی چلی جا رہی ہے اور خدا تعالیٰ کے قرب، پیار اور محبت کے نظاروں کا مشاہدہ کر رہی ہے اگر دشمن ان پر ایک دروازہ بند کرتا ہے تو خدا تعالیٰ سو دروازے ان پر کھول دیتا ہے اور وہ اپنی ان نیکیوں کی وجہ سے محبت الٰہی میں ترقی کی راہوں پر دن بدن آگے بڑھتے چلے جا رہے ہیں اور ہر میدان میں دوسرے مسلمانوں سے بہت آگے ہیں۔ اس بات کا اعتراف خود غیر از جماعت بھی کرتے ہیں:

(1) مکرم شیخ محمد اکرم صاحب ایم.اے لکھتے ہیں: ''ان (مسلمانوں) کے مقابلے میں احمدیہ جماعت میں غیر معمولی مستعدی، جوش، خود اعتمادی اور باقاعدگی ہے۔ وہ سمجھتے ہیں کہ تمام دنیا کے روحانی امراض کا علاج ان کے پاس ہے۔'' (موج کوثر، صفحہ 192)

(2) مکرم مقبول الرحیم مفتی صاحب لکھتے ہیں: ''جماعت احمدیہ کے اندر اہل، باصلاحیت اور محنتی افراد ہونے کا ایک سبب بلکہ اہم ترین سبب یہ ہے کہ انہوں نے پچھلی ایک صدی کے دوران ہر سطح پر ہر قسم کے جھگڑوں اور اختلافات سے کنارہ کشی کا راستہ اختیار کر کے اپنی جماعت اور جماعت کے افراد کی اصلاح وفلاح کیلئے منصوبہ بندی کے ساتھ کوشش ومحنت کی ہے۔''
(روزنامہ مشرق، 24 فروری 1994)

جہاد بالقرآن

اللہ تعالیٰ قرآن مجید میں فرماتا ہے: فَلَا تُطِعِ الْكٰفِرِيْنَ وَجَاهِدْهُمْ بِهٖ جِهَادًا كَبِيْرًا (الفرقان:53) ترجمہ: پس تو کافروں کی بات نہ مان اور اسی (یعنی قرآن) کے ذریعہ سے ان سے بڑا جہاد کر۔

اس آیت کریمہ سے معلوم ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ مومنین کو یہ فرما رہا ہے کہ تم کافروں کی باتیں نہ مانو بلکہ قرآن کریم کے ذریعہ جہاد کرو اور یہ جہاد تبلیغ اسلام کا جہاد ہے جو دوسرے نمبر کا سب سے بڑا جہاد ہے اور یہ جہاد ہر مسلمان پر فرض ہے لیکن آجکل مسلمان اس جہاد سے کوسوں دُور ہیں یہ خدا تعالیٰ کا جماعت احمدیہ پر عظیم احسان ہے کہ یہ کام یعنی جہاد اکبر اس نے آج جماعت احمدیہ کے سپرد کر دیا ہے اور جماعت احمدیہ اس جہاد میں اللہ تعالیٰ کے فضل سے ایک منفرد مقام رکھتی ہے اور اس کیلئے قریہ قریہ جا کر لوگوں کو اسلام کی حقیقی تعلیم سے روشناس کروا رہی ہے۔ قرآن مجید کی برکات اور فضائل بتا رہی ہے۔ اسکی حقیقی خوبصورت اور پُر امن تعلیم سے روشناس کروا رہی ہے اور قرآن مجید کی عظیم الشان برکات بتا کر ان کو اسلام سے وابستہ کر رہی ہے اس بات کا اعتراف غیر بھی کرنے پر مجبور ہیں:

(1) مولانا ظفر علی خان صاحب ایڈیٹر اخبار زمیندار لاہور لکھتے ہیں: ''گھر بیٹھ کر احمدیوں کو برا بھلا کہہ لینا بہت آسان ہے لیکن اس سے کوئی انکار نہیں کر سکتا کہ یہی ایک جماعت ہے جس نے اپنے مبلغین انگلستان میں اور دیگر یورپین ممالک میں بھیج رکھے ہیں۔''
(اخبار زمیندار، لاہور، دسمبر 1926)

(2) جناب عبدالحق صاحب اپنے مضمون ''علمائے اسلام سے گزارش'' میں لکھتے ہیں: ''قادیانی ٹیلیویژن پاکستان کے گھر گھر میں داخل ہو چکا ہے قرآن مجید کی تلاوت وتفسیر، درس الحدیث، حمد ونعت اور تمام قوموں کے قادیانیوں خصوصاً عربوں کو بار بار پیش کر کے قادیانی ہماری نوجوان نسل کے ذہن پر پوری طرح چھا رہے ہیں۔''
(ہفت روزہ الاعتصام، 24 جنوری 1997)

(3) مولانا منظور احمد چنیوٹی صاحب نے ایک انٹرویو میں کہا: ''روسی زبان میں قادیانی جماعت نے قرآن کریم کا ترجمہ کروا کر پورے روس میں تقسیم کیا ہے...... کم از کم سو زبانوں میں قادیانیوں نے تراجم شائع کروائے ہیں جو پوری دنیا میں تقسیم کئے جاتے ہیں۔''
(ہفت روزہ وجود کراچی 2000 صفحہ 31)

(4) قاضی محمد اسلم سیف صاحب فیروز پوری بعنوان ''دینی جماعتوں کیلئے لمحہ فکریہ'' میں لکھتے ہیں: قادیانیوں کا بجٹ کروڑوں روپئے پر مشتمل ہوتا ہے۔ تبلیغ کے نام پر دنیا بھر میں وہ اپنے جال پھیلا چکے ہیں۔ ان کے مبلغین دُور دراز ملکوں کی خاک چھان رہے ہیں۔ بیوی، بچوں اور گھر بار سے دُور قوت لایموت پر قانع ہو کر افریقہ کے تپتے صحراؤں میں، یورپ کے ٹھنڈے سبزہ زاروں میں، آسٹریلیا، کینیڈا اور امریکہ میں قادیانیت کی تبلیغ کیلئے مارے مارے پھرتے ہیں۔ (ہفت روزہ اہلحدیث، لاہور، 11 ستمبر 1992 صفحہ 11-12)

پس یہ وہ عظیم الشان جہاد کبیر ہے جسے آج جماعت احمدیہ سرانجام دے رہی ہے۔ جسکا ذکر مخالفین احمدیت نہایت فکر انگیز الفاظ میں کرتے ہیں مگر آج انہیں اس بات کی توفیق نہیں کہ وہ اس جہاد کو انجام دے سکیں اور بلاوجہ احمدیوں پر تہمت لگاتے ہیں کہ احمدی جہاد کے قائل نہیں اللہ تعالیٰ نے آج قرآن مجید کے ذریعہ جہاد کرنے والے احمدیوں کو ہر میدان میں فتح اور نصرت عطا فرمائی ہے اور باوجود انتہائی مخالفت کے وہ دنیا کے دُور دراز ممالک میں

جا کر اس جہاد کو سرانجام دے رہے ہیں اور وہ افراد جو ہمارے آقا آنحضرت ﷺ کو گالیاں دیتے تھے اس تبلیغ کے نتیجہ میں وہ آپ ﷺ پر درود اور سلام بھیجنے والے بن گئے ہیں۔

جہاد بالمال

اللہ تعالیٰ کی راہ میں اشاعت دین کیلئے مال خرچ کرنے کو بھی جہاد کہا گیا ہے۔ اللہ تعالیٰ قرآن مجید میں فرماتا ہے: وَجَاهِدُوْا بِاَمْوَالِكُمْ وَاَنْفُسِكُمْ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ (التوبہ:41) ترجمہ: اور اللہ تعالیٰ کی راہ میں اپنے مالوں اور اپنی جانوں کے ساتھ جہاد کرو۔

اللہ کے فضل سے آج جماعت احمدیہ اس جہاد میں بھی منفرد اور اعلیٰ مقام رکھتی ہے اور ہر دن جو جماعت احمدیہ پر طلوع ہوتا ہے اس جہاد کی برکت کی بدولت نئی سے نئی ترقیات کے دروازے جماعت پر کھلتے چلے جارہے ہیں۔ بے شک افراد جماعت پر ابتلاؤں اور طوفانوں کا دور دورہ ہے مگر وہ اپنی مالی اور جانی قربانیوں کے ذریعہ ایسا نمونہ پیش کر رہے ہیں کہ جسکی مثال ملنا مشکل ہی نہیں بلکہ محال ہے اور غیر از جماعت، جماعت کی اس مالی قربانی کو دیکھ کر حیرت زدہ ہیں۔ اس تعلق میں بعض غیروں کے تاثرات ذیل میں پیش ہیں:

(1) مکرم حافظ عبد الوحید صاحب اپنے اداریہ میں لکھتے ہیں: ایک تجزیئے کے مطابق دنیا میں موجود ہر قادیانی اپنی ماہوار آمدنی کا دس فیصد رضا کارانہ طور پر اپنے مذہب کی تبلیغ پر صرف کرتا ہے۔ کسی ہنگامی ضرورت پر خرچ کرنا اسکے علاوہ ہے۔ انہی فنڈز کی بدولت اس وقت ایک مستقل TV اور ریڈیو اسٹیشن قائم کیا جاچکا ہے جس سے چوبیس گھنٹے قادیانیت کا تبلیغی مشن جاری رہتا ہے۔

(اداریہ الاعتصام، 11 فروری 2000)

(2) عبد الرحیم اشرف صاحب لکھتے ہیں: ان (یعنی جماعت احمدیہ) کے بعض دوسرے ممالک کی جماعتوں اور افراد نے کروڑوں روپیوں کی جائدادیں صدر انجمن احمدیہ ربوہ اور صدر انجمن احمدیہ قادیان کے نام وقف کر رکھی ہیں۔ (ہفت روزہ المنیر، 2 مارچ 1956)

(3) مکرم مولوی منظور احمد صاحب چنیوٹی اپنے ایک انٹرویو میں کہتے ہیں: ہر قادیانی اپنی آمدنی کا دسواں حصہ اپنے مذہب کی ترویج واشاعت کیلئے قادیانی جماعت کو دیتا ہے، ہزاروں افراد اپنی جائداد کے دسویں حصہ کیلئے وصیت کر چکے ہیں...... پانچ لاکھ روپئے فی گھنٹہ کے حساب سے قادیانی جماعت نے TV لیا ہوا ہے۔ 24 گھنٹے TV چینل چلتا ہے۔ ہمارے پاس اتنے وسائل نہیں ہیں۔

(ہفت روزہ وجود کراچی، 28 نومبر 2000)

پس آج خدا تعالیٰ نے جماعت احمدیہ کو ایسے مخلصین عطا کئے ہیں جنہوں نے قربانیوں کی مثالیں قائم کر دیں۔ ہر نیا دن نئی شان کے ساتھ مالی قربانی کی تاریخ رقم کر رہا ہے اور پھر یہ مخلصین محض اور محض خدا تعالیٰ کے حکم پر چلتے ہوئے اللہ تعالیٰ کا فضل سمجھ کر مالی جہاد کرتے ہیں اور کوئی فرد جماعت پر احسان سمجھتے ہوئے قربانی نہیں کرتا بلکہ صرف یہ مقصد ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کا پیغام دنیا تک پہنچے۔ بے شک معاندین احمدیت نے جماعت احمدیہ کو ناکام ونامراد کرنے کیلئے ہر ممکن کوشش کی ان کی جائدادیں تباہ کی گئیں اموال لوٹے گئے مگر ہر ابتلاء میں جماعت ثابت قدم رہی اور اپنی مالی قربانیوں کے معیار کو گرنے نہیں دیا انہی مالی قربانیوں کی وجہ سے اسلام کی تعلیم دنیا کے کونے کونے میں پہنچ رہی ہے اور آج خدا کے فضل سے جماعت احمدیہ دنیا کے 213 ممالک میں لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ کا جھنڈا گاڑ چکی ہے اور یہ سلسلہ جاری وساری ہے۔

جہاد بالسیف

جہاد کی اس چوتھی قسم کا نام جہاد بالسیف ہے یعنی دفاعی جنگ۔ یعنی دشمن جب دین کو تباہ وبرباد کرنے کیلئے دین پر حملہ آور ہو تو اس وقت دشمن سے دفاعی جنگ کرنے کو جہاد بالسیف کہتے ہیں اور آنحضرت ﷺ نے اسے جہاد اصغر قرار دیا ہے۔

اللہ تعالیٰ قرآن مجید میں فرماتا ہے: اُذِنَ لِلَّذِيْنَ يُقٰتَلُوْنَ بِاَنَّهُمْ ظُلِمُوْا ؕ وَاِنَّ اللّٰهَ عَلٰى نَصْرِهِمْ لَقَدِيْرُ ۙ۝ الَّذِيْنَ اُخْرِجُوْا مِنْ دِيَارِهِمْ بِغَيْرِ حَقٍّ اِلَّآ اَنْ يَّقُوْلُوْا رَبُّنَا اللّٰهُ ؕ وَلَوْلَا دَفْعُ اللّٰهِ النَّاسَ بَعْضَهُمْ بِبَعْضٍ لَّهُدِّمَتْ صَوَامِعُ وَبِيَعٌ وَّصَلَوٰتٌ وَّمَسٰجِدُ يُذْكَرُ فِيْهَا اسْمُ اللّٰهِ كَثِيْرًا ؕ وَلَيَنْصُرَنَّ اللّٰهُ مَنْ يَّنْصُرُهٗ ؕ اِنَّ اللّٰهَ لَقَوِيٌّ عَزِيْزٌ ۝ (الحج:40،41) ترجمہ: اور ان لوگوں کو جن کے خلاف قتال کیا جارہا ہے (قتال کی) اجازت دی جاتی ہے کیونکہ ان پر ظلم کئے گئے اور یقیناً اللہ ان کی مدد پر پوری قدرت رکھتا ہے۔ (یعنی) وہ لوگ جنہیں ان کے گھروں سے ناحق نکالا گیا محض اس بنا پر کہ وہ کہتے تھے کہ اللہ ہمارا ربّ ہے۔ اور اگر اللہ کی طرف سے لوگوں کا دفاع اُن میں سے بعض کو بعض دوسروں سے بھڑا کر نہ کیا جاتا تو راہب خانے منہدم کر دیئے جاتے اور گرجے بھی اور یہود کے معابد بھی اور مساجد بھی جن میں بکثرت اللہ کا نام لیا جاتا ہے۔ اور یقیناً اللہ ضرور اُس کی مدد کرے گا جو اس کی مدد کرتا ہے۔ یقیناً اللہ بہت طاقتور (اور) کامل غلبہ والا ہے۔

بے شک اسلام پُرامن مذہب ہے اور جارحیت اور حملہ کرنے کی اجازت نہیں دیتا بلکہ صرف اپنے دفاع کی اجازت دیتا ہے اور وہ بھی صرف اس صورت میں جبکہ دشمن مسلمانوں پر حملہ کرنے میں پہل کرے۔ یہ صرف دعویٰ ہی نہیں بلکہ مسلمانوں نے ایسا ہی کیا اور ہرگز جنگ وغیرہ میں پہل نہیں کی۔ مندرجہ بالا آیات کریمہ میں مسلمانوں کو اللہ تعالیٰ نے اپنے دفاع کی جازت دی تو تبھی مسلمانوں نے محض اپنے دفاع کیلئے لڑائیاں لڑیں، بعض علماء اسلام نے دفاعی جنگ کی بعض شرائط بیان کی ہیں جن کے بغیر جہاد جائز نہیں۔

مکرم مولانا ظفر علی خان صاحب لکھتے ہیں (1) امارت (2) اسلامی نظام حکومت (3) دشمنوں کی پیش قدمی وابتداء

(اخبار زمیندار، 14/جون 1934)

مولوی محمد حسین بٹالوی صاحب لکھتے ہیں: (1) مسلمانوں میں امام وخلیفۂ وقت موجود ہو (2) مسلمانوں میں ایسی جمعیت حاصل جماعت موجود ہو جس میں ان کو کسر شوکت اسلام کا خوف نہ ہو

(الاقتصاد فی مسائل الجہاد، صفحہ 51-52)

مولوی نذیر حسین صاحب دہلوی لکھتے ہیں: جہاد کی کئی شرطیں ہیں جب تک وہ پائی نہ جائیں جہاد نہ ہوگا (فتاویٰ نذیریہ، جلد 3، کتاب الامارۃ والجہاد، صفحہ 282)

علماء کی ان تحریرات سے معلوم ہوتا ہے کہ ان کے نزدیک جہاد بالسیف کیلئے پانچ شرائط کا پورا ہونا لازمی ہے ان میں سے کسی ایک کے بھی نہ ہونے پر دینی قتال نہیں ہوسکتا اور وہ شرائط مندرجہ ذیل ہیں:

(1) امام وقت کا ہونا (2) اسلامی نظام حکومت کا ہونا (3) ہتھیار وغیرہ جو مقابلہ کیلئے ضروری ہوں (4) کوئی ملک اپنا ہو یا قطعہ ہو (5) دشمن کی پیش قدمی اور ابتداء ہو۔

آج کے مسلمان اور ان کے علماء جو جہاد کا نعرہ لگاتے ہیں اور معصوم انسانوں کو قتل کرتے ہیں یا کرواتے ہیں اسکا اس جہاد سے دُور کا بھی تعلق نہیں جسے قرآن مجید بیان کرتا ہے۔ اگر یہ قرآنی جہاد ہوتا تو اللہ تعالیٰ ضرور ان کو فتح یاب کرتا اور غلبہ عطا فرماتا لیکن تاریخ شاہد ہے کہ ان کو ہر میدان میں شکست ہی ملی اور وہ ناکام ونامراد ہی ہوئے۔

پس یہ بات سمجھنے کی ضرورت ہے کہ اسلام کی پُرامن تعلیم کے باوجود مسلمانوں میں جہاد کا غلط مفہوم کہاں سے آگیا تو یہ بھی دشمنان اسلام کی ہی سکیم تھی۔ دشمنوں نے دیکھا کہ اسلام ترقی کر رہا ہے اور وہ اس کا مقابلہ کرنے سے قاصر ہیں اور دوسری طرف وہ اسے برباد اور بدنام بھی کرنا چاہتے تھے، چنانچہ انہوں نے اسلام میں شامل ہو کر غلط عقائد کو پھیلانا شروع کر دیا اور اسلام میں بہت سی غلط فہمیاں پیدا کر دیں اور مسلمان ان کی ان پھیلائی ہوئی غلط فہمیوں کا شکار ہو گئے۔ ان غلط فہمیوں کے ازالہ کیلئے ہی اللہ تعالیٰ نے آج حضرت مرزا غلام احمد صاحب قادیانی کو مسیح موعود اور امام مہدی بنا کر بھیجا اور آپ نے جہاد کی حقیقی تفسیر بیان کر کے ان غلط فہمیوں کو دُور کیا اور جہاد کے التوا کا اعلان کیا اور یہ التوا آپ نے ہرگز اپنی طرف سے نہیں کیا بلکہ آنحضرت ﷺ کی پیشگوئی کے مطابق کہ مسیح موعود اور امام مہدی کے زمانہ میں مذہبی جنگوں کا التوا ہو گا، فرمایا یضع الحرب وہ جنگ کو موقوف کر دے گا۔ (بخاری، کتاب الانبیاء، باب نزول عیسیٰ ابن مریم)

پس بانئ جماعت احمدیہ مسیح موعود اور مہدی ہونے کے مدعی تھے اور آنحضرت ﷺ کی پیشگوئی کے مطابق قتال کی شرائط موجود نہ ہونے کی وجہ سے اس کے التوا کا اعلان فرمایا۔ آپؑ نے فرمایا:

اب چھوڑ دو جہاد کا اے دوستوں خیال
دیں کیلئے حرام ہے اب جنگ اور قتال

کیوں بھولتے ہو تم یضع الحرب کی خبر
کیا یہ نہیں بخاری میں دیکھو تو کھول کر
(روحانی خزائن، جلد 17، تحفہ گولڑویہ، صفحہ 77-78)

آپ فرماتے ہیں :اس بات میں کوئی شک نہیں کہ اس زمانہ میں اور اس ملک میں جہاد کی شرائط مفقود ہیں ...... امن اور عافیت کے دور میں جہاد نہیں ہوسکتا۔(روحانی خزائن، جلد 17، تحفہ گولڑویہ، صفحہ 82، عربی عبارت سے ترجمہ)

آپؑ نے یہ بھی فرمایا کہ:''مومنوں پر واجب ہے جوان سے لڑیں اگر وہ باز نہ آویں'' (روحانی خزائن، جلد 8، نور الحق، حصہ اول، صفحہ 62)

بے شک حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے جہاد بالسیف کے التوا کا اعلان فرمایا مگر ساتھ یہ بھی فرمادیا کہ جب جہاد کی شرائط موجود ہوں گی تو یہ جہاد بھی ہوگا۔آپ نے واضح رنگ میں فرمایا کہ''ہم (اہل اسلام کو) یہ بھی حکم ہے کہ دشمن جس طرح ہمارے خلاف تیاری کرتا ہے ہم بھی اسکے خلاف اسی طرح تیاری کریں۔'' (روحانی خزائن، جلد 14، حقیقۃ المہدی، صفحہ 454)

پس قرآن مجید کے مطالعہ سے ہمیں معلوم ہوتا ہے کہ سب سے پہلے درجہ کا جہاد وہ ہے جو انسان اپنے نفس کے خلاف کرتا ہے اور خود کو گناہوں اور بدیوں اور برائیوں سے بچاتا ہے اور نیک کاموں کی وجہ سے روحانیت میں ترقی کر کے خود کو پاک اور باعمل انسان بنالیتا ہے تو اسکے بعد اسے دوسرے درجہ کا جہاد کرنے کا حکم دیا جاتا ہے یعنی قرآن مجید کی تعلیمات دوسروں تک پہنچائے اور پیار و محبت اور دلائل کے ذریعہ اس دینی تعلیم سے لوگوں کو روشناس کروائے اور تیسرے درجہ کا جہاد جو جہاد اصغر کہلاتا ہے، صرف اور صرف اسے تب کرنے کی اجازت ہے جب اس پر ظلم کیا جائے اور اسے ربُّنا اللہ کہنے سے روکا جائے، جب وہ یہ جہاد کرتا ہے تو خدا تعالیٰ بھی اسکی مدد و نصرت کیلئے آجاتا ہے اور چوتھا جہاد، جہاد بالمال ہے یعنی خدا تعالیٰ کی راہ میں دینی اغراض کو پورا کرنے کی خاطر مالی قربانی کرنا اور اس میں بڑھ چڑھ کر حصہ لینا۔

پس آج جماعت احمدیہ کسی بھی جہاد کے میدان میں پیچھے نہیں بلکہ اتنی آگے ہے کہ کوئی دوسرا اسکی دھول کو بھی نہیں پہنچ سکتا۔خواہ وہ اصلاح نفس کا جہاد ہو، خواہ وہ دعوت قرآن کا جہاد ہو، خواہ وہ مالی جہاد ہو ہر میدان میں دشمن کی مخالفانہ کوششوں کے باوجود جماعت احمدیہ ہر میدان میں کامیابیوں کے جھنڈے نصب کررہی ہے اور خود دشمنان بھی اس بات کے معترف ہیں۔

......☆......☆......☆......

سلام بحضور سید الانام صلی اللہ علیہ وسلم

از حضرت ڈاکٹر میر محمد اسماعیل صاحب رضی اللہ عنہ

بدر گاہِ ذی شان خیر الانام   شفیع الوریٰ مرجع خاص و عام
بصد عجز و منّت بصد احترام   یہ کرتا ہے عرض آپؐ کا اِک غُلام
کہ اے شاہِ کونین عالی مقام
علیك الصلوٰة علیك السلام

حسینانِ عالم ہوئے شرمگیں   جو دیکھا وہ حسن اور وہ نورِ جبیں
پھر اس پر وہ اخلاق اکمل تریں   کہ دشمن بھی کہنے لگے آفریں
زہے خُلق کامل زہے حُسنِ تام
علیك الصلوٰة علیك السلام

خلائق کے دِل تھے یقیں سے تہی   بُتوں نے تھی حق کی جگہ گھیر لی
ضلالت تھی دُنیا پہ وہ چھا رہی   کہ توحید ڈھونڈے سے ملتی نہ تھی
ہوا آپؐ کے دم سے اس کا قیام
علیك الصلوٰة علیك السلام

محبت سے گھائل کیا آپؐ نے   دلائل سے قائل کیا آپؐ نے
جہالت کو زائل کیا آپؐ نے   شریعت کو کامل کیا آپؐ نے
بیاں کر دیئے سب حلال و حرام
علیك الصلوٰة علیك السلام

نبوت کے تھے جس قدر بھی کمال   وہ سب جمع ہیں آپؐ میں لامحال
صفاتِ جمال اور صفاتِ جلال   ہر اِک رنگ ہے بس عدیم المثال
لِیا ظُلم کا عفو سے انتقام
علیك الصلوٰة علیك السلام

مقدّس حیات اور مُطہر مذاق   اطاعت میں یکتا عبادت میں طاق
سوارِ جہاں گیر یکراں براق   کہ بگذشت از قصر نیلی رواق
محمدؐ ہی نام اور محمدؐ ہی کام
علیك الصلوٰة علیك السلام

علمدارِ عُشاقِ ذاتِ یگاں   سپہدارِ افواجِ قُدوسیاں
معارف کا اِک قُلزمِ بیکراں   افاضات میں زندۂ جاوداں
پلا ساقیا آبِ کوثر کا جام
علیك الصلوٰة علیك السلام

جہاد کا حقیقی مفہوم۔ اُسوۂ رسول ﷺ کی روشنی میں

(فلاح الدین قمر، مربی سلسلہ، نظارت علیا، جنوبی ہند)

جس طرح دین اسلام ایک کامل اور مکمل دین ہے اسی طرح دین اسلام کا رسولؐ بھی کامل رسول اور شریعت اسلام ایک کامل شریعت ہے اور ایک ایسا کامل ضابطہ حیات ہے کہ جو زندگی کے ہر میدان میں انسان کی رہنمائی کرتا ہے۔ انسان کو اس کے مقصد پیدائش سے مطلع کرتا ہے اور اُس کو اصول زندگی سکھا تا ہے۔ اور سیدنا حضرت محمد ﷺ نے اپنی سنت مبارکہ اور احادیث نبویہ کا ایک ایسا عظیم الشان خزانہ امت مسلمہ کیلئے چھوڑا ہے جو قیامت تک اُمت کیلئے مشعل راہ اور تشنہ روحوں کی سیرابی کا موجب ہے۔ دین اسلام جہاں دیگر شعبہ ہائے زندگی کے قواعد وضوابط سے متعارف کرواتا ہے، وہاں اگر کسی وقت معاندین اسلام کی جانب سے زبردستی جنگ مسلط کی جائے تو اپنا دفاع کرنے کے حالات وقوانین بھی بتاتا ہے اور اس کی تصویر ہمیں ہمارے پیارے آقا ومطاع حضرت محمد ﷺ کی بابرکت زندگی میں نظر آتی ہے۔ اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم میں مؤمنوں کو مخاطب کرتے ہوئے فرمایا کہ لَقَدْ كَانَ لَكُمْ فِيْ رَسُوْلِ اللّٰهِ اُسْوَةٌ حَسَنَةٌ لِّمَنْ كَانَ يَرْجُوا اللّٰهَ وَالْيَوْمَ الْاٰخِرَ وَذَكَرَ اللّٰهَ كَثِيْرًا (سورۃ الاحزاب، آیت 22) ترجمہ: یقیناً تمہارے لئے حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ ہی بہترین نمونہ ہیں جو تم میں سے اللہ اور یوم آخرت کی امید رکھتا ہے اور کثرت سے اللہ تعالیٰ کو یاد کرتا ہے۔

دور حاضر میں مخالفین اسلام کی جانب سے مختلف اعتراضات کے ذریعہ اسلام کو نشانہ بنایا جاتا ہے۔ اُن میں سے ایک بڑا اعتراض یہ ہے کہ جہاد کو لے کر اسلام جیسے پُرامن مذہب کو دہشت گردی سے جوڑا جاتا ہے۔ معاندین اسلام دنیا کے سامنے یہ تاثر پیش کرتے ہیں کہ نعوذ باللہ اسلام دہشت گردی کا حکم دیتا ہے اور زور بازو سے لوگوں کو مسلمان بنانا جائز قرار دیتا ہے اور بعض اپنی اندھی عداوت کے جوش میں یہاں تک کہہ دیتے ہیں کہ نعوذ باللہ حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ نے تلوار کے ذریعہ اسلام کو پھیلایا ہے۔ ان اعتراضات کی سب سے بڑی وجہ ایک تو معاندین اسلام کی اندھی عداوت ہے اور دوسری مسلمان علماء کی جہاد کی غلط تشریحات ہیں جبکہ حقیقت اسکے بالکل برعکس ہے۔ آج ہم رسول کریم ﷺ کی بابرکت زندگی اور آپ ﷺ کے بابرکت نمونہ سے جہاد کو سمجھنے کی کوشش کریں گے تاکہ جہاد کا حقیقی مفہوم سمجھ میں آسکے۔

سو واضح ہو کہ جہاد جھد سے مشتق ہے اور جھد کے معنی ہیں مشقت برداشت کرنا اور جہاد کے معنی ہیں کسی کام کے کرنے میں پوری طرح کوشش کرنا اور کسی قسم کی کمی نہ کرنا۔

(تاج العروس)

چنانچہ قرآن کریم اور احادیث میں جہاد کی بہت سی اقسام بیان ہوئی ہیں لیکن موٹے طور پر تین قسمیں بیان کی جاتی ہیں اور حقیقت میں وہی اصل الاصول ہیں اور جو کہ درج ذیل ہیں: (اول) جہاد اکبر یعنی جہاد بالنفس

(دوم) جہاد کبیر یعنی جہاد بالقرآن

(سوم) جہاد اصغر یعنی جہاد بالسیف

اول۔ جہاد اکبر یعنی جہاد بالنفس

سیدنا حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ کی 63 سالہ بابرکت زندگی کے جہاد اکبر کا سلسلہ مکہ مکرمہ میں غار حراء کی تاریکیوں سے لے کر مدینہ منورہ کی شاہانہ فتوحات تک پھیلا ہوا ہے۔ آپ کی زندگی کا ہر لمحہ جہاد اکبر یعنی نفسی جہاد میں مصروف العمل رہا۔ چنانچہ آپ ﷺ نے زہد وقناعت، تقویٰ طہارت، اخوت و مروت اور صدق وامانت کے وہ اعلیٰ نمونے قائم فرمائے کہ دشمن بھی آپ کو صدوق وامین کہے بغیر نہ رہ سکے۔

چنانچہ حدیث میں آتا ہے کہ جب آپ ﷺ نے دعویٰ نبوت فرمایا تو اہل مکہ کی طرف سے آپ ﷺ اور آپ کے ماننے والوں پر مظالم کا سلسلہ شروع ہو گیا جو دن بدن بڑھتا چلا گیا جو لوگ آپ ﷺ کے پڑوس میں رہتے تھے اُن کا معمول تھا کہ آپ کے گھر میں پتھر پھینکتے اور دروازوں پر کانٹے ڈال دیتے۔ ایک دفعہ آپ کعبہ کے پاس نماز پڑھ رہے تھے کہ عقبہ بن ابی معیط نے آپ کے گلے میں کپڑا ڈال کر اس قدر دبایا کہ آپ کا دم گھٹنے لگا جب حضرت ابوبکرؓ کو علم ہوا تو وہ دوڑے ہوئے آئے اور آپ کو اس بدبخت کے شر سے بچایا۔ ایک دفعہ آپ نماز پڑھ رہے تھے اور جب آپ سجدہ میں گئے تو کسی نے آپ کے اوپر اونٹنی کی اوجھڑی لاکر رکھ دی اور اُس کے بوجھ سے اُس وقت تک آپ سر نہ اٹھا سکے جب تک کہ بعض لوگوں نے پہنچ کر اس اوجھڑی کو آپ کی پیٹھ سے ہٹایا نہیں۔

(صحیح بخاری، کتاب الصلوٰۃ)

ان تمام قسم کی ظالمانہ کارروائیوں کے باوجود سیدنا حضرت محمد ﷺ عفو اور درگزر کا جہاد کرتے ہوئے ہمیشہ بدی کا جواب نیکی، دعا اور صلہ رحمی سے دیتے رہے کیونکہ یہی وہ عظیم الشان جہاد تھا جس کیلئے آپ ﷺ کو مبعوث کیا گیا تھا۔ چنانچہ روایت میں آتا ہے کہ عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم انہ من بعض غزواتہ فقال رجعنا من الجهاد الاصغر الی الجهاد الاکبر قال وھی مجاھدۃ النفس

(کنزل العمال، کتاب الجہاد فی الجہاد الاکبر من الاعمال، جلد 4، حدیث 11260، مطبوعہ مکتبہ التراث الاسلامی حلب)

ترجمہ: ایک دفعہ سیدنا حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ ایک جنگ سے واپس لوٹ رہے تھے تو آپ نے فرمایا کہ ہم سب سے چھوٹے جہاد یعنی جنگ سے واپس آرہے ہیں اور سب سے بڑے جہاد، جہاد اکبر یعنی نفس کے مجاہدہ کی طرف جارہے ہیں۔

ایک اور روایت میں آتا ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا کہ المجاھد من جاھد نفسہ فی طاعۃ اللہ (مشکوٰۃ کتاب الایمان) یعنی مجاہد وہ ہے جو اللہ تعالیٰ کی فرمانبرداری میں اپنے نفس کو مشقت میں ڈالتا ہے۔

چنانچہ سب سے بڑا جہاد سیدنا حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ نے جہاد بالنفس کو قرار دیا ہے اور آپ ﷺ کا عملی نمونہ اس بات کا شاہد ہے کہ آپ ﷺ تادم آخر اس جہاد پر قائم و دائم رہے۔ مثلاً حدیث میں آتا ہے حضرت عائشہؓ بیان کرتی ہیں کہ سیدنا حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ رات کو اُٹھ کر نماز پڑھتے۔ یہاں تک کہ آپ کے پاؤں مبارک متورم ہو جاتے۔ ایک دفعہ میں نے آپ ﷺ سے عرض کی کہ اے اللہ کے رسول ﷺ آپ کیوں اتنی تکلیف اُٹھاتے ہیں جبکہ اللہ تعالیٰ نے آپ کے اگلے پچھلے سب قصور معاف فرما دیئے ہیں۔ اس پر سیدنا حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ نے فرمایا کہ کیا میں یہ نہ چاہوں کہ اپنے رب کے اِس فضل واحسان پر اس کا شکر گزار بندہ بنوں۔ (صحیح بخاری، کتاب التفسیر سورۃ الفتح)

پھر رسول کریم ﷺ نے اس جہاد اکبر کو اور وسیع کرتے ہوئے فرمایا کہ عن انس رضی اللہ عنہ ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال جاھدو المشرکین باموالکم و انفسکم والسنتکم (ابوداؤد، کتاب الجہاد باب کراھیۃ ترک الغزو، جلد اول، صفحہ 339) یعنی حضرت انسؓ بیان کرتے ہیں کہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا کہ مشرکوں سے اپنے اموال، اپنی جانوں اور اپنی زبانوں کے ذریعہ جہاد کرو۔

سیدنا حضرت محمد ﷺ نے جہاد اکبر کے ذیل میں تین اور جہاد شامل فرما دیئے ہیں۔ آپ ﷺ نے فرمایا کہ جیسے جہاد بالنفس ضروری ہے اِسی طرح مال کا جہاد اور زبان کا جہاد بھی فرض ہے۔ چنانچہ اس کی مثالیں بھی ہمیں احادیث سے ملتی ہیں کہ کیسے آپ ﷺ کے ماننے والوں نے آپ کے ایک اشارہ میں اپنا سب کچھ اللہ تعالیٰ کی راہ میں قربان کر دیا۔ حدیث میں آتا ہے کہ:

حضرت زیدؓ اپنے والد اسلمؓ سے روایت

کرتے ہیں کہ میں نے عمر بن خطابؓ کو فرماتے ہوئے سنا کہ ایک مرتبہ آپ ﷺ نے ہمیں کسی جنگی ضرورت کیلئے خدا کی راہ میں مال خرچ کرنے کی تحریک فرمائی ۔اِن دنوں میرے پاس کافی مال تھا۔ میں نے اپنے دل میں کہا کہ اگر میں ابوبکر سے زیادہ ثواب کما سکتا ہوں تو آج موقع ہے میں آدھا مال لے کر حضور ﷺ کی خدمت میں پیش ہوا۔ حضور ﷺ نے مجھ سے دریافت فرمایا کہ عمرؓ کتنا مال لائے ہو۔ اور کس قدر بال بچوں کیلئے چھوڑ آئے ہو۔ میں نے عرض کی حضور ﷺ آدھا مال لایا ہوں اور آدھا چھوڑ آیا ہوں۔ اورحضرت ابوبکر جو کچھ اُن کے پاس تھا سب لے کر آگئے۔ حضور ﷺ نے ابوبکرؓ سے دریافت فرمایا کہ ابوبکر کتنا مال لائے ہواور کتنا گھر والوں کیلئے چھوڑ آئے ہو۔ابوبکرؓ نے عرض کیا کہ حضور ﷺ جو کچھ میرے پاس تھا سب کچھ لے کر آیا ہوں اور بال بچوں کیلئے اللہ اوراُس کا رسول ﷺ چھوڑ آیا ہوں۔یعنی خدا تعالیٰ پر توکل ہے۔ حضرت عمر یہ سن کر اپنے آپ سے کہنے لگے کہ میں ابوبکر سے کبھی نہیں بڑھ سکتا۔

(ترمذی ابواب المناقب فی مناقب ابی بکرؓ وعمرؓ)

سیدنا حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ نے اپنے ماننے والوں سے جہاں ایک طرف دینی وقومی ضروریات کے پیش نظر عارضی تحریکات کے ذریعہ مالی قربانی کا مطالبہ فرمایا، وہاں دوسری طرف غرباء، یتامیٰ اور بیواؤں اور قومی بہبودی کیلئے مستقل طور پر زکوٰۃ کی صورت میں مالی جہاد کو قائم فرمایا اور صحابہ کرام اس مالی جہاد میں ذوق وشوق کے ساتھ حصہ لیتے تھے۔

پھر آپ ﷺ نے جہاد کے معنوں کو اور وسیع کرتے ہوئے فرمایا کہ افضل الجهاد كلمة عدل عند سلطان جائر (ترمذی کتاب الفتن باب افضل الجہاد) بہترین جہاد ظالم بادشادہ کے سامنے حق اور انصاف کی بات کہنا ہے۔

پھر ایک اور حدیث میں رسول کریم ﷺ نے فرمایا کہ عن عائشة رضی الله عنها انها قالت یارسول الله تری الجهاد افضل العمل افلا نجاهد قال لكن افضل الجهاد حج مبرور (صحیح بخاری کتاب الجہاد حدیث نمبر 2794) یعنی حضرت عائشہؓ نے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا کہ یارسول اللہ! ہم سمجھتے ہیں کہ جہاد افضل اعمال میں سے ہے۔ پھر ہم عورتیں کیوں نہ جہا دکریں؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا لیکن افضل جہاد حج مبرور ہے۔

ان تمام روایات سے واضح ہوتا ہے کہ رسول کریم ﷺ نے جہاد کو زندگی کے ہر شعبہ سے منسلک کیا ہے۔

دوم۔جہاد کبیر یعنی جہاد بالقرآن

اب میں جہاد کی دوسری قسم کی طرف آتا ہوں جس کو جہاد کبیر کہا جاتا ہے یعنی جہاد بالقرآن۔یعنی قرآن کریم کے ذریعہ سے پوری دنیا میں اسلام کی تبلیغ کرنا۔اللہ تعالیٰ قرآن کریم میں فرماتا ہے کہ جَاهِدْهُمْ بِهٖ جِهَادًا كَبِيْرًا (سورة الفرقان :53) یعنی تو قرآن کریم کی تعلیمات کو دوسروں تک پیار ومحبت اور دلائل اور برہان سے پہنچا۔ چنانچہ احادیث اور تاریخ کی روایت سے پتا چلتا ہے کہ آنحضرت ﷺ کی صبح وشام اسی جہاد کی سرانجام دہی میں گزرتی تھی۔ اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ کو قرآن کریم کی شریعت عطا کی تھی جو کہ دلائل و برہان کا ایک ایسا بحر بیکراں ہے جسکی مقناطیسی کشش سے دشمن بھی متاثر ہوئے بغیر نہیں رہ سکتے تھے۔ چنانچہ یہی وجہ تھی کہ کفار نے پورے مکہ میں یہ افواہ پھیلا دی تھی کہ نعوذ باللہ محمد (ﷺ) جادوگر ہے اور جو اُس کی باتیں سنتا ہے اُس پر جادو اثر کر جاتا ہے۔ چنانچہ حضرت عمر ابن خطاب جو اس وقت معاندین اسلام میں سے تھے سیدنا حضرت محمد ﷺ کے اسی جہاد بالقرآن کے نتیجہ میں اسلام کی آغوش میں آگئے اور چند سال کے اندر اندر مؤمنین کی یہ چھوٹی سی جماعت دیکھتے ہی دیکھتے ایک انبوہ کثیر میں تبدیل ہوگئی۔

سوم۔جہاد اصغر یعنی جہاد بالسیف

اب میں اپنے مضمون کے آخری اور سب سے اہم حصہ کی طرف آتا ہوں ۔ جہاد کی تیسری قسم جہاد اصغر ہے یعنی جہاد بالسیف۔ اس سے معاندین اسلام دنیا کے سامنے یہ تاثر پیش کرتے ہیں کہ نعوذ باللہ اسلام تلوار کے ذریعہ پھیلا ہے اور یہی وہ جہاد ہے جس کی غلط تشریحات کرکے آج کے زمانہ میں نام نہاد مسلمان علماء معصوم انسانوں کا ناحق خون بہا رہے ہیں۔حقیقت میں یہی وہ لوگ ہیں جن کی وجہ سے اسلام جیسے خوبصورت اور پُر امن مذہب کو دہشتگردی کے ساتھ جوڑا جاتا ہے۔

آیئے آج ہم جہاد بالسیف کو اسوہ رسول ﷺ کی روشنی میں دیکھتے ہیں کہ آیا آپ نے جہاد بالسیف کی کیا تشریح فرمائی ہے اور کن حالات میں اس کی فرضیت عائد ہوتی ہے اور جب کبھی ایسے حالات آئیں تو آپ ﷺ نے اسکے کیا قواعد وضوابط بیان فرمائے اور امت مسلمہ کے لئے کیا نمونہ پیش کیا ہے۔

سو واضح ہو کہ رسول کریم ﷺ کا نمونہ تو اس معاملہ میں بے نظیر ہے۔آپ نے اپنی ساری زندگی میں ظلم کے مقابل ظلم کرنے کا حکم نہیں دیا جبکہ آپ پر اور آپ کے صحابہ کرام پر کفار مکہ کی طرف سے آئے دن نئے سے نئے ظلم وشدائد کے بازار گرم کئے جاتے تھے لیکن آپ نے ہمیشہ درگزر کا حکم دیا۔ چنانچہ تاریخ میں آتا ہے کہ مکہ میں مظلومیت کے ایام میں آپ کے ایک صحابی حضرت عبدالرحمٰن بن عوفؓ اور چند دوسرے صحابہ نے عرض کیا کہ یارسول اللہ ﷺ جب ہم مسلمان نہ تھے تو معزز تھے اور کوئی ہماری طرف آنکھ اُٹھا کر بھی نہیں دیکھ سکتا تھا اب یہ کفار ہمیں بزدل اور کمزور سمجھنے لگے ہیں۔ ہمیں اجازت دیں کہ ہم اُن کا مقابلہ کریں اور اُنہیں سبق سکھائیں ۔لیکن حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ نے جواباً فرمایا: انی امرت بالعفو فلا تقاتلوا (سنن نسائی تلخیص الصحاح، جلد اول، صفحہ 152) یعنی مجھے اللہ تعالیٰ کی طرف سے معاف کرنے کا حکم ہے۔ پس میں تم کو لڑنے کی اجازت نہیں دے سکتا۔

آنحضرت ﷺ نے اور آپ کے صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین نے مسلسل تیرہ سال تک ظالموں کے ظلم کا مقابلہ صبر و دعا سے کیا اور ان کے ظلموں کی وجہ سے ہی آپ ﷺ کو مکہ سے مدینہ ہجرت کرنی پڑی مگر مکہ کے دشمنان اسلام نے وہاں بھی آپ کا پیچھا نہ چھوڑا اور آپ کو تباہ و برباد کرنے کی ہر ممکن کوشش کی چنانچہ پندرہ سال مسلسل ظلم سہنے کے بعد اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کو اجازت دی کہ اب تم اُن کا مقابلہ کر سکتے ہو کیونکہ اب ظلموں کی حد ہوچکی ہے۔

چنانچہ اللہ تعالیٰ قرآن کریم میں فرماتا ہے کہ اُذِنَ لِلَّذِيْنَ يُقٰتَلُوْنَ بِاَنَّهُمْ ظُلِمُوْا ؕ وَاِنَّ اللّٰهَ عَلٰى نَصْرِهِمْ لَقَدِيْرُ ۙ۝ الَّذِيْنَ اُخْرِجُوْا مِنْ دِيَارِهِمْ بِغَيْرِ حَقٍّ اِلَّآ اَنْ يَّقُوْلُوْا رَبُّنَا اللّٰهُ ؕ وَلَوْلَا دَفْعُ اللّٰهِ النَّاسَ بَعْضَهُمْ بِبَعْضٍ لَّهُدِّمَتْ صَوَامِعُ وَبِيَعٌ وَّصَلَوٰتٌ وَّمَسٰجِدُ يُذْكَرُ فِيْهَا اسْمُ اللّٰهِ كَثِيْرًا ؕ وَلَيَنْصُرَنَّ اللّٰهُ مَنْ يَّنْصُرُهٗ ؕ اِنَّ اللّٰهَ لَقَوِيٌّ عَزِيْزٌ (الحج:40،41) ترجمہ: اُن لوگوں کو جن کے خلاف قتال کیا جارہا ہے، قتال کی اجازت دی جاتی ہے کیونکہ اِن پر ظلم کئے گئے ۔وہ لوگ جنہیں ناحق ان کے گھروں سے نکال دیا گیا ہے صرف یہ کہنے پر کہ ہمارا رب اللہ ہے، اور اگر اللہ لوگوں کو ایک دوسرے سے نہ ہٹاتا تو کلیسے اور مدرسے اور عبادت خانے اور مسجدیں ڈھا دی جاتیں جن میں اللہ کا نام کثرت سے لیا جاتا ہے، اور اللہ ضرور اس کی مدد کرے گا جو اللہ کی مدد کرے گا، بے شک اللہ زبردست غالب ہے۔

اس قرآنی آیت سے بالکل واضح ہو جاتا ہے کہ جہاد بالسیف کی اجازت کن حالات میں دی گئی ہے۔جب کسی قوم پر ظلم کی انتہا ہوجائے اور اُن سے ناحق قتال کرتے ہوئے جنگ اُن پر مسلط کی جائے اور اُن کو خدا کا نام لینے کی وجہ سے اُن کے گھروں سے نکالا جائے تب جا کر اللہ تعالیٰ نے اپنا دفاع کرنے کیلئے تلوار اُٹھانے کی اجازت دی ہے اور ہمارے آقا و مولیٰ حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ نے بھی انہی شرائط کے تحت دفاعی جنگیں کی ہیں اور اُس میں بھی آپ ﷺ نے ایسا نمونہ قائم فرمایا کہ جسکا عشر عشیر بھی عرب کی دیگر جنگوں میں نہیں ملتا۔عرب کے جنگجو لوگ جو ذرا ذرا سی بات پر صدیوں تک لڑتے رہتے تھے اور جنگ کے دوران مقتولین کا مثلہ کرنا اور عورتوں، بچوں اور بوڑھوں کو قتل کرنے میں بھی دریغ نہیں کرتے تھے۔لیکن حضرت محمد ﷺ کا نمونہ بے نظیر تھا۔حدیث میں آتا ہے کہ اغدو بسم الله وقاتلوا فی سبیل الله و لا تغلّوا ولا تغدروا ولا تمثلوا ولا تقتلوا ولیداً ولا امراة ولا تقتلوا اصحاب الصوامع ولا تقتلوا شیخا فانیا ولا طفلاً ولا صغیرًا ولا امراة واصلحوا واحسنوا ان الله یحب

المحسنین (صحیح مسلم، الطحاوی 2، ابوداؤد 3) ترجمہ: اے مسلمانوں اللہ کا نام لے کر نکلو اور حفاظت دین کی نیت سے جہاد کرو لیکن خبردار مال غنیمت میں بددیانتی مت کرنا۔ کسی قوم سے دھوکہ مت کرنا اور نہ دشمنوں کے مقتولین کا مُثلہ کرنا اور نہ بچوں اور عورتوں اور مذہبی عبادت گاہوں کے لوگوں کو قتل کرنا اور نہ بہت ہی بوڑھوں کو قتل کرنا اور ملک میں اصلاح کرنا اور لوگوں کے ساتھ احسان کا معاملہ کرنا کیونکہ خداتعالیٰ احسان کرنے والوں کو پسند کرتا ہے۔

آج کے جو نام نہاد ملاں جہاد جہاد کا نعرہ لگا کر معصوم انسانوں کو قتل کرتے اور کرواتے ہیں، یہ انتہائی قابل نفرت اور مذمت ہے اور اس کا اسلام اور بانی اسلام اور قرآن سے دُور کا بھی کوئی تعلق نہیں۔ ہمارے پیارے آقا حضرت محمد ﷺ نے آج سے تقریباً 1400 سال پہلے فرمایا تھا کہ مسلمانوں پر ایک زمانہ ایسا آئے گا کہ اُن میں عملی اور اعتقادی طور پر بگاڑ پیدا ہوجائے گا شدید اختلافات ہوں گے۔ ایسے پُرفتن دور میں اللہ تعالیٰ مسلمانوں کی اصلاح کے لئے امام آخرالزماں حضرت امام مہدی علیہ السلام کو مبعوث فرمائے گا جو مسلمانوں کی عملی اصلاح کے ساتھ ساتھ اعتقادی اصلاح بھی فرمائے گا اور اس کی آمد سے جنگ موقوف ہو جائے گی۔ چنانچہ فرمایا:

یضع الحرب (وہ جنگ کو موقوف کردیگا)

(صحیح بخاری کتاب الانبیاء باب نزول عیسیٰ ابن مریم)

دراصل اس پیشگوئی میں یہ اشارہ تھا کہ امام مہدی کے دور میں جہاد کی شرائط پوری نہیں ہونگی اور وہ زمانہ دلائل و براہین اور قلمی جہاد کا زمانہ ہوگا۔ لہٰذا اسی لئے اللہ تعالیٰ نے اس زمانہ میں اس قسم کے غلط عقائد کی اصلاح کے لئے حضرت مرزا غلام احمد قادیانی علیہ السلام کو امام مہدی بنا کر بھیجا اور انہوں نے اعلان فرمایا کہ

اب چھوڑ دو جہاد کا اے دوستو خیال
دیں کیلئے حرام ہے اب جنگ اور قتال
کیوں بھولتے ہو تم یضع الحرب کی خبر
کیا یہ نہیں بخاری میں دیکھو تو کھول کر
فرما چکا ہے سید کونین مصطفیٰ
عیسیٰ مسیح جنگوں کا کر دے گا التوا
یہ حکم سن کر بھی جو لڑائی کو جائے گا
وہ کافروں سے سخت ہزیمت اُٹھائے گا
اک معجزہ کے طور سے یہ پیشگوئی ہے
کافی ہے سوچنے کو اگر اہل کوئی ہے

(تحفہ گولڑویہ، روحانی خزائن، جلد 17، صفحہ 77)

حضرت مسیح موعود علیہ السلام مزید فرماتے ہیں کہ ''آج سے انسانی جہاد جو تلوار سے کیا جاتا تھا خدا کے حکم کے ساتھ بند کیا گیا۔ اب اس کے بعد جو شخص کافر پر تلوار اُٹھاتا ہے اور اپنا نام غازی رکھتا ہے وہ اس رسول کریم ﷺ کی نافرمانی کرتا ہے جس نے آج سے تیرہ سو برس پہلے فرمادیا ہے کہ مسیح موعود کے آنے پر تمام تلوار کے جہاد ختم ہوجائیں گے سو اب میرے ظہور کے بعد تلوار کا کوئی جہاد نہیں ہماری طرف سے امان اور صلحکاری کا سفید جھنڈا بلند کیا گیا ہے۔'' (خطبہ الہامیہ، روحانی خزائن، جلد 16، صفحہ 28)

اللہ تعالیٰ ہم سب کو جہاد کے حقیقی مفہوم کو سمجھتے ہوئے اس پر عمل کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین!

......☆......☆......☆......

کیوں عجب کرتے ہو گر میں آ گیا ہو کر مسیح

پاکیزہ منظوم کلام حضرت اقدس مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام

کیوں عجب کرتے ہو گر میں آ گیا ہو کر مسیح
خود مسیحائی کا دم بھرتی ہے یہ بادِ بہار
آسماں پر دعوتِ حق کیلئے اِک جوش ہے
ہو رہا ہے نیک طبعوں پر فرشتوں کا اُتار
آرہا ہے اس طرف احرارِ یورپ کا مزاج
نبض پھر چلنے لگی مُردوں کی ناگہ زندہ وار
کہتے ہیں تثلیث کو اب اہلِ دانش الوداع
پھر ہوئے ہیں چشمۂ توحید پر از جاں نثار
باغ میں ملت کے ہے کوئی گل رعنا کِھلا
آئی ہے بادِ صبا گلزار سے مستانہ وار
آرہی ہے اب تو خوشبو میرے یوسف کی مجھے
گو کہو دیوانہ میں کرتا ہوں اُس کا انتظار
اِسۡمَعُوۡا صَوۡتَ السَّمَاء جَاءَ الۡمَسِیۡح جَاءَ الۡمَسِیۡح
نیز بشنو از زمیں آمد امامِ کامگار
آسماں بارد نشاں الوقت مے گوید زمیں
ایں دو شاہد از پئے من نعرہ زن چوں بیقرار
اب اِسی گلشن میں لوگو راحت و آرام ہے
وقت ہے جلد آؤ اے آوارگانِ دشتِ خار
اِک زماں کے بعد اب آئی ہے یہ ٹھنڈی ہوا
پھر خدا جانے کہ کب آویں یہ دن اور یہ بہار
میں کبھی آدم کبھی موسیٰ کبھی یعقوب ہوں
نیز ابراہیم ہوں نسلیں ہیں میری بے شمار
اِک شجر ہوں جس کو داؤدی صفت کے پھل لگے
میں ہوا داؤد اور جالوت ہے میرا شکار
پر مسیحا بن کے میں بھی دیکھتا روئے صلیب
گر نہ ہوتا نام احمد جس پہ میرا سب مدار

ارشاد حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام

''خوب یاد رکھنا چاہئے کہ خداتعالیٰ کی بعض باتوں کو نہ ماننا اس کی سب باتوں کو ہی چھوڑنا ہوتا ہے۔'' (ملفوظات، جلد 3، صفحہ 68)

ارشاد حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام

''دعا، صدقہ اور خیرات سے عذاب کا ٹلنا ایک ایسی ثابت شدہ صداقت ہے جس پر ایک لاکھ چوبیس ہزار نبی کا اتفاق ہے۔'' (ملفوظات، جلد 3، صفحہ 25)

انگریزی حکومت سے جہاد بالسّیف نہ کرنے کی وجوہات

(حضرت مولانا جلال الدین صاحب شمس رضی اللہ عنہ)

حضرت مولانا جلال الدین صاحب شمس رضی اللہ عنہ کا یہ معرکتہ الآراء مضمون روحانی خزائن جلد نمبر 17 سے لیا گیا ہے۔ یہ مضمون آپ نے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی کتاب ’’گورنمنٹ انگریزی اور جہاد‘‘ کے تعارف میں تحریر فرمایا ہے۔ آپ نے متعدد علماء کے حوالوں سے یہ ثابت کیا ہے کہ انہوں نے بھی حضرت مسیح موعود و مہدی معہود علیہ السلام کے مؤقف کی تائید میں انگریزی حکومت سے جہاد بالسیف کی ممانعت کا فتویٰ دیا ہے۔ نیز جہاد کے اور بھی مختلف پہلوؤں پر اس مضمون میں آپؓ نے روشنی ڈالی ہے، جو قارئین بدر کے ازدیادِ علم کیلئے پیش ہے۔ (ادارہ)

یہ رسالہ 22 رمئی 1900ء کو شائع ہوا۔

اس رسالہ میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے حقیقتِ جہاد اور اس کی فلاسفی بیان فرمائی اور قرآن و حدیث اور تاریخ سے جہاد پر روشنی ڈالتے ہوئے بتایا ہے کہ اوائلِ اسلام میں مسلمانوں کو بحالت مجبوری جو جنگیں کرنی پڑیں وہ محض وقتی اور مدافعانہ اور مذہبی آزادی قائم کرنے کے لئے تھیں۔ ورنہ اسلام سے بڑھ کر صلح و آشتی اور امن و سلامتی کا علمبردار کوئی اور مذہب نہیں ہے۔ حضرت اقدسؑ نے اپنی متعدد تالیفات میں جہاد کے مسئلہ پر روشنی ڈالی ہے اور اس کی وجہ یہ ہے کہ آپ کا مشن ادیانِ عالم پر دلائل و براہین کی رُو سے اتمامِ حجت اور اسلام کا غلبہ ثابت کرنا تھا۔ اور مغربی فلاسفروں اور مستشرقین علماء کا سب سے بڑا اعتراض اسلام پر یہ تھا کہ اسلام تلوار کے زور سے پھیلا ہے اور وہ مذہب کے معاملہ میں جبر و اکراہ روا رکھتا ہے۔ چنانچہ پادری میلکم میکال لنڈن کے انگریزی رسالہ ’’دی ٹونٹتھ سینچری‘‘ دسمبر 1877ء کے صفحہ 832 میں لکھتا ہے:-

’’قرآن دنیا کو دو حصوں میں تقسیم کرتا ہے۔ دارالاسلام یعنی اسلام کا ملک اور دارالحرب یعنی دشمن کا ملک۔ جو لوگ مسلمان نہیں ہیں وہ سب اسلام کے مخالف ہیں۔ لہٰذا سچے مسلمان کا فرض ہے کہ کفار کے خلاف جنگ کریں یہاں تک کہ وہ یا تو اسلام قبول کرلیں یا قتل ہوجائیں جس کو جہاد یا جنگ مقدس کہتے ہیں۔ جس کا خاتمہ صرف اس صورت میں ہوسکتا ہے کہ یا تو دنیا کے کفار سب کے سب اسلام قبول کرلیں یا اُن کا ہر ایک آدمی مارا جائے۔ پس خلیفۂ اسلام کا مقدس فرض یہ ہے کہ جب موقعہ پیش آئے غیر مسلم دنیا پر جہاد کیا جائے۔‘‘

(ترجمہ از انگریزی)

سرولیم میور ’’Life of Muhammad‘‘ صفحہ 533، مطبوعہ لنڈن 1887ء میں لکھتے ہیں کہ مدینہ پہنچ کر طاقت حاصل کر لینے کے بعد

"Intolerance quickly took the place of freedom, force of Persuasion .... Slay the unbelievers wheresoever ye find them; was now the watchword of Islam."

یعنی ’’مذہبی مزاحمت نے آزادی کی جگہ اور زبردستی نے ترغیب کی جگہ لے لی اور اسلام کا امتیازی نشان اب یہ کلمہ ہوگیا کہ جہاں پاؤ کافروں کو قتل کرو۔‘‘

اور میجر آسبرن اپنی کتاب ’’Islam under the Arab Role‘‘ میں جہاد کے زیرعنوان لکھتا ہے: ’’جب آپ کو تکلیفیں دی جاتی تھیں اس وقت جو اصول آپ نے تجویز کئے تھے اُن میں سے ایک یہ بھی تھا کہ مذہب میں کوئی زبردستی نہیں ہونی چاہئے ...... مگر کامیابی کے نشہ نے آپ کے بہتر خیالات کی آواز کو بہت عرصہ پہلے ہی خاموش کرا دیا تھا۔ انہوں نے جنگ کا ایک عام فرمان جاری کردیا تھا (جس کا نتیجہ یہ تھا) کہ اہل عرب نے ایک ہاتھ میں قرآن اور دوسرے ہاتھ میں تلوار لے کر جلتے ہوئے شہروں کے شعلوں اور تباہ و برباد شدہ خاندانوں کی چیخ و پکار کے درمیان اپنے دین کی اشاعت کی۔‘‘ (ترجمہ انگریزی)

(’’اسلام انڈر دی عرب رول‘‘ مطبوعہ لانگ مین گرین اینڈ کمپنی لنڈن، صفحہ 46)

چونکہ مغرب نے مسئلہ جہاد کی حقیقت نہ سمجھنے کی وجہ سے اسلام کی صورت سخت بھیانک رنگ میں پیش کی تھی اس لئے حضرت اقدسؑ نے اپنی متعدد تالیفات میں مسئلہ جہاد پر بحث کی اور اس کی حقیقت ظاہر فرمائی۔ علاوہ ازیں کئی ایک دوسری وجوہ اس مسئلہ پر بار بار لکھنے کی یہ ہوئیں:

(1) آپ کا دعویٰ مسیح موعود اور مہدی معہود ہونے کا تھا اور مسلمانوں کا یہ خیال تھا کہ جب مسیح موعود اور مہدی ظاہر ہوں گے تو وہ کافروں سے جنگ کریں گے اور بزور شمشیر اسلام کی اشاعت کریں گے۔ چنانچہ امام نووی حدیث یضع الجزیۃ کی شرح کرتے ہوئے لکھتے ہیں: ’’واَمّا قوله صلی اللہ علیه وسلم یضع الجزیة و الصواب فی معناه انه لا یقبلها و لایقبلها من الکفار الّا الاسلام، و من بذل منهم الجزیة لم یکف عنه بها بل لایقبل الّا الاسلام او القتل هٰکذا قال الامام ابو سلیمان الخطابی وغیره من العلماء‘‘

(شرح النووی مع صحیح مسلم، جلد اوّل، صفحہ 87، مطبوعہ اصح المطابع دہلی)

’’یعنی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ فرمان کہ حضرت عیسیٰؑ جزیہ کو موقوف کردیں گے اس کا صحیح مفہوم یہی ہے کہ وہ جزیہ قبول نہیں کریں گے اور کفار سے صرف ان کا اسلام لانا قبول کریں گے اور اُن میں سے اپنے آپ کو جو جزیہ دے کر چھڑانا چاہے گا تو وہ اس سے قبول نہ کیا جائے گا بلکہ مسیح علیہ السلام ان کے صرف اسلام لانے کو ہی قبول کریں گے اور اگر کوئی اسلام نہ لائے گا تو اُسے قتل کردیں گے۔ امام ابوسلیمان الخطابی وغیرہ علماء نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے فرمان یضع الجزیة کا یہی مفہوم بیان کیا ہے۔‘‘

(نیز دیکھو فتح الباری شرح صحیح بخاری لابن حجر العسقلانی، جلد 2، صفحہ 315)

اسی طرح نواب مولوی صدیق حسن خان بھوپالی اپنی کتاب ’’حجج الکرامة‘‘ صفحہ 374 مطبوعہ مطبع شاہجہانی واقع بلدہ بھوپال اور ان کے صاحبزادے نواب مولوی نورالحسن خان صاحب اپنی کتاب ’’اقتراب الساعة‘‘ میں مہدی معہود کی جنگوں کے متعلق لکھتے ہیں:

’’سارے بادشاہ روئے زمین کے داخل اطاعت ہوجائیں گے۔ مہدی اپنا ایک لشکر طرف ہندوستان کے روانہ کریں گے۔ یہاں کے بادشاہ طوق بگردن ہوکر اُن کے پاس حاضر کئے جائیں گے۔ سارے خزانے ہند کے بیت المقدس بھیج دیئے جائیں گے۔ وہ سب خزائن حلیۂ بیت المقدس ہوں گے۔ کئی برس تک مہدی اس حال میں رہیں گے۔‘‘

(اقتراب الساعة، صفحہ 80 مطبوعہ 1309ھ، مطبع سعید المطابع بنارس)

پس انگریزی گورنمنٹ ایک تو مسلمانوں کے اس عقیدہ کے مطابق کہ مسیح موعود اور مہدی بزور شمشیر کافروں کو مسلمان بنائیں گے یا انہیں قتل کردیں گے، حضرت بانیٔ جماعت احمدیہ کو ان کے دعوئ مسیحیت اور مہدویت کی وجہ سے مشکوک نگاہوں سے دیکھتی تھی۔

(2) دوسرے اس وجہ سے کہ آپ کے دعوئ مہدویت سے چندسال پہلے مہدی سوڈانی نے (1871ء-1882ء) میں مہدی ہونے کا دعویٰ کیا اور سوڈان میں جہاد کا اعلان کرکے انگریزوں سے جو جنگ و قتال کا ہنگامہ برپا کیا تھا اور آخر 1882ء میں شکست کھائی تھی انگریز اسے بھولے نہیں تھے۔ اس لئے مہدی کا دعویٰ کرنے والے کو گورنمنٹ انگریزی اچھی نظر سے نہیں دیکھ سکتی تھی اور نہ ایسے وجود کو برداشت کرسکتی تھی۔

(3) تیسرے یہ کہ بعض علماء آپ کے خلاف حکومت کے پاس یہ ریشہ دوانیاں کر رہے تھے اور حکومت کو مہدی سوڈانی کا زمانہ یاد دلا کر آپ کے خلاف اُکسا رہے تھے۔ چنانچہ مولوی محمد حسین بٹالوی کا تو یہ پیشہ ہو چکا تھا۔ وہ اپنے رسالہ ’’اشاعة السنه‘‘ میں لکھتے ہیں: ’’گورنمنٹ کو اس کا اعتبار کرنا مناسب نہیں اور اس سے پُرحذر رہنا ضروری ہے ورنہ اس مہدئ قادیانی سے اس قدر نقصان پہنچنے کا احتمال ہے جو مہدی سوڈانی سے نہیں پہنچا۔‘‘ (اشاعة السنہ، جلد 16 نمبر 6 حاشیہ صفحہ 168، 1893ء)

(4) چوتھے پادری صاحبان جو مسیح موعود علیہ السلام کا از روئے دلائل مقابلہ کرنے سے عاجز آچکے تھے وہ اپنی شکست کا آپ سے انتقام لینا اسی صورت میں آسان خیال کرتے تھے کہ گورنمنٹ انگریزی کو جو ان کی ہم مذہب تھی آپ سے بدظن کرکے آپ کو قید کراویں یا آپ پر پابندی عائد کرا کے تبلیغ اسلام سے باز رکھیں چنانچہ پادری ہنری مارٹن کلارک نے اُس مقدمہ اقدام قتل میں جو آپ کے خلاف پادریوں کی سازش سے کھڑا کیا گیا

تھا یہ حلفی بیان دیا تھا کہ:

’’مرزا صاحب کی نسبت میری ذاتی رائے یہ ہے کہ وہ ایک خراب فتنہ انگیز اور خطرناک آدمی ہے اچھا نہیں ہے۔‘‘

(روحانی خزائن جلد 13، صفحہ 200)

پادری ہنری مارٹن کلارک انگریزی حکام کے ساتھ کھلے بندوں ملتا اور اُن کے ساتھ کھاتا پیتا، اٹھتا بیٹھتا تھا گورنمنٹ انگریزی کے حکّام کے کان آپ کے خلاف بھرتا رہتا تھا اور اسی طرح دوسرے پادری عماد الدین وغیرہ بھی اپنی تحریروں میں بھی آپ پر اس قسم کے الزام لگاتے تھے۔

(5) پانچویں آپ کے دعویٰ کا زمانہ وہ تھا جبکہ 1857ء کی بغاوت پر تھوڑا ہی عرصہ گزرا تھا۔ بغاوت میں گو ہندوؤں اور مسلمانوں نے حصہ لیا تھا۔ لیکن ہندوؤں نے یہ کہہ کر کہ اصل میں مسلمانوں نے اپنی حکومت دوبارہ قائم کرنے کیلئے یہ سب فتنہ کھڑا کیا ہے اپنے آپ کو علیحدہ کر لیا اور حضرت اقدس بانیٔ جماعت احمدیہ جنہوں نے خدا کے حکم سے مہدی ہونے کا دعویٰ کیا تھا۔ جسکے معنے انگریزوں کی نظر میں سوائے بغاوت کے اَور کچھ نہ تھے۔ دوسرے یہ کہ آپ مغل خاندان سے تھے اور اس شجرہ نسب کی ایک شاخ تھے جن کی سلطنت کا خاتمہ 1857ء میں انگریزوں کے ہاتھوں سے ہوا تھا۔ اس لئے آپ کے متعلق انگریزوں کا خیال کرنا کہ آپ نے مہدی ہونے کا دعویٰ اس لئے کیا ہے کہ تا اپنے خاندان کی کھوئی ہوئی عظمت اور سلطنت کو واپس لیں مستبعد امر نہیں تھا۔ خصوصاً جبکہ مولوی اور پادری بھی گورنمنٹ کو آپ کے خلاف بھڑکانے میں شب و روز مصروف تھے اور خفیہ رپورٹوں کے ذریعہ گورنمنٹ کو آپ سے بدظن کرانے کیلئے کوششیں کرتے رہتے تھے۔ انہی وجوہ کی بنا پر حضرت اقدسؑ کو بِکَرّاتٍ وَ مَرّاتٍ اپنی تالیفات میں جہاد کے متعلق مسلمانوں کے غلط نظریہ کی تردید کرنے اور جہاد کی حقیقت بیان کرنے اور گورنمنٹ کی نسبت اپنے رویہ کی وضاحت کرنے کیلئے اس خاص رسالہ کے لکھنے کی ضرورت پیش آئی۔ 1857ء کی بغاوت میں آپ کے خاندان نے جو گورنمنٹ کی خدمت کی تھی اس کا بار بار ذکر کرنے کی بھی یہی وجہ تھی اور یہ بتانا مقصود تھا کہ اگر دعویٰ مہدویت سے آپ کا مقصد اپنے خاندان کی کھوئی ہوئی ریاست کا واپس لینا ہوتا تو آپ کا خاندان اس وقت جبکہ انگریزوں کو اپنی جان کے لالے پڑے ہوئے تھے اُن کی مدد کیوں کرتا۔

انگریزی حکومت سے جہاد بالسیف نہ کرنے کی وجہ

آپ نے انگریزوں سے جہاد بالسیف کو ناجائز اس لئے قرار دیا کہ شریعت اسلامی کی رُو سے ایسی گورنمنٹ سے جو امن و انصاف قائم کرتی اور کامل مذہبی آزادی دیتی اور مسلمانوں کے مال و جان کی حفاظت کرتی ہو، جہاد بالسیف کرنا جائز نہیں ہے۔ چنانچہ آپ گورنمنٹ انگریزی کی خوشامد کرنے کا الزام دینے والوں کو مخاطب کرتے ہوئے فرماتے ہیں: ’’اے نادانو! مَیں اس گورنمنٹ کی کوئی خوشامد نہیں کرتا بلکہ اصل بات یہ ہے کہ ایسی گورنمنٹ سے جو دین اسلام اور دینی رسوم پر کچھ دست اندازی نہیں کرتی اور نہ اپنے دین کو ترقی دینے کیلئے ہم پر تلواریں چلاتی ہے۔ قرآن شریف کی رُو سے جنگ مذہبی کرنا حرام ہے۔ کیونکہ وہ بھی کوئی مذہبی جہاد نہیں کرتی۔‘‘ (کشتی نوح ، روحانی خزائن جلد نمبر 19 ، صفحہ 75 حاشیہ صفحہ 69)

اور فرماتے ہیں: ’’جس حالت میں شریعت اسلام کا یہ واضح مسئلہ ہے جس پر تمام مسلمانوں کا اتفاق ہے کہ ایسی سلطنت سے لڑائی اور جہاد کرنا جسکے زیر سایہ مسلمان لوگ امن اور عافیت اور آزادی سے زندگی بسر کرتے ہوں اور جسکے عطیات سے ممنون منت اور مرہون احسان ہوں اور جسکی مبارک سلطنت حقیقت میں نیکی اور ہدایت پھیلانے کیلئے کامل مددگار ہو قطعی حرام ہے۔‘‘

(مجموعہ اشتہارات جلد اول صفحہ 66)

اور یہی مذہب حضرت سید احمد بریلوی رحمۃ اللہ علیہ مجدّد تیرھویں صدی کا تھا۔ مولانا محمد جعفر تھانیسری (مولانا محمد جعفر تھانیسری کے متعلق مولانا محمد علی جالندھری لکھتے ہیں کہ ہندوستان کی تاریخ میں اور سیاست میں کونسا طالب علم ہے جو کہ مولانا جعفر تھانیسری۔ مولانا فضل حق خیر آبادی کے نام اور آزادیٔ وطن کیلئے مساعی سے آشنا نہیں، آزاد 17/ اپریل 1950ء) مؤلف سوانح احمدی لکھتے ہیں کہ ایک سائل نے یہ سوال کیا کہ آپ انگریزوں سے جو دین اسلام کے منکر اور اس ملک کے حاکم ہیں جہاد کر کے ملک ہندوستان کیوں نہیں لے لیتے؟ آپ نے فرمایا: ’’سرکار انگریزی گو منکر اسلام ہے مگر مسلمانوں پر ظلم اور تعدّی نہیں کرتی اور نہ ان کو فرض مذہبی اور عبادت لازمی سے روکتی ہے۔ ہم ان کے ملک میں علانیہ وعظ کہتے ہیں اور ترویج مذہب کرتے ہیں وہ کبھی مانع اور مزاحم نہیں ہوتی ...... ہمارا اصل کام اشاعتِ توحید الٰہی اور احیائے سُنَنِ سیّد المرسلینؐ ہے۔ سو وہ بلا روک ٹوک اس ملک میں ہم کرتے ہیں۔ پھر ہم سرکار انگریزی پر کس سبب سے جہاد کریں اور خلاف اصولِ اسلام طرفین کا خون بلا سبب گراویں۔ یہ جواب باصواب سن کر سائل خاموش ہو گیا اور اصل غرض جہاد کی سمجھ گیا۔‘‘

(سوانح احمدی کلاں صفحہ 71)

اور صفحہ 139 میں لکھتے ہیں: ’’سیّد صاحب کا سرکار انگریزی سے جہاد کرنے کا ہرگز ارادہ نہیں تھا۔ وہ اس آزاد عملداری کو اپنی عملداری سمجھتے تھے۔‘‘

اِسی طرح آپ کے دستِ راست شاگردِ رشید حضرت مولانا محمد اسماعیل شہیدؒ سے اثنائے قیامِ کلکتہ جب کہ آپ وعظ فرما رہے تھے۔ یہ سوال کیا گیا کہ سرکار انگریزی پر جہاد کرنا درست ہے یا نہیں؟ تو آپ نے اسکے جواب میں فرمایا کہ: ’’ایسی بے رُو ریا اور غیر متعصب سرکار پر کسی طرح بھی جہاد کرنا درست نہیں ہے۔‘‘ (سوانح احمدی کلاں صفحہ 57)

اور سرسید احمد خان مرحوم نے اپنی تالیف ’’رسالہ بغاوت ہند‘‘ میں بدلائل ثابت کیا ہے کہ بغاوت 1857ء جہاد نہ تھی اور نہ مسلمان انگریزی گورنمنٹ سے جہاد کرنے کے شرعاً مجاز تھے۔

اِسی طرح مولوی محمد حسین بٹالوی نے ایک رسالہ ’’الاقتصاد فی مسائل الجہاد‘‘ 1876ء میں تصنیف کیا اور علمائے اسلام کی رائے حاصل کرنے کیلئے انہوں نے لاہور سے لے کر عظیم آباد اور پٹنہ تک سفر کیا اور مختلف فرقہائے اسلام کے اکابر علماء کو یہ رسالہ حرف بحرف سُنا کر ان کا توافق رائے حاصل کیا۔ اس میں آپ دلائل ذکر کر کے لکھتے ہیں:

’’ان دلائل سے صاف ثابت ہوتا ہے کہ ملک ہندوستان باوجودیکہ عیسائی سلطنت کے قبضہ میں ہے دار الاسلام ہے۔ اس پر کسی بادشاہ کو عرب کا ہو خواہ عجم کا۔ مہدی سوڈانی ہو یا حضرت سلطان شاہ ایرانی، خواہ امیر خراسان ہو مذہبی لڑائی و چڑھائی کرنا ہرگز جائز نہیں۔‘‘

(الاقتصاد صفحہ 16)

اور لکھتے ہیں: ’’اہل اسلام کو ہندوستان کیلئے گورنمنٹ انگریزی کی مخالفت و بغاوت حرام ہے۔‘‘ (اشاعۃ السنہ جلد 6 نمبر 10 صفحہ 187)

اور لکھتے ہیں: ’’اس امن و آزادیٔ عام و حسن انتظام برٹش گورنمنٹ کی نظر سے اہل حدیثِ ہند اس سلطنت کو از بس غنیمت سمجھتے ہیں اور اس سلطنت کی رعایا ہونے کو اسلامی سلطنتوں کی رعایا ہونے سے بہتر جانتے ہیں۔ اور جہاں کہیں وہ رہیں اور جائیں (عرب میں خواہ روم میں خواہ اَور کہیں) کسی اور ریاست کا محکوم و رعایا ہونا نہیں چاہتے۔‘‘

(اشاعۃ السنہ نمبر 10 جلد 6 صفحہ 293)

یہی مذہب نواب مولوی محمد صدیق حسن خان آف بھوپال اور مولوی نذیر حسین محدث دہلوی کا تھا اور یہی فتویٰ مولوی رشید احمد گنگوہی اور مولوی اشرف علی تھانوی وغیرہ نے دیا اور یہی مذہب مولوی عبد العزیز اور مولوی محمد مفتی لدھیانہ کا تھا کہ ’’انگریزی گورنمنٹ کی مخالفت مسلمانوں کیلئے شرعاً حرام ہے۔‘‘ (دیکھو ’’نصرۃ الابرار‘‘ مؤلفہ مولوی محمد مفتی لدھیانہ 1306 ہجری)

اور مولانا ظفر علی خان مدیر اخبار ’’زمیندار‘‘ بھی ہندوستان کو دار الاسلام قرار دیتے ہوئے لکھتے ہیں: ’’زمیندار اور اسکے ناظرین گورنمنٹ برطانیہ کو سایۂ خدا سمجھتے ہیں اور اسکی عنایاتِ شاہانہ اور انصاف خسروانہ کو اپنی دلی ارادت و قلبی عقیدت کا کفیل سمجھتے ہوئے اپنے بادشاہ عالم پناہ کی پیشانی کے ایک ایک قطرے کی بجائے اپنے جسم کا خون بہانے کیلئے تیار ہیں اور یہی حالت ہندوستان کے تمام مسلمانوں کی ہے۔‘‘ (زمیندار 9 نومبر 1911ء)

اور لکھتے ہیں: ’’مسلمان ایک لمحہ کیلئے ایسی حکومت سے بدظن ہونے کا خیال نہیں کر سکتے۔ اگر کوئی بدبخت مسلمان گورنمنٹ سے سرکشی کی جراُت کرے تو ہم ڈنکے کی چوٹ کہتے ہیں کہ وہ مسلمان مسلمان نہیں۔‘‘

(زمیندار 11 نومبر 1911ء)

اِسی طرح علامہ السید الحائری مجتہد العصر (شیعی لیڈر) گورنمنٹ برطانیہ کا شکریہ ادا کرتے ہوئے فرماتے ہیں: ’’ہم کو ایسی سلطنت کے زیر سایہ ہونے کا فخر حاصل ہے جس کی حکومت میں انصاف پسندی اور مذہبی آزادی قانون قرار پا چکی ہے جس کی نظیر اور مثال دنیا کی کسی اور سلطنت میں نہیں مل سکتی غور کرو کہ تم اسلام کی تبلیغ اور اشاعت کیلئے کیونکر بے خوف و خطر پوری آزادی کے ساتھ آج سرِ میدان تقریریں اور وعظ کر رہے ہو۔ اور کس طرح ہر قسم کے سامان اس مبارک عہد مسعود میں ہمیں میسّر آئے ہیں جو پہلے کسی حکومت میں موجود نہ تھے۔ گزشتہ غیر مسلم سلطنتوں کے عہد میں یہ حالت تھی کہ مسلمان اپنی مسجدوں میں اذان تک نہ کہہ سکتے تھے اَور باتوں کا تو ذکر ہی

کیا ہے۔ حلال چیزوں کے کھانے سے روکا جاتا تھا۔کوئی باقاعدہ تحقیقات ہوتی ہی نہ تھی ...... اس لئے مَیں کہتا ہوں کہ ہر شیعہ کو اس احسان کے عوض میں (جو آزادئ مذہب کی صورت میں انہیں حاصل ہے) صمیم قلب سے برٹش حکومت کا رہین احسان اور شکر گذار ہونا چاہئے اور اس کیلئے شرع بھی اُن کو مانع نہیں ہے۔ کیونکہ پیغمبر اسلام علیہ و آلہ السلام نے نوشیروان عادل کے عہد سلطنت میں ہونے کا ذکر مدح وفخر کے رنگ میں بیان فرمایا ہے۔‘‘

(موعظہ تحریف قرآن بابت ماہ اپریل 1923ء صفحہ 67-68 شائع کردہ ینگ مین سوسائٹی خواجگان نارووال لاہور)

اِسی طرح شمس العلماء مولانا نذیر احمد دہلوی نے اپنے لیکچر میں جو 5/اکتوبر 1888ء کو ٹاؤن ہال دہلی میں دیا گورنمنٹ انگریزی کے متعلق فرمایا: ’’کیا گورنمنٹ جابر اور سخت گیر ہے؟ توبہ توبہ ماں باپ سے بڑھ کر شفیق۔‘‘

(مولانا مولوی حافظ نذیر احمد دہلوی کے لیکچروں کا مجموعہ بار اول 1890ء صفحہ 9)

اور فرمایا: ’’جو آسائش ہم کو انگریزی عملداری میں میسر ہے کسی دوسری قوم میں اس کے مہیا کرنے کی صلاحیت نہیں۔‘‘

(ایضاً صفحہ 26)

اور آنریبل ڈاکٹر سر سید احمد خان بہادر مسلمانوں سے خطاب کرتے ہوئے انگریزی گورنمنٹ سے متعلق فرماتے ہیں: ’’بادشاہ عادل کا کسی رعیت پر مستولی ہونا درحقیقت خدا تعالیٰ کی اپنے بندوں پر رحمت ہے اور بلاشبہ تمام رعیت اس عادل بادشاہ کی احسان مند ہے۔ پس ہم رعایائے ہندوستان جو ملکۂ معظّمہ وکٹوریہ دام سلطنتہا ملکۂ ہند و انگلینڈ کی رعیت ہیں اور جو ہم پر عدل و انصاف کے ساتھ بغیر قومی و مذہبی طرفداری کے حکومت کرتی ہے سرتاپا احسان مند ہیں اور ہم کو یہ ہمارے پاک اور روشن مذہب کی تعلیم ہے۔ ہم کو اس کی احسان مندی کا ماننا اور شکر بجا لانا واجب ہے۔‘‘ (مجموعہ لیکچر ہائے آنریبل ڈاکٹر سر سید احمد خان بہادر ہلالی پریس ساڈھورہ دسمبر 1892ء صفحہ 15)

اور 10/مئی 1886ء کو بمقام علیگڑھ تقریر میں گورنمنٹ انگریزی سے اپنی خیر خواہی کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا: ’’میری نصیحت یہ ہے کہ گورنمنٹ کی جانب سے اپنا دل صاف رکھو اور نیک دلی سے پیش آؤ اور سب طرح پر گورنمنٹ پر اعتبار رکھو۔‘‘ (مجموعہ لیکچر ہائے آنریبل ڈاکٹر سر سید احمد خان بہادر ہلالی پریس ساڈھورہ دسمبر 1892ء صفحہ 239)

پس جو نظریہ گورنمنٹ انگریزی سے جہاد کے متعلق حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے بیان فرمایا تمام جید علماء اسی نظریہ کے مؤیّد تھے۔ مندرجہ بالا اقوال کے علاوہ جو مسلّم سیاسی اور مذہبی مسلم رہنماؤں کے ہیں ایک غیر از جماعت شخص (ملک محمد جعفر خان ایڈووکیٹ) کا بیان پیش کرنا بھی غیر مناسب نہ ہوگا۔ ملک صاحب لکھتے ہیں: ’’مرزا صاحب کے زمانے میں ان کے مشہور مقتدر مخالفین مثلاً مولوی محمد حسین بٹالوی، پیر مہر علی شاہ گولڑوی، مولوی ثناء اللہ صاحب اور سر سید احمد خان سب انگریزوں کے ایسے ہی وفادار تھے جیسے مرزا صاحب۔ یہی وجہ ہے کہ اس زمانے میں جو لٹریچر مرزا صاحب کے ردّ میں لکھا گیا اُس میں اس امر کا کوئی ذکر نہیں ملتا کہ مرزا صاحب نے اپنی تعلیمات میں غلامی پر رضا مند رہنے کی تلقین کی ہے۔‘‘ (احمدیہ تحریک صفحہ 243 شائع کردہ سندھ ساگر اکاڈیمی لاہور)

خلاصہ کلام یہ کہ آپ کا حکومت برطانیہ کی تعریف کرنا اور اسکے ساتھ وفاداری کا اظہار دراصل ایک اصول کے ماتحت تھا وہ یہ کہ:

(ا) اس حکومت نے پنجاب کے مسلمانوں کو سکھ حکومت کے مظالم سے نجات دلائی (ب) اس نے ملک میں امن قائم کیا (ج) اس نے ملک میں کامل آزادی عطا کی۔

جہاد یعنی قتال بالسیف کی ممانعت کی ایک اور وجہ

پھر آپؑ نے ممانعت جہاد بالسیف کا ذکر کرتے ہوئے اس امر کی بھی تصریح کی کہ اس ملک اور اس زمانہ میں اس لئے جہاد یعنی قتال بالسیف ممنوع ہے کہ شرائط جہاد نہیں پائی جاتیں۔ چنانچہ آپؑ اپنی تالیف حقیقۃ المہدی میں فرماتے ہیں: ’’فرفعت ھٰذہ السنّۃ برفع اسبابھا فی ھٰذہ الایّام‘‘ یعنی تلوار کے ساتھ جہاد کے شرائط پائے نہ جانے کے باعث موجودہ ایّام میں تلوار کا جہاد نہیں رہا۔

اور فرمایا: ’’وامرنا ان نعد للکافرین کما یعدون لنا ولا نرفع الحسام قبل ان نقتل بالحسام‘‘ (حقیقۃ المہدی، روحانی خزائن جلد 14 صفحہ 454) اور ہمیں یہی حکم ہے کہ ہم کافروں کے مقابل میں اُسی قسم کی تیاری کریں جیسی وہ ہمارے مقابلہ کیلئے کرتے ہیں یا یہ کہ ہم کافروں سے ویسا ہی سلوک کریں جیسا وہ ہم سے کرتے ہیں۔ اور جب تک وہ ہم پر تلوار نہ اٹھائیں اس وقت تک ہم بھی اُن پر تلوار نہ اُٹھائیں۔

اور فرمایا: ’’وَلَاشَكَّ اَنَّ وُجُوْهَ الْجِهَادِ مَعْدُوْمَةٌ فِي هٰذَا الزَّمَنِ وَ هٰذِهِ الْبِلَادِ‘‘ (تحفہ گولڑویہ، روحانی خزائن جلد 17 صفحہ 82)

اور اس میں شک نہیں کہ جہاد کی وجوہ یا شرائط اس زمانہ اور ان شہروں میں نہیں پائی جاتیں۔ یہی بات نواب مولوی صدیق حسن خان نے ’’ترجمان وہابیہ‘‘ صفحہ 20 میں لکھی ہے: ’’جہاد بغیر شرائطِ شرعیہ کے اور بغیر وجود امام کے ہرگز جائز نہیں۔‘‘

اور مولوی ظفر علی خان لکھتے ہیں: ’’اسلام نے جب کبھی جہاد کی اجازت دی ہے۔ مخصوص حالات میں دی ہے۔ جہاد ملک گیری کی ہوس کا ذریعہ تکمیل نہیں ہے ...... اس کیلئے امارت شرط ہے۔ اسلامی حکومت کا نظام شرط ہے۔ دشمنوں کی پیش قدمی اور ابتداء شرط ہے۔‘‘

(زمیندار 14/جون 1926ء)

اور مولوی محمد حسین بٹالوی لکھتے ہیں: ’’ایک بڑی بھاری شرط شرعی جہاد کی یہ ہے کہ مسلمانوں میں امام و خلیفۂ وقت موجود ہو...... مسلمانوں میں ایسی جمعیت حاصل جماعت موجود ہو جس میں ان کو کسرِ شوکتِ اسلام کا خوف نہ ہو فتح و غلبۂ اسلام کا ظن غالب ہو۔‘‘

(الاقتصاد فی مسائل الجہاد صفحہ 31)

اور لکھتے ہیں: ’’اِس زمانہ میں شرعی جہاد کی کوئی صورت نہیں ہے کیونکہ اس وقت نہ کوئی مسلمانوں کا امام موصوف بصفات و شرائط امامت موجود ہے اور نہ انکو ایسی شوکتِ جمعیت حاصل ہے جس سے وہ اپنے مخالفوں پر فتحیاب ہونے کی امید کرسکیں۔‘‘ (الاقتصاد صفحہ 42)

اور خواجہ حسن نظامی دہلوی لکھتے ہیں: ’’جہاد کا مسئلہ ہمارے ہاں بچّے بچّے کو معلوم ہے۔ وہ جانتے ہیں کہ جب کفار مذہبی امور میں حارج ہوں اور امام عادل جس کے پاس حرب و ضرب کا پورا سامان ہو لڑائی کا فتویٰ دے تو جنگ ہر مسلمان پر لازم ہو جاتی ہے۔ مگر انگریز نہ ہمارے مذہبی امور میں دخل دیتے ہیں۔ نہ اور کسی کام میں ایسی زیادتی کرتے ہیں جس کو ظلم سے تعبیر کرسکیں۔ نہ ہمارے پاس سامانِ حرب ہے۔ ایسی صورت میں ہم ہرگز ہرگز کسی کا کہنا نہ مانیں گے۔ اور اپنی جانوں کو ہلاکت میں نہ ڈالیں گے۔‘‘ (رسالہ شیخ سنوسی صفحہ 17 مؤلفہ خواجہ حسن نظامی)

حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے ظہور سے بلکہ آپ کی ولادت سے بھی قبل ایک موقعہ جہاد کا پیدا ہوا اور حضرت سید احمد بریلوی مجدد تیرھویں صدی نے پنجاب کے سکھوں کے خلاف جہاد کا اعلان کیا۔ کیونکہ جیسا کہ مولوی مسعود احمد ندوی لکھتے ہیں: ’’اُس وقت پنجاب میں سکّھا شاہی کا زور تھا۔ مسلمان عورتوں کی عصمت و آبرو محفوظ نہ رہی تھی۔ ان کا خون حلال ہو چکا تھا۔ گائے کی قربانی ممنوع تھی۔ مسجدوں سے اصطبل کا کام لیا جا رہا تھا۔ غرض مظالم کا ایک بے پناہ سیلاب تھا جو پانچ دریاؤں کی مسلم آبادی کو بہائے لئے جا رہا تھا۔ آنکھیں سب کچھ دیکھتی تھیں مگر قوائے عمل مفلوج ہو چکے تھے۔‘‘ (ہندوستان کی پہلی تحریک صفحہ 37)

سید صاحب مرحوم کی شہادت اور اُن کی شکست کی وجہ یہ لکھتے ہیں: ’’اپنی بدنصیبی کا ماتم کن لفظوں میں کیا جائے دل میں ایک ہُوک اٹھتی ہے اور آنکھوں میں خون اُتر آتا ہے۔ جب کبھی ملّانوں کے فتوے اور خوانین سرحد کی غداری یاد آتی ہے ...... جاہل ملّانوں نے مجاہدین کو وہابی کہنا شروع کیا جن کی اصلاح و بہبودی اور امداد و معاونت کیلئے اس بے برگ و نوا سیّد زادے اور اسکے جاں نثاروں نے ہجرت کی مشقتیں گوارا کیں وہ خود جان کے دشمن ہو گئے۔ کھانے میں زہر بھی دیا گیا۔ پشاور فتح ہو چکا تھا مگر سردارانِ پشاور کی غداری کے باعث سیّد صاحب کے مقرر کردہ عمال اور خاص اصحاب کا قتل عام ہوا۔ اور پھر اتنی بددلی ہوئی کہ وہ نواح پشاور کو چھوڑ کر وادئ کاغان سے متصل راج دواری کی وادی کو منتقل ہو گئے ......اور آخر بالاکوٹ میں شہید ہوئے۔‘‘

(ہندوستان کی پہلی تحریک صفحہ 47)

(ان کی جہاد سے غرض پنجاب کے مسلمانوں کو سکھوں کی جابرانہ و مستبدانہ حکومت سے نجات اور مذہبی آزادی دلانا تھا وہ اس رنگ میں پوری ہو گئی کہ سکھوں کی جگہ انگریز پنجاب کے حاکم ہو گئے اور جیسا کہ مولانا محمد جعفر تھانیسری لکھتے ہیں: ’’سید صاحب کا سرکار انگریزی سے جہاد کرنے کا ارادہ ہرگز نہیں تھا وہ اس آزاد عملداری کو اپنی عملداری سمجھتے تھے۔‘‘ سوانح احمدی کلاں، صفحہ 139)

اسی لئے مولوی محمد حسین بٹالوی نے لکھا: ’’بھائیو! اب سیف کا وقت نہیں رہا۔ اب بجائے سیف قلم سے کام لینا ضروری ہوگا۔ مسلمانوں کے ہاتھ میں سیف کا آنا کیونکر ممکن ہے جبکہ ان کا ہاتھ ہی ندارد ہے۔ ایک مسلمان دوسرے مسلمان کا جانی دشمن ہے۔ شیعہ سُنی کو اور سُنی شیعہ کو اہلحدیث اہلِ تقلید کو وعلیٰ ہذا القیاس ہر فرقہ دوسرے فرقہ کو اسی نگاہ سے دیکھ رہا ہے۔‘‘

(اشاعۃ السنہ جلد 6 نمبر 12 صفحہ 365)

پس آپؑ نے شرائط جہاد کی عدم موجودگی کی وجہ سے شریعت اسلامیہ کے مطابق شرعی جہاد بالسیف کو ممنوع قرار دیا تھا۔

تیسری وجہ آپ نے منع جہاد بالسیف کی یہ بیان فرمائی کہ خود آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے مسیح موعود کے متعلق فرمایا ہے کہ وہ ایسے زمانہ میں ظاہر ہوگا جبکہ مذہبی آزادی ہوگی اور مذہب کیلئے جنگ اور لڑائی کی ضرورت نہ ہوگی۔ چنانچہ حضور اسی رسالہ ''گورنمنٹ انگریزی اور جہاد'' میں فرماتے ہیں: ''تیرہ سو برس ہوئے کہ مسیح موعود کی شان میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے مُنہ سے کلمہ **یضع الحرب** جاری ہو چکا ہے جس کے یہ معنی ہیں کہ مسیح موعود جب آئے گا تو لڑائیوں کا خاتمہ کر دے گا۔ اور اسی کی طرف اشارہ اس قرآنی آیت کا ہے۔ **حتّٰی تضع الحرب اوزارھا** یعنی اس وقت تک لڑائی کرو جب تک کہ مسیح کا وقت آجائے۔'' (گورنمنٹ انگریزی اور جہاد، روحانی خزائن جلد 17، صفحہ 8)

اور فرماتے ہیں: ''جبکہ اس زمانہ میں کوئی شخص مسلمانوں کو مذہب کیلئے قتل نہیں کرتا تو وہ کس حکم سے ناکردہ گناہ لوگوں کو قتل کرتے ہیں۔'' (گورنمنٹ انگریزی اور جہاد، روحانی خزائن جلد 17، صفحہ 13)

گویا آپ کا التوائے جہاد یعنی دینی قتال کی ممانعت کا فتویٰ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشاد کی تعمیل میں ہے خود اپنی طرف سے نہیں اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے فرمان کا یہ مطلب تھا کہ مسیح موعود کے زمانہ میں بوجہ مکمل مذہبی آزادی پائے جانے کے قتال دینی کی ضرورت نہ ہوگی۔

اس رسالہ کی اشاعت کے چند دن بعد حضرت اقدسؑ نے فتویٰ ممانعت دینی جہاد کا نظم میں (صفحہ 77 تا صفحہ 80 جلد ہذا) ذکر کیا ہے جسکے ابتدائی اشعار میں سے یہ چار شعر بھی ہیں ؎

اب چھوڑ دو جہاد کا اے دوستو خیال
دیں کیلئے حرام ہے اب جنگ اور قتال
اب آ گیا مسیح جو دیں کا امام ہے
دیں کے تمام جنگوں کا اب اختتام ہے
کیوں بھولتے ہو تم یضع الحرب کی خبر
کیا یہ نہیں بخاری میں دیکھو تو کھول کر
فرما چکا ہے سیّد کونین مصطفٰی
عیسیٰ مسیح جنگوں کا کر دے گا التوا

اس نظم میں حضرت اقدس علیہ السلام نے التوائے جہاد کا فتویٰ دیتے ہوئے مذکورہ بالا تینوں وجوہات کا نہایت احسن پیرایہ میں ذکر فرمایا ہے۔ (تحفہ گولڑویہ، روحانی خزائن جلد 17، صفحہ 77 تا 80)

اقسام جہاد

پھر آپ نے اس امر کی بھی تصریح فرمائی ہے کہ جہاد صرف تلوار سے جنگ کرنا ہی نہیں بلکہ جہاد کے معنوں میں وسعت پائی جاتی ہے۔ قرآن مجید کا کفار تک پہنچانا اور تبلیغ حق اور وعظ ونصیحت کرنا بھی جہاد ہے بلکہ جہاد کبیر ہے۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

فَلَا تُطِعِ الْكٰفِرِيْنَ وَجَاهِدْهُمْ بِهٖ جِهَادًا كَبِيْرًا (الفرقان:53)

مولانا ابوالکلام آزاد اس آیت کی تفسیر میں لکھتے ہیں: ''اِس میں جہاد بالسیف تو مراد نہیں ہوسکتا۔ یقینا جہاد کبیر حق کی استقامت اور اس کی راہ میں تمام مصیبتیں اور مشقتیں جھیل لینے کا نام جہاد ہے۔'' (مسئلہ خلافت وجزیرہ عرب صفحہ 109)

اور مولوی ظفر علی خاں اس آیت سے متعلق لکھتے ہیں: ''اس آیت میں **جَاهِدْهُمْ** سے مراد یہ ہے کہ کافروں کو وعظ ونصیحت اور انہیں دعوت وتبلیغ کر کے سمجھانا۔ امام فخرالدین رازی نے اپنی تفسیر میں یونہی روشنی ڈالی ہے۔'' (زمیندار 25 / جون 1931ء)

اور مولانا حیدر زمان صدیقی لکھتے ہیں: ''اسی طرح احادیث میں جابر حکمران کے آگے کلمۂ حق بلند کرنے کو اعظم جہاد کہا گیا ہے **اِنَّ مِنْ اَعْظَمِ الْجِهَادِ كَلِمَةُ حَقٍّ عِنْدَ سُلْطَانٍ جَائِرٍ** (رواہ ابوداؤد والترمذی)...... پس اشاعتِ علومِ دینیہ وقیام مدارس دینیہ اور ہر وہ کام جو اقامتِ دین کی غرض سے کیا جائے جہاد کی حقیقت میں شامل ہے۔'' (''اسلام کا نظریہ جہاد'' کتاب منزل لاہور صفحہ 128-130)

پھر حدیث میں آتا ہے کہ جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم جنگ تبوک سے واپس تشریف لائے تو آپ نے فرمایا ''**رَجَعْنَا مِنَ الْجِهَادِ الْاَصْغَرِ اِلَى الْجِهَادِ الْاَكْبَرِ**'' (بیہقی) گویا آپ نے جہاد بالسیف کو جہاد اصغر قرار دیا اور تزکیہ نفس کے جہاد کو جہاد اکبر قرار دیا۔ یہی وجہ ہے کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے شرائط جہاد سیفی کے نہ پائے جانے کی وجہ سے فرمایا: ''دیکھو میں ایک حکم لے کر آپ لوگوں کے پاس آیا ہوں وہ یہ ہے کہ اب سے تلوار کے جہاد کا خاتمہ ہے مگر اپنے نفسوں کے پاک کرنے کا جہاد باقی ہے۔ اور یہ بات میں نے اپنی طرف سے نہیں کہی بلکہ خدا کا یہی ارادہ ہے۔ صحیح بخاری کی اس حدیث کو سوچو جہاں مسیح موعود کی تعریف میں لکھا ہے کہ **یضع الحرب** یعنی مسیح جب آئے گا تو دینی جنگوں کا خاتمہ کر دے گا۔'' (گورنمنٹ انگریزی اور جہاد، روحانی خزائن جلد 17، صفحہ 15)

ممانعت کا وقتی فتویٰ ہے

آپؑ نے اس پیشگوئی کے مطابق جو قرآن اور حدیث میں پائی جاتی تھی ہمیشہ کیلئے تلوار کے ساتھ جہاد منسوخ نہیں کیا بلکہ اپنے زمانہ میں جہاد بالسیف کی شرائط نہ پائے جانے کی وجہ سے اُس زمانہ تک منسوخ یا ملتوی کیا جب تک کہ اسکی شرائط نہ پائی جائیں اور جہاد اکبر اور جہاد کبیر پر عمل کرنے کیلئے **بکرّات و مرّات** زور دیا۔ چنانچہ آپ فرماتے ہیں:

''اس زمانہ میں جہاد روحانی صورت سے رنگ پکڑ گیا ہے اور اس زمانہ کا جہاد یہی ہے کہ اعلائے کلمۂ اسلام میں کوشش کریں۔ مخالفوں کے الزامات کا جواب دیں۔ دینِ متین اسلام کی خوبیاں دنیا میں پھیلا ویں۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی سچائی دنیا پر ظاہر کریں۔ یہی جہاد ہے جب تک خدا تعالیٰ کوئی دوسری صورت دنیا میں ظاہر کرے۔'' (مکتوب حضرت مسیح موعودؑ بنام حضرت میر ناصر نواب صاحبؓ مکتوبات احمد، جلد سوم، صفحہ 9)

الفاظ ''جب تک کہ خدا تعالیٰ کوئی دوسری صورت دنیا میں ظاہر نہ کرے'' اور مصرع ''عیسیٰ مسیح جنگوں کا کردے گا التوا'' صاف ظاہر کر رہے ہیں کہ آپ کا فتویٰ ممانعت دینی جہاد بالسیف وقتی اور صرف اس وقت تک کیلئے ہے جب تک کہ تلوار سے جہاد کے شروط نہ پائے جائیں۔ اِسی طرح آپ پادری عمادالدین کے مسئلہ جہاد پر اعتراض کا جواب دیتے ہوئے فرماتے ہیں: ''اس نکتہ چین نے جہاد اسلام کا ذکر کیا ہے اور گمان کرتا ہے کہ قرآن بغیر لحاظ کسی شرط کے جہاد پر برانگیختہ کرتا ہے سو اس سے بڑھ کر اور کوئی جھوٹ اور افترا نہیں اگر کوئی سوچنے والا ہو۔ سو جاننا چاہئے کہ قرآن شریف یوں ہی لڑائی کیلئے حکم نہیں فرماتا بلکہ صرف ان لوگوں کے ساتھ لڑنے کیلئے حکم فرماتا ہے جو خدا تعالیٰ کے بندوں کو ایمان لانے سے روکیں اور اس بات سے روکیں کہ وہ خدا تعالیٰ کے حکموں پر کاربند ہوں اور اس کی عبادت کریں۔ اور ان لوگوں کے ساتھ لڑنے کیلئے حکم فرماتا ہے جو مسلمانوں سے بے وجہ لڑتے ہیں اور مومنوں کو ان کے گھروں اور وطنوں سے نکالتے ہیں اور خلق اللہ کو جبراً اپنے دین میں داخل کرتے ہیں اور دینِ اسلام کو نابود کرنا چاہتے ہیں اور لوگوں کو مسلمان ہونے سے روکتے ہیں۔ یہ وہ لوگ ہیں جن پر خدا تعالیٰ کا غضب ہے۔ ''**وَوَجَبَ عَلَى الْمُؤْمِنِيْنَ اَنْ يُّحَارِبُوْهُمْ اِنْ لَّمْ يَنْتَهُوْا**'' اور مومنوں پر واجب ہے جو ان سے لڑیں اگر وہ باز نہ آویں۔'' (نور الحق حصہ اوّل، روحانی خزائن جلد 8 صفحہ 62)

آپ کی اس تحریر سے صاف عیاں ہے کہ آپ کے نزدیک جب تلوار کے ساتھ جہاد کرنے کی شرطیں پائی جائیں اس وقت مومنوں پر تلوار کے ساتھ جہاد فرض ہوگا۔

اسلام نے جہاں اصلاح وتزکیہ نفس کو **جہاد اکبر** اور وعظ ونصیحت اور تبلیغ کو **جہاد کبیر** قرار دے کر انہیں دائمی اور لازمی قرار دیا ہے وہاں اس نے تلوار کے ساتھ جہاد کو **جہاد اصغر** اور وقتی قرار دے کر شرائط کے ساتھ مشروط کر دیا ہے۔ پس جہاں اسکی شرائط پائی جائیں گی وہاں تلوار کے ساتھ جہاد واجب ہوگا اور جہاں شرائط مفقود ہوں گی وہاں نہیں ہوگا۔ چونکہ مسیح موعود علیہ السلام کے زمانہ میں ہندوستان میں جہاد بالسیف کی شرائط نہیں پائی جاتی تھیں اس لئے آپ نے اسکی مخالفت کا فتویٰ دیا اور تمام جیّد علماء نے اپنے عمل اور اپنے قلم سے جیسا کہ اوپر ثابت کیا جا چکا ہے۔ آپ کے مسلک کی تائید کی۔ لیکن 1947ء میں تقسیم ہند کے بعد سے حالات تبدیل ہو گئے۔ مشرقی پنجاب میں سے مسلمانوں کو ختم کر دینے کیلئے ان پر غیر مسلموں کا حملہ ایک سوچی سمجھی سکیم کے ماتحت ہوا...... پس جبکہ دشمن خود حملہ آور ہوا اور اس کی غرض مسلمانوں کی ہستی کو مٹانا اور ان کے مذہب کو تباہ کرنا ہے تو ایسے ظالم دشمنوں کے مقابلہ میں دفاعی جنگ اسلام کے مطابق عین جہاد ہے۔

اسلام کی لڑائیاں تین قسم سے باہر نہیں: (1) دفاعی طور پر یعنی بطریق حفاظت خود اختیاری (2) بطور سزا یعنی خون کے عوض میں خون (3) بطور آزادی قائم کرنے یعنی بغرض مزاحموں کی قوت توڑنے کے جو مسلمان ہونے پر قتل کرتے تھے۔ اور ان تینوں قسموں پر جہاد کے لغوی معنوں کو مدنظر رکھتے ہوئے لفظ جہاد کا اطلاق جائز ہے۔ لیکن اسلام اس بات کا سخت مخالف ہے کہ کسی شخص کو جبر اور قتل کی دھمکی سے دین میں داخل کیا جائے یا محض ملک گیری اور توسیع مملکت کیلئے جارحانہ حملہ کیا جائے۔

......☆......☆......☆......

غلط نظریہ جہاد کے بدنتائج اور اس کا حل

(محمد شریف کوثر، استاذ جامعہ احمدیہ قادیان)

سیدنا حضرت محمد ﷺ نے ایک مذہب کی بنیاد رکھی، جس کا نام اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں ''اسلام'' اور اس میں شامل ہونے والوں کا نام مسلمان رکھا۔ جیسا کہ فرمایا اِنَّ الدِّیْنَ عِنْدَ اللّٰہِ الْاِسْلَامُ (آل عمران: 19) یقیناً دین اللہ کے نزدیک اسلام ہی ہے۔ ھُوَ سَمّٰکُمُ الْمُسْلِمِیْنَ (الحج: 79) یقیناً اللہ نے تمہارا نام مسلمان رکھا ہے۔

اسلام کا مفہوم

اسلام عربی زبان کا لفظ ہے جو سَلِمَ سے بنا ہے سَلِمَ کا مطلب ہے امن و سلامتی۔ بانی اسلام سیّدنا محمد مصطفیٰ ﷺ نے فرمایا ''اَلسَّلَامُ مِنَ الْاِسْلَامِ'' امن اور سلامتی اسلام سے ہی ہے۔ اللہ تعالیٰ تمام لوگوں کو فرماتا ہے وَاللّٰہُ یَدْعُوْا اِلٰی دَارِ السَّلَامِ (یونس: 26) اور اللہ سلامتی کے گھر کی طرف بلاتا ہے۔ اسلام کے ایک اور معنی یہ ہیں کہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے نازل شدہ احکامات کی مکمل طور پر فرمانبرداری کی جائے۔

اسلام ایک ایسا مذہب ہے جو اپنے ماننے والے ہر مسلمان کو دنیا کے ہر انسان سے محبت اور پیار اور خیر خواہی کی تعلیم دیتا ہے۔ خواہ اس کا تعلق کسی مذہب و ملت و عقیدہ اور جگہ سے ہو۔ ایک مسلمان دن میں پانچ وقت نماز ادا کرتا ہے اور ہر نماز کے اختتام پر دائیں طرف رُخ کر کے السلام علیکم ورحمۃ اللہ کہتا ہے پھر بائیں طرف رُخ کر کے یہی کلمات دہراتا ہے اس کا مطلب ہی یہ ہے کہ اَے میرے دائیں طرف والو (خواہ کوئی بھی ہو) تم پر اللہ کی سلامتی اور رحمت ہو۔ پھر اسی طرح کی دعا بائیں طرف والوں کیلئے بھی مانگتا ہے۔ جس کسی سے وہ ملتا ہے اُسے ''السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ'' کہتا ہے۔ یعنی تجھ پر سلامتی ہو اور اللہ کی رحمت و برکت ہو۔ پس اسلام اور مسلمان کا نام ہی اس حقیقت کا غماز ہے کہ یہ دین اپنے متبعین کو یہ تعلیم دے رہا ہے کہ وہ دنیا کے انسانوں کیلئے جہاں تک اُن کے بس میں ہے امن و سلامتی اور طمانیت مہیا کریں۔

اسلام کے بانی تمام جہانوں کیلئے رحمت

اللہ تعالیٰ نے بانیٔ اسلام سیّدنا محمد مصطفیٰ ﷺ کو تمام جہانوں کیلئے رحمت بنا کر بھیجا ہے جیسا کہ قرآن مجید میں ذکر ہے: وَمَآ اَرْسَلْنٰکَ اِلَّا رَحْمَۃً لِّلْعٰلَمِیْنَ (الانبیاء: 108) یعنی اے محمد ﷺ ہم نے تجھے تمام جہانوں کیلئے رحمت کے طور پر بھیجا ہے۔ اس میں صرف مسلمانوں، یا عربوں کا ذکر نہیں بلکہ آپ کا وجود تمام جہانوں کیلئے رحمت ہے۔ اسی لیے ہر وہ مسلمان جو سیّدنا محمد مصطفیٰ ﷺ کی طرف منسوب ہوتا ہے اسے بھی اپنے رسول کے اُسوہ پر چلتے ہوئے مخلوق خدا کیلئے رحمت بننے سے اپنے آپ کو ہر پہلو سے بچانا ہوگا۔

ہر انسان سے محبت کیوں؟

یہاں ایک سوال پیدا ہوتا ہے کہ ہر انسان سے محبت و ہمدردی کیوں کی جاوے؟ اسکا جواب سیدنا محمد مصطفیٰ ﷺ کی حدیث سے ملتا ہے۔ جس میں آپ فرماتے ہیں: اَلْخَلْقُ عِیَالُ اللّٰہِ فَاَحَبُّ الْخَلْقِ اِلَی اللّٰہِ مَنْ اَحْسَنَ اِلٰی عِیَالِہٖ (مشکوٰۃ کتاب الآداب) یعنی ساری مخلوق اللہ کا عیال (خاندان) ہے۔ پس مخلوق میں سے اسے سب سے پیارا وہ ہے جو اسکے عیال سے سب سے زیادہ اچھا سلوک کرے۔

قرآن مجید کی آیات اور حدیث سے واضح ہوتا ہے کہ دنیا کے تمام مذاہب وعقائد نیز خطوں اور علاقوں کے لوگ اللہ کا عیال و خاندان ہیں۔ جیسے انسان اپنے خاندان کے لوگوں سے محبت کرتا ہے اسی طرح اسے دنیا کے تمام لوگوں کو اپنا خاندان سمجھ کر ان سے محبت و حسن سلوک کرنا ہے۔ ایسا کرنے سے ہی ہم اللہ کے محبوب اور پیارے بن سکتے ہیں اس کے بغیر ممکن ہی نہیں کیونکہ جس اللہ پر ہر مسلمان ایمان رکھتا ہے وہ ''ربّ العالمین'' اور ''اَلسَّلَامُ'' یعنی سلامتی دینے والا ہے۔ لہٰذا ان صفات والے خدا کی طرف منسوب ہونے کا تقاضا اور ذمہ داری ہے کہ وہ اپنے دائرے اور ماحول میں اپنی استطاعت اور مقدرت کے مطابق ربوبیت اور صفت ''اَلسَّلَامُ'' کا حقیقی مظہر بنے ورنہ وہ خدا کی طرف منسوب ہونے کا حق کھو بیٹھے گا۔

رحمت للعالمین نے جنگیں کیوں لڑیں؟

اسکا جواب یہ ہے کہ سیدنا محمد مصطفیٰ ﷺ کی عمر جب 40 سال کی ہوئی تو اللہ کی طرف سے آپ پر وحی کا نزول شروع ہوا جس کی روشنی میں آپ ﷺ نے مکہ والوں کو یہ کہا کہ مجھے اللہ نے رسول اور پیغمبر بنا کر بھیجا ہے پس تم ایک اللہ کی عبادت کرو اور گناہوں اور برائیوں اور ظلموں سے بھری زندگی سے توبہ کرو۔ عربی کی ایک مثال ہے لِلْمَطَرِ مُحِبٌّ وَکَارِہٌ کہ بارش کو پسند کرنے والے بھی ہوتے ہیں اور ناپسند کرنے والے بھی ہوتے ہیں۔ مادّی بارش کی طرح روحانی بارش کو بھی کچھ لوگوں نے پسند کرنا شروع کیا اور کچھ نے ناپسند کرنا شروع کیا۔ پسند کرنے والے اور ماننے والوں نے نرمی اور حُسن اخلاق اور محبت کا رستہ اختیار کیا اور ناپسند کرنے والے مخالفین نے تشدد و نفرت اور ایذاء رسانی کا طریق اختیار کیا اور روز بروز یہ فاصلہ بڑھتا چلا گیا۔ مکہ کے مخالفین یہ سمجھتے تھے کہ ہم محمد مصطفیٰ ﷺ اور اس کے ماننے والوں کو طاقت و جبر کے استعمال سے صفحہ ہستی سے مٹا دیں گے۔ دوسری طرف محمد مصطفیٰ ﷺ کا کہنا یہ تھا کہ ہم محبت اور دلائل کی زبان سے تم کو اسلام کی سچائی سمجھاتے چلے جائیں گے ہم تمہیں مجبور بھی نہیں کرتے کہ اسلام قبول کرو کیونکہ قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے لَآ اِکْرَاہَ فِی الدِّیْنِ (البقرہ: 257) کہ دین کے معاملہ میں کوئی جبر نہیں۔ نیز یہ بھی ارشاد ہے کہ وَقُلِ الْحَقُّ مِنْ رَّبِّکُمْ فَمَنْ شَآءَ فَلْیُؤْمِنْ وَّمَنْ شَآءَ فَلْیَکْفُرْ (الکہف: 30) یعنی تُو کہہ دے کہ حق وہی ہے جو تمہارے رب کی طرف سے ہو پس جو چاہے ایمان لے آئے اور جو چاہے انکار کر دے۔

ایک دن نہیں ایک ماہ نہیں ایک سال بھی نہیں بلکہ مسلسل تیرہ سال سیدنا محمد مصطفیٰ ﷺ اور آپ کے اصحاب مخالفین کے ہاتھوں، اذیتیں، دکھ اور تکالیف اُٹھاتے رہے۔ بعض ان میں سے شہید بھی ہوئے مگر آپ ﷺ نے جواب میں تشدد کا راستہ اختیار نہیں کیا۔ کسی پتھر مارنے والے کو پتھر نہیں مارا۔ کسی گالی دینے والے کو گالی نہیں دی۔ اور ایسی بات بھی نہ تھی کہ یہ نرمی کسی بزدلی کی وجہ سے تھی بلکہ انسانیت اور انسانوں کی محبت کی وجہ سے تھی۔ اور اس خیال سے تھی کہ ان کی طرف سے اذیتیں ان کی ناسمجھی کی وجہ سے ہیں۔ ورنہ حضرت عبد الرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ جو مکہ کے رؤسا میں سے تھے، انہوں نے کہا یا رسول اللہ جب ہم مسلمان نہیں تھے تو ہم معزز اور بارُعب تھے۔ کسی کی ہمت نہ تھی کہ ہماری طرف آنکھ اُٹھا کر دیکھے جب سے مسلمان ہوئے ہیں مکہ کے مخالفین اسلام ہمیں کمزور وضعیف سمجھنے لگے ہیں۔ آپ ہمیں مقابلہ کی اجازت دیں۔ انسانوں سے بے حد پیار کرنے والے رحمۃ للعالمین نے جواب دیا ''اِنِّیْ اُمِرْتُ بِالْعَفْوِ'' (نسائی) کہ مجھے عفو اور درگزر کرنے کا حکم دیا گیا ہے اس لیے میں تمہیں مقابلے کی اجازت نہیں دے سکتا۔

خلاصہ کلام یہ ہے کہ 13 سال مکہ کے مخالفین اسلام کے ہاتھوں مسلسل ظلم سہنے کے بعد آپؐ نے سوچا کہ یہ نہ تو اسلام سمجھ رہے ہیں اور نہ اُسلام قبول کرنے والوں کو آزادی سے جینے دے رہے ہیں تو اب دو ہی راستے ہیں یا تو ان کے ساتھ لڑائی کی جائے یا پھر اپنے وطن کو خیر باد کہہ کر کہیں اور ہجرت کر لی جائے۔ آپؐ اپنے جذبۂ رحمت کے تحت کسی انسان کا بھی خون بہانا نہیں چاہتے تھے اور مورخہ 28 صفر 1ھ بمطابق 11 ستمبر 622ء کو مکہ سے تین سو کلو میٹر دُور یثرب (مدینہ منورہ) کی طرف ہجرت کر گئے۔

چاہیے تو یہ تھا کہ مخالفین حضور ﷺ اور مسلمانوں کے ہجرت کرنے کے بعد ان کا پیچھا چھوڑ دیتے لیکن افسوس اور صد افسوس کہ ایسا نہ ہوا بلکہ انہوں نے مدینہ پر حملہ کر کے مسلمانوں کو تباہ و برباد کرنے کی تیاریاں شروع کر دیں اور ملک شام کی طرف تجارتی قافلہ بھیجا تاکہ اسکی آمدن سے جنگی ساز وسامان خریدا جا سکے۔ چنانچہ مکہ والوں نے ایک ہزار جنگجوؤں پر مشتمل لشکر جو ہر طرح کے جنگی ساز وسامان سے لیس تھا مدینہ پر حملہ کیلئے روانہ کیا۔ کفار مکہ کا ارادہ تھا کہ مدینہ پر اچانک حملہ کر کے مسلمانوں کو تباہ و برباد کر دیا جائے اور ایک بھی ایسا فرد نہ بچے جو اسلام کی طرف منسوب ہوتا ہو۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام اسی واقعہ کا ذکر کرتے ہوئے تحریر فرماتے ہیں کہ:

(مکہ میں) ''انہوں نے دردناک طریقوں

سے اکثر مسلمانوں کو ہلاک کیا اور ایک زمانہ دراز تک جو تیرہ برس کی مدت تھی ان کی طرف سے یہی کارروائی رہی اور نہایت بے رحمی کی طرز سے خدا کے وفادار بندے اور نوع انسان کے فخر ان شریر درندوں کی تلواروں سے ٹکڑے ٹکڑے کیے گئے اور یتیم بچے اور عاجز اور مسکین عورتیں کُوچوں اور گلیوں میں ذبح کیے گئے۔ اس پر بھی خدا تعالیٰ کی طرف سے قطعی طور پر یہ تاکید تھی کہ شر کا ہرگز مقابلہ نہ کرو۔ چنانچہ ان برگزیدہ راستبازوں نے ایسا ہی کیا ان کے خُونوں سے کُوچے سُرخ ہو گئے پر انہوں نے دَم نہ مارا۔ وہ قربانیوں کی طرح ذبح کیے گئے پر اُنہوں نے آہ نہ کی۔ خدا کے پاک اور مقدس رسول ؐ کو جس پر زمین اور آسمان سے بے شمار سلام ہیں، بارہا پتھر مار مار کر خُون سے آلودہ کیا گیا مگر اس صدق اور استقامت کے پہاڑ نے ان تمام آزاروں کی دِلی انشراح اور محبت سے برداشت کی اور ان صابرانہ اور عاجزانہ رَوِشوں سے مخالفوں کی شوخی دن بدن بڑھتی گئی اور انہوں نے اس مقدس جماعت کو اپنا ایک شکار سمجھ لیا تب اس خدا نے جو نہیں چاہتا کہ زمین پر ظلم اور بے رحمی حد سے گزر جائے اپنے مظلوم بندوں کو یاد کیا اور اسکا غضب شریروں پر بھڑکا اور اس نے اپنی پاک کلام قرآن شریف کے ذریعہ سے اپنے مظلوم بندوں کو اطلاع دی کہ جو کچھ تمہارے ساتھ ہو رہا ہے میں سب کچھ دیکھ رہا ہوں۔ میں تمہیں آج سے مقابلہ کی اجازت دیتا ہوں اور میں خدائے قادر ہوں، ظالموں کو بے سزا نہیں چھوڑوں گا۔ یہ حکم تھا جسکا دوسرے لفظوں میں جہاد نام رکھا گیا۔ اور اس حکم کی اصل عبارت جو قرآن شریف میں اب تک موجود ہے یہ ہے۔ اُذِنَ لِلَّذِيْنَ يُقٰتَلُوْنَ بِاَنَّهُمْ ظُلِمُوْا ؕ وَاِنَّ اللّٰهَ عَلٰى نَصْرِهِمْ لَقَدِيْرُ ۙ۝ الَّذِيْنَ اُخْرِجُوْا مِنْ دِيَارِهِمْ بِغَيْرِ حَقٍّ (سورۃ الحج: 40،41)

(گورنمنٹ انگریزی اور جہاد، روحانی خزائن جلد 17 صفحہ 5)

(ترجمہ) اُن لوگوں کو جن کے خلاف قتال کیا جا رہا ہے (قتال یعنی جہاد بالسیف کی) اجازت دی جاتی ہے۔ کیونکہ ان پر ظلم کیے گئے۔ اور یقیناً اللہ اُن کی مدد پر پوری قدرت رکھتا ہے۔ یعنی وہ لوگ جنہیں ان کے گھروں سے ناحق نکالا گیا محض اس بنا پر کہ وہ کہتے تھے کہ اللہ ہمارا رب ہے۔

قارئین کرام! جہاد کا لفظ وسیع معنوں پر مشتمل ہے۔ جہاد صرف کفار سے لڑائی کو ہی نہیں کہا جاتا بلکہ کسی کام میں اپنی انتہائی طاقت و استعداد صرف کرنا، اور پھر اسکے متعلق پوری کوشش کرنے کو جہاد کہا جاتا ہے۔ عربی میں اسکا مادہ جَہَد اور جہد ہے جاھد فی الامر یعنی اس نے کام کرنے کی کوشش و محنت کی۔

جہاد دین اسلام کا ایک مقدس اور اہم فریضہ ہے جو ابتداء سے شروع ہوا اور قیامت تک جاری رہے گا۔ قرآن مجید اور احادیث سے جہاد کی بہت سی اقسام ثابت ہیں۔ مثلاً جہاد کبیر، جہاد اکبر، جہاد اصغر، جہاد بالعلم وغیرہ۔

جہاد اصغر کا دوسرا نام جہاد بالسیف یعنی قتال بھی ہے۔ یہ تب جائز ہوتا ہے جب کوئی غیر مسلم طاقت یا ملک دین اسلام کو یا مسلمانوں کو تعلیمات اسلام کی بجا آوری پر صفحہ ہستی سے مٹانے کیلئے جنگی کارروائی کرتا ہے۔ انہیں محض ''ربّنا اللہ'' کہنے کی وجہ سے گھروں سے بے گھر کرتا ہے۔

جہاد بالسیف کے بارے میں مسلمانوں کا خودساختہ عقیدہ

نہایت افسوس ہے کہ مسلمانوں نے جہاد کا قطعاً غلط مفہوم سمجھ رکھا ہے۔ مسلمان اسلام کے نام پر خونریزی فساد، غدّاری، ڈاکہ زنی اور غارت گری کرنے کا نام جہاد رکھتے ہیں۔ وہ حرص اور طمع نفسانیت اور ذاتی فوائد کی خاطر دشمنان اسلام کے گلے کاٹنے کا نام جہاد رکھتے ہیں اور وہ غازی کہلانے کے شوق میں بندوق اور پستول سے غیر مسلموں پر فائر کرنے کا نام جہاد رکھتے ہیں۔

حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں:

''یاد رہے کہ مسئلہ جہاد کو جس طرح پر حال کے اسلامی علماء نے جو مولوی کہلاتے ہیں سمجھ رکھا ہے اور جس طرح وہ عوام کے آگے اس مسئلہ کی صورت بیان کرتے ہیں ہرگز وہ صحیح نہیں ہے اور اسکا نتیجہ بجز اسکے کچھ نہیں کہ وہ لوگ اپنے پُر جوش وعظوں سے عوام وحشی صفات کو ایک درندہ صفت بنا دیں اور انسانیت کی تمام پاک خوبیوں سے بے نصیب کر دیں۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا۔ اور میں یقیناً جانتا ہوں کہ جس قدر ایسے ناحق کے خون ان نادان اور نفسانی انسانوں سے ہوتے ہیں کہ جو اس راز سے بے خبر ہیں کہ کیوں اور کس وجہ سے اسلام کو اپنے ابتدائی زمانہ میں لڑائیوں کی ضرورت پڑی تھی ان سب کا گناہ ان مولویوں کی گردن پر ہے کہ جو پوشیدہ طور پر ایسے مسئلے سکھاتے رہتے ہیں۔ جنکا نتیجہ دردناک خونریزیاں ہیں۔'' (رسالہ گورنمنٹ انگریزی اور جہاد، روحانی خزائن جلد 17 صفحہ 7)

''درحقیقت یہ جہاد کا مسئلہ جیسا کہ ان کے دلوں میں ہے صحیح نہیں ہے۔ اور اس کا پہلا قدم انسانی ہمدردی کا خون کرنا ہے۔

(رسالہ گورنمنٹ انگریزی اور جہاد، روحانی خزائن جلد 17 صفحہ 8)

''مولویوں نے اصل حقیقت جہاد کی مخفی رکھ کر لوٹ مار اور قتل انسان کے منصوبے عوام کو سکھائے اور اس کا نام جہاد رکھا ہے۔''

(رسالہ گورنمنٹ انگریزی اور جہاد، روحانی خزائن جلد 17 صفحہ 9)

''یہ طریق جہاد جس پر اس زمانہ کے اکثر وحشی کاربند ہو رہے ہیں یہ اسلامی جہاد نہیں ہے بلکہ یہ نفس امّارہ کے جوشوں سے یا بہشت کی طمع خام سے ناجائز حرکات ہیں جو مسلمانوں میں پھیل گئے ہیں۔''

(رسالہ گورنمنٹ انگریزی اور جہاد، روحانی خزائن جلد 17 صفحہ 9)

جہاد کے خودساختہ عقیدہ کے بدنتائج

(1) عیسائیوں نے اپنے مذہب کو ''دین محبت'' کے طور پر متعارف کروایا اور دنیا والے عیسائی مذہب کو محبت نرمی اور حلم کا مذہب یقین کرنے لگے۔ اسی طرح سناتن دھرم (ہندو مذہب) والوں نے اپنے دھرم کو آہنسا وادی کے طور پر متعارف کروایا۔ اور یہ اعلان کیا کہ ہندو مذہب عدم تشدد پر یقین رکھتا ہے۔ اس دھرم میں انسانوں کی قتل و غارت تو درکنار جیو ہتیا کی بھی ممانعت ہے۔ اسی طرح دنیا کے دوسرے مذاہب کے راہنماؤں نے بھی اپنے اپنے مذہب کو سب سے اعلیٰ و بالا ثابت کیا اور بتایا کہ ان کی تعلیمات میں نرمی اور محبت کا پہلو غالب ہے۔ یہ الگ بات ہے کہ اُن کی اصل کتابیں کیا تعلیم پیش کرتی ہیں مگر ان مذاہب کے علمبرداروں نے دنیا سے یہی تسلیم کروایا کہ ان کا مذہب محبت اور نرمی کی ہی تعلیم دیتا ہے۔

اسکے بالمقابل مسلمانوں کے نام نہاد مولویوں اور نام نہاد علماء نے اسلام کو جس رنگ میں دنیا کے سامنے پیش کیا اُس سے یہ یقین ہو گیا کہ مولویوں کا پیش کردہ اسلام دہشت گردی اور خونریزی کے علاوہ اور کوئی تعلیم نہیں دیتا۔ مولویوں کے زیر اثر مسلمانوں نے اسی اسلام کو سیدنا محمد ﷺ کی طرف منسوب کیا جبکہ حضور ﷺ کے پیش کردہ اسلام سے اس کا دور کا بھی تعلق نہیں۔

(2) افسوس یہ ہے کہ عصر حاضر میں مسلمانوں کے ہر ملک میں دو فریق بنے ہوئے ہیں۔ ایک حکومت کا فریق اور دوسرا حکومت کے مخالفین کا فریق اور دونوں ہی بین الاقوامی دشمنان اسلام کا آلہ کار بنے ہوئے ہیں۔ اور دونوں کو خطرناک قسم کے ہتھیار بیرونی طاقتیں ہی فراہم کر رہی ہیں۔ حالانکہ اسلام سے اس کا کوئی بھی تعلق نہیں بلکہ بیرونی طاقتوں کی یہ ایک سازش ہے جسکے ذریعہ سے اسلام کی پُر امن تعلیم کو داغدار کیا جاتا ہے اور اسلام کو ایک دہشت اور خوف کا مذہب مشہور کیا جاتا ہے۔

مثال کے طور پر ماضی قریب میں افغانستان میں رُوس کی فوج داخل ہو گئی اور افغانستان پر قبضہ کر لیا۔ رُوس کی حریف طاقت امریکہ کو یہ بات ناگوار گزری اور انہوں نے پشاور اور اسکے گردونواح میں مسلمان جہادیوں کو ٹریننگ دی اور ان کو جہاد کرنے کیلئے افغانستان بھیج دیا اور ان کی زبردست امداد کی۔ آخر کچھ سالوں کی جدوجہد کے بعد رشیا افغانستان سے نکلنے پر مجبور ہو گیا اور اسکے بعد امریکہ وہاں قابض ہو گیا اور افغانستان میں اب تک مسلمانوں کے خون کے ساتھ ہولی کھیلی جا رہی ہے۔ اور یہ سب جہاد کے نام پر اسلام کو بدنام کرنے کیلئے کیا جا رہا ہے۔

صرف افغانستان ہی کیوں عراق، شام، مصر، فلسطین، لیبیا، الجزائر، تیونس، یمن وغیرہ میں بھی یہی نام نہاد جہادی اپنے نام نہاد جہاد کے ذریعہ اسلام کو بدنام کر رہے ہیں۔ اور دوسری طرف اپنے ملکوں کو تباہ و برباد کر رہے ہیں۔ عراق میں ایک نام نہاد خلیفہ المعروف بغدادی کو ایک بین الاقوامی طاقت نے کھڑا کیا اور اس کے ذریعہ اسلام کے نام پر قتل و غارت کروائی اور خلافت جیسے مقدس نام کو بدنام کیا۔ اور پھر جب یہ مذموم سازش کامیاب نہ ہوئی تو کہا جاتا ہے کہ اُسے صفحہ ہستی سے مٹا دیا۔ یہ سب اس وجہ سے ہوا کہ مسلمانوں کے مولویوں نے جہاد کے غلط معنی کیے اور عوام الناس کو اتنا مشتعل کیا کہ وہ جہاد کا صحیح مفہوم سمجھ ہی نہ سکے اور انہوں نے صرف خونریزی کو ہی جہاد سمجھا۔

جہاد کے خودساختہ عقیدہ اور اسکے بداثرات سے بچنے کا طریق

اللہ تعالیٰ نے سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ

شعبہ نورالاسلام کے تحت

اس ٹول فری نمبر پر فون کرکے آپ مسلم جماعت احمدیہ کے بارے میں معلومات حاصل کر سکتے ہیں

ٹول فری نمبر : 1800 103 2131

اوقات: روزانہ صبح 8:30 بجے سے رات 10:30 بجے تک (جمعہ کے روز تعطیل)

السلام کو عصر حاضر میں حَکَم اور عَدَل بنا کر بھیجا۔ آپؑ نے ان عقائد کی اصلاح فرمائی جنہیں مسلمانوں نے بگاڑ دیا تھا، انہیں میں سے ایک جہاد تھا۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے جہاد کی صحیح تعریف لوگوں کو سمجھائی اور فرمایا۔ عصر حاضر میں کوئی ملک یا طاقت مسلمانوں کو اسلامی تعلیمات پر عمل کرنے سے بذریعہ تلوار نہیں روکتی اور نہ ہی انہیں اسلام پر کاربند ہونے کی وجہ سے ان کے گھروں سے بےدخل کرتی ہے اور نہ ہی ان پر اس طرح مظالم کرتی ہے جیسے کفار مکہ نے مسلمانوں پر کیے تھے لہٰذا جہاد اصغر یا جہاد بالسیف کا جواز نہیں ہے۔

حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں: ’’آج سے انسانی جہاد جو تلوار سے کیا جاتا تھا خدا کے حُکم کے ساتھ بند کیا گیا۔ اب اس کے بعد جو شخص کافر پر تلوار اٹھاتا ہے اور اپنا نام غازی رکھتا ہے وہ اس رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی نافرمانی کرتا ہے جس نے آج سے تیرہ سو برس پہلے فرما دیا ہے کہ مسیح موعود کے آنے پر تمام تلوار کے جہاد ختم ہو جائیں گے۔ سو اب میرے ظہور کے بعد تلوار کا کوئی جہاد نہیں۔ ہماری طرف سے امان اور صلح کاری کا سفید جھنڈا بلند کیا گیا ہے۔ خدا تعالیٰ کی طرف دعوت کرنے کی ایک راہ نہیں۔ پس جس راہ پر نادان لوگ اعتراض کر چکے ہیں، خدا تعالیٰ کی حکمت اور مصلحت نہیں چاہتی کہ اُسی راہ کو پھر اختیار کیا جائے اس کی ایسی ہی مثال ہے کہ جیسے جن نشانوں کی پہلے تکذیب ہو چکی وہ ہمارے سید رسول صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کو نہیں دیئے گئے۔ لہٰذا مسیح موعود اپنی فوج کو اس ممنوع مقام سے پیچھے ہٹ جانے کا حکم دیتا ہے۔ (خطبہ الہامیہ، روحانی خزائن جلد 16 صفحہ 28)

تحفہ گولڑویہ میں فرماتے ہیں: ’’وجوہ الجهاد معدومة في هذا الزمن و هذه البلاد۔ فاليوم حرامٌ على المسلمين ان يحاربو اللدين۔ و ان يقتلوا من كفر بالشرع المتين۔ فان الله صرّح حرمة الجهاد عند زمان الامن والعافية‘‘ (ضمیمہ تحفہ گولڑویہ، روحانی خزائن جلد 17 صفحہ 82) یعنی چونکہ موجودہ زمانہ اور اس ملک میں جہاد کی وجوہ معدوم ہیں اس لیے مسلمانوں پر حرام ہے کہ وہ دین کیلئے جنگ کریں اور اس شخص کو قتل کریں جو شرع متین کا انکار کرے کیونکہ خدا تعالیٰ نے صراحتاً بتا رکھا ہے کہ امن و عافیت کے زمانہ میں جہاد حرام ہوتا ہے۔

حقیقت المہدی میں فرماتے ہیں کہ: ’’فرفعت هذه السنة برفع اسبابها في هذه الايام۔ و اُمرنا ان نعد للكافرين كما يعدون لنا ولا نرفع الحسام قبل ان نقتل بالحسام‘‘ (حقیقۃ المہدی، روحانی خزائن، جلد 14 صفحہ 454)

پس یہ سنت (یعنی جہاد بالسیف کی) ملتوی کر دی گئی ہے۔ اس وجہ سے کہ اب اس کی وجوہات نہیں رہیں۔ ہم حکم دیئے گئے ہیں کہ ہم کافروں کے مقابلہ کیلئے ویسی ہی تیاری کریں، جیسے وہ ہمارے مقابلہ کیلئے کرتے ہیں۔ ہم ان پر اُس وقت تک تلوار نہ اُٹھائیں، جب تک وہ ہم پر تلوار سے قتل کرنے کیلئے حملہ نہ کریں۔

غرض حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے مسلمانوں کو جہاد سے نہیں روکا۔ بلکہ مخالفینِ اسلام کا تلوار سے مقابلہ کرنے اور انہیں قتل کرنے سے منع کیا ہے۔ اور یہ اس لئے کہ وہ دین اسلام کو نابود کرنے کیلئے تلوار کے ذریعہ حملہ آور نہیں ہو رہے۔ پس مسلمانوں کیلئے بھی جائز نہیں کہ وہ بلا وجہ اسلام کے نام پر تلوار اٹھائیں۔ اور غازی کہلانے کے شوق میں کفار کا سر کاٹیں۔

مسلمانوں کے پاس جہاد بالسیف کیلئے نہ تلوار ہے نہ ڈھال

سیدنا محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا ہے کہ اِنَّمَا الْاِمَامُ جُنَّةٌ يُقَاتَلُ مِنْ وَّرَائِهٖ وَيُتَّقٰى بِهٖ (صحیح مسلم، کتاب الامارۃ) یعنی (اللہ تعالیٰ کی طرف سے) مقرر کردہ امام ڈھال ہوتا ہے جسکے پیچھے رہ کر قتال کیا جاتا ہے اور اسی کے ذریعہ بچا جاتا ہے۔ ایسے قتال کرنے والوں کے بارے میں اللہ تعالیٰ کا وعدہ ہے کہ اللہ ان کی مدد پر پوری قدرت رکھتا ہے۔ عصر حاضر میں ایسے ممالک جن میں مسلمان کہلانے والے حکمران یا ایسی دہشت گرد تنظیمیں جو اپنے آپ کو اسلام کی طرف منسوب کرتی ہیں، ہر محاذ پر شکست اور ناکامی پر ناکامی کا سامنا کر رہی ہیں۔ اسکا واضح مطلب یہ ہے کہ انہیں اللہ تعالیٰ کے ارشاد کی روشنی میں تائید الٰہی حاصل نہیں۔ ہاں جن سیاسی مفادات کیلئے جنگیں ہیں انہیں سیاست کے نام پر لڑنا چاہئے۔ مذہب اسلام کا ان سے کوئی تعلق نہیں۔

حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں:

اب تم میں کیوں وہ سیف کی طاقت نہیں رہی
بھید اس میں ہے یہی کہ وہ حاجت نہیں رہی
اب کوئی تم پہ جبر نہیں غیر قوم سے
کرتی نہیں ہے منع صلوٰۃ اور صوم سے
تم میں سے جس کو دین و دیانت سے ہے پیار
اب اس کا فرض ہے کہ وہ دل کر کے استوار
لوگوں کو یہ بتائے کہ وقتِ مسیح ہے
اب جنگ اور جہاد حرام اور قبیح ہے

(ضمیمہ تحفہ گولڑویہ، روحانی خزائن جلد 17 صفحہ 77)

ہر زمانہ کا جہاد الگ الگ ہوتا ہے

سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں کہ: واعلموا ان وقت الجهاد السيفي قد مضى ولم يبق الا جهاد القلم والدعاء وآيات عظمىٰ (حقیقۃ المہدی، روحانی خزائن جلد 14 صفحہ 457) یعنی سمجھ لو کہ اب جہاد بالسیف کا زمانہ نہیں بلکہ دعا اور آیات عظمیٰ سے جہاد کرنے کا زمانہ ہے۔

نیز فرمایا: فلا سيف في هذا الزمان الّا سيف قوة البيان ولا اجد في هذا العصر تاثير القنات الّا في البراهين و الادلة والاٰيات (حقیقۃ المہدی، روحانی خزائن جلد 14 صفحہ 463) اس زمانہ میں قوتِ بیان کے سوا کوئی تلوار نہیں۔ اور ادلہ و براھین اور نشانات کے بیان کرنے میں جو تاثیر ہے وہ نیزہ میں ہرگز نہیں۔

اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں سیدنا محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے ذریعہ ہر مسلمان کو جس جہاد کا حکم دیا وہ ’’جہاد کبیر‘‘ (بڑا جہاد) ہے۔ فرمان الٰہی ہے وَجَاهِدْهُمْ بِهٖ جِهَادًا كَبِيْرًا (الفرقان: 53) پس تُو کافروں کی بات نہ مان اور اس (قرآن) کے ذریعہ ان سے ’’جہاد کبیر‘‘ کر۔ ایک دوسری جگہ فرمایا: يٰٓاَيُّهَا الرَّسُوْلُ بَلِّغْ مَآ اُنْزِلَ اِلَيْكَ مِنْ رَّبِّكَ (المائدہ: 68) اَے رسول تیرے رب کی طرف سے جو کلام بھی تجھ پر اُتارا گیا ہے اُسے لوگوں تک پہنچا۔

عصر حاضر میں مسلمانوں پر جو جہاد فرض ہے اور جسکے کرنے کی سخت ضرورت ہے وہ ہے ’’تبلیغ اسلام اور دعوۃ الی اللہ‘‘ یہ جہاد کبیر ہر مسلمان پر ہر زمان و مکان میں فرض کیا گیا تھا، افسوس مسلمانوں کے نام نہاد مولویوں اور راہنماؤں پر کہ انہوں نے اس جہاد کی طرف توجہ نہ دی، بلکہ ایک ایسے ’’جہاد‘‘ کے کرنے کی طرف چل پڑے، جس کی عصر حاضر میں ضرورت نہ تھی۔ اسی وجہ سے ہر محاذ پر مسلمانوں کو بدترین شکست ہوئی۔ آج سے کم و بیش ایک سو دو سال قبل حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے یہ نصیحت فرمائی تھی:

اب چھوڑ دو جہاد کا اے دوستو خیال
دیں کیلئے حرام ہے اب جنگ اور قتال
یہ حکم سُن کے بھی جو لڑائی کو جائے گا
وہ کافروں سے سخت ہزیمت اٹھائے گا

(ضمیمہ تحفہ گولڑویہ، روحانی خزائن جلد 17 صفحہ 77)

پچھلے ایک سو دو سال گواہ ہیں، دنیا میں جہاں کہیں مسلمانوں نے ’’دین اسلام‘‘ کے نام پر جہاد بالسیف کیا، وہاں انہیں بدترین شکست کا سامنا کرنا پڑا۔

عصر حاضر میں تبلیغ اسلام اور جہاد بالقرآن کی ضرورت ہے۔ الحمد للہ مسلم جماعت احمدیہ حضرت خلیفۃ المسیح الخامس نصرا اللہ نصراً عزیزاً کی امامت و قیادت میں جہاد کبیر کا فریضہ ادا کر رہی ہے۔

......☆......☆......☆......

ارشاد حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام

’’نماز کیا ہے؟ ایک قسم کی دعا ہے جو انسان کو تمام برائیوں اور فواحش سے محفوظ رکھ کر حسنات کا مستحق اور انعام الٰہیہ کا مورد بنا دیتی ہے۔‘‘ (ملفوظات، جلد 3، صفحہ 37)

جہاد بمعنی قتال کی فرضیت کی شرائط

(نیاز احمد نائک، استاذ جامعہ احمدیہ قادیان)

اللہ تعالیٰ قرآن مجید میں فرماتا ہے:

اُذِنَ لِلَّذِیۡنَ یُقٰتَلُوۡنَ بِاَنَّہُمۡ ظُلِمُوۡا ؕ وَ اِنَّ اللّٰہَ عَلٰی نَصۡرِہِمۡ لَقَدِیۡرُۨ ۝ الَّذِیۡنَ اُخۡرِجُوۡا مِنۡ دِیَارِہِمۡ بِغَیۡرِ حَقٍّ اِلَّاۤ اَنۡ یَّقُوۡلُوۡا رَبُّنَا اللّٰہُ ؕ وَ لَوۡ لَا دَفۡعُ اللّٰہِ النَّاسَ بَعۡضَہُمۡ بِبَعۡضٍ لَّہُدِّمَتۡ صَوَامِعُ وَ بِیَعٌ وَّ صَلَوٰتٌ وَّ مَسٰجِدُ یُذۡکَرُ فِیۡہَا اسۡمُ اللّٰہِ کَثِیۡرًا ؕ وَ لَیَنۡصُرَنَّ اللّٰہُ مَنۡ یَّنۡصُرُہٗ ؕ اِنَّ اللّٰہَ لَقَوِیٌّ عَزِیۡزٌ (سورۃ الحج:40،41)

ترجمہ: اُن لوگوں کو جن کے خلاف قتال کیا جا رہا ہے (قتال کی) اجازت دی جاتی ہے کیونکہ ان پر ظلم کئے گئے۔ اور یقیناً اللہ اُنکی مدد پر پوری قدرت رکھتا ہے۔ (یعنی) وہ لوگ جنہیں ان کے گھروں سے ناحق نکالا گیا محض اس بنا پر کہ وہ کہتے تھے کہ اللہ ہمارا ربّ ہے۔ اور اگر اللہ کی طرف سے لوگوں کا دفاع اُن میں سے بعض کو بعض دوسروں سے بھڑا کر نہ کیا جاتا تو راہب خانے منہدم کر دیئے جاتے اور گرجے بھی اور یہود کے معابد بھی اور مساجد بھی جن میں بکثرت اللہ کا نام لیا جاتا ہے۔ اور یقیناً اللہ ضرور اُسکی مدد کرے گا جو اسکی مدد کرتا ہے۔ یقیناً اللہ بہت طاقتور (اور) کامل غلبہ والا ہے۔

جہاد جہد سے مشتق ہے جسکے معنی سعی اور کوشش کے ہیں۔ ہاں بعد میں جہاد کا اطلاق قتال پر بھی کیا جانے لگا۔ امام الزمان حضرت اقدس مرزا غلام احمد قادیانی مسیح موعود ومہدی معہود علیہ السلام فرماتے ہیں: ’’جاننا چاہئے کہ جہاد کا لفظ جہد کے لفظ سے مشتق ہے جس کے معنے ہیں کوشش کرنا اور پھر مجاز کے طور پر دینی لڑائیوں کیلئے بولا گیا۔‘‘ (گورنمنٹ انگریزی اور جہاد، روحانی خزائن، جلد 17، صفحہ 3)

مولانا سید سلیمان ندوی صاحب لکھتے ہیں: ’’جہاد کے معنی عموماً قتال اور لڑائی کے سمجھے جاتے ہیں، مگر مفہوم کی یہ تنگی قطعاً غلط ہے...... لغت میں اسکے معنی محنت اور کوشش کے ہیں۔‘‘ (سیرۃ النبی، جلد 5، صفحہ 210، طبع اول، دار الاشاعت کراچی)

عربی لغت کی مشہور کتاب ان معنوں کی تائید کرتی ہے۔ چنانچہ تاج العروس جو مشہور عربی لغت کی کتاب ہے میں لکھا ہے:

’’جہاد جُہد سے مشتق ہے اور جہاد کے معنی ہیں مشقت برداشت کرنا اور جہاد کے معنی ہیں کسی کام کے کرنے میں پوری طرح کوشش کرنا اور کسی قسم کی کوتاہی نہ کرنا۔‘‘ (تاج العروس)

اسی طرح مشہور عالم دین امت کے بزرگ علامہ قسطلانی اپنی کتاب ارشاد الباری فی شرح البخاری میں لکھتے ہیں: ’’جہاد جہد سے مشتق ہے اس کے معنی محنت و مزدوری کے ہیں یا جُہد سے مشتق ہے جسکے معنی زور اور طاقت کے ہیں ہاں اصطلاحی معنی جنگ کے ہیں۔‘‘ (لسان العرب، جلد 4، صفحہ 107)

کتب لغت کے مطالعہ سے بھی یہی معلوم ہوتا ہے کہ جہاد کے لفظی اور لغوی معنی لڑائی کرنا نہیں بلکہ حتی المقدور کوشش کرنا، مشقت کرنا، زور لگانا، غور وخوض کرنا، جوش نفسانی کے خلاف جنگ کرنا، اور ہمت سے کام میں مصروف ہونا وغیرہ جہاد کے معنی ہیں۔ جہاد کے اس وسیع مفہوم کو محض جہاد بالسیف تک محدود کر دینا ایک ظلم عظیم اور نبی پاک ﷺ کی ذات والا صفات پر بیجا تہمت لگانے کے مترادف ہے۔

قتال کی فرضیت اور شرائط

بانیٔ اسلام حضرت محمد ﷺ نے فرمایا کہ ’’تمام مخلوقات اللہ تعالیٰ کی عیال ہے پس اللہ کو اپنی مخلوق میں سے وہ شخص بہت پسند ہے جو اس کی عیال کے ساتھ حسن سلوک کرتا ہے۔ اسی طرح بلا لحاظ مذہب وملت تمام اہل ارض پر رحم کرنے کی تعلیم دیتے ہوئے آپ ﷺ فرماتے ہیں رحم کرنے والوں پر رحمن خدا رحم کرے گا تم اہل زمین پر رحم کرو آسمان والا تم پر رحم کرے گا۔ اسلام کی عالمگیر مساوات کی تعلیم دیتے ہوئے آنحضرت ﷺ فرماتے ہیں۔ لوگو تمہارا خدا ایک ہے اور تمہارا باپ ایک ہے یاد رکھو کسی عربی کو کسی غیر عربی پر کسی غیر عربی کو کسی عربی پر کوئی فضیلت نہیں اور کسی سرخ وسفید رنگ والے کو کسی سیاہ رنگ والے پر اور کسی سیاہ رنگ والے کو کسی سرخ و سفید رنگ والے پر کسی طرح کی فضیلت نہیں ہاں تقوی اور صلاحیت وجہ ترجیح فضیلت ہے۔ یہ خوبصورت تعلیم ہے اسلام کی جو عام مخلوق کے متعلق ہے خواہ وہ کسی بھی مذہب کا کیوں نہ ہو۔

اب میں وضاحت سے بتاتا ہوں کہ بعض لوگ اسلام پر اعتراض کرتے ہیں کہ اسلام میں جہاد کی تعلیم ہے جو کہ دہشت گردانہ تعلیم ہے لیکن یہ سراسر بے بنیاد الزام ہے جو اسلام پر لگایا جاتا ہے۔ اسلام نے اپنے مخالفین کے خلاف جب تلوار اٹھائی وہ کن حالات میں اٹھائی اس کی ایک ہلکی سی جھلک بانی جماعت احمدیہ حضرت میرزا غلام احمد قادیانی علیہ السلام کے الفاظ میں پیش کرتا ہوں۔ حضور فرماتے ہیں:

’’آنحضرت ﷺ نے مکہ معظّمہ میں تیرہ برس تک سخت دل کافروں کے ہاتھ سے وہ مصیبتیں اٹھائیں اور وہ دکھ دیکھے کہ بجز ان برگزیدہ لوگوں کے جن کا خدا پر نہایت درجہ بھروسہ ہوتا ہے کوئی شخص ان دکھوں کی برداشت نہیں کر سکتا اور اس مدت میں کئی عزیز صحابہ آنحضرت ﷺ کے نہایت بے رحمی سے قتل کئے گئے اور بعض کو بار بار زدوکوب کر کے موت کے قریب کر دیا اور بعض دفعہ ظالموں نے آنحضرت ﷺ پر اس قدر پتھر چلائے کہ آپ سر سے پیر تک خون آلودہ ہو گئے اور آخر کار کافروں نے یہ منصوبہ سوچا کہ آنحضرت ﷺ کو قتل کر کے اس مذہب کا فیصلہ ہی کر دیں تب اس نیت سے اُنہوں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے گھر کا محاصرہ کیا اور خدا نے اپنے نبی کو حکم دیا کہ اب وقت آ گیا ہے کہ تم اس شہر سے نکل جاؤ۔ تب آپ اپنے ایک رفیق کے ساتھ جس کا نام ابوبکرؓ تھا نکل آئے اور خدا کا یہ معجزہ تھا کہ باوجودیکہ صدہا لوگوں نے محاصرہ کیا تھا مگر ایک شخص نے بھی آنحضرت ﷺ کو نہ دیکھا اور آپ شہر سے باہر آ گئے اور ایک پتھر پر کھڑے ہو کر مکہ کو مخاطب کر کے کہا کہ اے مکہ! تو میرا پیارا شہر اور پیارا وطن تھا اگر میری قوم مجھکو تجھ سے نہ نکالتی تو میں ہرگز نہ نکلتا تب اس وقت بعض پہلے نوشتوں کی یہ پیشگوئی پوری ہوئی کہ ’’وہ نبی اپنے وطن سے نکالا جائے گا‘‘ مگر پھر بھی کفار نے اسی قدر پر صبر نہ کیا اور تعاقب کر کے چاہا کہ بہرحال قتل کر دیں۔ لیکن خدا نے اپنے نبی کو انکے شر سے محفوظ رکھا اور آنجناب پوشیدہ طور پر مکہ سے ہجرت کر کے مدینہ کی طرف چلے آئے اور پھر بھی کفار اس تدبیر میں لگے رہے کہ مسلمانوں کو بکلی نیست و نابود کر دیں اور اگر خدا تعالیٰ کی حمایت اور نصرت نہ ہوتی تو ان دنوں میں اسلام کا قلع قمع کرنا نہایت سھل تھا کیونکہ دشمن تو کئی لاکھ آدمی تھا مگر مکہ سے ہجرت کرنے کے وقت آنحضرت ﷺ کے رفیق ستر سے زیادہ نہ تھے اور وہ بھی متفرق ملکوں کی طرف ہجرت کر گئے تھے۔ پس اس حالت میں ہر ایک سمجھ سکتا ہے کہ جبر کرنے کی کونسی صورت تھی غرض جب کافروں کا ظلم نہایت درجہ تک پہنچ گیا اور وہ کسی طرح آزاردہی سے باز نہ آئے اور انہوں نے اس بات پر مصمم ارادہ کر لیا کہ تلوار کے ساتھ مسلمانوں کا خاتمہ کر دیں تب اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی کو دفاعی جنگ کیلئے اجازت فرمائی۔ (چشمہ معرفت، روحانی خزائن، جلد 23، صفحہ 390)

قتال کی فرضیت اور شرائط کی تفصیل بیان فرماتے ہوئے حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں:

’’ایک زمانہ دراز تک جو تیرہ برس کی مدت تھی ان کی طرف سے یہی کارروائی رہی۔ اور نہایت بے رحمی کی طرز سے خدا کے وفادار بندے اور نوع انسان کے فخر ان شریر درندوں کی تلواروں سے ٹکڑے ٹکڑے کئے گئے اور یتیم بچے اور عاجز اور مسکین عورتیں کوچوں اور گلیوں میں ذبح کئے گئے اس پر بھی خدا تعالیٰ کی کی طرف سے قطعی طور پر یہ تاکید تھی کہ شر کا ہرگز مقابلہ نہ کرو۔ چنانچہ ان برگزیدہ راستبازوں نے ایسا ہی کیا۔ ان کے خونوں سے کوچے سرخ ہو گئے پر انہوں نے دم نہ مارا۔ وہ قربانیوں کی طرح ذبح کئے گئے پر انہوں نے آہ نہ کی۔ خدا کے پاک اور مقدس رسول کو جس پر زمین اور آسمان سے بے شمار سلام ہیں بارہا پتھر مار مار کر خون سے آلودہ کیا گیا۔ مگر اس صدق اور استقامت کے پہاڑ نے ان تمام آزاروں کی دلی انشراح اور محبت سے برداشت کی اور ان صابرانہ اور عاجزانہ روشوں سے مخالفوں کی شوخی دن بدن بڑھتی گئی اور انہوں نے اس مقدس جماعت کو اپنا ایک شکار سمجھ لیا تب خدا نے جو نہیں چاہتا کہ زمین پر ظلم اور بے رحمی حد

سے گزر جائے اپنے مظلوم بندوں کو یاد کیا۔ اور اس کا غضب شریروں پر بھڑکا اور اس نے اپنی پاک کلام قرآن شریف کے ذریعہ سے اپنے مظلوم بندوں کو اطلاع دی کہ جو کچھ تمہارے ساتھ ہو رہا ہے میں سب کچھ دیکھ رہا ہوں۔ میں تمہیں آج سے مقابلہ کی اجازت دیتا ہوں اور میں خدائے قادر ہوں ظالموں کو بے سزا نہیں چھوڑوں گا۔ یہ حکم تھا جس کا دوسرے لفظوں میں جہاد نام رکھا گیا۔

(گورنمنٹ انگریزی اور جہاد، روحانی خزائن، جلد 17، صفحہ 5)

مسلمانوں کو قتال کرنے کا حکم ایک دفاعی حکم تھا۔ کیونکہ اگر اس وقت تلوار کے بالمقابل تلوار نہ اٹھائی جاتی تو اسلام صفحہ ہستی سے معدوم ہو جاتا۔ چنانچہ جنگ بدر میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بار بار درد و الحاح سے یہی دعا کر رہے تھے کہ اللھم ان تہلك ھذہ العصابة فلن تعبد ابدا۔ مسلمانوں کی انتہائی نازک حالت تھی۔ لیکن جنگ ناگزیر ہو چکی تھی۔ اسلام کے وجود کا سوال درپیش تھا۔ اور ظلم و ستم کی ایک طویل داستان رقم کی جا چکی تھی۔ حریت اور آزادی ضمیر کو کچلا گیا تھا۔ اور دوسرے مذاہب کے پیرو بھی معرض خطر میں تھے۔ اس لئے اسلام نے تلوار اٹھانے کا حکم دیا لیکن صرف ان کے خلاف جو مسلمانوں کے ساتھ نبرد آزما تھے، جیسا کہ قرآن کریم میں آیا ہے وَقَاتِلُوْا فِیْ سَبِیْلِ اللّٰہِ الَّذِیْنَ یُقَاتِلُوْنَکُمْ (البقرہ 191) ان ہی لوگوں سے قتال کرو جو تم سے قتال کرتے ہیں۔

چنانچہ حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں:

''اسلام نے صرف ان لوگوں کے مقابل پر تلوار اٹھانا حکم فرمایا ہے جو اول آپ تلوار اٹھائیں اور انہیں کو قتل کرنے کا حکم دیا ہے جو اول آپ قتل کریں۔ یہ حکم ہرگز نہیں دیا کہ تم ایک کافر بادشاہ کے تحت میں ہو کر اور اس کے عدل اور انصاف سے فائدہ اٹھا کر پھر اسی پر باغیانہ حملہ کرو۔'' (انجام آتھم، روحانی خزائن، جلد 11، صفحہ 37)

اس کے باوجود بھی اسلام نے ایک رحم اور احسان کا پہلو کھلا رکھا تھا وہ یہ تھا کہ اگر کوئی واجب القتل اسلام قبول کر لیتا تھا تو اس کی جان بخش دی جاتی تھی۔ بے شک وہ جنگی جرائم کا مرتکب ہو چکا ہوتا تھا۔ لیکن قبول اسلام اس کی جان کی امان بن جایا کرتی تھی۔

قتال کی وجوہات اور فرضیت

اگر چہ آجکل کے متمدن اور مہذب کہلائے جانے والے معاشرے میں یہ مثل مشہور ہے کہ Every thing is fair in love and war لیکن اسلام چونکہ جنگ کو ایک مجبوری اور ناگزیر حالات میں جائز قرار دیتا ہے اور بنیادی تعلیم یہ دیتا ہے کہ الصلح خیر کہ صلح سراسر بہتر ہے۔ اس لئے اسلام نے جنگ اور قتال کو بہت ساری شرائط اور قیود کے ساتھ مقید کیا۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: اُذِنَ لِلَّذِیْنَ یُقٰتَلُوْنَ بِاَنَّھُمْ ظُلِمُوْا ؕ وَاِنَّ اللّٰہَ عَلٰی نَصْرِھِمْ لَقَدِیْرُ ۙ۰ الَّذِیْنَ اُخْرِجُوْا مِنْ دِیَارِھِمْ بِغَیْرِ حَقٍّ (الحج 40-41) یعنی ان لوگوں کو جن کے خلاف قتال کیا جا رہا ہے (قتال کی) اجازت دی جاتی ہے کیونکہ ان پر ظلم کئے گئے اور یقیناً اللہ ان کی مدد پر پوری قدرت رکھتا ہے۔ (یعنی) وہ لوگ جنہیں ان کے گھروں سے ناحق نکالا گیا۔

آیت قرآنی میں جو اسلامی جہاد کی غرض و غایت اور تاریخ بیان ہوئی ہے وہ یہ ہے:

(1) جنگ کی ابتداء کفار کی طرف سے تھی (2) مخالفین مسلمانوں کی مذہبی آزادی پر تبر رکھنا چاہتے تھے (3) قرآن مجید میں بتایا ہے کہ اسلامی جہاد کی صرف یہ وجہ تھی کہ مسلمان کہتے تھے ''کہ ہمارا رب اللہ ہے اور کفار کو یہ بات منظور نہیں تھی (4) ظلم کی انتہا کے بعد مسلمانوں نے صرف دفاعی رنگ میں تلوار اٹھائی جبکہ انہیں ظلم کی زمین سے ہجرت کر جانے کا حکم دیا گیا (5) اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ اگر مذہبی آزادی سلب کرنے پر اور ہجرت کر جانے پر بھی مسلمانوں کو صبر کی تعلیم دی جاتی مسلمان صبر تو کر لیتے لیکن دنیا میں آزادی ضمیر اور آزادی مذہب کا خاتمہ ہو جاتا اور نہ صرف مساجد بلکہ یہودیوں عیسائیوں اور دیگر مذاہب کے درمیان آپس میں مذہبی جنگیں چھڑ جاتیں اور معابد اور مساجد اور متبرک مقامات تباہ و برباد ہو جاتے۔

قتال میں ملحوظ رکھے جانے والے آداب

جب اسلامی جہاد شروع ہوا تو اسلام نے اسکے ایسے آداب مقرر فرمائے کہ آج کے ترقی یافتہ دور میں بھی جنگوں میں ان آداب کو ملحوظ نہیں رکھا جاتا۔ اسلام کی تعلیم ہے کہ الصلح خیر یعنی صلح سراسر بہتر ہے اور حضرت نبی رحمت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے یہ تعلیم دی کہ لاتتمنو لقاء العدو واسئلوا اللہ العافیة یعنی دشمن سے لڑائی کی خواہش نہ کرو اور اللہ تعالیٰ سے امن و عافیت مانگو۔ لیکن اگر دشمن کے ساتھ لڑنا ناگزیر ہو جائے تو اس صورت میں اسلامی جنگی قوانین کی پاسداری ضروری ہے۔

حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ اے مسلمانو! اللہ کا نام لے کر جہاد کرو اور اللہ کے دین کے راستے میں لڑو یعنی آزادیٔ مذہب کی خاطر جہاد کرو۔ یاد رکھو بد دیانتی نہ کرنا اور نہ کسی قوم سے دھوکہ کرنا اور نہ دشمنوں کے مقتولوں کا مثلہ کرنا۔ عربوں میں رواج تھا کہ مفتوح قوم کے سپاہیوں کو ذلیل کرنے کیلئے ان کے ناک کان کاٹ ڈالتے تھے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس سے منع کیا اور فرمایا کہ بچوں عورتوں اور مذہبی عبادت گاہ کے لوگوں کو قتل نہ کرنا۔ ایک حدیث میں ہے کہ کسی معمر بزرگ اور چھوٹے بچے اور عورت کو قتل نہ کرنا اور ملک میں اصلاح کو قائم رکھنا اور احسان سے کام لینا۔

معزز قارئین! آج جس دَور سے ہم گزر رہے ہیں وہ تلوار کے جہاد کا دَور نہیں بلکہ اشاعت و اقامت دین کے جہاد کا دَور ہے اسی لئے حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے فرمایا تھا:

اب چھوڑ دو جہاد کا اے دوستو خیال
دیں کیلئے حرام ہے اب جنگ اور قتال
یہ حکم سن کے بھی جو لڑائی کو جائے گا
وہ کافروں سے سخت ہزیمت اُٹھائے گا
تم میں سے جس کو دین و دیانت سے ہے پیار
اب فرض اس کا ہے وہ دل کر کے استوار
لوگوں کو یہ بتائے کہ وقتِ مسیح ہے
اب جنگ اور جہاد حرام اور قبیح ہے
ہم اپنا فرض دوستو اب کر چکے ادا
اب بھی اگر نہ سمجھو تو سمجھائے گا خدا

قارئین کرام! اس کا یہ مطلب ہرگز نہیں کہ اب جماعت احمدیہ جہاد بالسیف کی قائل نہیں ہے اور یہ حکم بالکل ہی منسوخ ہو گیا ہے بلکہ جب بھی مخالفین، اسلام کو مٹانے کیلئے طاقت استعمال کریں گے اور ہتھیار اُٹھائیں گے تو جماعت احمدیہ اس وقت ان کے دفاع میں ظاہری تلوار کے جہاد میں بھی حصہ لے گی۔ انشاء اللہ۔ چنانچہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں:

''اس زمانہ میں جہاد روحانی صورت سے رنگ پکڑ گیا ہے اور اس زمانہ کا جہاد یہی ہے کہ اعلائے کلمۂ اسلام میں کوشش کریں۔ مخالفوں کے الزامات کا جواب دیں۔ دینِ متین اسلام کی خوبیاں دنیا میں پھیلا دیں۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی سچائی دنیا پر ظاہر کریں۔ یہی جہاد ہے جب تک خدا تعالیٰ کوئی دوسری صورت دنیا میں ظاہر کرے۔'' (مکتوب حضرت مسیح موعودؑ بنام حضرت میر ناصر نواب صاحبؓ مکتوبات احمد، جلد سوم، صفحہ 9)

پس اسلامی جہاد کی یہی حقیقت ہے کہ جہاد کبیر تبلیغ و اقامت دین ہے اور جہاد اصغر تلوار کی لڑائی ہے۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے زمانہ میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی پیشگوئی مندرجہ بخاری شریف یَضَعُ الْحَرْبَ کے مطابق جماعت احمدیہ کیلئے جہاد کبیر یعنی اقامت و اشاعت اسلام و اصلاح نفس و عمل مقدر ہے۔ سو جماعت احمدیہ نے یہ جہاد اس شان سے کیا ہے کہ اس وقت رُوئے زمین پر اس کی مثال نہیں مل سکتی۔

جو لوگ صرف قتال کو ہی جہاد سمجھ بیٹھے ہیں اور اپنے مفاد کی خاطر اور سیاسی روٹیاں سینکنے کیلئے معصوموں کو برین واش کرتے ہوئے دہشت گردی کے میدان میں دھکیل دیتے ہیں ان کو مخاطب کرتے ہوئے حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں:

''قرآن شریف صرف ان لوگوں سے لڑنے کا حکم دیتا ہے جو خدا کے بندوں کو اس پر ایمان لانے اور اسکے دین میں داخل ہونے سے روکتے ہیں اور اس بات سے کہ وہ خدا کے حکموں پر کار بند ہوں اور اس کی عبادت کریں اور ان لوگوں سے لڑنے کا حکم فرماتا ہے جو مسلمانوں سے بے وجہ لڑتے ہیں اور دین اسلام کو نابود کرنا چاہتے ہیں اور لوگوں کو مسلمان ہونے سے روکتے ہیں۔'' (نور الحق، حصہ اول، صفحہ 145، از عربی عبارت)

نیز فرمایا: ''کیا خدا نے ہمیں یہ حکم دیا ہے کہ ہم خواہ نخواہ بغیر ثبوت کسی جرم کے ایسے انسان کو کہ نہ ہم اسے جانتے ہیں اور نہ وہ ہمیں جانتا ہے غافل پا کر چھری سے ٹکڑے ٹکڑے کر دیں یا بندوق سے اسکا کام تمام کریں کیا ایسا دین خدا کی طرف سے ہو سکتا ہے جو یہ سکھاتا ہے کہ یوں ہی بے گناہ بے جرم، بے تبلیغ خدا کے بندوں کو قتل کرتے جاؤ اس سے تم بہشت میں داخل ہو جاؤ گے...... یہ طریق کس حدیث

میں لکھا ہے یا کس آیت میں مرقوم ہے کوئی مولوی ہے جو اس کا جواب دے نادانوں نے جہاد کا نام سن لیا ہے اور پھر اس بہانہ سے اپنی نفسانی اغراض کو پورا کرنا چاہا ہے۔‘‘
(گورنمنٹ انگریزی اور جہاد، روحانی خزائن، جلد 17 صفحہ 12)

تلوار کے جہاد کا خاتمہ اور اس کی وجہ

حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں ’’دیکھو میں ایک حکم لیکر آپ لوگوں کے پاس آیا ہوں وہ یہ ہے کہ اب سے تلوار کے جہاد کا خاتمہ ہے مگر اپنے نفسوں کے پاک کرنے کا جہاد باقی ہے اور یہ بات میں نے اپنی طرف سے نہیں کہی بلکہ خدا کا یہی ارادہ ہے۔ صحیح بخاری کی اس حدیث کو سوچو جہاں مسیح موعود کی تعریف میں لکھا ہے کہ یَضَعُ الْحَرْبَ یعنی مسیح جب آئے گا تو دینی جنگوں کا خاتمہ کر دے گا۔‘‘

اسکے بعد حضور بڑے جلال کے ساتھ ایک شہنشاہ کی طرح اپنی جماعت کو مخاطب کرتے ہوئے فرماتے ہیں: ’’سو میں حکم دیتا ہوں کہ جو میری فوج میں داخل ہیں وہ ان خیالات کے مقام سے پیچھے ہٹ جائیں دلوں کو پاک کریں اور اپنے انسانی رحم کو ترقی دیں اور دردمندوں کے ہمدرد بنیں زمین پر صلح پھیلاویں کہ اسی سے ان کا دین پھیلے گا۔‘‘
(گورنمنٹ انگریزی اور جہاد، روحانی خزائن، جلد 17، صفحہ 15)

قرآن کریم کے مطابق قتال صرف ان کے ساتھ کرنا فرض ہے جو دین میں جبر واکراہ کریں۔ بعض اکابرین علماء نے بھی حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے موقف کی تائید کرتے ہوئے قتال کی فرضیت کے بارے میں آپؑ کے ساتھ ہم آہنگی دکھائی ہے۔ ذیل میں چند ایک حوالہ جات دیئے جاتے ہیں۔ علماء نے دفاعی جنگ کی بعض شرائط بیان کی ہیں جن کی موجودگی کے بغیر یہ جہاد جائز نہیں۔ چنانچہ سید نذیر حسین صاحب دہلوی لکھتے ہیں:

’’جہاد کی کئی شرطیں ہیں جب تک وہ نہ پائی جائیں جہاد نہ ہوگا‘‘ (فتاویٰ نذیریہ، جلد 3، کتاب الامارۃ والجہاد، صفحہ 282، ناشر اہل حدیث اکادمی کشمیری بازار لاہور)

مولانا ظفر علی خان صاحب ایڈیٹر اخبار زمیندار لاہور نے درج ذیل شرائط کا ذکر کیا ہے: ’’(1) امارت (2) اسلامی نظام حکومت (3) دشمنوں کی پیش قدمی و ابتدا‘‘ (اخبار زمیندار، 14 / جون 1934ء)

خواجہ حسن نظامی نے جہاد کیلئے (1) فار کی مذہب میں مداخلت (2) امام عادل (3) حرب وضرب کے سامان کے ہونے کا ذکر کیا ہے۔ (رسالہ شیخ سنوسی)

مولوی محمد حسین صاحب بٹالوی نے لکھا کہ (1) مسلمانوں میں امام وخلیفہ وقت موجود ہو (2) مسلمانوں میں ایسی جماعت موجود ہو جس میں ان کو کسر شوکت اسلام کا خوف نہ ہو۔
(الاقتصاد فی مسائل الجہاد از مولوی محمد حسین بٹالوی، صفحہ 52، مطبع وکٹوریہ پریس)

خلاصہ یہ کہ علماء کے نزدیک جہاد بالسیف کیلئے پانچ شرائط کا پورا ہونا لازمی ہے اور ان میں سے کسی ایک کے بھی نہ ہونے سے دینی قتال نہیں ہوسکتا اور وہ شرائط یہ ہیں کہ (1) امام وقت کا ہونا (2) اسلامی نظام حکومت (3) ہتھیار ونفری جو مقابلہ کیلئے ضروری ہو (4) کوئی ملک یا قطعہ ہو (5) دشمن کی پیش قدمی اور ابتدا۔

ہندوستان میں جہاد بالسیف اور علماء زمانہ

(1) اہل حدیث کے مشہور عالم وراہنما سید نذیر حسین صاحب دہلوی لکھتے ہیں: ’’جبکہ شرط جہاد کی اس دیار میں معدوم ہوئی تو جہاد کرنا یہاں سبب ہلاکت ومعصیت ہوگا۔‘‘
(فتاویٰ نذیریہ، جلد 3، کتاب الامارۃ والجہاد، صفحہ 285، ناشر اہل حدیث اکادمی کشمیری بازار لاہور)

(2) مولوی محمد حسین بٹالوی لکھتے ہیں: ’’اس زمانہ میں بھی شرعی جہاد کی کوئی صورت نہیں ہے کیونکہ اس وقت نہ کوئی مسلمانوں کا امام موصوف بصفات وشرائط امامت موجود ہے اور نہ ان کو ایسی شوکت وجمعیت حاصل ہے جس سے وہ اپنے مخالفوں پر فتح یاب ہونے کی امید کرسکیں۔‘‘
(الاقتصاد فی مسائل الجہاد از مولوی محمد حسین بٹالوی، صفحہ 72، مطبع وکٹوریہ پریس)

(3) حضرت سید محمد اسماعیل صاحب شہید سے ایک شخص نے انگریزوں سے جہاد کے بارے میں سوال کیا تو انہوں نے فرمایا: ’’ایسی بے رو ریا اور غیر متعصب سرکار پر کسی طرح بھی جہاد کرنا درست نہیں ہے اس وقت پنجاب کے سکھوں کا ظلم اس حد کو پہنچ گیا ہے کہ ان پر جہاد کیا جائے۔‘‘
(سوانح احمدی، صفحہ 57، مرتبہ محمد جعفر تھانیسری صوفی پرنٹنگ اینڈ پبلشنگ کمپنی لمیٹڈ اسلامیہ سٹیم پریس لاہور)

(4) خواجہ حسن نظامی صاحب لکھتے ہیں: ’’انگریز نہ ہمارے مذہبی امور میں دخل دیتے ہیں نہ اور کسی کام میں ایسی زیادتی کرتے ہیں جس کو ظلم سے تعبیر کرسکیں۔ نہ ہمارے پاس سامانِ حرب ہے ایسی صورت میں ہم لوگ ہرگز ہرگز کسی کا کہنا نہ مانیں گے اور اپنی جانوں کو ہلاکت میں نہ ڈالیں گے۔‘‘
(رسالہ شیخ سنوسی، صفحہ 17)

(5) مفتیان مکہ کے فتاویٰ کے بارہ میں شورش کاشمیری مدیر چٹان لکھتے ہیں: ’’جمال دین ابن عبداللہ، شیخ عمر، حنفی مفتی مکہ معظّمہ، احمد بن ذنبی شافعی مفتی مکہ معظّمہ اور حسین بن ابراہیم مالکی مفتی مکہ معظّمہ سے اس مطلب کے فتوے حاصل کئے گئے کہ ہندوستان دارالسلام ہے۔‘‘ (کتاب سید عطاء اللہ شاہ بخاری مؤلفہ شورش کاشمیری، صفحہ 141، مطبع چٹان پرنٹنگ پریس، 1973ء)

(6) سر سید احمد خان صاحب لکھتے ہیں: ’’مسلمان ہمارے گورنمنٹ کے مست امن تھے کسی طرح گورنمنٹ کی عملداری میں جہاد نہیں کر سکتے تھے۔‘‘
(اسباب بغاوت ہند مؤلفہ سر سید احمد خان، صفحہ 31، سنگ میل پبلی کیشنز، لاہور)

اسلام کے پھیلنے کی اصل وجہ قتال نہیں

اسلام کا پھیلاؤ اپنی خوبیوں کے باعث ہوا۔ چاہے وہ قرون اولیٰ کے مسلمان ہوں یا بعد کے سب کو اسلام نے اپنی حسین تعلیم کے باعث اپنی آغوش میں لے لیا۔ حضرت اقدس مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام فرماتے ہیں:

’’میں نہیں جانتا کہ ہمارے مخالفوں نے کہاں سے اور کس سے سن لیا کہ اسلام تلوار کے زور سے پھیلا ہے۔ خدا تو قرآن شریف میں فرماتا ہے کہ لَا اِکْرَاہَ فِی الدِّیْنِ یعنی دین اسلام میں جبر نہیں۔ تو پھر کس نے جبر کا حکم دیا۔ اور جبر کے کونسے سامان تھے اور کیا وہ لوگ جو جبر سے مسلمان کئے جاتے ہیں ان کا یہی صدق اور یہی ایمان ہوتا ہے کہ بغیر کسی تنخواہ پانے کے باوجود دو تین سو آدمی ہونے کے ہزاروں آدمیوں کا مقابلہ کریں۔ اور جب ہزار تک پہنچ جائیں تو کئی لاکھ دشمن کو شکست دیدیں اور دین کو دشمن کے حملہ سے بچانے کیلئے بھیڑوں بکریوں کی طرح سر کٹا دیں اور اسلام کی سچائی پر اپنے خون سے مہریں کر دیں اور خدا کی توحید کے پھیلانے کیلئے ایسے عاشق ہوں کہ درویشانہ طور پر سختی اٹھا کر افریقہ کے ریگستان تک پہنچیں اور اس ملک میں اسلام کو پھیلا دیں اور پھر ہر یک قسم کی صعوبت اٹھا کر چین تک پہنچیں نہ جنگ کے طور پر بلکہ محض درویشانہ طور پر اور اس ملک میں پہنچ کر دعوت اسلام کریں۔ جس کا نتیجہ یہ ہو کہ ان کے وعظ سے کئی کروڑ مسلمان اس زمین میں پیدا ہو جائیں۔ اور پھر ٹاٹ پوش درویشوں کے رنگ میں ہندوستان میں آئیں اور بہت سے حصہ آریہ ورت کو اسلام سے مشرف کر دیں اور یورپ کی حدود تک لا الٰہ الا اللہ کی آواز پہنچا دیں۔ تم ایماناً کہو کہ کیا یہ کام ان لوگوں کا ہے جو جبراً مسلمان کئے جاتے ہیں جن کا دل کافر اور زبان مومن ہوتی ہے؟ نہیں بلکہ یہ ان لوگوں کے کام ہیں جن کے دل نور ایمان سے بھر جاتے ہیں اور جن کے دلوں میں خدا ہی خدا ہوتا ہے۔‘‘ (پیغام صلح، روحانی خزائن، جلد 23، صفحہ 468)

آخر میں دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ دنیا کو مامور زمانہ حضرت اقدس مرزا غلام احمد قادیانیؑ کو ماننے کی توفیق عطا فرمائے۔ ان کے اسلوب جہاد کو اپنانے کی توفیق وسعادت عطا فرمائے کیونکہ آپ ہی اس دور کے حصن حصین ہیں اور تمام آفات ومصائب سے بچنے کا مضبوط قلعہ۔

اب اسی گلشن میں لوگو راحت وآرام ہے
وقت ہے جلد آؤ اے آوارگان دشت خار

......☆......☆......☆......

ارشاد حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام

’’جو شخص سختی کرتا اور غضب میں آجاتا ہے اس کی زبان سے معارف اور حکمت کی باتیں ہرگز نہیں نکل سکتیں۔‘‘ (ملفوظات، جلد 3، صفحہ 104)

پاک باطن اور ایثار پیشہ مخلص مومن اپنی ذات پر دوسروں کو ترجیح دیتے ہیں جبکہ وہ خود ضرورت منداور بھوکے ہوتے ہیں اور جو نفس کے بخل سے بچائے گئے وہی کامیابی حاصل کرنے والے ہیں

حدیث نبوی ﷺ

۞ حضرت ابو ہریرہؓ بیان کرتے ہیں کہ ایک مسافر حضور ﷺ کے پاس آیا۔ آپؐ نے گھر کہلا بھیجا کہ مہمان کیلئے کھانا بھجواؤ۔ جواب آیا کہ پانی کے سوا آج گھر میں کچھ نہیں۔ اس پر حضورؐ نے صحابہؓ سے فرمایا اس مہمان کے کھانے کا بندوبست کون کرے گا۔ ایک انصاری نے عرض کیا۔ حضور! میں انتظام کرتا ہوں۔ چنانچہ وہ گھر گیا اور اپنی بیوی سے کہا آنحضرت ﷺ کے مہمان کی خاطر مدارات کا انتظام کرو۔ بیوی نے جواباً کہا آج گھر میں تو صرف بچّوں کے کھانے کیلئے ہے۔ انصاری نے کہا اچھا تو کھانا تیار کرو، پھر چراغ جلاؤ اور جب بچّوں کے کھانے کا وقت آئے تو ان کو تھپ تھپا کر اور بہلا کر سُلا دو۔ چنانچہ عورت نے کھانا تیار کیا، چراغ جلایا۔ بچوں کو (بھوکا ہی) سُلا دیا۔ پھر چراغ درست کرنے کے بہانے اٹھی اور جا کر چراغ بجھا دیا اور پھر دونوں مہمان کے ساتھ بیٹھے بظاہر کھانا کھانے کی آوازیں نکالتے اور چٹخارے لیتے رہے تاکہ مہمان سمجھے کہ میزبان بھی میرے ساتھ بیٹھے کھانا کھا رہے ہیں۔ اس طرح مہمان نے پیٹ بھر کر کھانا کھایا اور وہ خود بھوکے سو رہے۔ صبح جب وہ انصاری حضورؐ کی خدمت میں حاضر ہوا تو آپؐ نے ہنس کر فرمایا کہ تمہاری رات کی تدبیر سے تو اللہ تعالیٰ بھی ہنسا۔ اسی واقعہ کے ضمن میں یہ آیت نازل ہوئی۔ یہ پاک باطن اور ایثار پیشہ مخلص مومن اپنی ذات پر دوسروں کو ترجیح دیتے ہیں جبکہ وہ خود ضرورتمند اور بھوکے ہوتے ہیں اور جو نفس کے بخل سے بچائے گئے وہی کامیابی حاصل کرنے والے ہیں۔

(بخاری، کتاب المناقب، باب وَيُؤْثِرُونَ عَلَىٰ أَنفُسِهِمْ وَلَوْ كَانَ بِهِمْ خَصَاصَةٌ)

جو شخص خدا تعالیٰ سے ڈرتا ہے اللہ تعالیٰ ہر ایک مصیبت میں اس کیلئے راستہ مخلصی کا نکال دیتا ہے اور اس کیلئے ایسے روزی کے سامان پیدا کر دیتا ہے کہ اس کے علم و گمان میں بھی نہ ہو

وَمَنۡ يَّتَّقِ اللّٰهَ يَجۡعَلۡ لَّهٗ مَخۡرَجًا ○ وَّيَرۡزُقۡهُ مِنۡ حَيۡثُ لَا يَحۡتَسِبُ ؕ وَمَنۡ يَّتَوَكَّلۡ عَلَى اللّٰهِ فَهُوَ حَسۡبُهٗ ؕ اِنَّ اللّٰهَ بَالِغُ اَمۡرِهٖ ؕ قَدۡ جَعَلَ اللّٰهُ لِكُلِّ شَىۡءٍ قَدۡرًا (سورۃ الطلاق:4)

اور جو اللہ سے ڈرے اس کے لیے وہ نجات کی کوئی راہ بنا دیتا ہے۔ اور وہ اسے وہاں سے رزق عطا کرتا ہے جہاں سے وہ گمان بھی نہیں کر سکتا۔ اور جو اللہ پر توکل کرے تو وہ اس کے لیے کافی ہے۔ یقیناً اللہ اپنے فیصلہ کو مکمل کر کے رہتا ہے۔ اللہ نے ہر چیز کا ایک منصوبہ بنا رکھا ہے۔

سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام ان آیات کی تشریح میں فرماتے ہیں:

’’جو شخص خدا تعالیٰ سے ڈرتا ہے اللہ تعالیٰ ہر ایک مصیبت میں اس کے لیے راستہ مخلصی کا نکال دیتا ہے۔ اور اس کیلئے ایسے روزی کے سامان پیدا کر دیتا ہے کہ اس کے علم و گمان میں نہ ہوں۔ یعنی یہ بھی ایک علامت متقی کی ہے کہ اللہ تعالیٰ متقی کو نابکار ضرورتوں کا محتاج نہیں کرتا۔ مثلاً ایک دکاندار یہ خیال کرتا ہے کہ دروغ گوئی کے سوا اس کا کام نہیں چل سکتا۔ اس لیے دروغ گوئی سے باز نہیں آتا اور جھوٹ بولنے کیلئے وہ مجبوری ظاہر کرتا ہے۔ لیکن یہ امر ہرگز سچ نہیں۔ خدا تعالیٰ متقی کا خود محافظ ہو جاتا اور اُسے ایسے موقع سے بچا لیتا ہے جو خلاف حق پر مجبور کرنے والے ہوں۔ یاد رکھو جب اللہ تعالیٰ کو کسی نے چھوڑا تو خدا نے اسے چھوڑ دیا۔ جب رحمٰن نے چھوڑ دیا تو ضرور شیطان اپنا رشتہ جوڑے گا......

فرمایا: انسان مشکلات اور مصائب میں مبتلا ہوتا ہے اور حاجات مختلف رکھتا ہے۔ ان کے حل اور روا ہونے کے لیے بھی تقویٰ ہی کو اصول قرار دیا ہے۔ معاش کی تنگی اور دوسری تنگیوں سے راہ نجات تقویٰ ہی ہے......

فرمایا: حضرت داؤد علیہ السلام زبور میں فرماتے ہیں کہ میں بچہ تھا جوان ہوا، جوانی سے اب بڑھاپا آیا مگر میں نے کبھی کسی متقی اور خدا ترس کو بھیک مانگتے نہ دیکھا اور نہ اس کی اولاد کو در بدر دھکے کھاتا اور ٹکڑے مانگتے دیکھا......

اسی طرح فرمایا: جو شخص اللہ تعالیٰ سے ڈرتا رہے گا اس کو اللہ تعالیٰ ایسے طور سے رزق پہنچائے گا کہ جس طور سے معلوم بھی نہ ہوگا۔ رزق کا خاص طور سے اس واسطے ذکر کیا کہ بہت سے لوگ حرام مال جمع کرتے ہیں۔ اگر وہ خدا تعالیٰ کے حکموں پر عمل کریں اور تقویٰ سے کام لیں تو خدا تعالیٰ ان کو خود رزق پہنچا دے......

نیز فرمایا: اصل رازق خدا تعالیٰ ہے۔ وہ شخص جو اس پر بھروسہ کرتا ہے کبھی رزق سے محروم نہیں رہ سکتا۔ وہ ہر طرح سے اور ہر جگہ سے اپنے پر توکل کرنے والے شخص کے لیے رزق پہنچاتا ہے۔ خدا تعالیٰ فرماتا ہے کہ جو مجھ پر بھروسہ کرے اور توکل کرے میں اس کے لیے آسمان سے برساتا اور قدموں میں سے نکالتا ہوں۔ پس چاہئے کہ ہر ایک شخص خدا تعالیٰ پر بھروسہ کرے۔

(تفسیر سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام، جلد سوم، تفسیر سورۃ الطور تا سورۃ الناس، صفحہ 161)

حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا نظریہ جہاد (غلط نظریہ جہاد کے متعلق اصلاح، کوشش اور نصائح)

(محمد عارف ربانی، مربی سلسلہ، نظارت نشر و اشاعت قادیان)

اسلام نے بلا وجہ کسی کی جان لینے یا مذہب وغیرہ کی آڑ میں فتنہ و فساد پھیلانے کو تمام انسانیت کے قتل کے مترادف قرار دیا ہے۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ قرآن مجید میں فرماتا ہے: مَنۡ قَتَلَ نَفۡسًۢا بِغَیۡرِ نَفۡسٍ اَوۡ فَسَادٍ فِی الۡاَرۡضِ فَکَاَنَّمَا قَتَلَ النَّاسَ جَمِیۡعًا (المائدہ:33) ترجمہ: جس نے بھی کسی ایسے نفس کو قتل کیا جس نے کسی دوسرے کی جان نہ لی ہو یا زمین میں فساد نہ پھیلایا ہو تو گویا اس نے تمام انسانوں کو قتل کر دیا۔

اسلام صلح و آشتی کا مذہب ہے۔ قرآن مجید نے مذہب کی بنیاد دلیل اور برہان پر رکھی ہے۔ اور دین کے معاملے میں کسی قسم کے جبر و اکراہ کو روا نہیں رکھا۔ جیسا کہ فرمایا: لَاۤ اِکۡرَاہَ فِی الدِّیۡنِ ۟ۙ قَدۡ تَّبَیَّنَ الرُّشۡدُ مِنَ الۡغَیِّ ۚ فَمَنۡ یَّکۡفُرۡ بِالطَّاغُوۡتِ وَیُؤۡمِنۡۢ بِاللّٰہِ فَقَدِ اسۡتَمۡسَکَ بِالۡعُرۡوَۃِ الۡوُثۡقٰی ٭ لَا انۡفِصَامَ لَہَا ؕ وَاللّٰہُ سَمِیۡعٌ عَلِیۡمٌ (البقرۃ:257) ترجمہ: دین میں کوئی جبر نہیں یقیناً ہدایت گمراہی سے کھل کر نمایاں ہو چکی ہے پس جو کوئی شیطان کا انکار کرے اور اللہ پر ایمان لائے تو یقیناً اس نے ایک ایسے مضبوط کڑے کو پکڑ لیا جس کا ٹوٹنا ممکن نہیں اور اللہ بہت سننے والا (اور) دائمی علم رکھنے والا ہے۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے صحابہ نے قرآن مجید کی اسی حسین تعلیم پر عمل کرتے ہوئے مکی دَور میں اپنے دین کی حفاظت کی خاطر ہر قسم کی قربانی دی اور کفار کے ہر قسم کے ظلم و بربریت اور تشدّد کو برداشت کیا اور پھر دین کی حفاظت، عزت اور ناموس کی خاطر ہی اپنی ساری جائدادیں اور اموال چھوڑ کر ترک وطن کرتے ہوئے ہجرت اختیار کی۔ یہاں تک کہ جب دشمن آپؐ اور آپ کے اصحاب کا پیچھا کرتے ہوئے مدینہ تک جا پہنچا اور وہاں بھی دین کو بزور مٹانا چاہا اور ہر طرح سے آپؐ اور آپ کے ساتھیوں کو تنگ کیا گیا۔ تب آپؐ کو باذن الٰہی اپنے دفاع، دشمنوں اور شر پسندوں کے فتنہ و فساد کو رفع کرنے اور مظلوم مسلمانوں کا بدلہ لینے کیلئے جنگیں کرنی پڑیں اور وہ بھی بے شمار شرائط سے مشروط اور پابندیوں اور قواعد کیساتھ مربوط تھیں۔ مگر اذنِ جنگ کے ساتھ ہی اللہ تعالیٰ نے نصرت کا بھی وعدہ فرمایا جس کے نتیجہ میں آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ان جنگوں اور معرکوں میں فتح یاب ہوئے۔ ورنہ اللہ تعالیٰ کے اذن اور اس کی نصرت کے بغیر ان حالات میں جن سے مسلمان دوچار تھے جنگ کرنا خودکشی کرنے کے مترادف تھا۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنے ماننے والوں کو بھی یہی تعلیم دی کہ صلح و امن کے ساتھ اسلام کے پیغام کو دوسروں تک پہنچائیں جنگ و جدال اور زور زبردستی کی راہ کو اختیار نہ کریں۔ اس زمانہ میں صرف اور صرف جماعت احمدیہ وہ واحد جماعت ہے جو اپنے پیارے آقا حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اس اسوہ حسنہ پر عمل پیرا ہے۔ مگر انہی صلح اور امن کے اصولوں کو اپنانے کی وجہ سے حضرت مسیح موعود علیہ السلام اور آپ کی جماعت یعنی جماعت احمدیہ پر ''ترک جہاد'' اور ''تنسیخ جہاد'' کا فتویٰ صادر کیا گیا ہے۔ اسی اعتراض اور الزام کا جواب دیتے ہوئے اور صحیح اسلامی جہاد کا مفہوم بیان کرتے ہوئے حضرت خلیفۃ المسیح الثانی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: ''چوتھا اعتراض ہم پر یہ کیا جاتا ہے کہ ہم جہاد کے منکر ہیں۔ مجھے ہمیشہ تعجب آیا کرتا ہے کہ اس قدر جھوٹ انسان کیوں کر بول سکتا ہے کیوں کہ یہ بات کہ ہم جہاد کے منکر ہیں، بالکل جھوٹ ہے۔ ہمارے نزدیک تو بغیر جہاد کے ایمان ہی کامل نہیں ہو سکتا، تمام ضعف جو اسلام اور مسلمانوں کو پہنچا ہے اور ایمان کی کمزوری بلکہ اس کا فقدان جو ان میں نظر آرہا ہے یہ سب صرف جہاد میں سستی کرنے کی وجہ سے ہے۔ پس یہ کہنا کہ ہم جہاد کے منکر ہیں ہم پر افتراء ہے جب قرآن کریم کے بیسیوں مقامات پر جہاد کی تعلیم دی گئی ہے تو بحیثیت ایک مسلمان ہونے کے اور قرآن کریم کے شیدائی ہونے کے ہم جہاد کے منکر کس طرح ہو سکتے ہیں، ہاں ہم ایک بات کے سخت مخالف ہیں اور وہ یہ ہے کہ اسلام کے نام پر خونریزی اور فساد اور غداری اور ڈاکہ زنی اور غارت گری کی جائے کیوں کہ اس سے اسلام کے خوشنما چہرے پر نہایت بدنما داغ لگ جاتا ہے۔ ہم اس بات کو برداشت نہیں کر سکتے کہ حرص اور طمع اور نفسانیت اور ذاتی فوائد کی خاطر اسلام کے مقدس احکام کو بگاڑا جائے۔ غرض ہم جہاد کے منکر نہیں ہیں بلکہ اس بات کے مخالف ہیں کہ کوئی شخص ظلم اور تعدی کا نام جہاد رکھ دے ......آج دنیا اسلام کو ایک غیر مہذب مذہب اور اسلام کے رسولؐ کو ایک جابر بادشاہ خیال کرتی ہے۔ کیا اس لئے کہ اس نے رسول کریمؐ کی زندگی میں کوئی ایسی بات دیکھی ہے جو خلاف تقویٰ یا خلاف دیانت ہے۔ نہیں بلکہ اس وجہ سے کہ مسلمانوں نے اپنے اعمال سے اس کے دماغ میں بعض ایسی باتیں داخل کر دی ہیں کہ وہ ان کو ایک دم کیلئے بھی بھلا نہیں سکتی۔ میرے نزدیک ان خطرناک مظالم میں سے جو رسول مقبولؐ پر کئے گئے ہیں، ایک یہ ظلم ہے کہ خود مسلمانوں نے آپؐ کو جو رحم مجسم تھے جو چونٹی کو بھی ضرر دینا پسند نہیں کرتے تھے دشمنانِ اسلام کے سامنے ایسی شکل میں پیش کیا ہے کہ ان کے دل آپؐ سے متنفر ہو گئے ہیں اور ان کے دماغ آپؐ کے خلاف خیالات سے بھر گئے ہیں......غرض جہاد جسکی اسلام نے اجازت دی ہے، یہ ہے کہ اس قوم کے خلاف جنگ کی جائے جو اسلام سے جبراً لوگوں کو پھیرے یا اس میں داخل ہونے سے جبراً باز رکھے اور اس میں داخل ہونے والوں کو صرف اسلام کے قبول کرنے کے جرم میں قتل کرے، اس قوم کے سوا دوسری قوم سے جہاد نہیں ہو سکتا، اگر جنگ ہو گی تو صرف سیاسی اور ملکی جنگ ہو گی جو دو مسلمان قوموں میں بھی آپس میں ہو سکتی ہے۔

یہ ظالمانہ جنگ جو بعض دفعہ ڈاکہ اور خونریزی سے بڑھ کر اور کچھ نہیں ہوتی، بدقسمتی سے غیر مذاہب سے مسلمانوں میں آئی ہے۔ ورنہ اسلام میں اس کا نام و نشان تک نہیں تھا اور سب سے زیادہ اس عقیدے کی اشاعت کا الزام مسیحیوں پر ہے جو آج سب سے زیادہ اسکی وجہ سے مسلمانوں پر معترض ہیں......آج ساری دنیا میں اسلام کے خلاف یہی ہتھیار استعمال کیا جاتا ہے مگر مسلمانوں کی آنکھیں نہیں کھلتیں اور وہ برابر دشمن کے ہاتھ میں تلوار پکڑا رہے ہیں کہ اسے لو اور اسلام پر حملہ کرو، وہ نہیں دیکھتے کہ یہ ظالمانہ جنگیں جن کا نام جہاد رکھا جاتا ہے اسلام کو فائدہ نہیں بلکہ نقصان پہنچا رہی ہیں ......غرض ہم جہاد کے منکر نہیں ہیں بلکہ جہاد کے ان غلط معنوں کے مخالف ہیں جن سے اس وقت اسلام کو سخت صدمہ پہنچا ہے اور ہمارے نزدیک مسلمانوں کی ترقی کا راز اس مسئلے کے سمجھنے میں مخفی ہے اگر وہ اس امر کو اچھی طرح سمجھ لیں کہ جہاد کبیر قرآن کریم کے ذریعہ ہو سکتا ہے، نہ کہ تلوار سے اور اگر وہ سمجھ لیں کہ مذہب کا اختلاف ہرگز کسی کی جان یا اس کے مال یا اس کی آبرو کو حلال نہیں کر دیتا تو ان کے دلوں میں اس قسم کے تغیرات پیدا ہو جائیں جن سے خود بخود ان کو سیدھے راستے پر قدم مارنے کی طرف توجہ ہو اور وہ لَیۡسَ الۡبِرُّ بِاَنۡ تَاۡتُوا الۡبُیُوۡتَ مِنۡ ظُہُوۡرِہَا وَلٰکِنَّ الۡبِرَّ مَنِ اتَّقٰی ۚ وَاۡتُوا الۡبُیُوۡتَ مِنۡ اَبۡوَابِہَا ۪ وَاتَّقُوا اللّٰہَ لَعَلَّکُمۡ تُفۡلِحُوۡنَ (البقرۃ:190) کے ارشاد پر عمل کر کے ترقی کے صحیح اصول کو سمجھیں اور ان پر عمل پیرا ہوں۔''

(دعوت الامیر صفحہ 58 تا 65)

پس جماعت احمدیہ جہاد کی ہرگز منکر نہیں، جھوٹا ہے وہ شخص جو کہتا ہے کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے تنسیخ جہاد کا اعلان کیا۔ جہاد اسلام کا ایک جز ہے جو کسی صورت میں ترک نہیں کیا جا سکتا مگر اس کے باوجود یہ بھی ایک حقیقت ہے کہ مسلمانوں نے جہاد کا مفہوم قطعاً غلط سمجھ رکھا ہے۔ مسلمان اسلام کے نام پر خوں ریزیاں، فساد اور غارت گری اور خودکش حملے کا نام جہاد رکھتے ہیں وہ حرص، طمع، نفسانیت اور ذاتی فوائد کی خاطر دشمنان اسلام کو قتل کرنے کا نام جہاد رکھتے ہیں اور افسوس تو یہ ہے کہ وہ اس جہاد کو بانی اسلام حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف منسوب کرتے ہیں۔ بعض مسلمان یہ عقیدہ رکھتے ہیں کہ مسلمانوں کے انحطاط کے دور میں 'امام مہدی' تشریف لائیں گے تو وہ شمشیر برہنہ لئے ہوئے ہونگے اور جملہ اہل مذاہب کو مسلمان بنائیں گے جو انکار کردے گا اس کا سر قلم کردینگے۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام اس باطل عقیدہ کی تردید کرتے ہوئے فرماتے ہیں ۔

ایسا گماں کہ مہدی خونی بھی آئے گا
اور کافروں کے قتل سے دیں کو بڑھائے گا
اے غافلو یہ باتیں سراسر دروغ ہیں
باطل ہیں بے ثبوت ہیں اور بے فروغ ہیں

ماموریزمانہ حکم وعدل، حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام نے جہاں اور بہت سے کارہائے نمایاں سرانجام دیئے ہیں وہاں یہ عظیم الشان خدمت بھی آپ نے کی ہے کہ جہاد کا صحیح مفہوم لوگوں کو ذہن نشین کرایا اور جہاد کی حقیقت لوگوں پر واضح کی۔

آپؑ نے اپنی تصنیف ''گورنمنٹ انگریزی اور جہاد'' اور ''ضمیمہ رسالہ جہاد'' اور اسی طرح اپنی بہت سی کتب و ملفوظات اور اشتہارات میں نہایت جامعیت کے ساتھ اس مسئلہ کے مختلف پہلوؤں پر روشنی ڈالی ہے۔ آپؑ نے جہاد کی اصل حقیقت کو قرآن و حدیث اور سنّت حضرت محمد مصطفی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے حوالہ سے بیان کرنے کے ساتھ ساتھ بعض مسلمانوں میں رائج غلط نظریہ جہاد کا بطلان ثابت فرمایا ہے۔ اسی طرح خونی نظریہ جہاد کے ذمہ داروں کی نشاندہی کرتے ہوئے ان کے طریقہ واردات اور ان کی طرف سے انسانیت کو درپیش خطرات کی تفصیل بیان فرمائی ہے اور مذہبی دہشت گردی کے خاتمہ اور امن عامہ کے قیام کیلئے نہایت اہم اور ٹھوس تجاویز دیں اور نصائح فرمائیں ہیں جن پر عمل کئے بغیر مذہبی جنونیت کا خاتمہ ممکن نہیں اور دنیا میں امن و امان محال ہے۔ چنانچہ ذیل میں آپؑ کا نظریہ جہاد جو بالفاظ دیگر قرآن کریم اور بانی اسلام صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا نظریہ جہاد ہے، اور اسی طرح غلط نظریہ جہاد کے متعلق آپؑ کی اصلاحی کوشش اور نصائح مختصراً مرقوم ہیں۔

حضورؑ نے دنیا کے سامنے قرآن مجید کی صداقت کو از سرِ نو پیش کیا اور بتایا کہ جہاد صرف کفار سے لڑائی کرنے کو نہیں کہا جاتا بلکہ کسی کام میں اپنی انتہائی قوت خرچ کرنے اور پھر اس کی تکمیل کیلئے پوری پوری کوشش کرنے کو بھی جہاد کہا جاتا ہے۔ حضور فرماتے ہیں: ''جاننا چاہئے کہ جہاد کا لفظ جُہد کے لفظ سے مشتق ہے جسکے معنے ہیں کوشش کرنا اور پھر مجاز کے طور پر دینی لڑائیوں کیلئے بولا گیا۔'' (گورنمنٹ انگریزی اور جہاد، روحانی خزائن جلد 17 صفحہ 3)

عربی لغت کی مشہور کتاب حضور کے ان معنوں کی تائید کرتی ہے۔ چنانچہ تاج العروس مشہور عربی لغت کی کتاب میں لکھا ہے: ''جہاد جُہد سے مشتق ہے اور جہاد کے معنی ہیں مشقت برداشت کرنا، کسی کام کے کرنے میں پوری طرح کوشش کرنا اور کسی قسم کی کوتاہی نہ کرنا۔''

اسی طرح لسان العرب میں لکھا ہے کہ ''جہاد جہد سے مشتق ہے اس کے معنی محنت و مزدوری کے ہیں یا جُہد سے مشتق ہے جس کے معنی زور اور طاقت کے ہیں ہاں اصطلاحی معنی جنگ کے ہیں۔''

(لسان العرب جلد 4 صفحہ 107)

جہاد کے اس وسیع مفہوم کو محض جہاد بالسیف تک محدود کردینا ایک ظلم عظیم اور نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات والاصفات پر بیجا تہمت لگانے کے مترادف ہے اور قرآن کریم کی واضح تعلیم کے سراسر خلاف ہے۔ اگر کوئی شخص ابتدائی زمانہ کی اسلامی لڑائیوں کی آڑ میں قتل و غارت گری اور قتال کو جائز سمجھتا ہے تو اس کو یاد رکھنا چاہئے کہ ابتدائی زمانہ کی اسلامی لڑائیاں تین قسم سے باہر نہیں ہیں:

(1) دفاعی طور پر یعنی بطریق حفاظت خود اختیاری (2) بطور سزا یعنی خون کے عوض میں خون (3) بطور آزادی قائم کرنے یعنی بغرض مزاحموں کی قوت توڑنے کے جو مسلمان ہونے پر قتل کرتے تھے اور ان تینوں قسموں پر جہاد کے لغوی معنوں کو مدنظر رکھتے ہوئے لفظ جہاد کا اطلاق جائز ہے۔ لیکن اسلام اس بات کا سخت مخالف ہے کہ کسی شخص کو جبر اور قتل کی دھمکی سے دین میں داخل کیا جائے یا محض ملک گیری اور توسیع مملکت کیلئے جارحانہ حملہ کیا جائے۔

حضرت مسیح موعودؑ کی بعثت کا ایک بڑا مقصد مسلمانوں میں رائج غلطیوں کی اصلاح کرنا تھی۔ انہی غلطیوں میں سے ایک بڑی غلطی دین اسلام کو ادیان باطلہ پر غالب کرنے کیلئے مسلمانوں میں غلط نظریہ جہاد بھی تھا۔ چنانچہ اپنی بعثت کا مقصد اور پھر دلائل اور براہین کے ذریعہ نہ کہ تلوار اور بندوق کے ذریعہ، غلبہ اسلام کا ذکر کرتے ہوئے حضور علیہ السلام فرماتے ہیں: ''اس وقت خدا تعالیٰ نے مجھے بھیجا ہے تا میں ادیان باطلہ کے حملوں سے اسلام کو بچاؤں اور اسلام کے پرزور دلائل اور صداقتوں کے ثبوت پیش کروں...... میں یقیناً کہتا ہوں کہ اسلام کا غلبہ ہو کر رہے گا اور اس کے آثار ظاہر ہو چکے ہیں۔ ہاں یہ سچی بات ہے کہ اس غلبہ کیلئے کسی تلوار اور بندوق کی حاجت نہیں۔ اور نہ خدا نے مجھے ہتھیاروں کے ساتھ بھیجا ہے۔ جو شخص اس وقت یہ خیال کرے وہ اسلام کا نادان دوست ہوگا۔ مذہب کی غرض دلوں کو فتح کرنا ہوتی ہے اور یہ غرض تلوار سے حاصل نہیں ہوتی۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جو تلوار اٹھائی میں بہت مرتبہ ظاہر کر چکا ہوں کہ وہ تلوار محض حفاظت خود اختیاری اور دفاع کے طور پر تھی اور وہ بھی اس وقت جبکہ مخالفین اور منکرین کے مظالم حد سے گزر گئے اور بیکس مسلمانوں کے خون سے زمین سرخ ہو چکی۔ غرض میرے آنے کی غرض تو یہ ہے کہ اسلام کا غلبہ دوسرے ادیان پر ہو۔'' (لیکچر لدھیانہ، روحانی خزائن جلد 20 صفحہ 293)

حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی پیشگوئی **یضع الحرب** (یعنی مسیح موعود کے آنے پر تلوار کا جہاد ختم ہو جائیگا) کا ذکر کرتے ہوئے یہ بھی واضح فرمایا کہ موجودہ زمانہ میں جہاد بالسیف کے واجب ہونے کی شرائط میں سے کوئی بھی شرط نہیں پائی جاتی۔ موجودہ زمانہ میں کوئی قوم مسلمانوں سے مذہبی بناء پر جنگ نہیں کر رہی۔ ہر طرف آزادی ضمیر و حریت عمل کا دَور دَورہ ہے۔ مسلمان ساری دنیا میں بڑی آزادی کے ساتھ اپنے دینی فرائض ادا کر رہا ہے۔ لیکن ان سب کے باوجود اگر جہاد بالسیف جہاد بالسیف کی رٹ لگانے والے علماء جہاد کرتے ہیں تو وہ اسلام، بانی اسلام اور قرآن کریم کی ہتک کرنے والے اور اللہ تعالیٰ کی ناراضگی کا موجب بنتے ہیں۔ آپؑ فرماتے ہیں:

تیرہ سو برس ہوئے کہ مسیح موعود کی شان میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے منہ سے کلمہ **یضع الحرب** جاری ہو چکا ہے جسکے یہ معنی ہیں کہ مسیح موعود جب آئے گا تو لڑائیوں کا خاتمہ کر دے گا اور اسی کی طرف اشارہ اس قرآنی آیت کا ہے **حتی تضع الحرب اوزارھا** یعنی اس وقت تک لڑائی کرو جب تک کہ مسیح کا وقت آ جائے۔ (گورنمنٹ انگریزی اور جہاد، روحانی خزائن جلد 17، صفحہ 8)

نیز فرمایا: ''دیکھو میں ایک حکم لیکر آپ لوگوں کے پاس آیا ہوں وہ یہ ہے کہ اب سے تلوار کے جہاد کا خاتمہ ہے مگر اپنے نفسوں کے پاک کرنے کا جہاد باقی ہے۔ اور یہ بات میں نے اپنی طرف سے نہیں کہی بلکہ خدا کا یہی ارادہ ہے۔ صحیح بخاری کی اس حدیث کو سوچو جہاں مسیح موعود کی تعریف میں لکھا ہے کہ **یَضَعُ الْحَرْبَ** یعنی مسیح جب آئے گا تو دینی جنگوں کا خاتمہ کر دے گا۔'' (گورنمنٹ انگریزی اور جہاد، روحانی خزائن جلد 17 صفحہ 15)

پھر فرمایا: ''آج سے انسانی جہاد جو تلوار سے کیا جاتا تھا خدا کے حکم کے ساتھ بند کیا گیا۔ اب اسکے بعد جو شخص کافر پر تلوار اُٹھاتا ہے اور اپنا نام غازی رکھتا ہے وہ اُس رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی نافرمانی کرتا ہے جس نے آج سے تیرہ سو برس پہلے فرمادیا ہے کہ مسیح موعود کے آنے پر تمام تلوار کے جہاد ختم ہو جائیں گے۔ سو اب میرے ظہور کے بعد تلوار کا کوئی جہاد نہیں۔ ہماری طرف سے امان و صلح کاری کا جھنڈا بلند کیا گیا ہے۔ خدا تعالیٰ کی طرف دعوت کرنے کی ایک راہ نہیں۔ پس جس راہ پر نادان لوگ اعتراض کر چکے ہیں خدا تعالیٰ کی حکمت اور مصلحت نہیں چاہتی کہ اسی راہ کو پھر اختیار کیا جائے۔ اس کی ایسی ہی مثال ہے کہ جیسے جن نشانوں کی پہلے تکذیب ہو چکی وہ ہمارے سید رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو نہیں دیئے گئے۔ لہٰذا مسیح موعود اپنی فوج کو اس ممنوع مقام سے پیچھے ہٹ جانے کا حکم دیتا ہے۔'' (روحانی خزائن جلد 16 خطبہ الہامیہ صفحہ 28)

نیز فرمایا: ''**واعلموا ان وقت الجهاد السيفي قد مضى ولم يبق الاجهاد القلم والدعاوآيات عظمى**'' (حقیقۃ المهدی، روحانی خزائن جلد 14 صفحہ 457) ترجمہ: یعنی جان لو کہ اب جہاد بالسیف کا وقت نہیں ہے بلکہ قلم اور دعا اور بڑے بڑے نشانات کے ذریعہ جہاد کرنے کا زمانہ ہے۔

پھر فرمایا: ''**فی هذه الايام و امرنا ان نعد للكافرين كما يعدّون لنا. ولانرفع الحسام قبل ان نقتل بالحسام**'' (حقیقۃ المهدی، روحانی خزائن جلد 14 صفحہ 454) ترجمہ: اب جہاد کے اسباب باقی نہیں رہے، اور ہمیں حکم ہے کہ ہم انکار کرنے والوں کے مقابل پر ویسی ہی تیاری کریں جیسی وہ ہمارے مقابل پر کر رہے ہیں۔ اور اس وقت تک ہرگز تلوار نہ اٹھائیں جب تک ہم تلوار کے ذریعہ قتل نہ کئے جائیں (یا تلوار کے ذریعہ ہم سے لڑا نہ جائے)

فرمایا: ''**ولاشك ان وجوه الجهاد معدومة فى هذا الزمن و فى هذه البلاد**'' (تحفہ گولڑویہ، روحانی خزائن جلد 17 صفحہ 82) یعنی اس میں شک نہیں کہ جہاد کی وجوہ یا شرائط اس زمانہ اور ان شہروں میں

نہیں پائی جاتیں۔

آپؑ نے مسلمانوں میں رائج غلط طریق جہاد کا ذکر اور پھر اس کی پر زور تردید کرتے ہوئے فرمایا: ''یہ طریق جہاد جس پر اس زمانہ کے اکثر وحشی کاربند ہو رہے ہیں یہ اسلامی جہاد نہیں ہے۔ بلکہ یہ نفس امارہ کے جوشوں سے یا بہشت کے طمع خام سے ناجائز حرکات ہیں جو مسلمانوں میں پھیل گئے ہیں۔''
(گورنمنٹ انگریزی اور جہاد، روحانی خزائن جلد 17 صفحہ 10-9)

اسی طرح فرمایا: ''یہ موجودہ طریق غیر مذہب کے لوگوں پر حملہ کرنے کا جو مسلمانوں میں پایا جاتا ہے جس کا نام وہ جہاد رکھتے ہیں یہ شرعی جہاد نہیں ہے بلکہ صریح خدا اور رسول ﷺ کے حکم کے مخالف اور سخت معصیت ہے۔'' (گورنمنٹ انگریزی اور جہاد، روحانی خزائن جلد 17 صفحہ 17)

ایک اور جگہ فرماتے ہیں: ''جبکہ اس زمانہ میں کوئی شخص مسلمانوں کو مذہب کے لئے قتل نہیں کرتا تو وہ کس حکم سے ناکردہ گناہ لوگوں کو قتل کرتے ہیں۔'' (گورنمنٹ انگریزی اور جہاد، روحانی خزائن جلد 17، صفحہ 13)

پھر آپؑ فرماتے ہیں: ''کیا یہ نیک کام ہو سکتا ہے کہ ایک شخص مثلاً اپنے خیال میں بازار میں چلا جاتا ہے اور ہم اس قدر اس سے بے تعلق ہیں کہ نام تک بھی نہیں جانتے اور نہ وہ ہمیں جانتا ہے مگر تاہم ہم نے اس کے قتل کرنے کے ارادہ سے ایک پستول اس پر چھوڑ دیا ہے۔ کیا یہی دینداری ہے؟ اگر یہ کچھ نیکی کا کام ہے تو پھر درندے ایسی نیکی کے بجالانے میں انسانوں سے بڑھ کر ہیں ...... کیا خدا نے ہمیں یہ حکم دیا ہے کہ ہم خواہ نخواہ بغیر ثبوت کسی جرم کے ایسے انسان کو کہ نہ ہم اُسے جانتے ہیں اور نہ وہ ہمیں جانتا ہے غافل پا کر چھری سے ٹکڑے ٹکڑے کر دیں یا بندوق سے اس کا کام تمام کر دیں؟ کیا ایسا دین خدا کی طرف سے ہو سکتا ہے جو یہ سکھاتا ہے کہ یونہی بے گناہ، بے جرم، بے تبلیغ خدا کے بندوں کو قتل کرتے جاؤ اس سے تم بہشت میں داخل ہو جاؤ گے۔ افسوس کا مقام ہے اور شرم کی جگہ ہے کہ ایک شخص جس سے ہماری کچھ سابق دشمنی بھی نہیں بلکہ روشناسی بھی نہیں وہ کسی دوکان پر اپنے بچوں کیلئے کوئی چیز خرید رہا ہے یا اپنے کسی اور جائز کام میں مشغول ہے اور ہم نے بے وجہ، بے تعلق اس پر پستول چلا کر ایک دم میں اس کی بیوی کو بیوہ اور اس کے بچوں کو یتیم اور اس کے گھر کو ماتم کدہ بنا دیا۔ یہ طریق کس حدیث میں لکھا ہے یا کس آیت میں مرقوم ہے؟ کوئی مولوی ہے جو اس کا جواب دے؟ نادانوں نے جہاد کا نام سن لیا ہے اور پھر اس بہانہ سے اپنی نفسانی اغراض کو پورا کرنا چاہا ہے یا محض دیوانگی کے طور پر مرتکب خونریزی کے ہوئے ہیں...... مجھے تعجب ہے کہ جب کہ اس زمانہ میں کوئی شخص مسلمانوں کو مذہب کیلئے قتل نہیں کرتا تو وہ کس حکم سے ناکردہ گناہ لوگوں کو قتل کرتے ہیں۔''
(گورنمنٹ انگریزی اور جہاد روحانی خزائن جلد 17 صفحہ 11 تا 13)

آجکل جو مساجد اور عبادتگاہوں، جہازوں، ریل گاڑیوں یا بسوں میں اور پبلک مقامات پر مجمع عام میں ریموٹ کنٹرول کے ذریعہ یا خودکش بم دھماکوں اور اندھا دھند فائرنگ کے ذریعہ معصوم اور بے گناہ لوگوں کی جانیں لی جاتی ہیں یہ بھی اس مذکورہ دہشت گردی کی ہی خطرناک اور بھیانک صورتیں ہیں۔

حکم و عدل حضرت اقدس مسیح موعودؑ نے اپنے رسالہ گورنمنٹ انگریزی اور جہاد اور ضمیمہ رسالہ جہاد میں غلط نظریہ جہاد اور اس کے نتیجہ میں ناحق کی خونریزیوں اور دہشت گردی کے واقعات کا محاکمہ فرماتے ہوئے اس صورت حال کی ذمہ داری جاہل مولویوں کے ساتھ ساتھ یورپ کے ملاؤں یعنی پادریوں پر بھی ڈالی ہے اور آپؑ کا تجزیہ جیسے سو سال پہلے مبنی بر حقیقت تھا، آج کے حالات پر بھی سو فیصد اطلاق پا رہا ہے...... چنانچہ اسلام کے ملّاؤں کا ذکر کرتے ہوئے حضور علیہ السلام فرماتے ہیں:

''مسئلہ جہاد کو جس طرح پر حال کے اسلامی علماء نے جو مولوی کہلاتے ہیں سمجھ رکھا ہے اور جس طرح وہ عوام کے آگے اس مسئلہ کی صورت بیان کرتے ہیں ہرگز وہ صحیح نہیں ہے۔ اور اس کا نتیجہ بجز اسکے کچھ نہیں کہ وہ لوگ اپنے پُر جوش وعظوں سے عوام وحشی صفات کو ایک درندہ صفت بنا دیں اور انسانیت کی تمام پاک خوبیوں سے بے نصیب کر دیں۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا اور میں یقیناً جانتا ہوں کہ جس قدر ایسے ناحق کے خون ان نادان اور نفسانی انسانوں سے ہوتے ہیں کہ جو اس راز سے بے خبر ہیں کہ کیوں اور کس وجہ سے اسلام کو اپنے ابتدائی زمانہ میں لڑائیوں کی ضرورت پڑی تھی اُن سب کا گناہ ان مولویوں کی گردن پر ہے کہ جو پوشیدہ طور پر ایسے مسئلے سکھاتے رہتے ہیں جنکا نتیجہ دردناک خون ریزیاں ہیں۔'' (گورنمنٹ انگریزی اور جہاد، روحانی خزائن جلد 17 صفحہ 7)

اسی طرح حضورؑ فرماتے ہیں: ''جاہل مولویوں نے، خدا ان کو ہدایت دے، عوام کالانعام کو بڑے دھوکے دیئے ہیں اور بہشت کی کنجی اسی عمل کو قرار دیا ہے جو صریح ظلم اور بے رحمی اور انسانی اخلاق کے برخلاف ہے۔''
(گورنمنٹ انگریزی اور جہاد، روحانی خزائن جلد 17 صفحہ 11)

پھر آپؑ فرماتے ہیں کہ: ''یہ لوگ اپنے اس عقیدہ جہاد پر جو سراسر غلط اور قرآن اور حدیث کے برخلاف ہے اس قدر جمے ہوئے ہیں کہ جو شخص اس عقیدہ کو نہ مانتا ہو اور اس کے برخلاف ہو اسکا نام دجّال رکھتے ہیں اور واجب القتل قرار دیتے ہیں۔ چنانچہ میں بھی مدت سے اسی فتویٰ کے نیچے ہوں۔'' (گورنمنٹ انگریزی اور جہاد، روحانی خزائن جلد 17 صفحہ 7)

علماء اسلام کے ایسے بیانات اور فتاوی عام طور پر شائع شدہ اور معروف ہیں اور ان کی اشتعال انگیزیاں اور عوام کے جذبات سے کھیل کر انہیں کشت و خون پر آمادہ کرنا ایک ثابت شدہ حقیقت ہے اب تو پریس میڈیا کے علاوہ الیکٹرانک میڈیا پر ان کی ویڈیوز اور بیانات دستیاب ہیں۔

اسی طرح یورپ کے ملّاں جو کہ پادری ہیں ان کا ذکر کرتے ہوئے حضورؑ فرماتے ہیں:

''جیسا کہ ایک طرف جاہل مولویوں نے اصل حقیقت جہاد کی مخفی رکھ کر لوٹ مار اور قتل انسان کے منصوبے عوام کو سکھائے اور اس کا نام جہاد رکھا ہے۔ اسی طرح دوسری طرف پادری صاحبوں نے بھی یہی کارروائی کی اور ہزاروں رسالے اور اشتہار اردو اور پشتو وغیرہ زبانوں میں چھپوا کر ہندوستان اور پنجاب اور سرحدی ملکوں میں اس مضمون کے شائع کئے کہ اسلام تلوار کے ذریعہ سے پھیلا ہے اور تلوار چلانے کا نام اسلام ہے جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ عوام نے جہاد کی دو گواہیاں پا کر یعنی ایک مولویوں کی گواہی اور دوسری پادریوں کی شہادت اپنے وحشیانہ جوش میں ترقی کی۔'' (گورنمنٹ انگریزی اور جہاد، روحانی خزائن جلد 17 صفحہ 9)

حضرت اقدس مسیح موعودؑ مذہبی اختلاف کی بنا پر غلط نظریہ جہاد اور ناحق خونریزی کے اسباب کا ذکر کرتے ہوئے اور اس کے ذمہ داران کا تعین کرتے ہوئے مزید فرماتے ہیں:

''میرے نزدیک یہ واقعی اور یقینی امر ہے کہ یہ وحشیانہ عادت جو سرحدی افغانوں میں پائی جاتی ہے اور آئے دن کوئی نہ کوئی کسی بے گناہ کا خون کیا جاتا ہے اس کے اسباب...... دو ہیں: اول وہ مولوی جن کے عقائد میں یہ بات داخل ہے کہ غیر مذہب کے لوگوں اور خاص کر عیسائیوں کو قتل کرنا موجب ثواب عظیم ہے۔ اور اس سے بہشت کی وہ عظیم الشان نعمتیں ملیں گی کہ وہ نہ نماز سے مل سکتی ہیں، نہ حج سے، نہ زکوۃ سے اور نہ کسی اور نیکی کے کام سے۔ مجھے خوب معلوم ہے کہ یہ لوگ در پردہ عوام الناس کے کان میں ایسے وعظ پہنچاتے رہتے ہیں۔ آخر دن رات ایسے وعظوں کو سن کر ان لوگوں کے دلوں پر جو حیوانات میں اور ان میں کچھ تھوڑا ہی فرق ہے بہت بڑا اثر ہوتا ہے اور وہ درندے ہو جاتے ہیں اور ان میں ایک ذرہ رحم باقی نہیں رہتا اور ایسی بے رحمی سے خون ریزیاں کرتے ہیں جن سے بدن کانپتا ہے اور اگرچہ سرحدی اور افغانی ملکوں میں اس قسم کے مولوی بکثرت بھرے پڑے ہیں جو ایسے ایسے وعظ کیا کرتے ہیں۔ میری رائے تو یہ ہے کہ پنجاب اور ہندوستان بھی ایسے مولویوں سے خالی نہیں۔ اگر گورنمنٹ عالیہ نے یہ یقین کر لیا ہے کہ اس ملک کے تمام مولوی اس قسم کے خیالات سے پاک اور مبرّا ہیں تو یہ یقین بے شک نظر ثانی کے لائق ہے۔ میرے نزدیک اکثر مسجد نشین نادان مغلوب الغضب ملّا ایسے ہیں کہ ان گندے خیالات سے بری نہیں ہیں......

دوسرا سبب ان مجرمانہ خونریزیوں کا جو غازی بننے کے بہانہ سے کی جاتی ہیں میری رائے میں وہ پادری صاحبان بھی ہیں جنہوں نے حد سے زیادہ اس بات پر زور دیا کہ اسلام میں جہاد فرض ہے اور دوسری قوموں کو قتل کرنا مسلمانوں کے مذہب میں بہت ثواب کی بات ہے۔ میرے خیال میں سرحدی لوگوں کو جہاد کے مسئلہ کی خبر بھی نہیں تھی۔ یہ تو پادری صاحبوں نے یاد دلایا...... میرے پاس اس خیال کی تائید میں دلیل یہ ہے کہ جب تک پادری صاحبوں کی طرف سے ایسے اخبار اور رسالے اور کتابیں سرحدی ملکوں میں شائع نہیں ہوئے تھے اس وقت تک ایسی وارداتیں بہت ہی کم سنی جاتی تھیں یا یوں بھی کہہ سکتے ہیں کہ بالکل نہیں تھیں

......پھر پادری فنڈل صاحب نے 1849 میں کتاب میزان الحق تالیف کر کے ہندوستان اور پنجاب اور سرحدی ملکوں میں شائع کی اور نہ فقط اسلام اور پیغمبر اسلام کی نسبت توہین کے کلمے استعمال کئے بلکہ لاکھوں انسانوں میں یہ شہرت دی کہ اسلام میں غیر مذہب کے لوگوں کو قتل کرنا صرف جائز ہی نہیں بلکہ بڑا ثواب ہے ......میں نے غور کر کے سوچا ہے کہ اکثر سرحدی وارداتیں اور پر جوش عداوت جو سرحدی لوگوں میں پیدا ہوئی اس کا سبب پادری صاحبوں کی وہ کتابیں ہیں جن میں وہ تیز زبانی اور بار بار جہاد کا ذکر لوگوں کو سنانے میں حد سے زیادہ گزر گئے ...... پادری عماد الدین امرتسری اور چند دوسرے بد زبان پادریوں کی تیز اور گندی تحریروں نے ملک کی اندرونی محبت اور مصالحت کو بڑا نقصان پہنچایا اور ایسا ہی اور پادری صاحبوں کی کتابوں نے جنکی تفصیل کی ضرورت نہیں دلوں میں عداوت کا تخم بونے میں کمی نہیں کی۔'' (گورنمنٹ انگریزی اور جہاد جلد 17 صفحہ 19 تا 21)

پھر آپؑ فرماتے ہیں: ''اگرچہ کہ ہمیں اسلام کے ملّاؤں کی نسبت افسوس سے اقرار کرنا پڑتا ہے کہ انہوں نے ایک غلط مسئلہ جہاد کی پیروی کر کے سرحدی اقوام کو یہ سبق دیا کہ تا وہ ایک محسن گورنمنٹ کے معزز افسروں کے خون سے اپنی تلواروں کو سرخ کیا کریں......مگر ساتھ ہی یورپ کے ملّاؤں پر بھی جو پادری ہیں ہمیں افسوس ہے کہ انہوں نے ناحق تیز اور خلاف واقعہ تحریروں سے نادانوں کو جوش دلائے۔ ہزاروں دفعہ جہاد کا اعتراض پیش کر کے وحشی مسلمانوں کے دلوں میں یہ جما دیا کہ ان کے مذہب میں جہاد ایک ایسا طریق ہے جس سے جلد بہشت مل جاتا ہے۔'' (گورنمنٹ انگریزی اور جہاد، جلد 17 صفحہ 21)

اسی ضمن میں حضورؑ مزید تحریر فرماتے ہیں: ''اس زمانہ کے مسلمانوں پر بھی افسوس ہے کہ وہ شریعت کے اس دوسرے حصّہ سے محروم ہو گئے ہیں جو ہمدردی نوع انسان اور محبت اور خدمت پر موقوف ہے اور وہ توحید کا دعویٰ کر کے پھر ایسے وحشیانہ اخلاق میں مبتلا ہیں جو قابل شرم ہیں۔ میں نے بارہا کوشش کی جو ان کو ان عادات سے چھڑاؤں لیکن افسوس کہ بعض ایسی تحریکیں ان کو پیش آجاتی ہیں کہ جن سے وحشیانہ جذبات ان کے زندہ ہو جاتے ہیں اور وہ بعض کم سمجھ پادریوں کی تحریرات ہیں جو زہریلا اثر رکھتی ہیں...... جو ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی نہایت درجہ کی توہین و تکذیب سے پر ہیں۔ یہ ایسی کتابیں ہیں کہ جو شخص مسلمانوں میں سے ان کو پڑھے گا اگر اس کو صبر اور حلم سے اعلیٰ درجہ کا حصہ نہیں تو بے اختیار جوش میں آجائے گا۔ کیوں کہ ان کتابوں میں علمی بیان کی نسبت سخت کلامی بہت ہے جسکی عام مسلمان برداشت نہیں کر سکتے ......اب بھی آئے دن پادری صاحبوں کی طرف سے ایسی تحریریں نکلتی رہتی ہیں کہ جو زود رنج اور تیز طبع مسلمان ان کی برداشت نہیں کر سکتے۔ یہ نہایت خوفناک کارروائی ہے کہ ایک طرف تو پادری صاحبان یہ جھوٹا الزام مسلمانوں کو دیتے ہیں کہ ان کو قرآن میں ہمیشہ اور ہر ایک زمانہ میں جہاد کا حکم ہے گویا وہ ان کو جہاد کی رسم یاد دلاتے رہتے ہیں اور پھر تیز تحریریں نکال کر ان میں اشتعال پیدا کرتے رہتے ہیں۔ نہ معلوم کہ یہ لوگ کیسے سیدھے ہیں کہ یہ خیال نہیں کرتے کہ ان دونوں طریقوں کے ملانے سے ایک خوفناک نتیجہ کا احتمال ہے۔ ہم بارہا لکھ چکے ہیں کہ قرآن شریف ہرگز جہاد کی تعلیم نہیں دیتا ......جس کتاب میں یہ آیت اب تک موجود ہے کہ لَآ اِكْرَاهَ فِي الدِّيْنِ یعنی دین کے معاملہ میں زبردستی نہیں کرنی چاہئے۔ کیا اس کی نسبت ہم ظن کر سکتے ہیں کہ وہ جہاد کی تعلیم دیتی ہے۔ غرض اس جگہ ہم مولویوں کا کیا شکوہ کریں خود پادری صاحبوں کا ہمیں شکوہ ہے کہ وہ راہ انہوں نے اختیار نہیں کی جو در حقیقت سچی تھی۔''

(گورنمنٹ انگریزی اور جہاد، روحانی خزائن جلد 17 صفحہ 30 تا 32)

جیسا کہ حضورؑ نے فرمایا ہے آج مذہب کے نام پر مسلمانوں کی طرف سے ہونے والی دہشت گردی و خونریزی کے ذمہ دار یہی دو گروہ ہیں۔ اگر مغربی دنیا بھی اور مشرقی دنیا بھی سچے امن کی خواہاں ہے تو مسلمان علماء و عوام کو بھی مغربی حکومتوں اور پادریوں اور ان کے علماء و عوام کو بھی مامور زمانہ کے اس عارفانہ تجزیہ کی روشنی میں اپنی سوچوں کو درست کرنا ہوگا اور اپنے رویّوں میں تبدیلی لانا ہوگی۔

حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام نے اُس زمانہ میں امیر والی کابل کو مسئلہ جہاد کے تعلق میں ضروری اصلاحی اقدامات کرنے کی تحریک و نصیحت اپنی تصنیف ''گورنمنٹ انگریزی اور جہاد'' میں فرمائی تھی۔ حضورؑ فرماتے ہیں:

''اسلام ہرگز یہ تعلیم نہیں دیتا کہ مسلمان رہزنوں اور ڈاکوؤں کی طرح بن جائیں اور جہاد کے بہانہ سے اپنے نفس کی خواہشیں پوری کریں۔ اور چونکہ اسلام میں بغیر بادشاہ کے حکم کے کسی طرح جہاد درست نہیں اور اس کو عوام بھی جانتے ہیں۔ اس لئے یہ بھی اندیشہ ہے کہ وہ لوگ جو حقیقت سے بے خبر ہیں اپنے دلوں میں امیر صاحب پر یہ الزام لگاویں کہ انہی کے اشارہ سے یہ سب کچھ ہوتا ہے۔ لہٰذا امیر صاحب کا ضرور یہ فرض ہے کہ جہاں تک ممکن ہو اس غلط فتوے کو روکنے کیلئے جہد بلیغ فرماویں کہ اس صورت میں امیر صاحب کی بریّت بھی آفتاب کی طرح چمک اٹھے گی اور ثواب بھی ہو گا کیوں کہ حقوق عباد پر نظر کر کے اس سے بڑھ کر اور کوئی نیکی نہیں کہ مظلوموں کی گردنوں کو ظالموں کی تلوار سے چھڑایا جائے اور چونکہ ایسے کام کرنے والے اور غازی بننے کی نیّت سے تلوار چلانے والے اکثر افغان ہی ہیں جن کا امیر صاحب کے ملک میں ایک معتدبہ حصہ ہے اس لئے امیر صاحب کو خدا تعالیٰ نے یہ موقع دیا ہے کہ وہ اپنی امارت کے کارنامہ میں اس اصلاح عظیم کا تذکرہ چھوڑ جائیں اور یہ وحشیانہ عادات جو اسلام کی بدنام کنندہ ہیں جہاں تک ان کیلئے ممکن ہو قوم افغان سے چھڑا دیں۔'' (گورنمنٹ انگریزی اور جہاد، روحانی خزائن جلد 17 صفحہ 18، 19)

مامور زمانہ کے یہ فرمودات موجودہ زمانہ پر بھی نہایت صفائی اور سچائی سے اطلاق پا رہے ہیں۔ حضورؑ نے اس سلسلہ میں جو تجویز اس وقت پیش فرمائی تھی وہ آج بھی نہ صرف افغانستان بلکہ تمام دنیا کے مسلمان حکمرانوں کیلئے بھی اتنی ہی اہم اور مفید اور قابل عمل ہے جتنی اس زمانہ میں تھی۔ اور آج کے زمانہ میں بھی تمام حکومتوں اور ان کی عوام کیلئے رہنما اصول کے طور پر ہیں اور اسی سے اس زمانہ میں مذہبی دہشت گردی اور جنونیت کا خاتمہ ہو سکتا ہے۔ حضور علیہ السلام فرماتے ہیں:

''یہ موجودہ طریق غیر مذاہب کے لوگوں پر حملہ کرنے کا جو مسلمانوں میں پایا جاتا ہے جسکا نام وہ جہاد رکھتے ہیں یہ شرعی جہاد نہیں ہے بلکہ صریح خدا اور رسول کے حکم کے مخالف اور سخت معصیت ہے۔ لیکن چونکہ اس طریق پر پابند ہونے کی بعض اسلامی قوموں میں پرانی عادت ہوگئی ہے اس لئے ان کیلئے اس عادت کو چھوڑنا آسانی سے ممکن نہیں بلکہ ممکن ہے کہ جو شخص ایسی نصیحت کرے اسی کے دشمن جانی ہو جائیں اور غازیانہ جوش سے اس کا قصّہ بھی تمام کرنا چاہیں۔ ہاں ایک طریق میرے دل میں گزرتا ہے اور وہ یہ ہے کہ اگر امیر صاحب والی کابل......نامی علماء کو جمع کر کے اس مسئلہ جہاد کو معرض بحث میں لاویں اور پھر علماء کے ذریعہ سے عوام کو ان کی غلطیوں پر متنبہ کریں بلکہ اس ملک کے علماء سے چند رسالے پشتو زبان میں تالیف کرا کر عام طور پر شائع کرائیں تو یقین ہے کہ اس قسم کی کارروائی کا لوگوں پر بہت اثر پڑے گا اور وہ جوش جو نادان ملّاعوام میں پھیلاتے ہیں رفتہ رفتہ کم ہو جائے گا۔''

(گورنمنٹ انگریزی اور جہاد، روحانی خزائن جلد 17 صفحہ 17)

اگر غلط اور باطل نظریات وعقائد کو براہین ساطعہ اور دلائل قاطعہ سے جڑ سے اکھیڑ دیا جائے اور انکی جگہ سچے اور واقعی اور حقیقت پر مبنی نظریات وعقائد کو دلوں میں راسخ کر دیا جائے تو اسکے نتیجہ میں معاشرہ میں ایک اصلاح عظیم برپا ہوگی اور اس کا اثر بھی دیرپا ہوگا۔ اسی لئے حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام نے وَجَادِلْهُمْ بِالَّتِي هِيَ أَحْسَنُ (النحل:126) ان سے اس طریق پر مجادلہ کر جو بہترین ہو) کے قرآنی حکم کی روشنی میں یہ احسن تجویز فرمائی ہے کہ ''نامی علماء کو جمع کر کے اس مسئلہ جہاد کو معرض بحث میں لاویں اور پھر علماء کے ذریعہ سے عوام کو ان کی غلطیوں پر متنبّہ کریں۔

علماء وعوام کو خونی نظریہ جہاد کا بطلان ثابت کرتے ہوئے اسلامی جہاد کی حقیقت کو اجاگر کرنا چاہئے۔ جب ہر طرف سے ایک ہی پیغام سب کو ملے گا تو اس سے خدا تعالیٰ کے فضل سے بہت بہتر نتائج حاصل ہوں گے۔ چنانچہ حضور علیہ السلام نے اس زمانہ میں اس اہم پہلو کی طرف توجہ دلاتے ہوئے یہ بھی تجویز فرمائی تھی کہ:

''اگر پنجاب اور ہندوستان کے مولوی درحقیقت مسئلہ جہاد کے مخالف ہیں تو وہ اس بارے میں رسالے تالیف کر کے اور پشتو میں ان کا ترجمہ کرا کر سرحدی اقوام میں مشتہر کریں۔ بلاشبہ ان کا بڑا اثر ہوگا۔ مگر ان تمام باتوں کیلئے شرط ہے کہ سچے دل اور جوش سے کارروائی کی جائے، نہ نفاق سے۔''

(گورنمنٹ انگریزی اور جہاد، روحانی خزائن جلد 17 صفحہ 22)

حضرت اقدس مسیح موعودؑ نے غلط نظریہ جہاد کی ضروری وفوری اصلاح کی طرف توجہ نہ کرنے کی صورت میں جن خطرات کی نشاندہی فرمائی تھی آج وہ خطرات ایک زندہ حقیقت کی صورت میں ہمارے سامنے ہیں۔ حضورؑ نے امیر والی کابل کو یہ نصائح بھی فرمائی تھیں کہ:

''یقیناً امیر صاحب کی رعایا کی بڑی بدقسمتی ہوگی اگر اس ضروری اصلاح کی طرف امیر صاحب توجہ نہیں کریں گے اور آخری نتیجہ اس کا اس گورنمنٹ کے لئے خود زحمتیں ہیں جو ملّاؤں کے ایسے فتووں پر خاموش بیٹھی رہے۔ کیوں کہ آج کل ان ملّاؤں اور مولویوں کی یہ عادت ہے کہ ایک ادنیٰ اختلاف مذہبی کی وجہ سے ایک شخص یا ایک فرقہ کو کافر ٹھہرا دیتے ہیں اور پھر جو کافروں کی نسبت ان کے فتوے جہاد وغیرہ کے ہیں وہی فتوے ان کی نسبت بھی جاری کئے جاتے ہیں۔ پس اس صورت میں امیر صاحب بھی ان فتووں سے محفوظ نہیں رہ سکتے۔ ممکن ہے کہ کسی وقت یہ ملّا لوگ کسی جزوی بات پر امیر صاحب پر ناراض ہوکر ان کو بھی دائرہ اسلام سے خارج کر دیں اور پھر ان کیلئے بھی وہی جہاد کے فتوے لکھے جائیں جو کفار کیلئے لکھا کرتے ہیں۔ پس بلاشبہ وہ لوگ جن کے ہاتھ میں مومن یا کافر بنانا اور پھر اس پر جہاد کا فتوی لکھنا ہے ایک خطرناک قوم ہے جن سے امیر صاحب کو بھی بے فکر نہیں بیٹھنا چاہئے اور بلاشبہ ہر ایک گورنمنٹ کیلئے بغاوت کا سرچشمہ یہی لوگ ہیں۔ عوام بے چارے ان لوگوں کے قابو میں ہیں اور ان کے دلوں کی کل ان کے ہاتھ میں ہے۔ جس طرف چاہیں پھیر دیں۔ اور ایک دم میں قیامت برپا کر دیں۔ پس یہ گناہ کی بات نہیں ہے کہ عوام کو ان کے پنجہ سے چھڑا دیا جائے اور خود ان کو نرمی سے جہاد کے مسئلہ کی اصل حقیقت سمجھا دی جائے۔''

(گورنمنٹ انگریزی اور جہاد، روحانی خزائن جلد 17 صفحہ 18)

حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام نے مسئلہ جہاد کے متعلق میں وحشیانہ عقائد وخیالات سے مسلمانوں کو چھڑانے کیلئے حکمرانوں کو جہد بلیغ سے کام لینے اور مقدور بھر سعی کرنے کی پر زور تحریک کرتے ہوئے خبردار فرمایا تھا اگر وہ ایسا کریں تو بہتر'' ورنہ اب دور مسیح موعود آ گیا ہے۔ اب بہر حال خدا تعالیٰ آسمان سے ایسے اسباب پیدا کر دے گا کہ جیسا کہ زمین ظلم اور ناحق کی خونریزی سے پر تھی اب عدل اور امن اور صلح کاری سے پر ہو جائے گی۔ اور مبارک وہ امیر اور بادشاہ ہیں جو اس سے کچھ حصہ لیں۔''

(گورنمنٹ انگریزی اور جہاد، روحانی خزائن جلد 17 صفحہ 19)

حضرت اقدس مسیح موعودؑ نے آج سے سو سال سے بھی زیادہ عرصہ قبل عیسائیوں اور عیسائی حکمرانوں کو مشورہ دیا تھا کہ وہ انصاف سے کام لیں اور ایسی اشتعال انگیز کارروائیوں سے باز رہیں۔ حضرت اقدس مسیح موعودؑ فرماتے ہیں: ''ہم بارہا لکھ چکے ہیں کہ قرآن شریف ہرگز جہاد کی تعلیم نہیں دیتا۔ اصلیت صرف اس قدر ہے کہ ابتدائی زمانہ میں بعض مخالفوں نے اسلام کو تلوار سے روکنا بلکہ نابود کرنا چاہا تھا۔ سو اسلام نے اپنی حفاظت کے لئے اُن پر تلوار اٹھائی اور انہی کی نسبت حکم تھا کہ یا قتل کئے جائیں اور یا اسلام لائیں۔ سو یہ حکم مختص الزمان تھا، ہمیشہ کیلئے نہیں تھا اور اسلام ان بادشاہوں کی کارروائیوں کا ذمہ وار نہیں ہے جو نبوت کے زمانہ کے بعد سراسر غلطیوں یا خودغرضیوں کی وجہ سے ظہور میں آئیں۔ اب جو شخص نادان مسلمانوں کو دھوکہ دینے کیلئے بار بار جہاد کا مسئلہ یاد دلاتا ہے گو یا وہ ان کی زہریلی عادت کو تحریک دینا چاہتا ہے۔ کیا اچھا ہوتا کہ پادری صاحبان صحیح واقعات کو مدنظر رکھ کر اس بات پر زور دیتے کہ اسلام میں جہاد نہیں ہے اور نہ جبر سے مسلمان کرنے کا حکم ہے۔ جس کتاب میں یہ آیت اب تک موجود ہے کہ لَآ اِكْرَاهَ فِي الدِّيْنِ (البقرة: 257) یعنی دین کے معاملہ میں زبردستی نہیں کرنی چاہئے۔ کیا اس کی نسبت ہم ظن کر سکتے ہیں کہ وہ جہاد کی تعلیم دیتی ہے۔ غرض اس جگہ ہم مولویوں کا کیا شکوہ کریں خود پادری صاحبوں کا ہمیں شکوہ ہے کہ وہ راہ انہوں نے اختیار نہیں کی جو درحقیقت سچی تھی اور گورنمنٹ کے مصالح کیلئے بھی مفید تھی۔''

(گورنمنٹ انگریزی اور جہاد، روحانی خزائن جلد 17 صفحہ 31)

حضور علیہ السلام نے اس زمانہ میں برطانوی حکومت کو اس طرف توجہ دلاتے ہوئے تحریر فرمایا کہ: ''میرے نزدیک یہ بھی ضروری ہے کہ ہماری محسن گورنمنٹ ان پادری صاحبوں کو اس خطرناک افتراء سے روک دے جس کا نتیجہ ملک میں بے امنی اور بغاوت ہے۔ یہ تو ممکن نہیں کہ پادریوں کے ان بے جا افتراؤں سے اہل اسلام دین اسلام کو چھوڑ دیں گے ہاں ان وعظوں کا ہمیشہ یہی نتیجہ ہوگا کہ عوام کیلئے مسئلہ جہاد کی ایک یاد دہانی ہوتی رہے گی اور وہ سوئے ہوئے جاگ اٹھیں گے۔''

(گورنمنٹ انگریزی اور جہاد، روحانی خزائن جلد 17 صفحہ 9)

حضورؑ نے اس بارہ میں بار بار ارباب حکومت کو یہ لکھا کہ: ''کچھ مدت تک اس طریق بحث کو بند کر دیا جائے کہ ایک فریق دوسرے فریق کے مذہب کی نکتہ چینیاں کرے۔''

(گورنمنٹ انگریزی اور جہاد، روحانی خزائن، جلد 17 صفحہ 32)

حضورؑ نے اس تجویز کی مزید وضاحت کرتے ہوئے فرمایا: ''میرے نزدیک احسن تجویز وہی ہے جو حال میں رومی گورنمنٹ نے اختیار کی ہے اور وہ یہ کہ امتحاناً چند سال کیلئے ہر ایک فرقہ کو قطعاً روک دیا جائے کہ وہ اپنی تحریروں میں اور نیز زبانی تقریروں میں ہرگز ہرگز کسی دوسرے مذہب کا صراحتاً یا اشارۃً ذکر نہ کرے ہاں اختیار ہے کہ جس قدر چاہے اپنے مذہب کی خوبیاں بیان کیا کرے۔ اس صورت میں نئے نئے کینوں کی تخم ریزی موقوف ہو جائے گی اور پرانے قصے بھول جائیں گے اور لوگ باہمی محبت اور مصالحت کی طرف رجوع کریں گے اور جب سرحد کے وحشی لوگ دیکھیں گے کہ قوموں میں اس قدر باہم انس اور محبت پیدا ہو گیا ہے تو آخر وہ بھی متاثر ہو کر عیسائیوں کی ایسی ہی ہمدردی کریں گے جیسا کہ ایک مسلمان اپنے بھائی کی کرتا ہے۔''

(گورنمنٹ انگریزی اور جہاد، روحانی خزائن جلد 17 صفحہ 22)

پھر فرمایا: ''کم سے کم پانچ برس تک یہ طریق دوسرے مذاہب پر حملہ کرنے کا بند کر دیا جائے اور قطعاً ممانعت کر دی جائے کہ ایک گروہ دوسرے گروہ کے عقائد پر ہرگز مخالفانہ حملہ نہ کرے کہ اس سے دن بدن ملک میں نفاق بڑھتا جاتا ہے۔ یہاں تک کہ مختلف قوموں کی دوستانہ ملاقاتیں ترک ہوگئی ہیں۔ کیوں کہ بسا اوقات ایک فریق دوسرے فریق پر اپنی کم علمی کی وجہ سے ایسا اعتراض کر دیتا ہے کہ وہ دراصل صحیح بھی نہیں ہوتا اور دلوں کو سخت رنج پہنچا دیتا ہے اور بسا اوقات کوئی فتنہ پیدا کرتا ہے۔ جیسا کہ مسلمانوں پر جہاد کا اعتراض۔ بلکہ ایسا اعتراض دوسرے فریق کیلئے بطور یاد دہانی ہوکر بھولے ہوئے جوش اس کو یاد دلا دیتا ہے اور آخر مفاسد کا موجب ٹھہرتا ہے۔ سو اگر ہماری دانشمند گورنمنٹ پانچ برس تک یہ قانون جاری کر دے کہ برٹش انڈیا کے تمام فرقوں کو جس میں پادری بھی داخل ہیں قطعاً روک دیا جائے کہ وہ دوسرے مذاہب پر ہرگز مخالفانہ حملہ نہ کریں اور محبت اور خلق سے ملاقاتیں کریں اور ہر ایک شخص اپنے مذہب کی خوبیاں ظاہر کرے تو مجھے یقین ہے کہ یہ زہرناک پودہ پھوٹ اور کینوں کا جو اندر ہی اندر نشوونما پا رہا ہے جلدتر مفقود ہو جائے گا اور یہ کارروائی گورنمنٹ کی قابل تحسین ٹھہر کر سرحدی لوگوں پر بھی بے شک اثر ڈالے گی اور امن اور صلح کاری کے نتیجے ظاہر ہوں گے۔''

(گورنمنٹ انگریزی اور جہاد، روحانی خزائن جلد 17 صفحہ 32)

نیز فرمایا: ''اگر کسی مذہب میں کوئی سچائی ہے تو وہ سچائی ظاہر کرنی چاہئے نہ یہ کہ دوسرے مذاہب کی عیب شماری کرتے رہیں۔ یہ تجویز جو میں پیش کرتا ہوں اس پر قدم مارنا یا اس کو منظور کرنا ہر ایک حاکم کا کام نہیں ہے۔ بڑے پرمغز حکام کا یہ منصب ہے کہ اس حقیقت کو سمجھیں۔''

(گورنمنٹ انگریزی اور جہاد، روحانی خزائن جلد 17 صفحہ 33)

افسوس کہ مذہبی رواداری اور معاشرتی امن اور ہم آہنگی کے قیام کیلئے مامور زمانہ، حکم و عدل، حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام کی ان دوررس اثرات کی حامل نصائح پر عمل درآمد کی کسی کو توفیق اور سعادت نصیب نہیں ہوئی جس کا نتیجہ یہ ہے کہ آج سو سال بعد دہشت گردی کے واقعات روزمرہ کا معمول بن چکے ہیں اور ساری دنیا بے امنی اور فساد کی گہری دلدل میں دن بدن زیادہ دھنستی چلی جاتی ہے۔

آج مذہبی آزادی کے زمانہ میں بھی جہاد بالسیف کا نعرہ لگانے والوں کیلئے ضرورت تھی کہ خدا تعالیٰ کے مامور نے جس طرح دیگر غلطیوں کی اصلاح فرمائی تھی اس غلط عقیدے کی بھی اصلاح فرماتا۔ مگر افسوس امت مسلمہ پر کہ اس نے جہاد کے مسئلہ میں مامور زمانہ، حکم و عدل اور امام وقت کی آواز پر کان نہ دھرے اور مامور زمانہ پر تنسیخ جہاد کا الزام عائد کر دیا اور ان پر ایمان لانے والوں پر اپنے مزعومہ جہاد کی روشنی میں قتل و غارت گری شروع کر دی۔ مگر عرش کا خدا دیکھ رہا تھا کہ جس نظریہ کو مامور زمانہ نے بیان کیا تھا وہی درست ہے۔ چنانچہ ایک صدی کا عرصہ نہ گزرا تھا کہ وہی علماء

جو جہاد بالسیف، جہاد بالسیف کا نعرہ لگاتے نہ تھکتے تھے وہ 11 ستمبر 2001 کو امریکہ میں ورلڈ ٹریڈ سینٹر پر خودکش حملہ ہونے کے بعد اپنے نظریہ جہاد سے منکر ہونے لگے اور مسلمانوں کے علماء اور لیڈر کہنے لگے کہ ہم اس دہشت گردی اور جہاد کی مذمت کرتے ہیں اسلام اس کی بالکل اجازت نہیں دیتا۔

جیسا کہ ذکر ہو چکا ہے کہ اسلام صلح اور آشتی کا مذہب ہے اسلام میں موجودہ زمانہ میں جہاد بالسیف کی ضرورت نہیں ہے کیونکہ اس وقت جہاد بالسیف کی شرائط مفقود ہیں۔ یہ وہ تعریف تھی جو سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے آج سے ایک صدی قبل کی تھی اور جہاد کی اس تعریف پر اس وقت کے علماء جماعت احمدیہ کو کافر قرار دیتے تھے مگر اب یہی علماء حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے نظریہ جہاد کی تائید کر رہے ہیں چنانچہ جماعت کے ایک کٹر مخالف ڈاکٹر طاہر القادری کا یہ فتویٰ اس بات کی شہادت ہے۔ ڈاکٹر طاہر القادری پاکستان عوامی تحریک اور منہاج القرآن کے سربراہ ہیں وہ اپنے فتویٰ میں جو 150 صفحات پر مشتمل ہے، لکھتے ہیں: ”خودکش حملے اسلام میں جائز نہیں بلکہ یہ کفر ہے۔ بے گناہ شہریوں کا قتل اور دہشت گردی اسلام کے اصولوں سے انحراف ہے جبکہ اسلامی ریاست کے خلاف مسلح جدجہد بغاوت کے زمرے میں آتی ہے۔“

(اخبار ہند سماچار، جالندھر 8 دسمبر 2009)

یہ بے شمار مثالوں میں سے ایک مثال ہے مگر کیا یہ فتویٰ اس بات کی گواہی نہیں دیتا ہے کہ اس نام نہاد عالم کے آباء جو جہاد بالسیف کے فتوے دیتے تھے وہ درست نہیں تھے اور سچی بات وہی تھی جو مامور زمانہ نے بیان کی تھی کہ: اس بات میں کوئی شک نہیں کہ اس زمانہ میں اور اس ملک میں جہاد کی شرائط مفقود ہیں ......امن اور عافیت کے دور میں جہاد نہیں ہوسکتا۔ (تحفہ گولڑویہ، روحانی خزائن، جلد 7 صفحہ 82، عربی سے ترجمہ مفہوماً)

حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا التوائے جہاد یعنی دینی قتال کی ممانعت کا فتویٰ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ارشاد کی تعمیل میں ہے خود اپنی طرف سے نہیں اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے فرمان کا یہ مطلب تھا کہ مسیح موعود کے زمانہ میں بوجہ مکمل مذہبی آزادی پائے جانے کے قتال دینی کی ضرورت نہ ہوگی۔ لیکن اس کا یہ مطلب ہرگز نہیں کہ اب جماعت احمدیہ جہاد بالسیف کی قائل نہیں ہے اور یہ حکم بالکل ہی منسوخ ہوگیا ہے بلکہ جب بھی مخالفین، اسلام کو مٹانے کیلئے طاقت استعمال کریں گے اور ہتھیار اُٹھائیں گے تو جماعت احمدیہ اس وقت ان کے دفاع میں ظاہری تلوار کے جہاد میں بھی حصہ لے گی۔ انشاء اللہ۔ چنانچہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام پادری عماد الدین کے مسئلہ جہاد پر اعتراض کا جواب دیتے ہوئے فرماتے ہیں: ”اس نکتہ چین نے جہاد اسلام کا ذکر کیا ہے اور گمان کرتا ہے کہ قرآن بغیر لحاظ کسی شرط کے جہاد پر برانگیختہ کرتا ہے سو اس سے بڑھ کر اور کوئی جھوٹ اور افتراء نہیں اگر کوئی سوچنے والا ہو۔ سو جاننا چاہئے کہ قرآن شریف یونہی لڑائی کیلئے حکم نہیں فرماتا بلکہ صرف ان لوگوں کے ساتھ لڑنے کیلئے حکم فرماتا ہے جو خدا تعالیٰ کے بندوں کو ایمان لانے سے روکیں اور اس بات سے روکیں کہ وہ خدا تعالیٰ کے حکموں پر کاربند ہوں اور اسکی عبادت کریں اور ان لوگوں کے ساتھ لڑنے کیلئے حکم فرماتا ہے جو مسلمانوں سے بے وجہ لڑتے ہیں اور مومنوں کو ان کے گھروں اور وطنوں سے نکالتے ہیں اور خلق اللہ کو جبراً اپنے دین میں داخل کرتے ہیں اور دین اسلام کو نابود کرنا چاہتے ہیں اور لوگوں کو مسلمان ہونے سے روکتے ہیں۔ یہ وہ لوگ ہیں جن پر خدا تعالیٰ کا غضب ہے۔ اور مومنوں پر واجب ہے جو ان سے لڑیں اگر وہ باز نہ آویں۔“ (نور الحق حصہ اول، روحانی خزائن جلد 8 صفحہ 62)

اس تحریر سے صاف عیاں ہے کہ آپ کے نزدیک جب تلوار کے ساتھ جہاد کرنے کی شرطیں پائی جائیں گی اس وقت مومنوں پر تلوار کے ساتھ جہاد فرض ہوگا۔

حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے جہاد کے غلط اور گمراہ کن عقائد ونظریات کے نقصانات کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا: ”اسلام ایک ایسا مذہب ہے جو اپنی اشاعت میں تلوار کی مدد کا ہرگز محتاج نہیں بلکہ اسکی تعلیم کی ذاتی خوبیاں اور اسکے حقائق و معارف و حجج و براہین اور خدا تعالیٰ کی زندہ تائیدات اور نشانات اور اس کا ذاتی جذب ایسی چیزیں ہیں جو ہمیشہ اس کی ترقی اور اشاعت کا موجب ہوئی ہیں...... اسلام کی تاثیرات اپنی اشاعت کیلئے کسی جبر کی محتاج نہیں ہیں ...... یہ کہنا کہ سرحدی غازی آئے دن فساد کرتے ہیں جہاد کے خیال سے یہ ایک بیہودہ بات ہے اور ان مفسدوں کو غازی کہنا سراسر نادانی اور جہالت ہے۔ اگر کوئی جاہل مسلمان ان کے ساتھ ذرا بھی ہمدردی رکھتا ہے اس خیال سے کہ وہ جہاد کرتے میں سچ کہتا ہوں کہ وہ اسلام کا دشمن ہے جو مفسد کا نام غازی رکھتا ہے اور اسلام کے بدنام کرنے والوں کی تعریف کرتا ہے ......انگلستان اور فرانس اور دیگر ممالک یورپ میں یہ الزام بڑی سختی سے اسلام پر لگایا جاتا ہے کہ وہ جبر کے ساتھ پھیلایا گیا ہے......مگر اصل بات یہ ہے کہ ان ملانوں نے جو اسلام کے نادان دوست ہیں یہ فساد ڈالا ہے۔ انہوں نے خود اسلام کی حقیقت کو سمجھا نہیں اور اپنے خیالی عقائد کی بنا پر دوسروں کو اعتراض کا موقع دیا۔ جو کچھ عقائد ان احمقوں نے بنا رکھے ہیں ان سے نصاری کو خوب مدد پہنچی ہے۔ اگر یہ لوگ جہاد کی صورت میں دھوکہ نہ دیتے یا نہ کھاتے تو کسی کو اعتراض کا موقع ہی نہیں مل سکتا تھا۔“ (ملفوظات جلد 2، صفحہ 129 مطبوعہ قادیان 2003)

پھر فرماتے ہیں: ”جہاد کے مسئلہ کی فلاسفی اور اس کی اصل حقیقت ...... کے نہ سمجھنے کے باعث سے اس زمانہ اور ایسا ہی درمیانی زمانہ کے لوگوں نے بڑی بڑی غلطیاں کھائی ہیں اور ہمیں نہایت شرم زدہ ہوکر قبول کرنا پڑتا ہے کہ ان خطرناک غلطیوں کی وجہ سے اسلام کے مخالفوں کو موقع ملا کہ وہ اسلام جیسے پاک اور مقدس مذہب کو جو سراسر قانون قدرت کا آئینہ اور زندہ خدا کا جلال ظاہر کرنے والا ہے مورد اعتراض ٹھہراتے ہیں۔“ (گورنمنٹ انگریزی اور جہاد، روحانی خزائن جلد 17 صفحہ 3)

نیز فرمایا: ”جو لوگ مسلمان کہلا کر صرف یہی بات جانتے ہیں کہ اسلام کو تلوار سے پھیلانا چاہئے وہ اسلام کی ذاتی خوبیوں کے معترف نہیں ہیں اور انکی کارروائی درندوں کی کارروائی سے مشابہ ہے۔“ (تریاق القلوب، روحانی خزائن جلد 15 صفحہ 167 حاشیہ)

مستشرقین کا عام طور پر یہ طریق رہا ہے کہ وہ بعض مسلمان علماء کی تفاسیر اور کتب سے ہی اقتباس لے کر شائع کرتے ہیں اور پھر ان کے حوالہ سے اسلام کی تضحیک اور اس کی مخالفت کو ہوا دیتے ہیں۔ حضرت مسیح موعود کی بعثت کا ایک اہم مقصد ایسے ہی ناپاک اور گندے الزامات سے اسلام کے چہرہ کو صاف کرنا تھا اسی ضمن میں آپ فرماتے ہیں کہ: ”مسیح موعود دنیا میں آیا ہے تاکہ دین کے نام سے تلوار اٹھانے کے خیال کو دور کرے......اب خدا تعالیٰ چاہتا ہے اور اس نے ارادہ فرمایا ہے کہ ان تمام اعتراضوں کو اسلام کے پاک وجود سے دور کردے جو خبیث آدمیوں نے اس پر کئے ہیں۔“ (ملفوظات جلد 2 صفحہ 129 مطبوعہ قادیان 2003)

جیسا کہ ذکر ہو چکا ہے حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے جب خونی مہدی اور جنگجو مسیح کے آنے سے انکار کیا تو علماء نے آپ پر کفر کے فتوے لگانے شروع کئے۔ حضورؑ نے فرمایا:

”بے شک میں اقرار کرتا ہوں کہ میں نے ان لوگوں کا بڑا نقصان کیا ہے کہ میں نے ایسے خونی مہدی کا آنا سراسر جھوٹ ثابت کردیا ہے جس کی نسبت ان لوگوں کا خیال تھا کہ وہ آکر بے شمار ان کو روپیہ دے گا مگر میں معذور ہوں۔ قرآن اور حدیث سے یہ بات بپایہ ثبوت نہیں پہنچتی کہ دنیا میں کوئی ایسا مہدی آئے گا جو زمین کو خون میں غرق کردے گا پس میں نے ان لوگوں کا بجز اس کے کوئی گناہ نہیں کیا کہ اس خیالی لوٹ مار کے روپیہ سے مَیں نے ان کو محروم کردیا ہے۔ میں خدا سے پاک الہام پا کر یہ چاہتا ہوں کہ ان لوگوں کے اخلاق اچھے ہوجائیں اور وحشیانہ عادتیں دور ہو جائیں اور نفسانی جذبات سے ان کے سینے دھوئے جائیں اور ان میں آہستگی اور سنجیدگی اور حلم اور میانہ روی اور انصاف پسندی پیدا ہوجائے اور یہ اپنی اس گورنمنٹ کی ایسی اطاعت کریں کہ دوسروں کیلئے نمونہ بن جائیں اور یہ ایسے ہوجائیں کہ کوئی بھی فساد کی رگ ان میں باقی نہ رہے۔“ (مجموعہ اشتہارات جلد 3 صفحہ 143)

حضور علیہ السلام خونی مہدی کے بھیانک تصور کا ذکر کرتے ہوئے اور اس پر اپنے دلی دکھ اور غم کا اظہار کرتے ہوئے ایک جگہ فرماتے ہیں: ”مَیں آج کنز العمال کو دیکھ رہا تھا۔ مہدی اور دجال کی نسبت 85 حدیثیں اس میں جمع کی گئی ہیں۔ سب حدیثوں میں یہی ہے کہ وہ آتے ہی یوں خونریزی کرے گا اور یوں خلق خدا کے خون سے روئے زمین کو رنگین کرے گا۔ خدا جانے ان لوگوں کو جو ان احادیث کے وضاع تھے، سفا کی کی کس قدر پیاس اور خلق خدا کی جان لینے کی کتنی بھوک تھی۔ اور اس وقت عقلیں کس قدر موٹی اور سطحی ہوگئی تھیں۔ یہ بات ان کی سمجھ میں نہ آئی کہ اصول تبلیغ اور ماموریت کے قطعاً خلاف ہے کہ کوئی مامور آتے ہی بلا اتمام حجت کے تیغ زنی شروع کر دے......وہ مصلح ہی کیا ہوا۔ وہ خونریز مفسد ہوا

......میں ان حدیثوں کو پڑھ کر کانپ اٹھا اور دل میں گزرا اور بڑے درد کے ساتھ گزرا کہ اگر اب خدا تعالیٰ خبر نہ لیتا اور یہ سلسلہ قائم نہ کرتا جس نے اصل حقیقت سے خبر دینے کا ذمہ اٹھایا ہے، تو یہ مجموعہ حدیثوں کا اور تھوڑے عرصہ کے بعد بے شمار مخلوق کو مرتد کر دیتا۔ ان حدیثوں نے تو اسلام کی بیخ کنی اور خطرناک ارتداد کی بنیاد رکھ دی ہوئی ہے۔" (ملفوظات جلد 1 صفحہ 384، مطبوعہ قادیان 2003ء)

14؍ جولائی 1906 کو ایک معزز خاندانی ہندو دیوان صاحب جو صرف ملاقات کیلئے قادیان آئے تھے ظہر کی نماز سے قبل انہوں نے عرض کیا کہ مجھے لوگ ڈراتے تھے کہ مرزا صاحب تو کسی کے ساتھ بات نہیں کرتے اور ہندوؤں کے ساتھ بہت بدخلقی کے ساتھ پیش آتے ہیں۔ میں نے یہاں ہر بات اسکے برخلاف پائی ہے اور آپ کو اعلیٰ درجہ کا خلیق اور مہمان نواز دیکھا ہے۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں:

"ہمارے اصول میں داخل نہیں کہ اختلاف مذہبی کے سبب کسی کے ساتھ بدخلقی کریں اور بدخلقی مناسب بھی نہیں کیوں کہ نہایت کار ہمارے نزدیک غیر مذہب والا ایک بیمار کی مانند ہے جسکو صحت روحانی حاصل نہیں۔ پس بیمار تو اور بھی قابل رحم ہے جسکے ساتھ بہت خلق اور حلم اور نرمی کے ساتھ پیش آنا چاہئے۔ اگر بیمار کے ساتھ بدخلقی کی جاوے تو اس کی بیماری اور بھی بڑھ جائے گی۔ اگر کسی میں کجی اور غلطی ہے تو محبت کے ساتھ سمجھانا چاہئے۔

ہمارے بڑے اصول دو ہیں۔ خدا تعالیٰ کے ساتھ تعلق صاف رکھنا اور اس کے بندوں کے ساتھ ہمدردی اور اخلاق سے پیش آنا۔"

(ملفوظات، جلد 5 صفحہ 41 مطبوعہ قادیان 2003)

حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے اپنے اصحاب اور جماعت کو بھی حقیقی اسلامی جہاد پر کاربند ہونے کی تلقین فرمائی۔

ایک دفعہ حضرت مولانا حکیم نور الدین خلیفۃ المسیح الاوّلؓ نے حضرت مسیح موعودؑ کی خدمت عالیہ میں عرض کی کہ حضور مجھے کوئی مجاہدہ بتایئے۔ فرمایا: "عیسائیت کے غلط عقائد کے خلاف کتاب لکھیں۔"

اس زمانہ میں مسلمانوں کی حالت یہ تھی کہ 6 لاکھ مسلمان مرتد ہو کر عیسائی بن چکے تھے۔ بڑی بڑی مساجد کے علماء اسلام کو چھوڑ کر عیسائیت کی منادی کرنے لگے تھے۔ عیسائیوں نے اسلام کے خلاف برٹش ایمپائر کی بھرپور حمایت کے ساتھ 6 کروڑ کتب لکھی تھیں اور مسلمان عجیب بے بسی کے عالم میں تھے۔ چنانچہ مولانا حکیم نور الدینؓ نے معرکۃ الآراء کتاب "فصل الخطاب لمقدمۃ اھل الکتاب" دو جلدوں میں تصنیف فرمائی۔ (حیات نور صفحہ 260 طبع اول 1963ء)

پھر کچھ عرصہ کے بعد حضرت مولانا حکیم نور الدینؓ نے دوبارہ عرض کی کہ حضور مجھے کوئی اور مجاہدہ بتائیں۔ فرمایا آریہ سماج کے باطل عقائد کے خلاف کتاب لکھیں، چنانچہ آپؓ نے "تصدیق براھین احمدیہ" نامی کتاب تصنیف فرمائی۔ (حیات نور صفحہ 260 و حیات احمد از مولانا حضرت شیخ یعقوب علی عرفانیؓ صفحہ 391)

صلح کاری، پیار و محبت اور امن و آشتی سے پیغام حق پھیلانا آپؑ کی زندگی کا مقصد تھا اور اسی طریق پر آپ نے عملاً کاربند ہو کر دنیا کو دکھا دیا کہ اسلام جبر اور اکراہ کا مذہب نہیں بلکہ امن اور صلح کا مذہب ہے حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں:

"میں اس دنیا کی حکومت اور ریاست کو نہیں چاہتا اور بغاوت کو سخت بدذاتی سمجھتا ہوں۔ میں کسی خونی مسیح کے آنے کا قائل نہیں اور نہ خونی مہدی کا منتظر۔ صلح کاری سے حق پھیلانا میرا مقصد ہے، اور میں ان باتوں سے بیزار ہوں جو فتنہ کی باتیں ہوں یا جوش دلانے والے منصوبے ہوں۔"

(مجموعہ اشتہارات جلد 2 صفحہ 287)

آپ علیہ السلام اپنے منظوم کلام میں فرماتے ہیں۔

مَیں تو آیا اس جہاں میں ابن مریم کی طرح
مَیں نہیں مامور از بہر جہاد و کارزار

حضرت مسیح موعودؑ نے مسلمانوں کو فتنہ و فساد سے باز رہنے کی تلقین فرمائی اور اپنے نور بصیرت سے مستقبل پہ نظر ڈالتے ہوئے یہ پیشگوئی فرمائی کہ اگر مسلمانوں کی فتنہ و فساد کی یہ حالت تبدیل نہ ہوئی تو دشمنان اسلام اس سے فائدہ اٹھا کر اسلام پر حملہ کریں گے۔

امن و آشتی کے طریق پر حقیقی اسلامی جہاد کے نتیجہ میں غلبہ اسلام کی پیشگوئی کرتے ہوئے حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں: "نئی زمین ہوگی اور نیا آسمان ہوگا اب وہ دن نزدیک آتے ہیں کہ جو سچائی کا آفتاب مغرب سے چڑھے گا اور یورپ کو سچے خدا کا پتا لگے گا اور بعد اس کے توبہ کا دروازہ بند ہو گا......سب ملتیں ہلاک ہوں گی مگر اسلام اور سب حربے ٹوٹ جائیں گے مگر اسلام کا آسمانی حربہ کہ وہ نہ ٹوٹے گا۔ نہ کند ہوگا جب تک کہ دجالیت کو پاش پاش نہ کر دے۔ خدا کا ایک ہی ہاتھ کفر کی سب تدبیروں کو باطل کر دے گا۔ لیکن نہ کسی تلوار سے اور نہ کسی بندوق سے بلکہ مستعد روحوں کو روشنی عطا کرنے سے اور پاک دلوں پر ایک نور اتارنے سے۔"

(مجموعہ اشتہارات جلد 2 صفحہ 304)

آج حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی غلامی میں جماعت احمدیہ اور آپؑ کی نمائندگی میں آپ کے مقدس خلیفہ خامس حضرت مرزا مسرور احمد ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز، دین کے نام پر تلوار اٹھانے کے خیال کو دور کرنے کی عظیم الشان مہم کا علم اپنے ہاتھوں میں لئے خدا تعالیٰ کی تائید و نصرت کے ساتھ نہایت کامیابی و کامرانی کے ساتھ قرآن و حدیث کی تعلیمات اور آنحضرت ﷺ کی پاکیزہ سیرت کے حوالہ سے دنیا بھر میں اسلام کے پرامن پیغام کی اشاعت کے حقیقی جہاد میں مصروف ہیں۔

حضور ایدہ اللہ تعالیٰ نے اپنے دور خلافت کے آغاز سے ہی اس طرف خصوصی توجہ فرمائی اور بار بار اپنے خطبات اور خطابات میں اپنوں اور غیروں کے سامنے اسلام کی امن کی تعلیم اور جہاد کی حقیقت کو آشکار فرمایا ہے اور احباب جماعت کو بھی اس طرف توجہ دلائی ہے کہ اسلام کے سلامتی کے پیغام کو دنیا میں پھیلائیں۔ ہمارا فرض ہے کہ ہم اپنے امام کی اقتداء میں اس عظیم الشان مہم میں بھرپور حصہ لیں اور اسلام کے ان اندرونی و بیرونی دشمنوں کو جو اسلامی جہاد کے بارے میں دنیا میں غلط پراپگنڈا پھیلاتے ہیں اور اسلام کے حسین چہرے کو ایک بدنما شکل میں دنیا کے سامنے پیش کرتے ہیں، بے نقاب کرتے ہوئے اسلام کی امن و سلامتی کی حقیقی تعلیمات کو نہ صرف اپنے اوپر لاگو کریں بلکہ غیروں کو بھی اسلام کے پرامن حصار میں آنے کی دعوت دیں اور دیتے چلے جائیں تا آنکہ زمین ہر قسم کے ظلم اور ناحق خونریزیوں سے پاک ہو کر عدل اور امن اور صلح کاری سے بھر جائے۔

......☆......☆......

اُمّ الکتاب

سورہ فاتحہ کی شان میں
حضرت امام مہدی و مسیح موعود علیہ السلام کا پاکیزہ منظوم کلام

اے دوستو جو پڑھتے ہو اُمّ الکتاب کو
اب دیکھو میری آنکھوں سے اس آفتاب کو
سوچو دعائے فاتحہ کو پڑھ کے بار بار
کرتی ہے یہ تمام حقیقت کو آشکار
دیکھو خدا نے تم کو بتائی دعا یہی
اس کے حبیب نے بھی پڑھائی دعا یہی
پڑھتے ہو پنج وقت اسی کو نماز میں
جاتے ہو اس کی رہ سے درِ بے نیاز میں
اس کی قسم کہ جس نے یہ سورت اُتاری ہے
اس پاک دل پہ جس کی وہ صورت پیاری ہے
یہ میرے رب سے میرے لئے اک گواہ ہے
یہ میرے صدق دعویٰ پہ مہر اللہ ہے
میرے مسیح ہونے پہ یہ اِک دلیل ہے
میرے لئے یہ شاہد رب جلیل ہے
پھر میرے بعد اَوروں کی ہے انتظار کیا؟
توبہ کرو کہ جینے کا ہے اعتبار کیا

خونی مہدی ومسیح کی آمد کے نظریہ کی تردید-حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی کتاب ''حقیقۃ المہدی'' کی روشنی میں

(لئیق احمد ڈار، مربی سلسلہ، نظارت علیاء قادیان)

پیارے آقا سیّدنا حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم نے امت محمدیہ کی اصلاح اور راہنمائی کیلئے ایک مسیح اور مہدی کے آنے کی پیشگوئی فرمائی تھی۔ابن ماجہ باب شدۃ الزمان کی حدیث لَا المھدیّ اِلّا عیسیٰ کے مطابق یہ دراصل ایک ہی وجود کے دو نام ہیں۔ لیکن عام طور پر مسلمان خیال کرتے ہیں کہ یہ دو الگ الگ وجود ہیں جو زور اور جبر سے اسلام کو باقی ادیان پر غالب کریں گے۔ان کے زعم میں مہدی معہود غازی اور مجاہد ہوگا اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام چودہ سو سال کی طویل مدت آسمان پر گزار کر پھر زمین پر اُتر آئیں گے اور مہدی کے وزیر ہوکر خدمت میں مصروف ہوں گے۔حضرت مسیح بھی مہدی کی طرح تلوار کے ساتھ اسلام کو دُنیا میں پھیلائیں گے۔گویا یہ عقیدہ تشدد اور جبر کی حمایت میں کھڑا ہے۔ اس عقیدہ کی بُنیاد بعض احادیث پر قائم کی گئی ہے۔

اسکے برعکس جماعت احمدیہ کا یہ عقیدہ ہے کہ دراصل حضرت عیسیٰ علیہ السلام طبعی عمر گزار کر فوت ہو چکے ہیں جو اب دوبارہ دُنیا میں نہیں آسکتے اور یہ کہ مسیح اور مہدی ایک ہی وجود کے دو نام اور حیثیتیں ہیں اور یہ کہ حضرت مسیح موعود ومہدی معہود علیہ السلام نے بنی اسرائیل کے مسیح یعنی حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی خوبو پر آنا تھا جو کہ مدت ہوئی ہندوستان کے علاقہ پنجاب میں آچکے ہیں۔انہوں نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی طرح ہی تمام عمر جمالی رنگ میں صلح اور نرمی کے ساتھ اپنا حق تبلیغ ادا کیا اور پھر رفیق اعلیٰ سے جا ملے۔

حضرت عیسیٰ علیہ السلام سے اگر مخالفوں نے سختی کی تو حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے صبر وحلم سے ان کا مقابلہ کیا اور بالآخر فتحیاب ہوئے۔ اسی طرح امت محمدیہ میں مثیل مسیح حضرت مرزا غلام احمد صاحب قادیانی علیہ السلام امام مہدی اور مسیح موعود ہوکر مبعوث ہوئے تو انہوں نے بھی صلح جوئی اور اعلیٰ اخلاق کے مجسم لبادہ میں ہوکر معرکہ سرانجام دیا۔چنانچہ ہندوستان کے ایک اخبار نے اس حقیقت کا اعتراف ان الفاظ میں کیا کہ:''قادیان کے مقدس شہر میں ایک ہندوستانی پیغمبر پیدا ہوا جس نے اپنے گردوپیش کو نیکی اور بلند اخلاق سے بھر دیا۔یہ اچھی صفات اس کے لاکھوں ماننے والوں کی زندگی میں بھی منعکس ہیں۔''(سٹیٹسمین دہلی 12 فروری 1949ء بحوالہ تحریک احمدیت از برکات احمد صاحب راجیکی مطبوعہ قادیان 1958ء صفحہ 13)

ایک ناقابل تردید دلیل مہدی ومسیح کے صلح جُو ہونے کے بارہ میں یہ ہے کہ حضرت نبی پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مسیح موعود کے بارہ میں فرمایا تھا کہ يَضَعُ الْحَرْب (بخاری کتاب الانبیاء) یعنی جب مسیح موعود ظاہر ہوگا تو وہ تلوار کے جہاد کو ملتوی کردے گا کیونکہ وہ جہاد بالسیف کا زمانہ نہیں ہوگا۔

حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے رسالہ ''حقیقۃ المہدی'' لکھ کر 21/فروری 1899ء کو شائع فرمایا۔حضور اقدس علیہ السلام نے اس رسالہ کی ابتداء میں امامہدی کے متعلق فرقہ اہل حدیث کے عقیدہ کا ذکر کیا ہے جن کے مولوی محمد حسین صاحب بٹالوی لیڈر تھے اور نواب صدیق حسن خان جنہیں مولوی محمد حسین صاحب بٹالوی اس صدی کا مجدد تسلیم کر چکے تھے کی کتاب حج الکرامہ کے حوالہ سے مہدی کے متعلق عقیدہ کا ذکر کیا ہے اور بالمقابل مہدی کی نسبت اپنا اور اپنی جماعت کا عقیدہ تحریر فرمایا ہے۔اس کتابچہ میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام ایک موقع پر فرماتے ہیں کہ''یہ عقیدہ جو مہدی کی نسبت اہل حدیث کا ہے جن کا اصلی نام وہابی ہے ان کے صدہا رسالوں اور کتابوں میں پایا جاتا ہے لیکن میں مناسب دیکھتا ہوں کہ نواب صدیق حسن خان کی کتابوں میں سے اس عقیدہ کا کچھ حال بیان کروں۔''

(روحانی خزائن جلد 14 صفحہ 429، حقیقت المہدی)

چنانچہ سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے امام مہدی کے متعلق اہل حدیث کا اور اس کے بالمقابل اپنی جماعت کا جوعقیدہ بیان فرمایا ہے ذیل میں درج کیا جاتا ہے۔

ہمارے مخالف مولویوں کا عقیدہ مہدی کی نسبت

نواب صدیق حسن خان نے اپنی کتاب حجج الکرامہ کے صفحہ 373 میں اور نیز اس کا بیٹا سید نورالحسن خان اپنی کتاب اقتراب الساعۃ کے صفحہ 64 میں مہدی کی نسبت اہلحدیث کے عقیدہ کو اس طرح پر بیان کرتے ہیں جس کا خلاصہ یہ ہے کہ''مہدی ظاہر ہوتے ہی اس قدر عیسائیوں کو قتل کرے گا کہ جو ان میں سے باقی رہ جائیں گے ان کو حکومت اور بادشاہت کا حوصلہ نہیں رہے گا اور ریاست کی بُو ان کے دماغ میں سے نکل جائے گی اور ذلیل ہوکر بھاگ جائیں گے''پھر اسی حجج الکرامہ کے صفحہ 374 سطر 8 میں لکھتا ہے کہ''اس فتح کے بعد مہدی ہندوستان پر چڑھائی کرے گا اور ہندوستان کو فتح کرلے گا اور ہندوستان کے بادشاہ کو گردن میں طوق ڈال کر اس کے سامنے حاضر کیا جائے گا اور تمام خزانے اور بنک گورنمنٹ کے لوٹ لیں گے''اور پھر اسی کی زیادہ تشریح کتاب اقتراب السّاعہ کے صفحہ 64 میں اس طرح پر کی ہے جو صفحہ مذکور یعنی صفحہ 64 کی تیرھویں سطر سے اٹھارویں سطر تک یہ عبارت ہے۔''ہندوستان کے بادشاہوں کو گردن میں طوق ڈال کر ان کے یعنی مہدی کے سامنے لائیں گے ان کے خزائن بیت المقدس کا زیور کئے جاویں گے۔''پھر اسکے بعد اپنی رائے بیان کرتا ہے اور اس رائے کی تائید میں اس کے اپنے منہ کے لفظ یہ ہیں۔''میں کہتا ہوں ہند میں اب تو کوئی بادشاہ بھی نہیں ہے یہی چند رئیس ہنود یا مسلمان ہیں سو وہ کچھ حاکم مستقل نہیں ہیں بلکہ برائے نام ہیں اس ولایت کے بادشاہ یورپین ہیں غالباً اس وقت تک یعنی مہدی کے زمانہ تک یہی حاکم یہاں کے رہیں گے ان ہی کو ان کے روبرو یعنی مہدی کے روبرو گرفتار کرکے لے جائیں گے۔''اور اوپر یہی شخص لکھ چکا ہے کہ''گردن میں طوق ڈال کر مہدی کے روبرو حاضر کریں گے۔''اور حجج الکرامہ میں لکھا ہے کہ وہ زمانہ قریب ہے اور غالباً چودھویں صدی ہجری میں یہ سب کچھ ہوجائے گا اور پھر صفحہ 65 اقتراب الساعہ میں لکھا ہے کہ''مہدی عیسائیوں کی صلیب کو توڑے گا یعنی ان کے مذہب کا نام ونشان نہیں چھوڑے گا''اور پھر حجج الکرامہ کے صفحہ 381 میں لکھا ہے کہ عیسیٰ آسمان سے اُتر کر مہدی کا وزیر بن جائے گا اور بادشاہ مہدی ہوگا۔پھر حجج الکرامہ کے صفحہ 383 میں خوشخبری دیتا ہے کہ اب مہدی کا زمانہ نزدیک آگیا ہے۔پھر صفحہ 384 میں لکھتا ہے کہ ایک فرقہ مسلمانوں کا جو اس بات کو نہیں مانتا کہ مہدی اس شان اور امر یعنی غازی اور مجاہد ہونے کے طور پر آئے گا وہ فرقہ غلطی پر ہے کیونکہ اس نشان کے ساتھ مہدی کا ظاہر ہونا صحاح ستہ سے یعنی حدیث کی 6 معتبر کتابوں سے ثابت ہوتا ہے۔پھر صفحہ 395 حجج الکرامہ میں نواب صدیق حسن خان لکھتا ہے کہ زمانہ ظہور مہدی کا اب بہت قریب ہے تمام علامتیں ظاہر ہوچکی ہیں اور اسلام بہت کمزور ہوگیا ہے اور حجج الکرامہ کے صفحہ 424 میں لکھتا ہے کہ عیسیٰ بھی مہدی کی طرح تلوار کے ساتھ اسلام پھیلائے گا دو ہی باتیں ہوں گی یا قتل اور یا اسلام اور کتاب احوال الآخرہ کے صفحہ 31 میں بھی لکھا ہے کہ جو عیسائی ایمان نہیں لائیں گے وہ سب قتل کردیئے جاویں گے۔

غرض یہ عقائد محمد حسین اور اسکے گروہ کے ہیں جن کو اب اہل حدیث کے نام سے پکارتے ہیں۔عوام مسلمان ان کو وہابی کہتے ہیں اور محمد حسین ان کا سرگروہ اور ایڈوکیٹ اپنے تئیں ظاہر کرتا ہے۔اور ان عقیدوں کا ماخذ یہ لوگ اپنی غلطی سے وہ حدیثیں سمجھتے ہیں جو احادیث کی ایک مشہور کتاب میں جس کا نام مشکوٰۃ ہے باب الملاحم میں ذکر کی گئی ہیں۔عربی میں ملاحم بڑی لڑائیوں کو کہتے ہیں اور یہ لوگ یہ خیال کرتے ہیں کہ یہ وہ لڑائیاں ہیں جو مہدی عیسائیوں وغیرہ کے ساتھ کرے گا۔یہ باب کتاب مظاہر حق جو کتاب مشکوٰۃ کی شرح ہے اسکی جلد چہارم صفحہ 331 سے شروع ہوتا ہے مگر افسوس کہ ان حدیثوں کے سمجھنے میں ان لوگوں نے بڑی غلطی کھائی ہے۔غرض محمد حسین اور اس کے اہل حدیث گروہ آنے والے مہدی کی نسبت یہی عقیدے رکھتے ہیں اور جیسا کہ یہ

لوگ خطرناک اور نقض امن کا بھڑکنے والا مادہ اپنے اندر رکھتے ہیں اسکے لکھنے کی ضرورت نہیں اور ان کے مقابل پر دوسرے کالم میں میرے عقیدے ہیں اور نیز میری جماعت کے۔فقط

میرا اور میری جماعت کا عقیدہ مہدی کی نسبت

مہدی اور مسیح موعود کے بارے میں جو میرا عقیدہ اور میری جماعت کا عقیدہ ہے وہ یہ ہے کہ اس قسم کی تمام حدیثیں جو مہدی کے آنے کے بارے میں ہیں ہرگز قابل وثوق اور قابل اعتبار نہیں ہیں۔میرے نزدیک ان پر تین قسم کا جرح ہوتا ہے یا یوں کہو کہ وہ تین قسم سے باہر نہیں۔(1) اول وہ حدیثیں کہ موضوع اور غیر صحیح اور غلط ہیں اور ان کے راوی خیانت اور کذب سے متہم ہیں اور کوئی دیندار مسلمان ان پر اعتماد نہیں کرسکتا (2) دوسری وہ حدیثیں ہیں جو ضعیف اور مجروح ہیں اور باہم تناقض اور اختلاف کی وجہ سے پایۂ اعتبار سے ساقط ہیں اور حدیث کے نامی اماموں نے یا تو ان کا قطعاً ذکر ہی نہیں کیا اور جرح اور بے اعتباری کے لفظ کے ساتھ ذکر کیا ہے اور توثیق روایت نہیں کی یعنی راویوں کے صدق اور دیانت پر شہادت نہیں دی (3) تیسری وہ حدیثیں ہیں جو درحقیقت صحیح تو ہیں اور طُرق متعددہ سے ان کی صحت کا پتا ملتا ہے لیکن یا تو وہ کسی پہلے زمانہ میں پوری ہو چکی ہیں اور مدت ہوئی کہ ان لڑائیوں کا خاتمہ ہو چکا ہے اور اب کوئی حالت منتظرہ باقی نہیں اور یا یہ بات ہے کہ ان میں ظاہری خلافت اور ظاہری لڑائیوں کا کچھ بھی ذکر نہیں صرف ایک مہدی یعنی ہدایت یافتہ انسان کے آنے کی خوشخبری دی گئی ہے اور اشارات سے بلکہ صاف لفظوں میں بھی بیان کیا گیا ہے کہ اس کی ظاہری بادشاہت اور خلافت نہیں ہوگی اور نہ وہ لڑے گا اور نہ خون ریزی کرے گا اور نہ اسکی کوئی فوج ہوگی اور روحانیت اور دلی توجہ کے زور سے دلوں میں دوبارہ ایمان قائم کردے گا جیسا کہ حدیث لامہدی الاعیسیٰ جو ابن ماجہ کی کتاب میں جو اسی نام سے مشہور ہے اور حاکم کی کتاب مستدرک میں انس بن مالک سے روایت کی گئی ہے اور یہ روایت محمد بن خالد جندی نے ابان بن صالح سے اور ابان بن صالح نے حسن بصری سے اور حسن بصری نے انس بن مالک سے اور انس بن مالک نے جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے کی ہے اور اس حدیث کے معنی یہ ہیں کہ بجز اس شخص کے جو عیسیٰ کی خو اور طبیعت پر آئے گا اور کوئی بھی مہدی نہیں آئے گا۔یعنی وہی مسیح موعود ہوگا اور وہی مہدی ہوگا جو حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی خو اور طبیعت اور طریق تعلیم پر آئے گا یعنی بدی کا مقابلہ نہ کرے گا اور نہ لڑے گا اور پاک نمونہ اور آسمانی نشانوں سے ہدایت کو پھیلائے گا اور اسی حدیث کی تائید میں وہ حدیث ہے جو امام بخاری نے اپنی صحیح بخاری میں لکھی ہے جس کے لفظ یہ ہیں کہ یضع الحرب یعنی وہ مہدی جس کا دوسرا نام مسیح موعود ہے دینی لڑائیوں کو قطعاً موقوف کردے گا اور اس کی یہ ہدایت ہوگی کہ دین کیلئے لڑائی مت کرو۔بلکہ دین کو بذریعہ سچائی کے نوروں اور اخلاقی معجزات اور خدا کے قرب کے نشانوں کے پھیلاؤ۔سو میں سچ سچ کہتا ہوں کہ جو شخص اس وقت دین کیلئے لڑائی کرتا ہے یا کسی لڑنے والے کی تائید کرتا ہے یا ظاہر یا پوشیدہ طور پر ایسا مشورہ دیتا ہے یا دل میں ایسی آرزوئیں رکھتا ہے وہ خدا اور رسول کا نافرمان ہے ان کی وصیتوں اور حدود اور فرائض سے باہر چلا گیا ہے۔

اور میں اس وقت اپنی محسن گورنمنٹ کو اطلاع دیتا ہوں کہ وہ مسیح موعود خدا سے ہدایت یافتہ اور مسیح علیہ السلام کے اخلاق پر چلنے والا میں ہی ہوں۔ہر ایک کو چاہئے کہ ان اخلاق میں مجھے آزماوے اور خراب ظن اپنے دل سے دور کرے میری بیس برس کی تعلیم جو براہین احمدیہ سے شروع ہو کر رازِ حقیقت تک پہنچ چکی ہے اگر غور سے دیکھا جائے تو اس سے بڑھ کر میری باطنی صفائی کا اور کوئی گواہ نہیں۔ میں اپنے پاس ثبوت رکھتا ہوں کہ میں نے ان کتابوں کو عرب اور روم اور شام اور کابل وغیرہ ممالک میں پھیلا دیا ہے اور اس امر سے قطعاً منکر ہوں کہ آسمان سے اسلامی لڑائیوں کیلئے مسیح نازل ہوگا اور کوئی شخص مہدی کے نام سے جو بنی فاطمہ سے ہوگا بادشاہ وقت ہوگا اور دونوں مل کر خونریزیاں شروع کردیں گے۔خدا نے میرے پر ظاہر کیا ہے کہ یہ باتیں ہرگز صحیح نہیں ہیں مدت ہوئی کہ حضرت مسیح علیہ السلام وفات پا چکے۔کشمیر میں محلہ خانیار میں آپ کا مزار موجود ہے۔سو جیسا کہ مسیح کا آسمان سے اُترنا باطل ثابت ہوا ایسا ہی کسی مہدی غازی کا آنا باطل ہے۔اب جو شخص سچائی کا بھوکا ہے وہ اس کو قبول کرے۔فقط

حضرت مسیح موعودؑ فرماتے ہیں کہ غیر احمدیوں کا یہ عقیدہ ہے کہ مہدی عیسائیوں کو قتل کرے گا جو باقی بچیں گے وہ ذلیل ہو کر رہ جائیں گے۔نیز وہ ہندوستان کو بھی فتح کرلے گا اور یہ سارے شاہکار چودھویں صدی میں وقوع پذیر ہوں گے۔اور عیسیٰ کا بھی دُنیا میں دوبارہ مبعوث ہو کر نعوذ باللہ یہی مشن ہوگا کہ یا قتل اور یا اسلام۔

حضرت اقدس مرزا غلام احمد صاحب قادیانی علیہ السلام نے اصل مسیح اور مہدی ہونے کا دعویٰ کیا اور اس دعویٰ کے دلائل بھی دیئے اور جہاد کے متعلق فرضی عقیدہ کا بطلان کیا۔اس رسالہ میں نیز اپنی دوسری تحریرات میں آپؑ نے مسیح اور مہدی کی نسبت قرآن مجید، احادیث ،اور دیگر مستند ذرائع سے جہاں صحیح عقیدہ دُنیا کے سامنے پیش فرمایا وہیں خونی مہدی و مسیح کی آمد کے رائج الوقت نظریہ کی دلائل کے ساتھ یکسر تردید فرمائی۔حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی تحریروں کا خلاصہ درحقیقت یہ ہے کہ مسیح اور مہدی کی کوئی ظاہری فوج نہ ہوگی بلکہ وہ روحانیت اور دلی توجہ اور دعاؤں سے احیاء دین کرے گا۔اسلامی لڑائیوں کیلئے نہ عیسیٰ نازل ہوگا اور نہ مہدی خروج کرے گا یہ باتیں ہرگز صحیح نہیں ہیں۔فرمایا کہ یہ سب کچھ خُدا نے مجھے بتا دیا ہوا ہے۔غازی مسیح اور مہدی سے میں قطعاً منکر ہوں۔اسلام کو ترقی ہوگی تو روحانی طور پر اور یہ مذہب صلح سے پھیلے گا۔

اسی رسالہ کے عربی حصہ میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے مزید فرمایا:

”وقالوا ان المسیح ینزل من السماء ،وان المھدی یخرج من بنی الزھراء،وانھما یتقلدان الاسلحۃ ویحاربان الکفرۃ ویسفکان الدماء، ولا یرحمان الرجال ولاالنساء، ولا یترکان ولا یدخلان السیوف فی اجفانھا حتی یکون الناس کلھم مسلمین۔وقالو ان المھدی یفحم الکفرۃ بالتعزیرات السیاسیۃ لا بالآیات السماویۃ، ولا یترك فی الارض بیت کافر،ویضرب عنق کل مقیم ومسافر، الا ان یکونوا مؤمنین۔ ویحارب النصاری وکل من قبِل الملۃ النصرانیۃ،ویؤمّ بلاد الھند وغیرھا وینال الفتوح العظیمۃ، ویقتل وینھب ویغنم ویسبی الرجال والنسوۃ ۔والمسیح ینزل من السماء لیعاونہ کالخدماء، ولا یقبل الجزیۃ ولا الفدیۃ، ویحب ان یقتل من فی الارض من الکفار اجمعین۔ وکذالك یطا افواجھما ارض اللہ سفّاکین غیر راحمین۔ وقالوا ھٰذہ عقائد اتفق علیھا امم من العلماء ونقلھا خلفُھا من سلفھا ،وحاضرھا من غابرھا، وکثیر من الکبراء واما نحن یا عباد اللہ الرحیم، فما وجدنا ھٰذہ العقائد صحیحۃ صادقۃ، بل وجدنا ھا سقطاً وردّیاً لا من الرسول الکریم۔ وعلمنی ربی انہ خطا وما آتی رسولنا شیئاً من مثل ھٰذا التعلیم وانھم من الخاطئین۔

فالمذھب الذی اقامنا اللہ علیہ ھو مذھب حلم ورفق وتؤدۃ،لا قتل وسبی واخذ غنیمۃ۔“

(روحانی خزائن جلد 14 صفحہ 452 تا453،حقیقۃ المھدی)

حضور اقدس علیہ السلام مذکورہ عربی عبارت میں فرماتے ہیں کہ وہ کہتے ہیں کہ مسیح آسمان سے نازل ہوگا اور مہدی بنی فاطمہ میں سے خروج کرے گا اور یہ دونوں ہتھیار اُٹھائیں گے اور کفار سے برسرپیکار ہوں گے اور خون ریزی کریں گے۔اور نہ مردوں پر رحم کریں گے نہ عورتوں پر،اور اوزارِ جنگ اس وقت تک نہ رکھیں گے جب تک کہ سب لوگ مسلمان نہ ہو جائیں۔اور یہ کہ مہدی کافروں کو سیاسی سزاؤں کے ذریعہ سے عاجز کرے گا۔اور ہر مقیم اور مسافر کی گردن مارے گا یہاں تک کہ وہ ایمان لائیں۔اور مہدی نصاری سے جنگ کرے گا اور ہر اس شخص سے جنگ کرے گا جو عیسائیت کو قبول کرے گا۔اور وہ بلاد ہند اور دیگر ملکوں کا قصد کرے گا اور عظیم فتوحات اسے حاصل ہونگی، اور وہ مردوں اور عورتوں کو قتل کرے گا اور انہیں لوٹے گا اور مال غنیمت حاصل کرے گا اور قیدی بنائے گا اور ان پر غالب آئے گا۔اور مسیح آسمان سے نازل ہو کر

مہدی کی معاونت کرے گا، اور وہ جزیہ اور فدیہ قبول نہیں کرے گا۔ اور ان دونوں کی فوجیں زمین میں خون بہاتے ہوئے اور کسی پر رحم کئے بغیر پھیلیں گی۔ پھر یہ لوگ کہتے ہیں کہ اس عقیدہ سے علماء کی جماعتیں متفق ہیں۔ اور یہ عقیدہ خلف نے سلف سے نقل کیا ہے وغیرہ۔

حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں: جہاں تک ہمارا تعلق ہے تو اے رحیم خدا کے بندو! ہم نے تو ان عقائد کو صحیح نہیں پایا، بلکہ خلاف واقعہ پایا، نہ کہ رسول کریم ﷺ کی طرف سے۔ اور میرے ربّ نے مجھے علم دیا کہ یہ سب باتیں غلط ہیں اور ہمارے رسول ﷺ نے ایسی کوئی تعلیمات نہیں دی ہیں اور یقیناً ایسا عقیدہ رکھنے والے لوگ خطا پر ہیں۔ پس اللہ تعالیٰ نے ہمیں جس دین پر قائم کیا ہے وہ حلم اور رفق اور آہستگی کا مذہب ہے نہ قتل وغارت گری کا اور نہ غلام بنانے اور مال غنیمت لوٹنے کا۔

الغرض حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی مذکورہ تحریرات سے بہت آسانی سے پتا چل سکتا ہے کہ صحیح عقیدہ کیا ہونا چاہئے کیونکہ تعلیمات اسلامیہ اسی کی تصدیق کررہی ہیں اور وحی الٰہی اسی پر صاد کرتے ہیں۔ تقاضائے وقت اس کی تائید میں صف آراء ہے۔

اور انسانی CommonSense بھی یہی شدت سے کہہ رہا ہے کہ حلم، نرمی اور پیار ومحبت سے سرشار اُسوہ سے ہی دُنیا میں انقلاب برپا کیا جاسکتا ہے۔ اور گزشتہ تاریخ انسانی اس امر کی شاہد ناطق ہے۔ کب کس نے قتل وغارت سے سچی فتح حاصل کی اور اطمینان اور سکون کی حقیقی دولت سے سرفراز ہوا؟ فطرت امن وشانتی کی وکیل ہے اسی لئے تو ضمیر کی آواز بھی یہی ہے کہ رضاء کے ذریعہ عقیدہ اور مذہب قبول کیا جاتا ہے۔

بہرحال گزشتہ کو چھوڑ دیں، آج بھی زمانہ پر نظر دوڑائیں تو ہر سو ظلم وبربریت کا بازار گرم ہے۔ ایسے میں خونی مسیح ومہدی نے آکر کیا کرنا ہے؟ بلکہ تشدّد وظلمت میں مزید اضافہ کے سوا اُن کا کوئی رول معلوم نہیں پڑتا۔

حضرت خلیفۃ المسیح الرابع رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ ’’انسان کی تاریخ خاک وخون میں لتھڑی پڑی ہے۔ اُس دن سے لیکر آج تک جب قابیل نے ہابیل کو قتل کیا تھا اس قدر خون ناحق بہایا گیا ہے کہ اگر اُس خون کو جمع کیا جائے تو آج روئے زمین پر بسنے والے تمام انسانوں کے کپڑے اُس خون میں رنگے جاسکتے ہیں بلکہ شاید اس پر بھی وہ خون بچ رہے اور ہماری آئندہ آنے والی نسلوں کے لباس بھی لالہ رنگ کرنے کیلئے کافی ہو مگر مقام حیرت ہے کہ اس پر بھی آج تک انسان کی خون کی پیاس نہیں بجھی!‘‘ (کتاب مذہب کے نام پر خون، صفحہ 1)

حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام کو جمالی رنگ کی تعلیم دی گئی اور آپ نے مسیح اول کی طرح صرف نرمی کے لبادہ میں ہوکر دُنیا میں کام کیا اور آپ کی وفات کے بعد آپکی نیابت میں خلافت احمدیہ کے ذریعہ غلبہ اسلام کا آفاقی مشن سارے جہاں میں رواں دواں ہے۔ اور نیک فطرت لوگ جوق درجوق سلسلہ احمدیہ میں داخل ہورہے ہیں۔ الحمد للہ! اور ہمارا یہ نصب العین ہے کہ دل جیت کر ہم نے حقیقی اسلام کی تعلیم کو دنیا کے چپہ چپہ میں پہنچانا ہے اور قریہ قریہ میں اسلام کا جھنڈا لہرانا ہے۔ مواخات مدینہ جیسی پُرکیف فضاء زمین میں قائم کرنا اس جماعت کا مقصد اصلی ہے۔ دنیا میں جنت نُما معاشرہ کی تشکیل ہمارے سلسلہ کا بُنیادی اصول ہے۔

بے شک عقائد کا اختلاف دُنیا میں ابتداء سے چلا آرہا ہے اور یہ سلسلہ ایسا ہی چلتا چلا جائے گا لیکن ہماری ہمیشہ یہ کوشش ہونی چاہئیے کہ ہم صحیح نہج پر گامزن ہوکر دوسروں تک اپنی بات پہنچائیں نہ یہ کہ تشدد سے دوسروں پر اپنی بات تھوپیں۔ حضرت خلیفۃ المسیح الرابع رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

’’عقائد کا اختلاف تو دُنیا میں ہمیشہ رہا ہے اور ہمیشہ رہے گا اور انسان اس بارہ میں کلیۃً آزاد ہے اور اپنے دلی یقین کے مطابق جو عقیدہ چاہے اپنائے اور اپنی نجات جن نظریات میں چاہے تصور کرے مگر یہ حق کسی کو نہیں دیا جاسکتا کہ اپنے عقائد کو جبراً کسی پر ٹھونسنے کی کوشش کرے یا ایسے عقائد کے مطابق عمل پیرا ہو جو ظلم اور تعدی کی تعلیم دیتے ہوں۔ یہ طریق جب بھی اختیار کیا جائے گا ہمیشہ ایک لامتناہی فساد کا سلسلہ شروع ہوجائے گا۔

اختلافات معقول حد تک دور کرنے یا سچائیوں کو پھیلانے کا ایک اور صرف ایک طریق ہے کہ امن اور سلامتی کے ماحول میں ہر تعصب سے پاک ہوکر ایک دوسرے تک اپنے خیالات کو پہنچایا جائے اور ایک دوسرے کے نقطۂ نظر کو دیانتداری کے ساتھ سمجھنے کی کوشش کی جائے۔ جس قدر اختلافات شدید ہوں گے اُسی قدر اس معاملہ میں حلم، بُردباری اور متانت کی زیادہ ضرورت ہوگی۔ اور اس بات کی ضرورت ہوگی کہ اشد ترین مخالف کے معاملہ میں بھی انصاف کا دامن ہاتھ سے نہ چھوڑا جائے اور نظریاتی اختلافات پر تیغ پا ہوکر نعرہ ہائے جنگ بلند کرنے کی عادت ترک کردی جائے۔‘‘

(کتاب ’’مذہب کے نام پر خون‘‘ پیش لفظ)

پس آج ہماری، یہ بُنیادی ذمہ داری ہے کہ ہم نے حلم وبُردباری کے ساتھ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی مقدس تحریروں سے صحیح رنگ میں دلائل سیکھ کر پھر دوسروں کے غلط عقائد کی نشاندہی کرکے انہیں سچی تعلیم اور صحیح عقائد سے ہم آہنگ کرنے کیلئے کماحقہ سعی کرکے اپنا فریضہ تبلیغ ادا کرنا ہے۔ چنانچہ حضرت مسیح موعودؑ اور خلفائے عظام بار بار ہمیں اس امر کی طرف توجہ دلاتے ہیں۔ لہٰذا ہمیں حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی کتب سے بھرپور رنگ میں استفادہ کرنا چاہئے تاکہ ہم خود عرفان حاصل کرکے پھر دوسروں کو قائل کرسکیں۔

آخر میں دُعا ہے کہ اللہ تعالیٰ ہم سب کو حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی تعلیمات پر کماحقہٗ عمل پیرا ہونے کی توفیق عطا فرمائے اور دُنیا کو بھی اس امر کی توفیق دے کہ وہ آپؑ کی تعلیم کو سمجھ کر اور پھر آپ کو پہچان کر آپ کی بیعت کی سعادت حاصل کرکے اپنی دُنیا و آخرت کو سنوارنے والے ہوں۔ اور اللہ تعالیٰ کی مخلوق سارے عالم میں ایک عیال کی طرح باہم دیگر مل جُل جائیں۔

اللھم آمین !واٰخر دعوانا ان الحمد للہ رب العالمین!

......☆......☆......☆......

زکوٰۃ کی ادائیگی ایک اہم فریضہ

زکوٰۃ اسلام کے پانچ بنیادی ارکان میں سے ایک اہم رکن ہے اور صاحب نصاب مسلمان کے لئے اس کی ادائیگی ایک اہم شرعی فریضہ ہے۔

سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الاوّل رضی اللہ تعالیٰ عنہ زکوٰۃ کی ادائیگی کی اہمیت کے متعلق بیان فرماتے ہیں کہ

’’میں پھر آپ لوگوں کی خدمت میں یہ التماس کرتا ہوں کہ جس طرح ہمارے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے زکوٰۃ کے ایک جگہ جمع کرکے تقسیم کرنے کا نمونہ قائم کیا تھا، جس طرح خدا کے پاک کلام نے اس کے چند مصارف بتائے تھے اسی طرح جب تک کہ ہمارا سلسلہ اسکو ایک جگہ جمع کرکے انہیں مصارف پر نہیں لگاتا، اصول اسلام کے چار اصولوں میں سے ایک عظیم الشان اصل پر وہ کاربند نہیں کہلاسکتا۔ جس طرح نمازیں فرض ہیں اور مسجد میں جماعت کے ساتھ فرض ہیں اسی طرح زکوٰۃ فرض ہے اور اس کا ایک جگہ جمع کرکے تقسیم کرنا اور ان مصارف پر لگانا جو اس کیلئے قرار دیئے گئے ہیں فرض ہے۔ پس اس فرض کی ادائیگی کو اسی طرح ضروری سمجھو جس طرح نماز اور روزہ اور حج کے فرائض کی ادائیگی کو ضروری سمجھتے ہو۔‘‘

(مالی نظام حصہ دوم صفحہ 30)

سیدنا حضرت امیر المومنین خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

’’زکوٰۃ کی اہمیت اور فرضیت سے کسی کو انکار نہیں۔ اس لئے جن پر زکوٰۃ فرض ہے ان کو میں توجہ دلاتا ہوں کہ زکوٰۃ دینی لازمی ہے۔ وہ ضرور دیا کریں اور خاص طور پر عورتوں پر یہ فرض ہے جو زیور بنا کر رکھتی ہیں سونے پر زکوٰۃ فرض ہے۔‘‘

(خطبہ جمعہ 13 اپریل 2007)

بھارت کے جملہ صاحب نصاب احباب ومستورات اس اہم فریضہ زکوٰۃ کی بجاآوری کی طرف توجہ دیں۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کو اس کی توفیق دے۔ آمین

(ناظر بیت المال آمد قادیان)

اسلامی اور مسیحی جنگوں کا موازنہ

(سلیق احمد نایک، مربی سلسلہ، نظارت علیاء قادیان)

مذاہب عالم کی تاریخ کا مطالعہ کرنے سے یہ بات عیاں ہے کہ اللہ تعالیٰ کے مرسلین و مامورین کو بعض دفعہ مخالفین کے خلاف تلوار اٹھانے کی حاجت پڑی ہے۔ بایں ہمہ اس بات کا انکار نہیں کیا جاسکتا کہ ان انبیاء کرام کی تعلیمات میں اعلیٰ اخلاقی اقدار اور محبت، حلم و بردباری کی تعلیم بھی پوری شان کے ساتھ پائی جاتی ہے نیز جبر واکراہ کے ساتھ دین میں داخل کرنا قطعی طور پر کسی نبی کی اصل تعلیمات میں شامل نہیں ہے۔

دین اسلام جو کہ امن وسلامتی کا علمبردار ہے اور واضح الفاظ میں ظلم وتشدّد اور بربریت کے خلاف نہایت لطیف اور حسین پیرایہ میں لَآ اِكْرَاهَ فِي الدِّيْنِ کا اعلان کرتا ہے۔

معاندین اسلام خصوصاً عیسائی پادری صاحبان اور ان کے ہمنواؤں کے ذریعہ اسلام کی جہاد کی تعلیم اور اسلامی جنگوں کے حوالے سے یہ جھوٹا پروپیگنڈا کیا جاتا ہے کہ نعوذ باللہ اسلام جبر واکراہ اور دہشتگردی کا مذہب ہے۔

اس جگہ اسلامی تعلیمات اور عیسائی صاحبان کی کتب مقدسہ کا تقابلی جائزہ ہدیہ قارئین کیا جاتا ہے جس سے واضح ہوگا کہ اسلامی جنگیں صرف دفاعی طور کی جنگیں تھیں۔

اس موضوع کا صحیح ادراک حاصل کرنے کیلئے اول اس امر کو سمجھنا ضروری ہے کہ یہودیوں کو ابتداء سے ہی یہ امید دلائی گئی تھی کہ جب مسیح دنیا میں ظاہر ہوگا اس وقت یہودی قوم دنیا کی تمام قوموں پر غالب آجائے گی اور مسیح ان کی سلطنت کو دوبارہ قائم کرے گا اور دوسری قوموں کی حکومت کے جوئے سے ان کو آزاد کر دے گا۔ چنانچہ جب حضرت عیسیٰؑ نے دعویٰ مسیحیت کیا تو غالباً ان ہی پیشگوئیوں کی بنا پر ان کا بھی یہ خیال تھا کہ وہ یہودیوں کے بادشاہ ہوں گے۔ چنانچہ داؤد کے تخت کو قائم کرنے کا خیال ایک مدت تک آپؑ کے دل میں رہا۔ لیکن عیسائی مذہب کو بانی مذہب کی زندگی میں اس قدر طاقت حاصل نہ ہوئی کہ وہ تلوار سے کام لے سکے اور جب کچھ عرصہ گزرنے کے بعد ظاہری طاقت اس مذہب کو حاصل ہوئی تو پھر اس نے نہایت بے رحمی کے ساتھ تلوار سے کام لیا اور تلوار کے ذریعہ بہت سی ترقیات حاصل کیں۔

حضرت عیسیٰؑ کے پاس اگر اس قدر طاقت ہوتی کہ اس کے زور پر وہ رومی سلطنت کو فتح کرنے کی امید کرتے یا کم از کم کوئی بڑی تعداد جاں نثار مریدوں کی ہی ان کے ساتھ ہوتی اور پھر وہ تلوار نہ اٹھاتے تو ہم کہہ سکتے تھے کہ جن عیسائیوں نے بعد کے زمانہ میں تلوار اٹھا کر بہت سی مخلوق خدا کو تہ تیغ کیا انہوں نے حضرت مسیح کی تعلیم کی خلاف ورزی کی۔ مگر جس صورت میں حضرت مسیح کو کبھی یہ طاقت حاصل ہی نہیں ہوئی کہ وہ تلوار اٹھا سکیں اور نہ ان کے حواریوں میں اس قدر جرأت تھی کہ وہ ایسا کام کر سکتے تو پھر یہ کہنا کسی صورت میں درست نہیں ہوسکتا کہ عیسائی مذہب کے بعد خونریزی حضرت مسیح کی تعلیم کے خلاف تھی بلکہ باوجود ہر قسم کی بے سروسامانی کے اور بے یارومددگار ہونے کے بھی حضرت مسیحؑ نے تلوار کو اپنے دین کیلئے نہایت ضروری سمجھا یہاں تک کہ اپنے حواریوں کو صاف الفاظ میں یہ حکم دیا:

جسکے پاس تلوار نہیں وہ کپڑے بیچ کر بھی تلوار خریدے۔ (لوقا، باب 22، آیت 36)

اگرچہ کہ بیچارے حواری اس تعلیم پر عمل نہ کر سکے مگر عیسائیوں کی بعد میں آنے والی نسلوں نے تو اسی ایک حکم کو عیسائی مذہب کی تعلیم کا لب لباب سمجھا اور اسی پر عمل کر کے تلوار سے خوب کام لیا اور حکموں میں خواہ بعد کے عیسائی لوگ اصل عیسوی تعلیم سے کتنے ہی دور جا پڑے مگر تلوار خریدنے کے حکم کی انہوں نے خوب تعمیل کر کے دکھائی۔

پھر اسی طرح متی باب 10 آیت 34 میں لکھا ہے کہ

”یہ مت سمجھو کہ میں زمین پر صلح کروانے آیا ہوں صلح کروانے کیلئے نہیں بلکہ تلوار چلانے آیا ہوں۔“ اس سے یہ بات واضح ہے کہ حضرت مسیحؑ بجائے صلح کا شہزادہ کہلانے کے اپنے لئے تلوار چلانے والے کا نام پسند کرتے ہیں۔

علاوہ ازیں حضرت مسیحؑ نے یہودی شریعت کے مطابق تعلیم پائی اور اسی شریعت پر ان کا پختہ اعتقاد تھا اور وہ سچے دل سے یہودی مذہب اور اسرائیلی شریعت کے پیرو تھے۔ بلکہ یہودی شریعت کے شریعت حقہ ہونے پر اس قدر اعتقاد تھا کہ وہ فرمایا کرتے تھے کہ

”زمین اور آسمان ٹل جائیں مگر تورات کا ایک شعشہ ہرگز نہیں ٹلے گا جب تک سب کچھ پورا نہ ہو پس جو کوئی ان حکموں میں سے سب سے چھوٹے حکم کو ٹال دیوے اور ویسا ہی آدمیوں کو سکھا دے، آسمان کی بادشاہت میں سب سے چھوٹا کہلائے گا پر جو کہ عمل کرے اور سکھلاوے وہی آسمان کی بادشاہت میں بڑا کہلائے گا۔“

(متی، باب 5، آیات 18-19)

پس ہم قطعی طور پر کہہ سکتے ہیں کہ اگر حضرت عیسیٰؑ کو تلوار چلانے کا موقع ملتا تو وہ اسی طرح چلاتے جیسے شریعت موسوی میں احکام پائے جاتے ہیں۔ جو شخص ان احکامات سے واقف نہیں اسے چاہئے کہ کتاب استثناء دیکھے جہاں لکھا ہے کہ:

”جب تو اپنے دشمنوں پر قابو پاوے اور جبکہ خداوند تیرا خدا انہیں تیرے حوالے کرے تو تُو انہیں ماریو اور حرم کیجیو۔ نہ تو ان سے کوئی عہد کریو اور نہ ان پر رحم کریو۔“

(استثناء، باب 7، آیات 1-2)

پھر آگے چل کر لکھا ہے کہ:

”تو اس شہر (یعنی بت پرستوں کے شہر) کے باشندوں کو تلوار کی دھار سے ضرور قتل کرے گا اور سب کچھ جو اس شہر میں ہے اور وہاں کے مواشی کو تلوار کی دھار ہی سے نیست و نابود کرے گا اور اس کی ساری لوٹ کو وہاں کے کوچے کے بیچوں بیچ اکھٹا کرے گا اور اس شہر کو اور وہاں کی لوٹ کو خداوند اپنے خدا کیلئے آگ سے جلا دے گا۔ اور وہ ہمیشہ کو ایک ٹیلہ ہوگا اور پھر بنایا نہ جائے گا۔

(استثناء، باب 13، آیات 15)

پس بلا شبہ حضرت مسیحؑ تورات کے ان حکموں کو بھی ایسے ہی قابل تعمیل سمجھتے تھے جیسے کسی دوسرے حکم کو قابل عمل خیال فرماتے تھے۔

پس اگر عیسائی مذہب کو حضرت مسیح کی زندگی میں اس قدر اقتدار حاصل ہوتا کہ وہ تلوار لے کر دنیا میں نکل سکتے تو جو کارروائیاں بعد میں ہوئیں وہ سب یسوع مسیح کی زندگی میں ہی ہوتیں کیونکہ ضرور تھا کہ اس وقت حضرت مسیح توریت کے حکم کے مطابق عمل کرتے۔

یہاں یہ ذکر کرنا بھی ضروری ہے کہ مسیحیوں کا یہ کہنا قابل تسلیم نہیں ہے کہ بانی عیسائیت بعد میں آنے والے عیسائیوں کی خونریزیوں کے ذمہ دار نہیں کیونکہ خود اس مذہب کے بانی نے ہی تلواریں خریدنے کا حکم دیا اور یہاں تک ضرورت بتائی کہ کپڑے بیچ کر تلواریں خریدلو۔ پھر جبکہ حضرت مسیح نے خود ہی فرمایا کہ درخت اپنے پھلوں سے پہچانا جاتا ہے تو کیا وجہ ہے کہ عیسائیوں کی خونریزیوں کا اثر حضرت مسیح پر نہ پڑے بلکہ ان کی زندگی کے اور واقعات جو اناجیل میں مندرج ہیں یہی بتاتے ہیں کہ ان کے دل میں کم از کم ایک مدت تک ضرور یہ بات بیٹھی ہوئی تھی کہ زور سے بھی کچھ کام لینا چاہئے جس کی اصل وجہ یہ تھی کہ ان کو ابتداء میں یہ اجتہادی غلطی لگی تھی کہ وہ داؤد کے تخت کو قائم کریں گے اور سلطنت کریں گے۔ اس سلسلہ میں بانی جماعت احمدیہ حضرت اقدس مسیح موعود و مہدئ معہودؑ فرماتے ہیں:

اسلام کی بابت جب عیسائی لوگ کسی سے گفتگو کرتے ہیں تو اسلامی جنگوں پر کلام کرنے لگتے ہیں حالانکہ خود ان کے گھر میں یشوع اور موسیٰ کے جنگوں کی نظیریں موجود ہیں اور جب وہ اسلامی جنگوں سے کہیں بڑھ کر مورد اعتراض ٹھہر جاتے ہیں کیونکہ ہم یہ ثابت کر سکتے ہیں کہ اسلامی جنگ بالکل دفاعی جنگ تھے اور ان میں وہ شدّت اور سخت گیری ہرگز نہ تھی جو موسیٰ اور یشوع کے جنگوں میں پائی جاتی ہے۔ اگر وہ یہ کہیں کہ موسیٰ اور یشوع کی لڑائیاں عذاب الٰہی کے رنگ میں تھیں تو ہم کہتے ہیں کہ اسلامی جنگوں کو کیوں عذاب الٰہی کی صورت میں تسلیم نہیں کرتے موسوی جنگوں کو کیا ترجیح ہے بلکہ ان اسلامی جنگوں میں تو موسوی لڑائیوں کے مقابلہ میں بڑی بڑی رعایتیں دی گئی ہیں۔ اصل بات یہی ہے کہ چونکہ وہ لوگ نوامیس الٰہیہ سے ناواقف تھے۔ اس لئے اللہ تعالیٰ نے ان پر موسیٰؑ کے مخالفوں کے مقابلہ میں بہت بڑا

رحم فرمایا کیونکہ وہ غفور رحیم ہے۔

پھر اسلامی جنگوں میں موسوی جنگوں کے مقابلہ میں یہ بڑی خصوصیت ہے کہ آنحضرت ﷺ اور آپؐ کے خادموں کو مکّہ والوں نے برابر تیرہ سال تک خطرناک ایذائیں اور تکلیفیں دیں اور طرح طرح کے دکھ ان ظالموں نے دیئے چنانچہ ان میں سے کئی قتل کئے گئے اور بعض بُرے بُرے عذابوں سے مارے گئے۔ چنانچہ تاریخ پڑھنے والے پر یہ امر مخفی نہیں ہے کہ بیچاری عورتوں کو سخت شرمناک ایذاؤں کے ساتھ مار دیا۔ یہاں تک کہ ایک عورت کو دو اونٹوں سے باندھ دیا اور پھر ان کو مختلف جہات میں دوڑا دیا اور اس بیچاری کو چیر ڈالا اس قسم کی ایذا رسانیوں اور تکلیفوں کو برابر تیرہ سال تک آنحضرت ﷺ اور آپ کی پاک جماعت نے بڑے صبر اور حوصلہ کے ساتھ برداشت کیا۔ اس پر بھی انہوں نے اپنے ظلم کو نہ روکا اور آخر کار خود آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے قتل کا منصوبہ کیا گیا اور جب آپؐ نے خدا تعالیٰ سے ان کی شرارت کی اطلاع پا کر مکّہ سے مدینہ کو ہجرت کی۔ پھر بھی انہوں نے تعاقب کیا اور آخر جب یہ لوگ پھر مدینہ پر چڑھائی کر کے گئے تو اللہ تعالیٰ نے ان کے حملہ کو روکنے کا حکم دیا، کیونکہ اب وہ وقت آ گیا تھا کہ اہل مکہ اپنی شرارتوں اور شوخیوں کی پاداش میں عذاب الٰہی کا مزہ چکھیں۔ چنانچہ خدا تعالیٰ نے جو پہلے وعدہ کیا تھا کہ اگر یہ لوگ اپنی شرارتوں سے باز نہ آئیں گے تو عذاب الٰہی سے ہلاک کئے جائیں گے، وہ پورا ہوا۔

خود قرآن شریف میں ان لڑائیوں کی یہ وجہ صاف لکھی ہے أُذِنَ لِلَّذِينَ يُقَاتَلُونَ بِأَنَّهُمْ ظُلِمُوا ۚ وَإِنَّ اللَّهَ عَلَىٰ نَصْرِهِمْ لَقَدِيرٌ ۝ الَّذِينَ أُخْرِجُوا مِنْ دِيَارِهِمْ بِغَيْرِ حَقٍّ (الحج 40،41) یعنی ان لوگوں کو مقابلہ کی اجازت دی گئی جن کے قتل کیلئے مخالفوں نے چڑھائی کی۔ (اس لئے اجازت دی گئی) کہ ان پر ظلم ہوا اور خدا تعالیٰ مظلوم کی حمایت کرنے پر قادر ہے۔ یہ وہ مظلوم ہیں جو ناحق اپنے وطنوں سے نکالے گئے۔ ان کا گناہ بجز اسکے اور کوئی نہ تھا کہ انہوں نے کہا کہ ہمارا رب اللہ ہے۔ یہ وہ آیت ہے جس سے اسلامی جنگوں کا سلسلہ شروع ہوتا ہے۔

پھر جس قدر رعایتیں اسلامی جنگوں میں دیکھو گے ممکن نہیں کہ موسوی یا یشوعی لڑائیوں میں اس کی نظیر مل سکے۔ موسوی لڑائیوں میں لاکھوں بے گناہ بچوں کا مارا جانا، بوڑھوں اور عورتوں کا قتل، باغات اور درختوں کا جلا کر خاک سیاہ کر دینا، توراۃ سے ثابت ہے۔ مگر ہمارے نبی کریم ﷺ نے باوصفیکہ ان شریروں سے وہ سختیاں اور تکلیفیں دیکھی تھیں جو پہلے کسی نے نہ دیکھی تھیں۔ پھر ان دفاعی جنگوں میں بھی بچوں کو قتل نہ کرنے، عورتوں اور بوڑھوں کو نہ مارنے، راہبوں سے تعلق نہ رکھنے اور کھیتوں اور ثمر دار درختوں کو نہ جلانے اور عبادتگاہوں کے مسمار نہ کرنے کا حکم دیا جاتا تھا۔ اب مقابلہ کر کے دیکھ لو کہ کس کا پلّہ بھاری ہے۔

غرض یہ بیہودہ اعتراض ہیں۔ اگر انسان فطرت سلیمہ رکھتا ہو تو وہ مقابلہ کر کے خود حق پا سکتا ہے۔ کیا موسیٰؑ کے زمانہ میں اور خدا تھا اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں کوئی اور۔ اسرائیلی نبیوں کے زمانہ میں جیسے شریر اپنی شرارتوں سے باز نہ آتے تھے اس زمانہ میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی مخالفت میں بھی حد سے نکل گئے تھے۔ پس اسی خدا نے جو رؤف و رحیم بھی ہے پھر شریروں کیلئے اس میں غضب بھی ہے ان کو ان جنگوں کے ذریعہ جو خود انہوں نے ہی پیدا کی تھیں سزا دے دی۔ لوطؑ کی قوم سے کیا سلوک ہوا۔ نوحؑ کے مخالفوں کا کیا انجام ہوا۔ پھر مکہ والوں کو اگر اس رنگ میں سزا دی تو کیوں اعتراض کرتے ہو۔ کیا کوئی عذاب مخصوص ہے کہ طاعون ہی ہو یا پتھر برسائے جائیں۔ خدا جس طرح چاہے عذاب دے دے ...... جب کوئی مذاہب سے الگ ہو کر دیکھے گا تو صاف نظر آ جائے گا کہ اسلامی جنگوں میں اوّل سے آخر تک دفاعی رنگ مقصود ہے اور ہر قسم کی رعایتیں روا رکھی ہیں جو موسیٰ اور یشوع کی لڑائیوں میں نہیں ہیں۔

ایک آریہ کی کتاب میری نظر سے گزری اُس نے موسوی لڑائیوں پر بڑے بڑے اعتراض کئے ہیں، مگر اسلامی جنگوں پر اسے کوئی موقع نہیں ملا۔ مجھ سے جب کوئی آریہ یا ہندو اسلامی جنگوں کی نسبت دریافت کرتا ہے تو اسے میں نرمی اور ملاطفت سے یہی سمجھاتا ہوں کہ جو مارے گئے وہ اپنی ہی تلوار سے مارے گئے جب ان کے مظالم کی انتہا ہو گئی تو آخر ان کو سزا دی گئی اور ان کے حملوں کو روکا گیا۔

مجھے پادریوں کے سمجھانے اور ان سے سمجھنے والوں پر سخت افسوس ہے کہ وہ اپنے گھر میں موسیٰؑ کی لڑائیوں پر تو غور نہیں کرتے اور اسلامی جنگوں پر اعتراض شروع کر دیتے ہیں اور سمجھنے والے اپنی سادہ لوحی سے اسے مان لیتے ہیں۔ اگر غور کیا جاوے تو موسوی جنگوں کا اعتراض حضرت مسیحؑ پر بھی آتا ہے کیونکہ وہ توریت کو مانتے تھے اور حضرت موسیٰ کو خدا کا نبی تسلیم کرتے تھے۔ اگر وہ ان جنگوں اور ان بچوں اور عورتوں کے قتل پر راضی نہ تھے تو انہوں نے اسے کیوں مانا۔ گویا وہ لڑائیاں خود مسیح نے کیں اور اُن بچوں اور عورتوں کو خود مسیح نے ہی قتل کیا۔

اور اصل یہ ہے کہ خود مسیح علیہ السلام کو لڑائیوں کا موقع ہی نہیں ملا ورنہ وہ کم نہ تھے۔ انہوں نے تو اپنے شاگردوں کو حکم دیا تھا کہ کپڑے بیچ کر تلواریں خریدیں۔ یہ بالکل سچی بات ہے کہ اگر قرآن شریف ہماری رہنمائی نہ کرتا تو ان نبیوں پر سے ایمان اٹھ جاتا قرآن شریف کا احسان ہے تمام نبیوں پر اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا احسان ہے کہ انہوں نے آ کر ان سب کو اس الزام سے بری کر دکھایا۔''

(ملفوظات، جلد دوم، صفحہ 70-73، ایڈیشن 2003 قادیان)

مذکورہ بالا حقائق کی روشنی میں اور مسیحی تعلیمات کی رو سے بخوبی ثابت ہوتا ہے کہ عیسائی تعلیمات میں تلوار کا استعمال ضروری ٹھہرایا گیا ہے۔

جہاں تک اسلامی جہاد کی تعلیمات کا تعلق ہے۔ بانی اسلام حضرت محمد مصطفےٰ ﷺ اور خلفائے راشدین کے زمانے میں جو جنگیں لڑی گئیں، حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ان کی تین وجوہات بیان فرمائی ہیں۔ نمبر ایک یہ کہ دفاعی طور پر یعنی بطریق حفاظتِ خود اختیاری، اپنی حفاظت اور دفاع کیلئے۔

دوسرے بطور سزا یعنی خون کے عوض میں خون۔ جب مسلمانوں پر حملے کئے گئے تو دشمن کو سزا دینے کیلئے، ان سے جنگ کی گئی۔ اسلامی حکومت تھی، سزا کا اختیار تھا۔

نمبر تین بطور آزادی قائم کرنے کے یعنی بغرض مزاحموں کی قوت توڑنے کے جو مسلمان ہونے پر قتل کرتے تھے۔ یعنی ان لوگوں کی طاقت توڑنے کیلئے جو اس وقت اسلام لانے والوں پر ظلم توڑتے تھے اور ان کو محض اس لئے قتل کیا جاتا تھا، اس لئے تکلیفیں دی جاتی تھیں کہ تم مسلمان ہو گئے ہو۔ (مسیح ہندوستان میں، روحانی خزائن، جلد 15، صفحہ 12)

ان اعلیٰ تعلیمات کو دیکھ کر ایک عام عقل کا آدمی بھی سمجھ سکتا ہے کہ اُن حالات میں جن میں مسلمانوں کو قتال یا جنگ کی اجازت دی گئی تھی، اگر اجازت نہ دی جاتی تو دنیا کا امن تباہ و برباد ہو جاتا اور سلامتی ختم ہو جاتی۔ یہ اتنی خوبصورت تعلیم ہے کہ دوسرے مذاہب کی کوئی بھی تعلیم، خواہ عیسائیت ہو، خواہ یہودیت ہو یا کسی اور مذہب کی تعلیم ہو وہ اسکی برابری نہیں کرسکتی۔

اللہ تعالیٰ قرآن کریم میں فرماتا ہے

أُذِنَ لِلَّذِينَ يُقَاتَلُونَ بِأَنَّهُمْ ظُلِمُوا ۚ وَإِنَّ اللَّهَ عَلَىٰ نَصْرِهِمْ لَقَدِيرٌ (الحج: 40)

ان لوگوں کو جن کے خلاف قتال کیا جا رہا ہے، قتال کی اجازت دی جاتی ہے کیونکہ ان پر ظلم کئے گئے اور یقیناً اللہ ان کی مدد پر پوری قدرت رکھتا ہے۔

پھر فرمایا: الَّذِينَ أُخْرِجُوا مِنْ دِيَارِهِمْ بِغَيْرِ حَقٍّ إِلَّا أَنْ يَقُولُوا رَبُّنَا اللَّهُ ۗ وَلَوْلَا دَفْعُ اللَّهِ النَّاسَ بَعْضَهُمْ بِبَعْضٍ لَهُدِّمَتْ صَوَامِعُ وَبِيَعٌ وَصَلَوَاتٌ وَمَسَاجِدُ يُذْكَرُ فِيهَا اسْمُ اللَّهِ كَثِيرًا ۗ وَلَيَنْصُرَنَّ اللَّهُ مَنْ يَنْصُرُهُ ۗ إِنَّ اللَّهَ لَقَوِيٌّ عَزِيزٌ (الحج: 41) کہ وہ لوگ جنہیں ان کے گھروں سے ناحق نکالا گیا، محض اس بنا پر کہ وہ کہتے تھے کہ اللہ ہمارا ربّ ہے اور اگر اللہ کی طرف سے لوگوں کا دفاع، ان میں سے بعض کو بعض دوسروں سے بھڑا کر نہ کیا جاتا تو راہب خانے منہدم کر دیئے جاتے اور گرجے بھی اور یہود کے معابد بھی اور مساجد بھی جن میں بکثرت اللہ کا نام لیا جاتا ہے اور یقیناً اللہ اس کی مدد کرے گا جو اس کی مدد کرتا ہے۔ یقیناً اللہ بہت طاقتور اور کامل غلبے والا ہے۔

یہ وہ آیات ہیں جن میں مسلمانوں کو قتال کی اجازت دی گئی ان آیات پر غور کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ اجازت کی تین وجوہات ہیں:

☆ اول اس لئے اجازت دی جاتی ہے کہ يُقَاتَلُونَ بِأَنَّهُمْ ظُلِمُوا کیونکہ ان پر جو ظلم ہوئے تھے بلاوجہ جو قتل کیا جا رہا تھا، اس لئے ان کو اجازت دی جاتی ہے کہ اب تمہاری حکومت قائم ہو گئی ہے تو جب تمہارے پر حملہ

ہو یا تمہیں کوئی قتل کرنے کیلئے آئے تو لڑو اور بدلہ لو۔ یا حکومت قائم ہے تو سزا کے طور پر قاتل کو سزا دو۔

☆ دوم فرمایا کہ اُخۡرِجُوۡا مِنۡ دِیَارِہِمۡ بِغَیۡرِ حَقٍّ یعنی ان کے گھروں سے ان کو بلاوجہ نکالا گیا۔ انکا قصور کیا ہے؟ قصور یہ کہ وہ کہتے ہیں رَبُّنَا اللّٰہُ کہ اللہ ہمارا رب ہے۔

☆ سوم اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ اگر یہ اجازت نہ دی جاتی جو کہ مسلمانوں کو ایک لمبا عرصہ صبر کرنے اور ظلم سہنے اور ظلم میں پسنے کے بعد دی گئی تو دنیا میں ہر طرف ظلم وفساد نظر آتا۔

اسلام میں جنگ کی اجازت کے ساتھ ساتھ اسکی حدیں اور قواعد وضوابط بھی مقرر کئے گئے ہیں جیسا کہ فرمایا اگر دشمن ظلم کرتا ہے تو یہ نہ ہو کہ تم بھی ظلم کرنے والے بنو بلکہ جس حد تک ہوسکتا ہے، اپنی جنگ کو اس حد تک محدود رکھو کہ جہاں صرف ظلم رُک جائے۔ کسی قسم کی بھی زیادتی اسلامی حکومت کی طرف سے نہیں ہونی چاہئے۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: وَقَاتِلُوۡا فِیۡ سَبِیۡلِ اللّٰہِ الَّذِیۡنَ یُقَاتِلُوۡنَکُمۡ وَلَا تَعۡتَدُوۡا ؕ اِنَّ اللّٰہَ لَا یُحِبُّ الۡمُعۡتَدِیۡنَ (البقرۃ: 191) اور اللہ کی راہ میں ان سے قتال کرو جو تم سے قتال کرتے ہیں اور زیادتی نہ کرو۔ یقیناً اللہ تعالیٰ زیادتی کرنے والوں کو پسند نہیں کرتا۔

پھر فرمایا: وَاقۡتُلُوۡہُمۡ حَیۡثُ ثَقِفۡتُمُوۡہُمۡ وَاَخۡرِجُوۡہُمۡ مِّنۡ حَیۡثُ اَخۡرَجُوۡکُمۡ وَالۡفِتۡنَۃُ اَشَدُّ مِنَ الۡقَتۡلِ ۚ وَلَا تُقٰتِلُوۡہُمۡ عِنۡدَ الۡمَسۡجِدِ الۡحَرَامِ حَتّٰی یُقٰتِلُوۡکُمۡ فِیۡہِ ۚ فَاِنۡ قٰتَلُوۡکُمۡ فَاقۡتُلُوۡہُمۡ ؕ کَذٰلِکَ جَزَآءُ الۡکٰفِرِیۡنَ (البقرۃ:192)

اور (دوران قتال) انہیں قتل کرو، جہاں کہیں بھی تم انہیں پاؤ اور انہیں وہاں سے نکال دو جہاں سے انہوں نے تمہیں نکالا تھا اور فتنہ قتل سے زیادہ سنگین ہوتا ہے اور ان سے مسجد حرام کے پاس قتال نہ کرو یہاں تک کہ وہ تم سے وہاں قتال کریں۔ پس اگر وہ تم سے قتال کریں تو پھر تم ان کو قتل کرو، کافروں کی ایسی ہی جزا ہوتی ہے۔

پھر فرمایا: فَاِنِ انۡتَہَوۡا فَاِنَّ اللّٰہَ غَفُوۡرٌ رَّحِیۡمٌ (البقرۃ:193) پس اگر وہ باز آجائیں تو یقیناً اللہ تعالیٰ بہت مغفرت کرنے والا اور بار بار رحم کرنے والا ہے۔

پھر فرماتا ہے: وَقٰتِلُوۡہُمۡ حَتّٰی لَا تَکُوۡنَ فِتۡنَۃٌ وَّیَکُوۡنَ الدِّیۡنُ لِلّٰہِ ؕ فَاِنِ انۡتَہَوۡا فَلَا عُدۡوَانَ اِلَّا عَلَی الظّٰلِمِیۡنَ (البقرۃ:194) اور ان سے قتال کرتے رہو یہاں تک کہ فتنہ باقی نہ رہے اور دین (اختیار کرنا) اللہ کی خاطر ہو جائے۔ پس اگر وہ باز آجائیں تو (زیادتی کرنے والے) ظالموں کے سوا کسی پر زیادتی نہیں کرنی۔

پس اسلام کی پُرامن اور سلامتی کی تعلیم میں جنگ کی اجازت صرف اس صورت میں ہے کہ جنگ صرف اللہ تعالیٰ کی خاطر ہو اور اللہ تعالیٰ کی طرف منسوب کیا ہوا کوئی کام بھی ظلم پر مبنی نہیں ہوسکتا۔ اللہ کی خاطر جنگ کا مطلب ہے کہ اُن لوگوں سے لڑو جو اللہ کی عبادت سے روکتے ہیں، جو ظلم کرتے ہیں اور ظلم وتعدّی میں حد سے زیادہ بڑھ چکے ہیں۔ پس لڑائی لڑنے کا اس کے علاوہ کوئی مقصد نہ ہو کہ یہ جو کچھ بھی کیا جارہا ہے وہ اللہ تعالیٰ کی خاطر ہی کیا جارہا ہے۔ اگر کوئی جنگ ذاتی لالچوں، حرصوں اور اپنی حکومت کا رسوخ بڑھانے کیلئے ہے تو ایسی جنگ اسلام میں قطعاً منع ہے۔

اسی طرح فرمایا کہ یہ جنگ اس وقت جائز ہے جب دشمن تم پر حملے میں پہل کرے۔ پھر یہ بھی اجازت نہیں کہ جس قوم سے جنگ ہو رہی ہے اسکے ہر شخص سے تمہاری جنگ ہے بلکہ اگر اس طرح کروگے تو زیادتی ہوگی اور زیادتی کو اللہ تعالیٰ پسند نہیں کرتا۔ تمہاری جنگ صرف فوجیوں سے ہونی چاہئے جو ہتھیار لے کر تمہارے سامنے آئیں۔ پھر فرمایا کہ جنگ کو محدود رکھو۔ یہ نہیں کہ دشمن کو سبق دینے کیلئے جنگ کے میدان وسیع کرتے چلے جاؤ۔ پھر عبادتگاہوں کے قریب بھی جنگ سے منع کیا ہے۔ سوائے اس کے کہ دشمن مجبور کرے۔ اس لئے آنحضرت ﷺ اپنے لشکروں کو خاص طور پر ہمیشہ یہ ہدایت فرمایا کرتے تھے کہ معبدوں اور گرجوں کی حفاظت کرنی ہے، ان کو نہیں گرانا، ان کو نقصان نہیں پہنچانا۔ اور مسجد حرام کے اردگرد تو جنگ کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔ یہ تو اللہ تعالیٰ کا گھر ہے جو امن اور سلامتی کے ساتھ تمام دنیا کے لوگوں کو ایک ہاتھ پر جمع کر کے امت واحدہ بنانے والا ہے۔ اس لئے اسکا تقدس تو ہر حال میں قائم رہنا چاہئے سوائے اس کے کہ دشمن مجبور کرے اور تم پر حملہ کرے تو پھر مجبوری ہے۔

اللہ تعالیٰ کا جنگ کی اجازت دینے کا مقصد دنیا کے فساد کو دُور کرنا ہے۔ اس لئے فرمایا کہ جب فتنہ ختم ہوجائے یا دشمن جنگ سے باز آجائے تو پھر ایک مسلمان سے کسی بھی قسم کی زیادتی سرزد نہیں ہونی چاہئے۔ جب مذہبی آزادی قائم ہوگی تو پھر سیاسی مقاصد کے لئے جنگوں کا کوئی جواز نہیں۔ پس یہ ہے اسلامی تعلیم۔ اگر اسلام کا مقصد صرف طاقت کے زور سے اسلام کو پھیلانا ہوتا تو یہ حکم نہ ہوتا کہ فَاِنِ انۡتَہَوۡا فَلَا عُدۡوَانَ اگر وہ باز آجائیں تو پھر ان پر کسی قسم کی گرفت نہیں ہے۔ پھر جنگوں کے بلاوجہ بہانے تلاش نہ کرو۔ ہر ایک کو اپنے مذہب کے مطابق اپنی زندگی گزارنے کا حق ہے۔ جنگ صرف اس وقت تک ہے جب تک وہ تمہارے سے جنگ کررہے ہیں، نہ اس لئے کہ ان کے مذہب کو بدلا جائے۔

پھر ایک جگہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ قُلۡ لِّلَّذِیۡنَ کَفَرُوۡۤا اِنۡ یَّنۡتَہُوۡا یُغۡفَرۡ لَہُمۡ مَّا قَدۡ سَلَفَ ۚ وَاِنۡ یَّعُوۡدُوۡا فَقَدۡ مَضَتۡ سُنَّتُ الۡاَوَّلِیۡنَ (الانفال:39) جنہوں نے کفر کیا ان سے کہہ دے کہ وہ باز آجائیں تو جو کچھ گزر چکا وہ انہیں معاف کردیا جائے گا۔ لیکن اگر وہ (جرم کا) اعادہ کریں تو یقیناً پہلوں کی سنّت گزر چکی ہے۔

پھر فرمایا: وَقَاتِلُوۡہُمۡ حَتّٰی لَا تَکُوۡنَ فِتۡنَۃٌ وَّیَکُوۡنَ الدِّیۡنُ کُلُّہٗ لِلّٰہِ ۚ فَاِنِ انۡتَہَوۡا فَاِنَّ اللّٰہَ بِمَا یَعۡمَلُوۡنَ بَصِیۡرٌ (الانفال:40) اور تم ان سے قتال کرتے رہو یہاں تک کہ کوئی فتنہ باقی نہ رہے اور دین خالصتاً اللہ کیلئے ہوجائے۔ پس اگر وہ باز آجائیں تو یقیناً اللہ اس پر جو وہ عمل کرتے ہیں گہری نظر رکھنے والا ہے۔

پھر فرمایا: وَاِنۡ تَوَلَّوۡا فَاعۡلَمُوۡۤا اَنَّ اللّٰہَ مَوۡلٰىکُمۡ ؕ نِعۡمَ الۡمَوۡلٰی وَنِعۡمَ النَّصِیۡرُ (الانفال:41) اور اگر وہ پیٹھ پھیر لیں تو جان لو کہ اللہ ہی تمہارا والی ہے۔ کیا ہی اچھا والی اور کیا ہی اچھا مدد کرنے والا ہے۔

پس اللہ تعالیٰ نے یہ اعلان آنحضرت ﷺ کے ذریعہ کروایا کہ ہم یہ جنگ کوئی ظلم و تعدّی کی وجہ سے نہیں کررہے بلکہ یہ تم ہو جنہوں نے ہمیں مکّہ میں بھی ظلم کا نشانہ بنایا، اب بھی تم ہم پہ جنگ ٹھونس رہے ہو۔ یعنی جنگ بدر کے بعد کفّار سے کہا جارہا ہے، جو کہ مکّہ سے ہجرت کے تھوڑے عرصہ بعد ہی لڑی گئی تھی۔ ابھی تو ان تکلیفوں اور ظلموں اور زیادتیوں کی یادیں بھی تازہ تھیں جو کفار مکہ نے کیں۔ مسلمانوں کو جس طرح ظلم کا نشانہ بنایا گیا، خود آنحضرت ﷺ کو جو دُکھ اور تکلیفیں دی گئیں، ان کی یادیں بھی تازہ تھیں۔ بدر کی جنگ میں جب انہوں نے حملہ کیا تو کفّار کو شکست کا سامنا کرنا پڑا۔ اس سے مسلمانوں کے حوصلے بلند ہوئے۔ ان کو اللہ تعالیٰ پر مدد کا یقین بھی مزید مضبوط ہوا۔ لیکن اللہ تعالیٰ نے یہ اعلان کروایا کہ مسلمان کا دل بغض اور کینہ اور بدلہ لینے سے بہت بالا ہے۔ ہر مسلمان سے یہ توقع کی جاتی ہے کہ وہ سلامتی کا چلتا پھرتا پیغام ہو۔ یہ اعلان اس لئے فرمایا کہ ہم تمہارے پرانے ظلم بھی معاف کرتے ہیں۔ تمہارا یہ جنگ ٹھونسنا بھی ہم معاف کرتے ہیں۔ اگر تم ہم سے آئندہ جنگ نہ کرنے کا معاہدہ کرنا چاہو اور یہ عہد کرو تو ہماری طرف سے بھی پابندی ہوگی۔ لیکن اگر باز نہیں آؤ گے تو پھر ہماری مجبوری ہے۔ جب بھی تم حملہ کروگے، یا ہمارے ساتھیوں کو، دوسرے مسلمانوں کو تکلیفیں پہنچاؤ گے تو تمہارے ظلم کو روکنے کی وجہ سے اس کا بدلہ لیا جائے گا۔ اللہ کے دین کی خاطر اور دنیا کے امن اور سلامتی کی خاطر ہمیں لڑنا پڑے گا تو لڑیں گے۔

تاریخ شاہد ہے کہ آپؐ جنگوں میں کس طرح محکوم قوم کا خیال رکھا کرتے تھے اور اس کی تلقین فرمایا کرتے تھے۔ یہاں تک فرمایا کہ جنگ میں کوئی دھوکے بازی نہیں کرنی۔ آپ کے حملے بھی ہمیشہ دن کی روشنی میں ہوا کرتے تھے۔ حکم تھا کہ کسی بچے کو نہیں مارنا، کسی عورت کو نہیں مارنا، پادریوں اور مذہبی رہنماؤں کو قتل نہیں کرنا، بوڑھوں کو نہیں مارنا بلکہ جو تلوار نہیں اٹھاتا اسے بھی کچھ نہیں کہنا چاہے وہ نوجوان ہو۔ پھر دشمن ملک کے اندر خوف اور دہشت پیدا نہیں کرنی۔ لشکر جنگ میں اپنا پڑاؤ ڈالیں تو ایسی جگہ ڈالیں جہاں لوگوں کو تکلیف نہ ہو اور فرمایا جو اس بات کی پابندی نہیں کرے گا اس کی لڑائی خدا کیلئے نہیں ہوگی بلکہ اپنے نفس کیلئے ہوگی اور جو لڑائیاں نفس کیلئے لڑی جاتی ہیں اس میں ظلم وتعدّی کے علاوہ کچھ نہیں ہوا کرتا۔ اس ظلم وتعدّی کو روکنے کیلئے ہی اور

سلامتی کو پھیلانے کیلئے ہی حکم ہے کہ تمہارا ہر کام خدا کی خاطر ہونا چاہئے۔

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام فرماتے ہیں: ’’مضمون پڑھنے والے نے ایک یہ اعتراض پیش کیا کہ قرآن شریف میں لوگوں کو زبردستی مسلمان بنانے کا حکم ہے۔ معلوم ہوتا ہے کہ اس شخص کو نہ اپنی ذاتی کچھ عقل ہے اور نہ علم۔ صرف پادریوں کا کاسہ لیس ہے۔ کیونکہ پادریوں نے اپنے نہایت کینہ اور بغض سے جیسا کہ ان کی عادت ہے، محض افتراء کے طور پر اپنی کتابوں میں یہ لکھ دیا ہے کہ اسلام میں جبراً مسلمان بنانے کا حکم ہے۔ سو اس نے اور اس کے دوسرے بھائیوں نے بغیر تحقیق اور تفتیش کے وہی پادریوں کے مفتریانہ الزام کو پیش کر دیا۔ قرآن شریف میں تو کھلے کھلے طور پر یہ آیت موجود ہے لَآ اِكْرَاهَ فِي الدِّيْنِ ۙ قَدْ تَّبَيَّنَ الرُّشْدُ مِنَ الْغَيِّ (البقرہ: 257) یعنی دین میں کوئی جبر نہیں ہے، تحقیق ہدایت اور گمراہی میں کھلا کھلا فرق ظاہر ہو گیا ہے۔ پھر جبر کی کیا حاجت ہے۔ تعجب کہ باوجود یکہ قرآن شریف میں اس قدر تصریح سے بیان فرمایا ہے کہ دین کے بارے میں جبر نہیں کرنا چاہئے پھر بھی جن کے دل بغض اور دشمنی سے سیاہ ہو رہے ہیں۔ ناحق خدا کے کلام پر جبر کا الزام دیتے ہیں۔ اب ہم ایک اور آیت لکھ کر منصفین سے انصاف چاہتے ہیں کہ وہ خدا سے ڈر کر ہمیں بتلاویں کہ کیا اس آیت سے جبر کی تعلیم ثابت ہوتی ہے یا برخلاف اسکے ممانعت جبر کا حکم بپایہ ثبوت پہنچتا ہے۔ اور وہ یہ آیت ہے کہ وَاِنْ اَحَدٌ مِّنَ الْمُشْرِكِيْنَ اسْتَجَارَكَ فَاَجِرْهُ حَتّٰى يَسْمَعَ كَلٰمَ اللّٰهِ ثُمَّ اَبْلِغْهُ مَاْمَنَهٗ ؕ ذٰلِكَ بِاَنَّهُمْ قَوْمٌ لَّا يَعْلَمُوْنَ (سورۃ التوبہ، آیت 6) اگر تجھ سے اے رسول! کوئی شخص مشرکوں میں سے پناہ کا خواستگار ہو تو اس کو پناہ دے دو اور اس وقت تک اس کو اپنی پناہ میں رکھو کہ وہ اطمینان سے خدا کے کلام کو سن سمجھ لے اور پھر اُس کو اس کے امن کی جگہ پر واپس پہنچا دو۔ یہ رعایت ان لوگوں کے حق میں اس وجہ سے کرنی ضرور ہے کہ یہ لوگ اسلام کی حقیقت سے واقف نہیں ہیں۔ اب ظاہر ہے کہ اگر قرآن شریف جبر کی تعلیم کرتا تو یہ حکم نہ دیتا کہ جو کافر قرآن شریف کو سننا چاہے تو جب وہ سن چکے اور مسلمان نہ ہو تو اُس کو اُسکی امن کی جگہ پر پہنچا دینا چاہئے بلکہ یہ حکم دیتا کہ جب ایسا کافر قابو میں آجاوے تو وہیں اُس کو مسلمان کر لو۔‘‘ (چشمۂ معرفت، روحانی خزائن، جلد 23، صفحہ 232)

پس جہاں دنیاوی جنگوں میں دنیا دار قوموں کے دل گوناگوں دنیاوی اور نجی اغراض و مقاصد سے لبریز ہوتے ہیں۔ وہاں مومن کا جہاد فی سبیل اللہ خالصتاً ایک للّٰہی عمل ہے۔ مجاہد کا دل ذاتی اغراض سے پاک اور صرف رضائے الٰہی کی تمنا لیے ہوتا ہے۔ اسے نہ مال و دولت سے غرض ہوتی ہے نہ غنیمت کی آرزو، نہ جاہ و جلال کا عارضہ لاحق ہوتا ہے، نہ نام و نمود کی ہوس ہوتی ہے۔ یہ اسلام کی خوبصورت تعلیم ہے جو ہر پہلو سے ہر طبقے پر سلامتی بکھیرنے والی ہے۔

قارئین کرام! آیئے اب تاریخی شواہد کا جائزہ لیتے ہیں کہ کون سی قوم مخلوقِ خدا کی ناحق غارت گری کی مرتکب ہوئی ہے اور کس قوم نے عوام الناس کو بے دریغ ظالمانہ طریق پر نیست و نابود کرنے کی کسر نہیں چھوڑی۔

تاریخ سے ثابت ہے کہ مسلمان اوائل میں بے ضرر اور ناتواں لوگ تھے اور امن و سلامتی اور صلح کے ساتھ اشاعت دین کرتے تھے لیکن کفار نے ناحق سخت تعدّی کے ساتھ ظلم و بربریت کا سلسلہ شروع کیا اور اسقدر اپنی ظالمانہ کاروائیوں میں تجاوز کر گئے کہ انہیں اپنی جانوں کی حفاظت کرنا ضروری ہوا اور یوں مسلمانوں نے نہایت بے بسی اور مجبوری کی حالت میں جرار لشکروں کے مقابلہ میں تلوار اٹھائی اور اس طرح عقوبتوں کے انسداد کیلئے لڑتے رہے۔

جبکہ عیسائی مذہب کی تاریخ بالکل برعکس نظر آتی ہے جس میں اظہر من الشّمس یہ بات ہے کہ عیسائیوں نے زور بازو دکھا کر مذہبی عقوبت اور تشدّد وایذارسانی کی اصل قائم کی۔

چنانچہ مسیحیت کی ابتدائی تین صدیوں میں کوئی نمایاں ترقی نہیں دیکھی گئی البتہ بادشاہِ قسطنطین کے مسیحیت میں داخل ہونے کے بعد گو اوائل میں ترغیب وتحریص کے ذریعہ عیسائی بنانے کی کوشش کی گئی لیکن اس کو ناکافی سمجھ کر جبر و تشدّد کے ساتھ کرہاً جوق در جوق لوگوں کو داخل دین کیا گیا۔ جو عیسائی اس سے پہلے خود مذہبی وجوہات کی بنا پر رومیوں کے ظلموں کے شکار تھے انہوں نے اب غیر عیسائیوں کو عیسائیت میں شامل کرنے کیلئے ظالمانہ کارروائیاں شروع کر دیں اور اس بات کو روا رکھنے لگے کہ غیر عیسائیوں کو محض ان کے مذہب کی وجہ سے دکھ دینا جائز ہے۔

اس سلسلہ میں مشہور مؤرخ لیکی (Lecky) اپنی تاریخ ’’اخلاق یورپ‘‘ (History of European Morals) میں بیان کرتا ہے کہ دینی اخلاق کا بہت بڑا حصہ ان تحریروں سے اخذ کیا گیا جن میں لکھا گیا تھا کہ مذہب کی خاطر قتل عام کرنا خدا کا خاص اور تاکیدی حکم ہے اور قتل بھی ایسا کہ جس سے زیادہ بے رحمانہ اور خون آشام قتل کا تاریخ سے پتا نہیں ملتا اور ایسا ہی ان تحریروں پر بنائے اخلاق رکھی گئی جن میں تمام اخلاقی امور سے بڑھ کر بت پرستی کو دنیا سے جبراً مٹانے کو خاص فوقیت اور ترجیح دی گئی تھی اور جنہیں مذہب کی خاطر ایذا رسانی کی روح کو بڑے فصیح اور پُرجوش کلام کے پیرائے پہنائے گئے تھے......اس مذہب کے خلاف جس کا نشان مٹایا جا رہا تھا یہ نیا مذہب یعنی عیسائی مذہب اس بات کا مدعی تھا کہ اسے لوگوں کے افعال اور راؤں کی آزادی کو روکنے اور ان میں دخل دینے اور انہیں اپنے منشاء کے مطابق چلانے کا حق ہے اور اسکے معلم مذہبی معاملات میں ایسی آزادانہ رائے دینے کو جوان کی رائے سے کچھ اختلاف رکھتی ہو نہایت خطرناک اور سیاہ جرم قرار دیتے تھے۔

ڈریپر (Draper) لکھتا ہے کہ ’’مذہبی لوگوں میں عام رائے یہی تھی کہ لوگوں کو انہی باتوں پر ایمان رکھنے کیلئے مجبور کرنا جائز ہے جن پر گروہ کثیر ایمان لا چکا تھا اور اگر کوئی انکار کرے تو اسے سزا دینا بھی درست ہے۔

گبن لکھتا ہے کہ ’’زمانہ تھیوڈوسیس میں جس طرح بت پرستی کو برباد کیا گیا وہ تمام دنیا میں کسی قدیم اور مشہور وہم پرستی کو صفحۂ ہستی سے قطعی طور پر مٹا دینے کی ایک ہی مثال ہے اور اس لئے یہ حق ہے کہ انسانی دل کی تواریخ میں اسکو ایک ہی بے نظیر واقعہ تسلیم کیا جائے۔ عیسائی اور خصوصاً کلیسا کے عہدہ دار اور پادری بڑی بے صبری سے قسطنطین کا اس مؤقف میں ساتھ دے رہے تھے جو اس کی طرف سے عیسائی دین کے بہ جبر پھیلانے میں ظہور میں آ رہا تھا۔ اور اسی طرح بے صبری کے ساتھ بڑے ویلنٹنین کے زمانے میں انتظار کیا جب مذہب کی خاطر کسی کو دکھ نہ دیا جاتا تھا کیونکہ وہ اپنی فتوحات کو اس وقت تک مکمل اور پائیدار نہ سمجھتے تھے جب تک کہ ان کے حریف زندہ چھوڑے جاتے۔ امبروس اور اسکے بھائیوں نے جو اثر گریشین پر اس کی نوجوانی کی وجہ سے اور تھیوڈوسیس پر اس کی پاکبازی کی وجہ سے حاصل کر لیا تھا اسکا نتیجہ یہ ہوا کہ ان بادشاہوں کے دلوں میں مذہب کی خاطر لوگوں کو دکھ اور تکلیفیں پہنچانے کے اصول نے مضبوط جگہ پکڑ لی تھی۔

صلیبی جنگیں دراصل عیسائیت کی مذہبی بالادستی، مسلمانوں سے تعصّب اور دیرینہ سلگتے ہوئے انتقام کی بنیاد پر لڑی گئیں ان صلیبی جنگوں میں انتہائی تنگ نظری، مذہبی و نسلی تعصب، کھلی بدعہدی، انسانیت سوز بداخلاقی اور درندہ صفت سفاکی کا جو مظاہرہ، امن کے نام نہاد علمبردار مغرب کے ان جنگی جنونی عیسائیوں نے کیا وہ امن اور انسانی حقوق کے ٹھیکیداروں کی پیشانی پر ایسا شرمناک و بدنما داغ ہے جن میں بے تحاشا معصوم لوگوں کو سخت عقوبتوں کا تختۂ مشق بنایا اور اس قدر ظالمانہ کارروائیوں کا اسلامی تاریخ میں کوئی نشان نہیں ملتا خواہ وہ کوئی ظالم مسلمان بادشاہ ہی کیوں نہ ہو اس طرح کی دل دہلانے والی کوئی بھی مثال سامنے نہیں آئی ہے۔

1096ء سے 1291ء تک ارض فلسطین بالخصوص بیت المقدس پر مسیحی قبضہ بحال کرنے کیلئے یورپ کے مسیحیوں نے کئی جنگیں لڑیں جنہیں تاریخ میں ’’صلیبی جنگوں‘‘ (Crusades) کے نام سے موسوم کیا جاتا ہے۔ یہ جنگیں فلسطین اور شام کی حدود میں صلیب کے نام پر لڑی گئیں۔ صلیبی جنگوں کا یہ سلسلہ طویل عرصہ تک جاری رہا اور اس دوران نو بڑی جنگیں لڑی گئیں جس میں لاکھوں انسان لقمۂ اجل ہوئے۔

مسیحیوں کی یہ خون آشام جنگیں دو صدیوں پر محیط ہیں۔ ان کا آغاز 489ھ میں پطرس الناسک کے حملہ سے ہوا اور 990ھ میں مسلمانوں کے ہاتھوں سقوطِ عکّہ کے بعد ان کا اختتام ہوا اور اس کے ساتھ ہی صلیبی حکومت کا خاتمہ ہو گیا۔

عیسائیوں کی ان جارحانہ جنگوں میں مسلمانوں کو وحشیانہ طریقے سے ذبح کیا گیا۔

پہلے ہی حملے میں مسیحیوں نے اہل انطاکیہ کو نیست و نابود کردیا اور بیت المقدس میں 70 ہزار سے زائد مسلمانوں کو ذبح کیا گیا۔ کتنے ہی ایسے علاقے تھے کہ وہاں کے محاصرے میں آئے مسلمانوں کو امن و امان کا وعدہ دے کر اس سے ہتھیار ڈلوالئے گئے، پھر عہد شکنی کر کے نہایت وحشیانہ طریقے سے انہیں قتل کردیا گیا جیسا کہ انگلستان کے بادشاہ رچرڈ نے کیا جو شیر دل کے نام سے مشہور تھا۔(المنتظم، جلد 17، صفحہ 47، تاریخ ابن خلدون، جلد 5، صفحہ 25)

مشرقِ وسطیٰ کے کئی اسلامی ممالک کی اینٹ سے اینٹ بجا دی گئی۔ وہاں سے مسلمانوں کو نکال کر باہر کیا گیا۔ حمص، بعلبک، حماۃ، عسقلان، قنسرین، طبریہ جیسے عظیم الشان شہر تاخت و تاراج کردیئے گئے۔ بعض شہر ایسے تھے جو مسلمانوں نے دورانِ محاصرہ خود اپنے ہاتھوں سے اُکھاڑ دیئے تا کہ مسیحی ان شہروں سے کوئی فائدہ نہ اٹھا سکیں، شاید کہ انہوں نے سمجھ لیا تھا کہ دوبارہ وہ کبھی ان شہروں میں آباد نہ ہوسکیں گے۔(النوادر السلطانیہ، صفحہ 235، السلوک لمعرفۃ دول الملوک، جلد 1، صفحہ 106)، مغربی مفکر جیک دی ذیتری لکھتا ہے کہ صلیبیوں نے حمص، بعلبک اور حماۃ کو بار بار لوٹا تا کہ مسلمان انہیں ٹیکس دینے پر راضی ہوجائیں۔

(دیکھئے ماہیۃ الحروب الصلیبیۃ، صفحہ 233)

لیکن 1099ء میں جب صلیبی لشکر نے بیت المقدس پہ قبضہ کیا تو مسیحیوں نے ایسے ایسے مظالم کا ارتکاب کیا کہ زمین و آسماں کانپ اُٹھے، بچوں کو ماؤں کی چھاتیوں پہ قتل کیا، حاملہ عورتوں کے پیٹ چاک کر ڈالے، بوڑھوں اور اپاہجوں تک کے اعضاء کاٹ کاٹ کر ہوا میں بکھیرے گئے۔ عیسائی مؤرخ ملز (Mills) اور وان سبل (Von Sybel) کے اعترافات ملاحظہ ہوں کہ:

''عیسائی افواج کے کیمپوں میں مسلمانوں کا گوشت دن دہاڑے بکتا تھا لیکن ان سب باتوں کے باوجود یورپی تاریخوں میں ان لڑائیوں (صلیبی جنگوں) کے گرد رومان کا ہالہ کھینچ دیا گیا ہے۔''

(تاریخ نورالدین زنگی، صفحہ 93)

یعنی صلیبی جنگجو مذہبی پیشواؤں کی اندھی تقلید میں اس قدر بدمست ہو گئے کہ انہیں مسلمانوں کا گوشت کھانا بھی ثواب کا کام محسوس ہوتا تھا۔ صلیبی بدمستوں کے مظالم سے نقاب کشائی کرتے ہوئے کیرن آرمسٹرانگ لکھتی ہیں کہ:

''صلیبی 15 جولائی 1099ء کو شہر بیت المقدس میں داخل ہونے میں کامیاب ہوگئے۔ اُنہوں نے دو دن تک ''یروشلم'' کے مسلم اور یہودی باشندوں کا قتل عام جاری رکھا۔ اُنہوں نے مرد وزن کی تمیز کیے بغیر ہر کسی کو موت کے گھاٹ اُتار دیا۔ صلیبی مسجد الاقصیٰ کی چھت پر چڑھ گئے اور اُنہوں نے وہاں پناہ لینے والے مسلمانوں کا قتل عام کیا...... صلیبی مسلمانوں کو کیڑوں مکوڑوں کی طرح فنا کررہے تھے۔ صلیبی مسلمانوں کیلئے گند کا لفظ استعمال کرتے تھے اس قتل عام کے ایک عینی شاہد نے لکھا ہے کہ ''بڑے زبردست مناظر دیکھنے کو ملے ہمارے کچھ سپاہیوں نے (رحم کرتے ہوئے) اپنے دشمنوں کے سر کاٹ دیئے دوسروں نے اِنہیں تیروں کا نشانہ بنایا اور کچھ نے اُنہیں شعلوں کی نذر کر کے طویل اذیت دی۔ شہر کی گلیوں میں سروں، ہاتھوں اور پیروں کے ڈھیر دیکھے جاسکتے تھے تاہم ''ہیکل سلیمانی'' میں جو کچھ ہوا وہاں کیا ہوا؟ اگر میں سچ بیان کروں تو تمہیں یقین نہیں آئے گا لہٰذا اتنا کافی ہے کہ ''ہیکل سلیمانی'' کے اندر اور اسکے دلان میں (مسلمانوں کا) اتنا خون بہایا گیا تھا کہ گھڑ سواروں کے گھٹنوں اور گھوڑوں کی لگاموں تک انسانی خون آ گیا تھا......اس فتح میں یسوع کے سپاہیوں نے دو دن میں 40 ہزار (دوسری روایت کے مطابق 90 ہزار) مسلمانوں کو قتل کر ڈالا تھا۔''

(تاریخ نورالدین زنگی، صفحہ 190)

صلیبی لڑائیوں کی حقیقت حال بہتر رنگ میں منکشف کرنے کیلئے اس جگہ ہم یورپین مصنفوں کے قلم سے نکلے ہوئے مضامین کے کچھ اقتباسات درج کرتے ہیں جو اس پہلو میں عیسائی مذہب کے برخلاف قطعی طور پر فیصلہ کن شہادت ہے۔ عیسائی مذہبی لڑائیوں کو مقدس جنگ کہتے تھے اور ان کا محرک مذہبی خبط ہوتا تھا۔

گبنؔ نے لکھا ہے کہ: ''صلیبی جنگ کرنے والے ضرورت کے موقع پر اپنے گرفتار کردہ لوگوں کے بچوں اور جوانوں کے گوشت بھون بھون کر کھاتے تھے۔''

(الفضل انٹرنیشنل 13 اپریل 2007)

یسوع کے ان حلیم اور رحم دل سپاہیوں کیلئے مردم خوری کوئی بڑی بات نہ تھی اور نہ ہی وہ مقدس جنگ ان لوگوں کی عصمت محفوظ رکھ سکی۔ ہم اس جگہ ایک فقرہ میکارڈ کا لکھ دیتے ہیں جو اس بات کے ثبوت کے لئے کافی ہے کہ کس حد تک بد چلنی اور بد کرداری ان لوگوں میں پھیلی تھی۔

''ان کے کشت و خون کے نظارے بہت ہی خوفناک تھے جب انطاکیہ فتح کیا اس وقت بھی انسانیت اور رحم کے جامے اتار کر بے دریغ ہو کر مسلمانوں کا ایسا قتل عام کیا گیا کہ خون کے دریا چلا دیئے اور لاشوں کے خرمن جمع کر دیئے۔ لاطینی وحشی درندوں کی طرح اُمڈ پڑے بوڑھوں کی عزت و اکرام جوانوں کی بے کسی اور بے بسی نازنینوں کے حسن ان درندوں پر کچھ بھی اثر نہ کرتے تھے مسلمانوں کے گھروں میں گھس گھس کر انہیں تباہ کرتے اور اگر کہیں مسجد نظر آجاتی تو پھر ان کی وحشت اور بھی زیادہ زور پر نظر آتی۔

مصنف جرائم مسیحت (کرائمز آف کرسچینٹی) لکھتا ہے: 1187 میں سلطان صلاح الدین عیسائیوں کو طبریہ پر شکست فاش دے کر یروشلم کی طرف بڑھا۔

وہ اس بات کو دل سے چاہتا تھا کہ اس مقدس شہر کی زمین پر خون کا رنگ نہ چڑھے۔ اس خیال سے سب سے پہلے اس نے لوگوں میں عام طور پر اعلان کروادیا کہ اگر وہ بغیر لڑائی کے اطاعت قبول کرلیں گے تو انہیں شام میں ہی رہنے کیلئے جگہ اور روپیہ دیا جائے گا۔ لیکن عیسائیوں نے اس بات کو قبول نہیں کیا اور لڑنے پر آمادہ ہوگئے۔ کئی دن لڑ لڑ کر پھر سلطان کے رحم کے خواستگار ہوئے۔

ملز کہتا ہے کہ: یروشلم سے نکل کر اکثر عیسائی انطاکیہ کی طرف چلے گئے۔ لیکن بوہمند عیسائی بادشاہ نے ان کو پناہ دینے سے انکار کردیا اور انہیں خوب پٹوا کر نکالا۔ جہاں کہیں مسلمانوں کے ملکوں میں وہ چلتے پھرتے تو وہاں ان کی اچھی طرح خاطر و مدارت ہوتی۔

قارئین کرام! بات بہت اچھی طرح اور واضح ثبوت کو پہنچ گئی کہ عیسائیوں اور مسلمانوں کی مذہبی لڑائیوں کا باہم مقابلہ کرنے سے نہ صرف اسی بات کا فیصلہ ہوجاتا ہے کہ اسلام اور مسلمان بادشاہوں کے خلاف جو اعتراضات لوگ نادانی سے کررہے ہیں وہ بے بنیاد اور غلط ہیں بلکہ اس بات کا بھی یقینی ثبوت ملتا ہے کہ مذہب کی خاطر نوع انسان کا بے دریغ اور ناحق خون بہانے کا سنگین الزام مذہب عیسوی کے خلاف صریح طور پر قائم ہے۔ کسی مسلمان بادشاہ نے کبھی کوئی ایک عیسائی کبھی جبراً اسلام منوانے کی خاطر نہیں مارا۔ حالانکہ ہسپانیا اور دیگر ممالک میں ہزاروں بلکہ لاکھوں بے گناہ مسلمانوں کو عیسائیوں نے محض اس لئے قتل کر ڈالا کہ انہوں نے صلیب پرستی قبول کرنے سے انکار کردیا تھا۔ سینکڑوں مسجدیں گرا کر عیسائیوں نے گرجے بنالئے لیکن شاذ و نادر ہی کوئی ایسا واقعہ ہوا ہوگا جس میں مسلمانوں نے کسی گرجے کو مسجد بنالیا ہوگا۔ مسیحی مظالم کے شکار صرف مسلمان ہی نہیں رہے بلکہ یہود کے ساتھ بھی دل دہلانے والے مظالم کی الگ داستان ہے۔

قسطنطین کا عیسائی ہونا یہودیوں کے سخت مصائب کے سلسلے کا پیش خیمہ تھا۔ لکھا ہے کہ جو یہودی یروشلم کی مرمت کرنے کیلئے جمع ہوئے تھے قسطنطین نے ان کے کان کاٹ ڈالے اور یوٹیکیس اس پر یہ زیادہ کرتا تھا کہ اس بادشاہ نے ان سب کو بپتسمہ لینے اور ایسٹر (عیسائیوں کی عید) کے موقع پر سؤر کا گوشت کھانے پر مجبور کیا۔ پھر اسی قسطنطین نے فلسطین کے علاقہ میں جتنے شہر یہودیوں کے تھے سب جلا دیئے اور جو یہودی ملا اسے قتل کرادیا۔ نہ عورتوں پر رحم کیا اور نہ بچوں کو چھوڑا۔ عیسائی سلطنت میں جیسے جیسے طاقت اور زور بڑھتا گیا ویسے ہی یہودیوں پر دکھوں کی صعوبت اور ان کی ایذارسانی زیادہ ہوتی گئی۔

سکندریہ میں یہودی شہر بدر کئے گئے ان کے گھر لوٹ لئے گئے اور ان کے معبد چھین کر گرجے بنائے گئے۔ گبن نے لکھا ہے کہ ''جسٹینین کے اعتقاد میں غیر عیسائیوں کو مار دینا قتل کی تعریف میں نہیں آتا تھا اور وہ پاک دلی کے ساتھ عیسائی مذہب کی اشاعت تلوار اور آگ سے کرتا رہا۔''

(الفضل انٹرنیشنل 13 اپریل 2007)

بشپوں نے بھی سخت ظالمانہ افعال سے یہودیوں کو عیسائی بنانے کی کوششیں کیں۔ ساتویں صدی کے شروع میں نوے ہزار یہودیوں کو مجبور کیا گیا کہ وہ بپتسمہ حاصل کریں جنہوں

نے انکار کیا ان کے اموال ضبط کر لئے گئے اور ان کو سخت اذیتیں پہنچائی گئیں اور اس میں شک معلوم ہوتا ہے کہ آیا انہیں اپنے وطن چھوڑنے کی اجازت بھی دی یا نہیں۔" (گبن)

633ء میں کونسل طالیدو نے یہ حکم نافذ کیا کہ یہودیوں کے تمام بچے ان کے والدین سے چھین لئے جائیں اور ان کو عیسائی کنیسوں میں بھیج دیا جائے یا مذہبی لوگوں کے حوالہ کئے جائیں کہ وہ انہیں عیسائی دین کی تعلیم دیں۔

(دیکھو فلیوری کی تاریخ کلیسا فصل 8)

اسی مجلس نے یہ حکم بھی نافذ کیا کہ اگر کوئی نو عیسائی کسی یہودی سے باتیں کرتا ہوا پایا جائے تو اس کو غلام سمجھا جائے اور جس یہودی سے باتیں کرے اسکو پبلک کے سامنے کوڑے لگائے جائیں۔

694ء میں طالیدو کی چودھویں مجلس نے یہودیوں کے بچوں کو چھین لینے کا حکم دیا بعض حالات میں یہودیوں کے بچوں کو کنیسوں میں محبوس رکھنے کا حکم دیا گیا تھا تا کہ عیسوی مذہب میں نجات پا کر وہ ہمیشہ کی لعنت سے بچ جائیں۔

615ء میں ملک فرانس میں پیرس کی کونسل نے قانون نافذ کیا کہ کوئی یہودی کسی عیسائی پر کوئی مقدمہ نہیں کر سکے گا حتیٰ کہ وہ بشپ سے بپتسمہ کا فضل نہ پالے۔ 630ء میں کثیر تعداد یہودیوں کو مجبور ہو کر اس ملک سے بدر ہونا پڑا کیونکہ یہ قانون بنایا گیا تھا کہ تمام لوگ جو یسوع مسیح پر ایمان نہیں رکھتے وہ اس سلطنت سے باہر چلے جاویں۔ صلیبی جنگوں میں یہودیوں پر خاص طور پر خطرناک ظلموں کی بوچھاڑ ہوئی تھی۔

الغرض ایک طرف مسیحیت کے علمبرداروں کی یہ لرزہ خیز سیاہ تاریخ ہے جسے دیکھ کر روح کانپ اٹھتی ہے اور دوسری طرف اسلامی تعلیمات اور اسلامی معرکات کا وہ دلفریب منظر ہے جہاں مخلوق خدا پر رحم و کرم کی بارشیں ہیں اور بنی نوع انسان کیلئے عفو و درگزر کا فیضان، دین اسلام اور پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وسلم کی عظمت و رفعت کا ڈنکا بجا رہا ہے۔

پس اب قارئین بآسانی نتیجہ اخذ کر سکتے ہیں کہ کون سا مذہب جبر و تشدّد کے ساتھ دین منوانے کی اجازت دیتا ہے اور کون سے مذہب کے پیروکاروں نے خون کی ندیاں بہا کر ظلم و تعدّی کی حدود سے تجاوز کرنے کی مثالیں قائم کیں۔

حقیقت تو یہ ہے کہ عیسائیت کے دعوے داروں نے اپنے عملی نمونہ سے یہ ثابت کیا کہ مسیحیت میں حلم، بردباری، امن و سلامتی اور صبر و تحمل پایا ہی نہیں جاتا۔ جبکہ اسلام نے ان سب خصائص اور فضائل کو اپنی حسین اور دلکش تعلیمات سے ظاہر کیا اور اس کے پیروکاروں نے عملی نمونوں سے ثابت کر دکھایا کہ دین اسلام امن و سلامتی اور عدل و انصاف کا پیکر اعظم ہے۔

......☆......☆......

اَے شاہِ مکی و مَدَنی، سیّد الوریٰ

(بزبان حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام)

منظوم کلام سیّدنا حضرت خلیفۃ المسیح الرابع رحمہ اللہ تعالیٰ

اَے شاہِ مکّی و مَدَنی ، سیّد الوَریٰ — تجھ سا مجھے عزیز نہیں کوئی دوسرا
تیرا غلامِ دَر ہوں ، ترا ہی اسیرِ عشق — تو میرا بھی حبیب ہے ، محبوبِ کبریاؐ
تیرے جِلَو میں ہی مِرا اٹھتا ہے ہر قدم — چلتا ہوں خاکِ پا کو تِری چُومتا ہُوا
تو میرے دل کا نور ہے، اَے جانِ آرزو — روشن تجھی سے آنکھ ہے ، اَے نیّرِ ہدیٰؐ
ہیں جان و جسم ، سو تری گلیوں پہ ہیں نثار — اولاد ہے، سو وہ تِرے قدموں پہ ہے فِدا
تو وہ کہ میرے دِل سے جگر تک اتر گیا — مَیں وہ کہ میرا کوئی نہیں ہے تِرے سِوا

اے میرے والے مصطفیٰ ، اے سیّد الوَریٰؐ
اے کاش ہمیں سمجھتے نہ ظالم جُدا جُدا

ربّ جلیل کی ترا دِل جلوہ گاہ ہے — سِینہ ترا جمالِ الٰہی کا مُستَقر
قِبلہ بھی تُو ہے ، قِبلہ نُما بھی تِرا وجُود — شانِ خُدا ہے تیری اداؤں میں جلوہ گر
نور و بشر کا فرق مِٹاتی ہے تیری ذات — "بعد از خدا بزرگ توئی قِصّہ مختصر"
تیرے حضور تہ ہے مِرا زانُوئے ادب — میں جانتا نہیں ہوں کوئی پیشوا دِگر
تیرے وُجُود کی ہوں مَیں وہ شاخِ باثمر — جس پر ہر آن رکھتا ہے ربُّ الوَریٰ نظر
ہر لحظہ میرے درپئے آزار ہیں وہ لوگ — جو تجھ سے میرے قُرب کی رکھتے نہیں خبر
مُجھ سے عِناد و بُغض و عداوَت ہے اُن کا دِیں — اُن سے مجھے کلام نہیں لیکن اِس قدر
اَے وہ کہ مُجھ سے رکھتا ہے پَرخاش کا خیال — "اَے آں کہ سُوئے من بِدَوِیدی بَصَد تبَر

از باغباں بتَرس کہ من شاخِ مثمرم
بَعد از خدا بَعشقِ محمدؐ مُخمّرم
گر کفر ایں بوَد بخدا سخت کافِرَم"

آزاد تیرا فیض زمانے کی قید سے — برسے ہے شرق وغرب پہ یکساں ترا کرم
تُو مشرقی نہ مغرِبی اے نورِ شَش جِہات — تیرا وطن عرب ہے ، نہ تیرا وطن عجم
تُو نے مجھے خرید لیا اِک نگہ کے ساتھ — اب تو ہی تو ہے تیرے سِوا میں ہوں کالعدَم
ہر لحظہ بڑھ رہا ہے مِرا تجھ سے پیار دیکھ — سانسوں میں بس رہا ہے تِرا عشق دَم بدَم
میری ہر ایک راہ تری سَمت ہے رواں — تیرے سوا کسی طرف اٹھتا نہیں قدَم
اَے کاش مُجھ میں قوّت پرواز ہو تو مَیں — اُڑتا ہوا بڑھوں ، تری جانِب سُوئے حرَم
تیرا ہی فیض ہے کوئی میری عطا نہیں — "ایں چشمۂ رواں کہ بخلقِ خدا دِہم

یک قطرۂ زِ بحرِ کمالِ محمدؐ است
جان و دِلم فدائے جمالِ محمدؐ است
خاکَم نثارِ کُوچۂ آلِ محمدؐ است"

(کلام طاہر، صفحہ نمبر 4، ایڈیشن 2008، قادیان)

احادیث نبوی ﷺ

قیامت کے دن سب سے پہلے جس چیز کا بندوں سے حساب لیا جائے گا وہ نماز ہے

اللہ تعالیٰ نمازوں کے ذریعہ گناہ معاف کرتا ہے اور کمزوریاں دور کر دیتا ہے

جب تمہارے بچے سات سال کے ہو جائیں تو انہیں نماز پڑھنے کی تاکید کرو

حضرت ابوہریرہؓ بیان کرتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا قیامت کے دن سب سے پہلے جس چیز کا بندوں سے حساب لیا جائے گا وہ نماز ہے۔ اگر یہ حساب ٹھیک رہا تو وہ کامیاب ہو گیا اور اس نے نجات پالی۔ اگر یہ حساب خراب ہوا تو وہ ناکام ہو گیا اور گھاٹے میں رہا۔ اگر اس کے فرضوں میں کوئی کمی ہوئی تو اللہ تعالیٰ فرمائے گا۔ دیکھو! میرے بندے کے کچھ نوافل بھی ہیں۔ اگر نوافل ہوئے تو فرضوں کی کمی ان نوافل کے ذریعہ پوری کر دی جائے گی۔ اسی طرح اس کے باقی اعمال کا معائنہ ہوگا اور ان کا جائزہ لیا جائے گا۔

(ترمذی، کتاب الصلوٰۃ، باب ان اوّل یحاسب بہ العبد)

......☆......☆......☆......

حضرت ابوہریرہؓ بیان کرتے ہیں کہ میں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا کیا تم سمجھتے ہو کہ اگر کسی کے دروازے کے پاس سے نہر گزر رہی ہو اور وہ اس میں دن میں پانچ بار نہائے تو اس کے جسم پر کوئی میل رہ جائے گی؟ صحابہؓ نے عرض کیا۔ یا رسول اللہ! کوئی میل نہیں رہے گی۔ آپؐ نے فرمایا۔ یہی مثال پانچ نمازوں کی ہے اللہ تعالیٰ ان کے ذریعہ گناہ معاف کرتا ہے اور کمزوریاں دور کر دیتا ہے۔

(بخاری، کتاب مواقیت الصلوٰۃ، باب الصلوٰۃ الخمس کفارہ للخطاء)

......☆......☆......☆......

حضرت عَمرو بن شعیبؓ اپنے باپ کے واسطہ سے اپنے دادا سے روایت کرتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلّم نے فرمایا جب تمہارے بچے سات سال کے ہو جائیں تو انہیں نماز پڑھنے کی تاکید کرو۔ اور جب وہ دس سال کے ہو جائیں تو نماز نہ پڑھنے پر سختی کرو اور اس عمر میں ان کے بسترے بھی الگ کر دو یعنی ان کو الگ الگ بستر پر سلایا کرو۔

(ابوداؤد، باب متی یومر الغلام بالصلوٰۃ مسند احمد)

ایک مسلمان پر دوسرے مسلمان کے پانچ حق ہیں

بیماری کا ایک پہلو خوش کن بھی ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ مرض کی وجہ سے ایک مسلمان کی خطائیں دُور کر دیتا ہے

مریض کی عیادت اور اس کیلئے دعا

احادیث نبوی ﷺ

حضرت ابوہریرہؓ بیان کرتے ہیں کہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا کہ ایک مسلمان پر دوسرے مسلمان کے پانچ حق ہیں۔(1) سلام کا جواب دینا۔(2) بیمار ہو جائے تو اس کی عیادت کرنا۔(3) فوت ہو جائے تو اس کے جنازے میں شامل ہونا۔(4) اس کی دعوت قبول کرنا۔(5) اور اگر وہ چھینک مارے اور اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ کہے تو اس کی چھینک کا جواب (یَرْحَمُكَ اللّٰہُ کی دُعا کے ساتھ) دینا۔ایک اور روایت میں یہ زائد باتیں بھی ہیں کہ جب تُو اسے ملے تو اسے سلام کہے اور جب وہ تجھ سے خیر خواہانہ مشورہ مانگے تو خیر خواہی اور بھلائی کا مشورہ دے۔

(بخاری، کتاب الاستیذان، باب افشاء السلام)

......☆......☆......☆......

حضرت اُمّ علاءؓ بیان کرتی ہیں کہ مَیں بیمار تھی اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم عیادت کے لئے میرے ہاں تشریف لائے اور میری تسلّی کے لئے فرمایا۔اُمّ علاء! بیماری کا ایک پہلو خوش کن بھی ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ مرض کی وجہ سے ایک مسلمان کی خطائیں اس طرح دُور کر دیتا ہے جس طرح آگ سونے اور چاندی کا میل کچیل دُور کر دیتی ہے۔

(ابوداؤد کتاب الجنائز باب عیادۃ النساء)

......☆......☆......☆......

حضرت عائشہؓ بیان کرتی ہیں کہ آنحضرت ﷺ جب اپنے کسی رشتہ دار کی عیادت کے لئے آتے تو اپنا دایاں ہاتھ اس کے سر پر پھیرتے اور یہ دُعا کرتے۔اے میرے اللہ! جو لوگوں کا ربّ ہے اس بیماری کو دُور کر دے اور اسے شفاء دے کہ تُو ہی شفاء دینے والا ہے۔تیری شفاء کے سوا کوئی اور شفاء نہیں۔تو اسے ایسی شفاء دے جو بیماری کا کچھ بھی اثر نہ چھوڑے۔

(مسلم کتاب السلام باب استحباب رقیۃ المریض)

......☆......☆......☆......

حضرت مسیح موعود علیہ السلام پر انگریزوں کا خودکاشتہ پودا ہونے کے الزام کی حقیقت

(سید کلیم احمد عجب شیر، مربی سلسلہ، ایم.ٹی.اے قادیان)

سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے جب علمائے اسلام کے باطل عقائد کا رد شروع کیا تو ان علماء نے آپ علیہ السلام پر الزام لگایا کہ آپ نعوذ باللہ من ذالک انگریزوں کا خود کاشتہ پودا ہیں۔ گویا جماعت احمدیہ نعوذ باللہ انگریزوں کی قائم کردہ جماعت ہے اور ساتھ ہی ساتھ یہ بھی کہنا شروع کر دیا کہ چونکہ آپ انگریز کے مقاصد کی خاطر انگریزوں ہی کی طرف سے کھڑے کئے گئے تھے۔ اس لئے آپ نے ان کے مقاصد کو پورا کرنے کیلئے جہاد کی منسوخی کا حکم دیا ہے اور یہ کہ آپ نے اپنے کلام میں، اس بات کو تسلیم کیا ہے کہ آپ انگریزوں کے مقاصد کو پورا کرنے کیلئے ان کے نمائندہ بن کر کھڑے ہوئے ہیں۔

ان اعتراضات کے بہت سے پہلو ہیں جن کو مدنظر رکھتے ہوئے ان کا جائزہ لینا ہوگا۔ سب سے پہلے یہ کہ اگر بالفرض حضرت مسیح موعودؑ نے انگریز کے مقاصد کی خاطر تنسیخ جہاد کا اعلان کیا تو وہ کیا مقاصد تھے اور وہ آپ کی ذات سے کیسے پورے ہوئے۔ دوم یہ کہ حضرت مسیح موعودؑ نے تنسیخ جہاد کا اعلان کن حالات میں کیا۔ اسکا سیاسی پس منظر کیا تھا؟ اس کے علاوہ اور بہت سے امور ہیں جن کے بارہ میں باری باری روشنی ڈالی جائے گی۔

اس سلسلہ میں سب سے پہلے تو یہ بات دیکھنے والی ہے کہ اگر انگریز نے حضرت مسیح موعود علیہ السلام سے جہاد کی منسوخی کا اعلان کروانا تھا اور مسلمانوں کو اس خیال سے باز رکھنا تھا تو یہ ناممکن تھا کہ ساتھ ہی آپ سے ایسا دعویٰ بھی کروا دیتے جن سے ساری قوم آپ کی دشمن ہو جاتی۔ کہاں وہ دن تھے کہ علماء آپ کو عظیم الشان خراج تحسین پیش کر رہے تھے اور یہ کہہ رہے تھے کہ عالم اسلام میں حضور ﷺ کے وصال کے بعد سے لے کر آج تک اس قسم کا عظیم الشان مجاہد اسلام پیدا نہیں ہوا اور کہاں وہ دعاوی جن کے نتیجہ میں اچانک ساری کایا پلٹ گئی۔ غیر تو غیر اپنے بھی دشمن ہو گئے۔ خونی رشتہ دار جانی دشمنوں میں تبدیل ہو گئے اور ایک ہی دعویٰ کے ساتھ تمام کایا پلٹ گئی۔ دنیا کا کوئی بھی معقول آدمی اسے تسلیم نہیں کر سکتا یعنی آپؑ کے ہاتھوں سے انگریزوں نے اپنا مصنوعی خدا مروا لیا اور نبوت یعنی امتی نبی کا دعویٰ کروا کر تمام مسلمانوں کو آپ کا دشمن بنوا دیا۔ اسی طرح حضرت بابا نانکؒ کے متعلق اعلان کرا کے ان تمام سکھوں کو جو پنجاب اور اسکے اردگرد بستے تھے دشمن بنا دیا۔ آریوں سے ٹکر لگوائی اور سارے آریہ سماج کو دشمن بنا دیا۔ سناتن دھرمیوں سے ٹکر لگوائی اور سارے ہندو سماج سے دشمنی مول لے لی۔ بدھوں کے متعلق ایسا اعلان کروایا جو انہیں قبول نہ تھا۔ زرتشیوں کے عقائد کا رد، دنیا کے تمام مذاہب کے رہنماؤں کو چیلنج دلوانا اور ہر ایک کے بارہ میں ایسی باتیں جو انہیں کڑوی لگیں کہلوانا، بھلا ایسا کون کروا سکتا ہے؟ اپنے مفاد کیلئے ایک بندہ کھڑا کروایا جائے اور وہ خود تمام اقوام سے دشمنی لگوا لے۔ مذہبی تاریخ کی سب سے باوثوق کتاب قرآن مجید اگر اٹھا کر دیکھیں تو اس سے یہ بات واضح ہو جاتی ہے کہ واقعہ نبوت کے سوا ایسا واقعہ کبھی رونما نہیں ہوا کرتا۔ دنیا یہ کہے کہ ہم نے اسے کھڑا کیا ہے اور وہ کہے کہ "خدا نے مجھے بھیجا ہے" پس یہ دعویٰ کہ انگریزوں نے مرزا صاحب کو ان دعاوی کیلئے تیار کیا تھا قطعاً عقل سے پرے ہے۔

پھر یہ بھی دیکھنا چاہئے کہ انگریزوں کو مسلمانوں سے آخر خطرہ کیا تھا وہ کیوں مسلمانوں سے خوفزدہ تھے جسکی وجہ سے انہیں مرزا غلام احمد صاحب کا سہارا لینا پڑ سکتا تھا کیا ان کے ان دعاوی سے انگریزی حکومت کو کوئی استحکام نصیب تھا......؟

اگر اس دور کا سرسری جائزہ لیا جائے تو یہ بات عقلاً غلط ثابت ہوتی ہے کہ انگریزوں کو مسلمانوں سے کوئی خطرہ درپیش تھا۔ مولوی مسعود عالم صاحب ندوی اس دور کا ذکر کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

"سکھوں کے مظالم ان کے سامنے تھے، مسلمان عورتوں کی عصمت و آبرو محفوظ نہ رہی تھی......مسجدوں سے اصطبل کا کام لیا جارہا تھا۔ غرض مظالم کا ایک بے پناہ سیلاب تھا......اس وقت پنجاب میں سکھا شاہی کا دور تھا جو پانچ دریاؤں کی مسلم آبادی کو بہائے لئے جا رہا تھا۔ آنکھیں سب کچھ دیکھتی تھیں مگر قوائے عمل مفلوج ہو چکے تھے۔"

(ہندوستان کی پہلی تحریک، صفحہ 37-45)

اس دور میں کسی مسلمان کو توفیق نہ ملی کہ اپنے مسلمان بھائی کے خون کی حرمت کا اعلان کرے اور ان لوگوں کے خلاف جہاد کرے جنہوں نے ہندوستان میں مسلم امہ کا جینا دوبھر کر دیا تھا۔ انگریز آئے تب جا کر مسلمانوں کیلئے امن آیا۔

پھر کیا ان مسلمانوں سے انگریز خوف کھا رہے تھے جو دلی میں ایک حکومت بنا کر بیٹھے ہوئے تھے۔ تمام ہندو ریاستیں آزاد ہو چکی تھیں۔ ہر طرف سے اور ہر قوم کا شکار صرف مظلوم اور نہتے مسلمان تھے۔ مسلمانوں میں اپنی حفاظت کی بھی طاقت نہ تھی۔ جن کی ہزار سالہ حکومت صرف ایک کمپنی نے چھین لی تھی کیا ان سے انگریزوں کو خوف تھا کہ انہیں تباہ کر دیں گے، یا مذہبی طور پر مسلمان اپنے عقائد میں ایسے پختہ تھے کہ گاؤں کے گاؤں انہوں نے مسلمان کر لئے تھے بلکہ حالت تو یہ تھی کہ انگریز پادری ببانگ دہل یہ اعلان کرتے ہوئے ہندوستان میں داخل ہو رہے تھے کہ مذہبی طور پر مسلمانوں کے عقائد کا خاتمہ کریں گے۔ ذرا سوچئے کہ عیسائیت کے دعاوی کی تاب نہ لا سکنے والے مسلمانوں کے جہاد میں کیا طاقت تھی جن سے انگریز خوف زدہ ہوں اور کوئی ایسا مزعومہ نبی کھڑا کر دیں جو جہاد کی منسوخی کا اعلان کر دے۔ یہ تو وہی بات ہوئی کہ انگریزوں نے مسلمانوں کو تمام قوموں کی بربریت سے بچایا اور اب مسلمان کہیں کہ اب ہم ایسا کرتے ہیں کہ تمہیں جہاد کے ذریعہ سزا دیتے ہیں۔ تمہارے احسان کے قصور کی سزا جہاد ہے۔ نہایت نامعقول، عقل سے پرے اور مضحکہ خیز الزام ہے کہ نعوذ باللہ مرزا غلام احمد صاحب انگریزوں کے خود کاشتہ پودا ہیں، جنہوں نے انگریزوں کے کہنے پر جہاد کو منسوخ قرار دیا ہے۔

مذہبی طور پر انگریزوں کی مخالفت

یہ تو رہی مسلمانوں کی بات، دوسری طرف انگریزی حکومت کے ابتدائی دور میں جب حضرت مرزا غلام احمد صاحب نے یہ اعلان کیا تھا کہ اب دین کیلئے جنگوں کا التواء ہے، ہندوستان کی کوئی تنظیم بھی انگریزی حکومت کے خلاف نہ تھی۔ نہ ہی مذہبی طور پر کوئی رہنما ایسے تھے جو انگریزوں کی مخالفت کرتے تھے۔ جبکہ انگریزوں نے مذہبی طور پر بھی ہر مذہب کو نقصان پہنچایا ہے۔ یہاں تک کہ پادری لیفرائے اس عزم کے ساتھ ہندوستان میں داخل ہوا تھا کہ ایک سال کے اندر ہندوستان کو عیسائی ملک بنادے گا۔

انگریز یہ خوب جانتا تھا کہ ہندوستان میں انگریزی حکومت کا استحکام عیسائیت کی ترویج سے ہی ہو سکتا ہے اور اس کیلئے حکومت برطانیہ عیسائی پادریوں کے ساتھ بھرپور تعاون کر رہی تھی۔ چنانچہ ہندوستان کے وائسرائے لارڈ لارنس نے کہا: "کوئی چیز بھی ہماری سلطنت کے استحکام کا اس امر سے زیادہ موجب نہیں ہو سکتی کہ ہم عیسائیت کو ہندوستان میں پھیلا دیں۔"

(لارڈ لارنس لائف، جلد 2، صفحہ 313)

سیاسی طور پر انگریزوں کی مخالفت

حکومت برطانیہ نے 1857ء کی جنگ آزادی کے بعد سے ہندوستان پر بلا شرکت غیر حکومت بنا کر گورنمنٹ آف انڈیا ایکٹ 1858ء کے تحت ایسٹ انڈیا کمپنی کو ختم کر کے برطانوی راج اور سیکرٹری آف سٹیٹ فار انڈین افیئرز کا عہدہ متعارف کروایا۔ اب ہندوستان میں باقاعدہ برطانوی قانون سازی اور آئین سازی کی ضرورت تھی۔ ابتدائی قریباً دو دہائیاں حالات پر قابو پانے اور اردگرد چھوٹی موٹی سازشوں اور بغاوتوں کو دبانے میں صرف ہوئیں اس دوران ہندوؤں نے انگریزوں کا بھرپور ساتھ دیا اور مسلمان سرسید کی رہنمائی میں تعلیم کی طرف متوجہ ہوئے۔ سیاسی فضا کچھ پرسکون ہوئی تو آئین سازی کی طرف دھیان گیا اس امر کیلئے ہندوستانیوں کی رائے لینی بھی ضروری تھی جس مقصد کیلئے 28 دسمبر 1885 کو کچھ انگریزوں اور ہندوؤں نے مل جل کر آل انڈیا نیشنل کانگرس کی بنیاد رکھی اور 31 دسمبر 1905 کو محمڈن ایجوکیشنل کانفرنس کے پلیٹ فارم سے ہی آل انڈیا مسلم لیگ کی بنیاد رکھ گئی۔

ان تمام تنظیموں کا مقصد انگریز حکومت کے استحکام میں ہر ممکن تعاون تھا کسی بھی تنظیم نے انگریزوں کی مخالفت نہیں کی بلکہ انگریز حکومت کی معاونت میں انگریزوں کے خلاف انفرادی بغاوتوں کو دبانے میں بھرپور تعاون دیا۔

انگریزی حکومت کے خلاف اعلان جہاد

ایسے دور میں صرف اور صرف ایک واحد شخص حضرت مرزا غلام احمد صاحب قادیانی تھے جنہوں نے حقیقی معنوں میں اسلامی جہاد کے فریضہ کو سرانجام دیا۔ جن پر انگریز کا خود کاشتہ پودا ہونے کا جھوٹا الزام لگایا جاتا ہے۔

آپ نے انگریزوں کے خدا کو مردہ ثابت کیا

حضرت مرزا غلام احمد صاحب قادیانی نے عیسائیت کے مقابلہ میں جو سب سے زبردست اور فیصلہ کن حربہ استعمال فرمایا وہ انگریزوں کے ''خدا'' مسیح ناصری کی وفات کا مسئلہ تھا۔ آپ نے بدلائل قویہ ثابت کیا کہ مسیح ناصری وفات پا چکے ہیں اور سری نگر محلہ خانیار میں مدفون ہیں۔

آپ نے کوئی کتاب بھی ایسی تصنیف نہیں فرمائی جس میں اس مسئلہ پر زور نہ دیا ہو۔ احراری معترضین ''پچاس الماریوں'' کا بار بار ذکر کرتے ہیں لیکن اُن کتابوں میں نصرانیت کے جھوٹا اور ناقابل قبول مذہب ہونے کے بارے میں جو دلائل قویہ مذکور ہیں ان کا کیوں ذکر نہیں کرتے؟ کیا یہ انگریز کی خوشامد کا نتیجہ تھا کہ:(1) آپ نے انگریز کو دجّال قرار دیا (2) آپ نے انگریز کو ماجوج ثابت کیا (3) آپ نے انگریز کے خدا کی وفات بدلائل قویہ ثابت کر کے صلیب کو توڑ دیا (4) آپ نے امریکہ اور انگلستان میں تبلیغی لٹریچر شائع کیا اور کئی انگریزوں اور امریکنوں کو حلقہ عیسائیت سے نکال کر حضرت محمد رسول اللہ ﷺ کی غلامی میں جکڑ دیا (5) آپ نے عیسائیوں سے مذہبی مناظرے کیے، اور انہیں شکست فاش دی۔ چنانچہ امرتسر کے جنڈیالہ مقام پر مسلمانوں کے جرنیل بن کر آپ نے پادری عبداللہ آتھم کے ساتھ تحریری مباحثہ کیا جسے ''جنگ مقدس'' کے نام سے یاد کیا جاتا ہے۔ اس مباحثہ کے نتیجہ میں اسلام کی نمایاں فتح ظاہر ہوئی اور پادری عبداللہ آتھم اور دیگر کئی پادری اور ان کے ہمنوا اور مددگار آپ کی پیشگوئی کے عین مطابق ہلاک ہوئے اور اسلام کی صداقت پر مہر تصدیق ثبت کر گئے۔

ملکہ وکٹوریہ کو دعوتِ اسلام

اس ضمن میں یہ امر خاص طور پر قابل توجہ ہے کہ آپ کے زمانہ میں ہندوستان اور باقی تمام دنیا میں چالیس کروڑ مسلمان موجود تھے۔ کئی اسلامی سلطنتیں موجود تھیں۔ لاکھوں کی تعداد میں علماء بھی موجود تھے۔ مصر میں، دیوبند میں فرنگی محل میں، بریلی میں، سہارن پور میں، دہلی میں، لکھنؤ وغیرہ میں ہزاروں اسلامی ادارے تھے۔ بڑے بڑے مسلمان نواب اور بادشاہ موجود تھے۔ لیکن کیا یہ امر تعجب خیز نہیں کہ ان کروڑوں مسلمانوں میں سے سوائے بانیٔ سلسلہ احمدیہ کے کسی ایک کو بھی یہ توفیق نصیب نہ ہوئی کہ ملکہ وکٹوریہ کو دعوتِ اسلام دے سکے یا بیرونی عیسائی ممالک میں تبلیغ اسلام کا فریضہ ادا کر سکے؟

حضرت بانیٔ سلسلہ ملکہ وکٹوریہ کو مخاطب کر کے تحریر فرماتے ہیں: ''میرے سچے ہونے کی یہی نشانی ہے جو مجھ سے وہ نشان ظاہر ہوتے ہیں جو انسانی طاقتوں سے برتر ہیں۔ اگر حضور ملکہ معظّمہ قیصرہ ہند و انگلستان توجہ کریں تو میرا خدا قادر ہے کہ انکی تسلی کیلئے بھی کوئی نشان دکھاوے۔ جو بشارت اور خوشی کا نشان ہو بشرطیکہ نشان دیکھنے کے بعد میرے پیغام کو قبول کر لیں اور میری سفارت جو یسوع مسیح کی طرف سے ہے اسکے موافق ملک میں عملدر آمد کرایا جائے مگر نشان خدا کے ارادہ کے موافق ہوگا نہ انسان کے ارادہ کے موافق ہاں فوق العادت ہوگا اور عظمت الٰہی اپنے اندر رکھتا ہوں گا۔''

حضور حاشیہ میں فرماتے ہیں: ''اگر حضور ملکہ معظّمہ میرے تصدیق دعویٰ کیلئے مجھ سے نشان دیکھنا چاہیں تو مَیں یقین رکھتا ہوں کہ ابھی ایک سال پورا نہ ہو کہ وہ نشان ظاہر ہو جائے۔ اور نہ صرف یہی بلکہ دعا کر سکتا ہوں کہ یہ تمام زمانہ عافیت اور صحت سے بسر ہو لیکن اگر کوئی نشان ظاہر نہ ہو اور میں جھوٹا نکلوں تو مَیں اس سزا میں راضی ہوں کہ حضور ملکہ معظّمہ کے پایہ تخت کے آگے پھانسی دیا جاؤں۔ یہ سب الحاح اس لئے ہے کہ کاش ہماری محسنہ ملکہ معظّمہ کو اس آسمان کے خدا کی طرف خیال آجائے جس سے اس زمانہ میں عیسائی مذہب بے خبر ہے۔ منہ''

(تحفہ قیصریہ، روحانی خزائن، جلد 12، صفحہ 276)

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ و السلام فرماتے ہیں: ''میرا شوق مجھے بیتاب کر رہا ہے کہ میں ان آسمانی نشانوں کی حضرت عالی قیصرہ ہند میں اطلاع دوں۔ میں حضرت یسوع مسیح کی طرف سے ایک سچے سفیر کی حیثیت میں کھڑا ہوں۔ میں جانتا ہوں کہ جو کچھ آجکل عیسائیت کے بارے میں سکھایا جاتا ہے یہ حضرت یسوع مسیح کی حقیقی تعلیم نہیں ہے۔ مجھے یقین ہے کہ اگر حضرت مسیح دنیا میں پھر آتے تو وہ اس تعلیم کو شناخت بھی نہ کر سکتے۔'' (تحفہ قیصریہ، روحانی خزائن، جلد 12، صفحہ 273، 274)

پھر اللہ تعالیٰ سے دعا کرتے ہیں: ''اے قادر و توانا!...... قیصرۂ ہند کو مخلوق پرستی کی تاریکی سے چھڑا کر لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰہِ پر اس کا خاتمہ کر۔''

(مجموعہ اشتہارات، جلد 2 صفحہ 430)

حضرت بانیٔ سلسلہ احمدیہ نے صرف اس بنا پر انگریزی حکومت کی تعریف کی کہ وہ دین میں مداخلت نہیں کرتی اور رعایا کے مختلف الخیال اور مختلف العقیدہ عناصر کے مابین عدل و انصاف کی پالیسی پر عمل کرتی ہے لہٰذا آپ نے واضح کیا کہ چونکہ حکومت انگریزی مذہبی امور میں جبراً مداخلت نہیں کرتی اور مسلمانوں کو اپنے دین پر عمل کرنے سے نہیں روکتی اور نہ ان کو جبراً اپنے دین میں داخل کرتی ہے اس لئے ان کے ساتھ تلوار کا جہاد حرام ہے۔ لیکن آپ نے انگریزوں کے دینی پہلو کے خلاف سب سے پہلے علم جہاد بلند کیا اور اس شان سے کیا کہ اس میدان میں آپ کے سوا ساری دنیا کے مسلمانوں میں سے ایک شخص بھی نظر نہیں آتا۔

پس جس طرح باوجود اس امر کے کہ شراب ''امّ الخبائث'' ہے یعنی بدترین چیز ہے قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ نے جہاں اس کی برائیوں کی مذمت فرمائی ہے، وہاں اسکے نفع کا ذکر بھی فرمایا ہے۔ اسی طرح حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے جہاں انگریزوں کے اچھے اور قابل تعریف کاموں کو سراہا ہے وہاں ان کے بُرے اور قابلِ نفرت کاموں کی پر زور مذمت بھی فرمائی ہے۔

دجال، یاجوج ماجوج

پھر حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے نہ صرف یہ کہ انگریزی قوم کو ''دجّال'' قرار دیا، بلکہ ان کو ''ماجوج'' بھی ثابت کیا اور فرمایا کہ آخری زمانہ میں جو یاجوج اور ماجوج نامی دو خطرناک قوموں کے خروج کی پیش گوئی قرآن شریف اور حدیث میں کی گئی ہے اس میں یاجوج سے مراد روسی قوم اور ماجوج سے مراد انگریز قوم ہے۔ (ازالہ اوہام، مطبوعہ 1891ء 1308ھ، صفحہ 502 طبع اوّل)

پس حضرت بانیٔ سلسلہ احمدیہ وہ پہلے انسان ہیں جنہوں نے انگریزوں کو ''دجّال'' اور ''ماجوج'' قرار دے کر ان کی روحانی اور دینی لحاظ سے مکروہ شکل کو اس کے اصلی رنگ میں دنیا کے سامنے پیش کیا۔

حضرت بانیٔ جماعت احمدیہ نے انگریزی حکومت کے مذہب (عیسائیت) کے خلاف زبردست قلمی جہاد کیا اور اپنی کتابوں اور مباحثوں میں ایسے مضبوط دلائل پیش کئے کہ اس مذہب کی بنیادوں کو ہلا کر رکھ دیا۔ جس کا اعتراف جماعت احمدیہ کے مخالفین کو بھی کرنا پڑا۔ چنانچہ مولوی نور محمد صاحب نقشبندی چشتی مولوی اشرف علی صاحب تھانوی کے ترجمہ قرآن کے دیباچہ میں لکھتے ہیں:

''اس زمانہ میں پادری لیفرائے پادریوں کی ایک بہت بڑی جماعت لے کر اور حلف اٹھا کر ولایت سے چلا کہ تھوڑے عرصہ میں تمام ہندوستان کو عیسائی بنالوں گا۔ ولایت کے انگریزوں سے روپیہ کی بہت بڑی مدد اور آئندہ کی مدد کے مسلسل وعدوں کا اقرار لے کر ہندوستان میں داخل ہو کر بڑا تلاطم برپا کیا۔ حضرت عیسیٰ کے آسمان پر بجسمِ خاکی زندہ موجود ہونے اور دوسرے انبیاء کے زمین میں مدفون ہونے کا حملہ عوام کیلئے اس کے خیال میں کارگر ہوا تب مولوی غلام احمد کھڑے ہو گئے اور اسکی جماعت سے کہا عیسیٰ جسکا تم نام لیتے ہو دوسرے انسانوں کی طرح فوت ہو کر دفن ہو چکے ہیں جس عیسیٰ کے آنے کی خبر ہے وہ میں ہوں پس اگر تم سعادت مند ہو تو مجھے قبول کر لو اس ترکیب سے لیفرائے کو اس قدر تنگ کیا کہ اس کو پیچھا چھڑانا مشکل ہو گیا۔ اس ترکیب سے اس نے ہندوستان سے لے کر ولایت تک تمام پادریوں کو شکست دے دی۔'' (ترجمہ قرآن از مولوی اشرف علی تھانوی دیباچہ، صفحہ 30، از مولوی نور محمد نقشبندی اصح المطابع دہلی)

حضرت مرزا غلام احمد صاحب مسیح موعود ومہدی مسعود علیہ السلام کی انہی اسلامی خدمات پر خراج تحسین پیش کرتے ہوئے فرقہ اہل حدیث کے مشہور لیڈر مولوی محمد حسین بٹالوی صاحب نے آپ کی کتاب ''براہین احمدیہ'' پر تبصرہ کرتے ہوئے لکھا: ''ہماری نظر میں یہ کتاب اس زمانہ میں اور موجودہ حالات کی نظر سے ایسی کتاب ہے جسکی نظیر آج تک اسلام میں تالیف نہیں ہوئی ...... اور اس کا مؤلف بھی اسلام کی مالی و جانی و قلمی و لسانی و حالی و قالی نصرت میں ایسا ثابت قدم نکلا ہے جس کی نظیر پہلے مسلمانوں میں بہت ہی کم پائی جاتی ہے۔ ہمارے ان الفاظ کو کوئی ایشیائی مبالغہ سمجھے تو ہم کو کم سے کم ایک کتاب بتا دے جس میں جملہ فرقہ ہائے مخالفین اسلام ...... سے اس زور شور سے مقابلہ پایا جاتا ہو اور دو چار ایسے اشخاص انصار اسلام کی نشاندہی کرے جنہوں نے اسلام کی نصرت مالی و جانی و قلمی و لسانی کے علاوہ حالی نصرت کا بھی بیڑہ اٹھا لیا ہو۔''

(رسالہ اشاعۃ السنہ، جلد 7، نمبر 6، صفحہ 169)

سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے

اس اسلامی جہاد کی تعریف میں مشہور مفسر، صحافی اور ماہر تعلیم مولانا ابوالکلام آزاد صاحب لکھتے ہیں: ''ان کی یہ خصوصیت کہ وہ اسلام کے برخلاف ایک فتح نصیب جرنیل کا فرض پورا کرتے رہے ہمیں مجبور کرتی ہے کہ اس احساس کا کھلم کھلا اعتراف کیا جاوے تاکہ وہ مہتم بالشان تحریک جس نے ہمارے دشمنوں کو عرصہ تک پست اور پامال بنائے رکھا آئندہ بھی جاری رہے...... مرزا صاحب کی یہ خدمت آنے والی نسلوں کو گرانبار احسان رکھے گی کہ انہوں نے قلمی جہاد کرنے والوں کی پہلی صف میں شامل ہوکر اسلام کی طرف سے فرض مدافعت ادا کیا اور ایسا لٹریچر یادگار چھوڑا جو اس وقت تک کہ مسلمانوں کی رگوں میں زندہ خون رہے اور حمایت اسلام کا جذبہ ان کے شعار قومی کا عنوان نظر آئے، قائم رہے گا۔''

(اخبار ملت، لاہور 7 جنوری 1911ء)

ایک نامور مورخ شیخ محمد اکرم صاحب اپنی کتاب میں لکھتے ہیں: ''دنیا کے مسلمانوں میں سب سے پہلے احمدیوں...... نے اس حقیقت کو پایا کہ اگرچہ آج اسلام کے سیاسی زوال کا زمانہ ہے لیکن عیسائی حکومتوں میں تبلیغ کی اجازت کی وجہ سے مسلمانوں کو ایک ایسا موقع بھی حاصل ہے جو مذہب کی تاریخ میں نیا ہے جس سے پورا پورا فائدہ اٹھانا چاہئے۔

پھر وہ لکھتے ہیں: ''عام مسلمان تو جہاد بالسیف کے عقیدے کا خیالی دم بھرتے ہیں، نہ عملی جہاد کرتے ہیں نہ تبلیغی جہاد لیکن احمدی ...... دوسرے جہاد یعنی تبلیغ کو فریضہ مذہبی سمجھتے ہیں اور اس میں انہیں خاصی کامیابی حاصل ہوئی ہے۔'' (موج کوثر، صفحہ 179)

اب قارئین غور کریں کہ کیا ایسے مجاہد اسلام کو جس نے انگریزی حکومت میں رہتے ہوئے اپنے جان و مال کی پرواہ کئے بغیر ان کے اعتقادات کی دھجیاں اڑادی ہوں اور حضرت عیسیٰ کو مردہ قرار دیا ہو، اور ایک ایسی جماعت بھی اس غرض کیلئے تیار کر گیا ہو جو عیسائی حکومت میں رہتے ہوئے ان کے خلاف جہاد کبیر سرانجام دے رہی ہو، کیا ایسا شخص اسلامی جہاد کا منکر ہوسکتا ہے؟

سلطنت برطانیہ کے زوال کی پیشگوئی

بات یہیں پر ختم نہیں ہوتی یہ سن 1891ء کی بات ہے جن دنوں حضرت مرزا غلام احمد قادیانی بانئ سلسلہ عالیہ احمدیہ نے دعویٰ مسیحیت و مہدویت فرمایا تھا اور ملک میں آپؑ کے خلاف، بالخصوص مسلمان مولویوں کی طرف سے ایک طوفان بے تمیزی برپا تھا۔ آپ کو خدا تعالیٰ نے انگریزی حکومت کے عین عروج کے دنوں میں اس کے زوال اور پھر آہستہ آہستہ خاتمہ کی اس الہامی شعر کے ذریعہ خبر دی کہ:

سلطنت برطانیہ تا ہشت سال
بعد ازاں ضعف و فساد و اختلال

یعنی انگریزی حکومت کا عروج 8 سال تک جاری رہے گا اور اسکے بعد آہستہ آہستہ کمزوری پیدا ہوگی جسکے نتیجہ میں فساد پیدا ہوگا اور پھر مختلف قسم کے نقائص اور پھر خاتمہ

اس خدائی پیشگوئی کا ایسے وقت میں اعلان کرنا جبکہ دور دور تک انگریزی حکومت کی توتی بولتی تھی، کسی عام انسان کے بس کی بات نہیں۔ اس اعلان کا کرنا تھا کہ پیشگوئی کے عین ایک سال بعد کانگریس نے جو کہ حکومتی معاونت کیلئے قائم کی گئی تھی، مدبرانہ طریق پر حکومت برطانیہ سے مطالبات شروع کردیئے اور ملک کی عوام کو حکومت وقت کے خلاف بیدار کرنا شروع کردیا جسکی وجہ سے حکومت برطانیہ نے اس سے کنارہ کشی اختیار کرنی شروع کردی۔ سال 97-1896 میں پھیلنے والی پلیگ اور لاکھوں عوام کی موت نے حکومت کی کمزوریوں کو لوگوں پر عیاں کردیا۔ جس کی وجہ سے عوام میں حکومت کے خلاف غم وغصہ کا آغاز ہوا۔ سب سے بڑا صدمہ ملکہ وکٹوریہ کی وفات کا تھا جو کہ 1901ء میں واقع ہوئی تھی، پھر 1914ء کی پہلی جنگ عظیم سے برطانیہ اور اس کے ہمنواؤں کی طاقت کمزور پڑنے لگی۔ اسی بوکھلاہٹ میں پنجاب میں جلیانوالہ باغ کا المناک سانحہ وقوع پذیر ہوا۔ یکے بعد دیگرے ایسے حادثات اس پیشگوئی کے بعد حکومت کو پیش آئے کہ آخر کار سن 1947ء کو بھارت کو آزاد کرنا پڑا۔ اس طرح حکومت برطانیہ کا ہندوستان سے صفایا ہوگیا۔

سلطنت برطانیہ کے زوال کی پیشگوئی جو کہ سیدنا حضرت مسیح موعودؑ نے کی تھی وہ اس قدر جلد از جلد پوری ہونے لگی کہ بلاشبہ برطانوی مفکرین کو بھی یہ لکھنے پر مجبور ہونا پڑا کہ ''کیا برطانوی حکومت کا خاتمہ قریب ہے۔''

حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا یہ جہاد بھی آنحضرت ﷺ کی سنت و پیروی کے عین مطابق تھا۔ اور اس پیشگوئی پر آپؑ پر منکر جہاد اور انگریزوں کا ایجنٹ اور خود کاشتہ پودا کا الزام لگانے والے آپ کی دلیری کی تعریف کرتے ہوئے آپؑ کے خلاف حکومت برطانیہ کو ورغلانے لگے کہ دیکھو یہ شخص تمہارا خیرخواہ نہیں بلکہ تمہاری ہلاکت کی خبریں شائع کرتا پھرتا ہے۔ چنانچہ مولوی محمد حسین بٹالوی نے اپنے رسالہ ''اشاعۃ السنۃ'' میں لکھا:

''گورنمنٹ کو اس کا اعتبار کرنا مناسب نہیں اور اس سے پرحذر رہنا ضروری ہے ورنہ اس مہدی قادیانی سے اس قدر نقصان پہنچنے کا احتمال ہے جو مہدی سوڈانی سے نہیں پہنچا۔''

(اشاعۃ السنۃ، جلد 16، حاشیہ 168، 1893ء)

مخالفین علماء کی حالت بعینہ اس شعر کی مصداق ہے کہ:

الجھا ہے پاؤں یار کا زلف دراز میں
لو آپ اپنے دام میں صیاد آ گیا

ان مخالفین علماء کو حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا انگریزوں کے خلاف نہ جہاد نظر آیا نہ شوکت اسلام کے شادیانے سنائی دیئے بس دشمنی تھی آپ کی ذات بابرکات سے۔ حقیقت یہی ہے کہ انبیاء علیہ السلام کے سوا ایسا واقعہ رونما نہیں ہوا کرتا۔ یہ مخالفت صداقت حضرت مسیح موعودؑ کی ایک واضح دلیل ہے۔

حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں: ''بعض نادان مجھ پر اعتراض کرتے ہیں جیسا کہ صاحب المنار نے بھی کیا کہ یہ شخص انگریزوں کے ملک میں رہتا ہے اس لئے جہاد کی ممانعت کرتا ہے یہ نادان نہیں جانتے کہ اگر میں جھوٹ سے اس گورنمنٹ کو خوش کرنا چاہتا تو میں بار بار کیوں کہتا کہ عیسیٰ بن مریم صلیب سے نجات پاکر اپنی موت طبعی سے بمقام سری نگر کشمیر مرگیا اور نہ وہ خدا تھا اور نہ خدا کا بیٹا۔ کیا انگریز مذہبی جوش والے میرے اِس فقرہ سے مجھ سے بیزار نہیں ہوں گے؟ پس سنو! اے نادانو میں اس گورنمنٹ کی کوئی خوشامد نہیں کرتا بلکہ اصل بات یہ ہے کہ ایسی گورنمنٹ سے جو دین اسلام اور دینی رسوم پر کچھ دست اندازی نہیں کرتی اور نہ اپنے دین کو ترقی دینے کیلئے ہم پر تلواریں چلاتی ہے قرآن شریف کے رو سے جنگ مذہبی کرنا حرام ہے کیونکہ وہ بھی کوئی مذہبی جہاد نہیں کرتی۔''

(کشتی نوح، روحانی خزائن، جلد 19، صفحہ 75 حاشیہ)

پھر آپ تحریر فرماتے ہیں: ''ہم نے سارا قرآن شریف تدبر سے دیکھا مگر نیکی کی جگہ بدی کرنے کی تعلیم کہیں نہیں پائی ہاں یہ سچ ہے کہ اس گورنمنٹ کی قوم مذہب کے بارے میں نہایت غلطی پر ہے وہ اس روشنی کے زمانہ میں ایک انسان کو خدا بنارہے ہیں اور ایک عاجز مسکین کو ربّ العالمین کا لقب دے رہے ہیں مگر اس صورت میں تو وہ اور بھی رحم کے لائق اور راہ دکھانے کے محتاج ہیں کیونکہ وہ بالکل صراط مستقیم کو بھول گئے اور دور جا پڑے ہیں ہم کو چاہیے کہ...... ان کیلئے جناب الٰہی میں دعا کریں کہ اے خداوند قادر ذوالجلال ان کو ہدایت بخش اور ان کے دلوں کو پاک توحید کیلئے کھولدے اور سچائی کی طرف پھیر دے تاوہ تیرے سچے اور کامل نبی اور تیری کتاب کو شناخت کرلیں اور دین اسلام ان کا مذہب ہوجائے، ہاں پادریوں کے فتنے حد سے زیادہ بڑھ گئے ہیں اور ان کی مذہبی گورنمنٹ ایک بہت شور ڈال رہی ہے مگر ان کے فتنے تلوار کے نہیں ہیں۔ قلم کے فتنے ہیں سوائے مسلمانو! تم بھی قلم سے ان کا مقابلہ کرو...... خدا تعالیٰ کا منشاء قرآن شریف میں صاف پایا جاتا ہے کہ قلم کے مقابل پر قلم ہے اور تلوار کے مقابل پر تلوار۔ مگر کہیں نہیں سنا گیا کہ کسی عیسائی پادری نے دین کے لئے تلوار بھی اٹھائی ہو پھر تلوار کی تدبیریں کرنا قرآن کریم کو چھوڑنا ہے۔''

(مجموعہ اشتہارات، جلد 2 صفحہ 20)

سو مسیح وقت کے آنے کے ساتھ آسمان سے سچائی کی تائید میں توحید خالص کی ہوائیں چل پڑی ہیں اور خدا کے فرشتے سعید فطرت دلوں پر نازل ہوکر ہدایت کے سامان کررہے ہیں۔ لوگ باطل عقیدوں سے متنفر ہوکر مسیح پاک کی غلامی اختیار کررہے ہیں۔ اور آپؑ علیہ السلام کی خلافت حقہ اسلامیہ کی عظیم الشان قیادت میں دنیا بھر میں جہاد کبیر جاری ہے۔

حضرت مسیح موعود علیہ السلام مسلمانوں کو نصیحت کرتے ہوئے فرماتے ہیں: ''مسلمانوں کو چاہئے کہ جو انوار و برکات اس وقت آسمان سے اتر رہے ہیں وہ ان کی قدر کریں اور اللہ تعالیٰ کا شکر کریں...... لیکن اگر وہ خدا تعالیٰ کی اس نعمت کی قدر نہ کریں گے تو خدا تعالیٰ ان کی کچھ پرواہ نہ کرے گا۔ وہ اپنا کام کرکے رہے گا ...... اللہ تعالیٰ نے ارادہ فرمایا ہے کہ دوسرے مذاہب کو مٹادے اور اسلام کو غلبہ اور قوت دے۔ اب کوئی ہاتھ اور طاقت نہیں جو خدا تعالیٰ کے اس ارادہ کا مقابلہ کرے۔'' (لیکچر لدھیانہ، روحانی خزائن، جلد 20 صفحہ 290)

حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں: ''اس زمانہ کا حصن حصین میں ہوں جو مجھ میں داخل ہوتا ہے وہ چوروں اور قزاقوں اور درندوں سے اپنی جان بچائے گا۔''

(فتح اسلام، روحانی خزائن، جلد 3، صفحہ 34)

......☆......☆......☆......

کتاب مذہب کے نام پر خون اور مولانا مودودی صاحب کے نظریہ جہاد کی تردید

(مامون الرشید تبریز، مربی سلسلہ، شعبہ تاریخ قادیان)

بہت افسوس کا مقام ہے کہ معاندین اسلام نے اسلام کا چہرہ بگاڑنے کی ہر ممکن کوشش کی اور اسلام کو ظلم اور زیادتی سے پھیلایا جانے والا مذہب قرار دیا۔ معاندین اسلام کے نزدیک آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی جنگیں جارحانہ جنگیں تھیں اور اسلام تلوار کے زور سے پھیلا۔ مگر غیر جانبدارانہ تحقیق سے ثابت ہوتا ہے کہ آپؐ نے اسلام کے پھیلانے کیلئے کبھی تلوار کا سہارا نہیں لیا۔ آپؐ کی جنگیں مدافعانہ جنگیں تھیں۔ اسلام پھیلا ہے تو محض آپ ﷺ کی قوت قدسیہ اور اخلاق فاضلہ سے پھیلا ہے۔

مولانا مودودی صاحب کا غلط نظریہ جہاد

معاندین تو محض اسلام دشمنی کے سبب رسول کریم ﷺ کی جنگوں کو جارحانہ گردانتے ہیں اور کہتے ہیں کہ اسلام تلوار کے زور سے پھیلا مگر ظلم کی انتہا یہ ہے کہ بعض نام نہاد مسلمان علماء بھی ان کے باطل خیالات کی تائید کرتے ہیں۔ چنانچہ جماعت اسلامی کے امیر مولانا مودودی صاحب کے خیالات دیکھ کر افسوس ہوتا ہے۔ مولانا مودودی صاحب لکھتے ہیں:

’’رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم 13 برس تک عرب کو اسلام کی دعوت دیتے رہے وعظ وتلقین کا جو مؤثر سے مؤثر انداز ہوسکتا تھا اسے اختیار کیا۔ مضبوط دلائل دیئے، واضح حُجتیں پیش کیں فصاحت وبلاغت اور زورِ خطابت سے دلوں کو گرمایا۔ اللہ کی جانب سے محیّر العقول معجزے دکھائے۔ اپنے اخلاق اور پاک زندگی سے نیکی کا بہترین نمونہ پیش کیا اور کوئی ذریعہ ایسا نہ چھوڑا جو حق کے اظہار واثبات کیلئے مفید ہوسکتا تھا لیکن آپ کی قوم نے آفتاب کی طرح آپ کی صداقت کے روشن ہوجانے کے باوجود آپ کی دعوت قبول کرنے سے انکار کردیا ......لیکن جب وعظ وتلقین کی ناکامی کے بعد داعیٔ اسلام نے ہاتھ میں تلوار لی ......تو دلوں سے رفتہ رفتہ بدی وشرارت کا زنگ چھوٹنے لگا۔ طبیعتوں سے فاسد مادے خودبخود نکل گئے۔ رُوحوں کی کثافتیں دُور ہوگئیں اور صرف یہی نہیں کہ آنکھوں سے پَردہ ہٹ کر حق وصداقت کا نور صاف عیاں ہوگیا بلکہ گردنوں میں وہ سختی اور سروں میں وہ نخوت بھی باقی نہیں رہی جو ظہورِ حق کے بعد انسان کو اس کے آگے جھکنے سے باز رکھتی ہے۔

عرب کی طرح دوسرے ممالک نے بھی جو اسلام کو اس سرعت سے قبول کیا کہ ایک صدی کے اندر چوتھائی دنیا مسلمان ہوگئی تو اس کی وجہ بھی یہی تھی کہ اسلام کی تلوار نے ان پردوں کو چاک کردیا جو دلوں پر پڑے ہوئے تھے۔‘‘ (الجہاد فی الاسلام، صفحہ 137، 138)

مولانا مودودی کے اس نظریہ پر افسوس کرتے ہوئے سیدنا حضرت مرزا طاہر احمد صاحب خلیفۃ المسیح الرابع رحمہ اللہ تعالیٰ تحریر فرماتے ہیں:

’’اناللہ وانا الیہ راجعون۔ یعنی وہ گندہ اور سخت بہیمانہ الزام جو اسلام کے اشد ترین متعصب دشمنوں کی طرف سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی پاک ذات پر لگایا جاتا تھا جسے یورپ کے یاوہ گو مستشرقین گزشتہ صدی تک عیسائی دنیا میں اچھالتے رہے اور اسلام سے دلوں کو متنفر کرتے رہے وہ آج خود ایک مسلمان ’’راہنما‘‘ کی طرف سے اس مقدس رسولؐ کی پاک ذات پر لگایا جارہا ہے ایک ایسے راہنما کی طرف سے جسے ’’مزاج شناسِ رسولؐ‘‘ ہونے کا دعویٰ ہے۔ گو الفاظ کو میٹھا بنانے کی کوشش کی گئی ہے، گو تلوار کی اس مزعومہ فتح کو پُرشوکت بناکر دکھانے کی کوشش کی گئی ہے مگر گولی وہی کڑوی اور ناپاک اور زہریلی گولی ہے جو اسلام کے دشمنوں کی طرف سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف پھینکی جاتی تھی۔ یہ وہی پتھر ہے جو اس سے پہلے جارج سیل اور سمتھ اور ڈوزی نے آنحضرت ﷺ پر پھینکا تھا۔‘‘

(مذہب کے نام پر خون، صفحہ 28، 29)

مولانا مودودی صاحب نے مسلمان ہونے کے باوجود اسلام کی تعلیم جہاد پر بالکل غور نہیں کیا اور اپنے سطحی علم کے مطابق اس غلط نظریہ کو جو غیروں کا من پسند موضوع بنتا ہے تقویت دی اور پھر اپنے اس نظریہ پر اڑے ہوئے بھی ہیں ایک اور جگہ مولانا نے یہ لکھا ہے:

’’یہی پالیسی تھی جس پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اور آپؐ کے بعد خلفائے راشدین نے عمل کیا۔ عرب جہاں مسلم پارٹی پیدا ہوئی تھی سب سے پہلے اُسی کو اسلامی حکومت کا زیر نگیں کیا گیا۔ اس کے بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اطراف کے ممالک کو اپنے اصول اور مسلک کی طرف دعوت دی مگر اس کا انتظار نہ کیا کہ یہ دعوت قبول کی جاتی ہے یا نہیں بلکہ قوت حاصل کرتے ہی رومی سلطنت سے تصادم شروع کردیا۔ آنحضرتؐ کے بعد حضرت ابو بکرؓ پارٹی کے لیڈر ہوئے تو انہوں نے رُوم اور ایران دونوں کی غیر اسلامی حکومتوں پر حملہ کیا اور حضرت عمرؓ نے اس حملہ کو کامیابی کے آخری مراحل تک پہنچادیا۔‘‘

(حقیقت جہاد، صفحہ 65)

اگر یہ الفاظ کسی متعصب دشمن اسلام کے ہوتے تو کوئی تعجب نہ ہوتا مگر ہمیں افسوس سے یہ کہنا پڑتا ہے کہ مولانا مودودی صاحب دشمنان اسلام کے ہمنوا ثابت ہوئے۔ ان کے اس نظریہ نے اسلام کے دشمنوں کے باطل خیالات کو تقویت دی ہے۔ اپنے اس نظریہ میں مولانا نے ایک قدم اور آگے چھلانگ لگائی اور یہاں تک کہہ ڈالا کہ:

’’جس طرح یہ کہنا غلط ہے کہ اسلام تلوار کے زور سے لوگوں کو مسلمان بناتا ہے اسی طرح یہ کہنا بھی غلط ہے کہ اسلام کی اشاعت میں تلوار کا کوئی حصہ نہیں۔‘‘

(الجہاد فی الاسلام، صفحہ 138)

گویا کہ مولانا کی سوچ میں اسلام اور تلوار لازم وملزوم ہیں اور ان کے ذہن میں اسلام کی اشاعت بذریعہ شمشیر یقین کی حد تک راسخ ہوچکی ہے۔

مولانا مودودی کے غلط نظریہ کا ردّ

اب مضمون کے اس حصہ کی طرف آتا ہوں جو مولانا مودودی صاحب کے اس غلط نظریہ جہاد کے ردّ میں ہے۔ سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الرابعؒ نے اپنی مایہ ناز تصنیف ’’مذہب کے نام پر خون‘‘ میں حضرت رسول کریم ﷺ کے حالات زندگی کو مشعل بناتے ہوئے مولانا کے غلط نظریہ کا ردّ کیا۔ حضور فرماتے ہیں:

’’حضرت رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی کو فتح مکہ تک تین ادوار میں تقسیم کیا جا سکتا ہے۔ اوّل وہ انتہائی مظلومی کا دور جو دعویٰ نبوت سے لے کر ہجرت تک ممتد ہے اور جسے عُرفِ عام میں مکّی دور کہا جاتا ہے۔ دوسرے وہ مدنی دور جو سنہ ہجرت سے لے کر صلح حدیبیہ تک پھیلا ہوا ہے، یہ دور بھی دراصل ایک سخت مظلومی ہی کا دور ہے کیونکہ اگرچہ مسلمانوں کو دفاع کی اجازت دے دی گئی تھی مگر وہ اپنے دشمن کے مقابل پر کیا بلحاظ تعداد اور کیا بلحاظ جنگی ساز وسامان کوئی بھی حیثیت نہ رکھتے تھے۔ خطۂ عرب میں صرف مدینہ ہی ایک ایسی بستی تھی جہاں مسلمان جمعیت آباد تھی اور اس ایک بستی پر بھی ان کا مکمل قبضہ نہ تھا بلکہ یہود کے تین متموّل قبائل اسکے ایک بڑے حصہ پر قابض تھے اور اوس وخزرج کے تمام افراد بھی حلقہ بگوش اسلام نہ ہوئے تھے۔ ان کی مثال ایسی ہی تھی جیسے ایک مضبوط پہلوان کے مقابل پر ایک کمزور بچہ کو اپنے دفاع کی اجازت دے دی جائے۔ وہ پہلوان تو زرہ بکتر میں ملبوس ہو اس کے ہاتھ میں نیزہ ہو اور تلوار زیب کمر ہو اور ایک قدر آور جنگی گھوڑے پر سوار ہو مگر وہ بچہ ننگے پاؤں، نیم عریاں، ایک ٹوٹی ہوئی تلوار لے کر اسکے مقابل پر نکلے۔ سارے عرب کی قوت تو مدینہ میں بسنے والے ان چند مسلمانوں کے مقابل پر بہت ہی زیادہ تھی۔ صرف جنگ بدر ہی میں حملہ آور دشمنوں اور مسلمانوں کی دفاعی فوج کا موازنہ کیا جائے تو وہ کچھ اسی قسم کا موازنہ ہوگا۔ پس اس دور کو بھی میں سخت مظلومی کا دور ہی کہوں گا۔ مانا کہ دفاع کی اجازت مل چکی تھی۔

تیسرا دور وہ دور ہے جو صلح حدیبیہ سے شروع ہوکر فتح مکہ تک پھیلا ہوا ہے۔ یہ صلح اور امن کا دور تھا جس میں کفار مکہ کی طرف سے مسلمانوں پر کوئی حملہ نہیں کیا گیا تاہم یہود اور بعض دیگر قبائل کی عہد شکنیوں کے نتیجہ میں بعض غزوات وسرایا وقوع پذیر ہوئے۔

مکی دور

دور اول سے متعلق جو 13 سال کی انتہائی مظلومی کا عرصہ ہے اسلام کے اشد ترین معاندین بھی یہ دعویٰ نہیں کرتے کہ اس دور میں اسلام کی طرف سے کسی بھی غرض کیلئے تلوار اٹھائی گئی ہو۔ ہاں یہ ضرور تھا کہ دشمنان اسلام کی تلواروں کے خوف کے باوجود بہت سے متلاشیان حق اسلام میں داخل ہوتے رہے۔ پس مکہ میں ہونے والے تمام مسلمان جو بعد میں مہاجرین کہلائے اس الزام سے قطعاً بری ہیں کہ ان کے قبول اسلام میں تلوار کو کوئی دخل تھا۔

ہجرت تا صلح حدیبیہ

دوسرے دور سے متعلق اس خیال سے کہ اس دور میں مسلمانوں نے اپنے دفاع کیلئے

تلوار اٹھائی۔ شاید بعض بدظن طبیعتیں یہ کہہ سکیں کہ ہوسکتا ہے اس دفاعی تلوار کے خوف سے اسلام پھیلا ہو۔ مگر اس دور کے اسلام قبول کرنے والوں پر اگر ایک اُچٹتی ہوئی نگاہ بھی ڈالی جائے تو یہ واہمہ اس طرح معدوم ہو جاتا ہے جیسے طلوع آفتاب پر رات کی تاریکی۔

اس دور کے وہ مسلمان جو مدینہ کے باشندے تھے انصار کہلاتے تھے اور یہ تقریبا سارے کے سارے اوس اور خزرج کے قبائل سے تعلق رکھتے تھے۔ اسکے علاوہ چند افراد نے یہود میں سے اسلام قبول کیا تھا اور کچھ وہ مسلمان تھے جو مدینہ کے علاوہ دوسری بستیوں کے رہنے والے تھے۔ مکہ میں بھی اسلام کی ترویج کلیۃً بند نہ ہوسکی تھی اور کفار مکہ کی شدید ایذاء رسانی کے باوجود وہاں قبول اسلام کا سلسلہ ہنوز جاری تھا۔

اس مدنی دور کے مسلمانوں کی بھاری اکثریت انصار پر مشتمل تھی اور انصار کا بلا جبر واکراہ اسلام قبول کرنا بھی ایک ایسی واضح اور نکھری ہوئی حقیقت ہے کہ دوست تو دوست دشمن بھی یہ کہہ نہیں سکتے کہ انصار کو مہاجرین کی تلوار نے مسلمان بنایا تھا یا ان کے قبول اسلام میں تلوار کو ذرّہ بھر بھی کوئی دخل تھا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اوس وخزرج کے ساتھ سرے سے کوئی جنگ ہی نہیں لڑی۔ پس بزور شمشیر مسلمان بنانے کا سوال ہی پیدا نہ ہوتا تھا۔ یہود میں سے مسلمان ہونے والوں کی تعداد بہت تھوڑی تھی اور ان میں سے بھی کسی پر اس شک کی گنجائش موجود نہیں کہ وہ تلوار کے خوف سے مسلمان ہوا بلکہ ان کا مسلمان ہونا ایسے شدید مخالف اور خطرناک حالات میں ہوا جبکہ خود مسلمانوں کا مستقبل بھی بظاہر سخت مخدوش تھا۔ بیرونی قبائل کے نومسلمین بھی جن کی تعداد انصار کی نسبت بہت ہی تھوڑی تھی قطعاً کسی تلوار کے خوف سے مسلمان نہیں ہوئے بلکہ سخت خطرناک حالت میں اسلام قبول کیا۔

اب رہیں اس دور کی جنگیں اور مہمات تو ان کے نتیجہ میں تلوار کے ڈر سے مسلمان ہونے والوں کی زیادہ سے زیادہ امکانی تعداد جنگی قیدیوں کی ہی ہوسکتی ہے۔ اس امر کی چھان بین کیلئے ضروری ہے کہ ہم ہجرت سے لے کر صلح حدیبیہ تک کہ تمام غزوات وسرایا پر نظر ڈالیں۔ ان غزوات وسرایا کی کل تعداد پچاس ہے۔

غزوہ یا سریہ سے بعض لوگ غلطی سے جنگ مراد لے لیتے ہیں لیکن یہ خیال لاعلمی کے نتیجہ میں پیدا ہوتا ہے۔ غزوہ سے مراد محض ایسی مہم ہے جس میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بنفس نفیس شریک ہوئے۔ خواہ لڑائی ہو، چور ڈاکو کا تعاقب ہو یا دیکھ بھال کیلئے کوئی پارٹی باہر جائے وغیرہ وغیرہ۔ اسی طرح سریہ سے مراد بھی مہمات ہی ہیں۔ فرق صرف یہ ہے کہ سریہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم شامل ہوئے۔ اسکے علاوہ تبلیغی سفر بھی غزوہ اور سریہ میں شمار ہوتے ہیں اور کسی صحابیؓ کی انفرادی مہم بھی سریہ ہی کہلاتی ہے۔ چنانچہ اس دور میں کُل پچاس غزوات وسرایا ہوئے جن میں سے جنگ کہلانے کے مستحق صرف تین ہیں: جنگ احد، جنگ بدر اور جنگ احزاب۔ ان پچاس میں سے 42 میں کوئی اسیر نہیں ہوا جن 8 میں اسیر ہوئے ان میں سے قابل ذکر تعداد جنگ بدر کے اسیروں کی ہے۔ کل 72 اسیر تھے۔ جن میں سے 2 پرانے جرموں کی پاداش میں قتل کئے گئے اور باقی سب کو فدیہ لے کر آزاد کر دیا گیا۔ ان میں سے بعض کا فدیہ یہ تھا کہ انصار بچوں کو لکھنا سکھا دیں۔ جنگ احد میں کوئی دشمن قید نہیں ہوا نہ ہی جنگ احزاب میں کوئی قید ہوا۔ غزوہ بنی مصطلق میں سو سے اوپر زن ومرد اسیر ہوئے مگر سب کو بلا معاوضہ وبلا شرط آزاد کر دیا گیا۔ اس کے علاوہ چند ایک سریوں میں ایک ایک دو دو قیدی ہاتھ آئے جو بلا معاوضہ وبلا شرط رہا کئے گئے۔ یہ سب حقائق وہ ہیں جو خود مولانا کو بھی تسلیم ہیں۔

مگر میں کہتا ہوں کہ اگر بفرض محال یہ تسلیم بھی کرلیا جائے کہ یہ سب جنگی قیدی بزور شمشیر مسلمان بنالئے گئے تھے تو بھی انکی تعداد اتنی قلیل اور ناقابل ذکر ہے کہ اسکی مہاجرینؓ اور انصارؓ کے سواد اعظم کے مقابلہ پر کوئی بھی حیثیت نہیں اور ان کو بُنیاد بنا کر وہ نتیجہ بہر حال مترتب نہیں ہوتا جو مولانا مودودی نے مرتب فرمایا ہے۔ یہ انہیں زیب نہیں دیتا۔ ایسی باتیں تو ان متعصّب معاندین کا شیوہ ہے جو اپنے بُغض باطنی سے مجبور ہوکر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر الزام تراشی کیلئے تنکوں کے سہارے ڈھونڈا کرتے ہیں۔

تیسرا دور۔ صلح حدیبیہ تا فتح مکہ

اس دور میں ہونے والے غزوات وسرایا کی تعداد 22 ہے۔ ان میں سے صرف 3 ایسے تھے جن میں جنگی قیدی ہاتھ آئے۔ ایک سریہ حسمی (جمادی الآخر 7 ہجری) ہے جس میں حضرت زید بن حارثہؓ نے ہنید ڈاکو اور اس کے ساتھی لٹیروں پر چڑھائی کی اور سو لٹیروں کو اسیر بنایا مگر توبہ کا وعدہ لے کر چھوڑ دیا۔ اس کے علاوہ سریہ بنو کلاب اور سریہ بشیر بن سعد انصاری میں چند گنتی کے قیدی ہاتھ آئے مگر ان کے حالات نامعلوم ہیں۔

پس اس امر میں کوئی بھی شک نہیں کہ ہجرت سے لے کر فتح مکہ تک ایک بھی قیدی کو بزور شمشیر مسلمان بنانے کا ذکر نہیں ملتا اور نہ ہی ان کے متعلق یہ کہا جاسکتا ہے کہ تلوار نے تو صرف زنگ صاف کیا تھا اس کے بعد اسلام کا رنگ ان کے دلوں پر چڑھایا گیا کیونکہ واقعہ یہ ہے کہ انہیں پھر اُسی زنگ آلود شرک کی دنیا میں واپس جانے کی اجازت دے دی گئی۔ پھر کیا مولانا مودودی بتا سکتے ہیں کہ آخر وہ کون لوگ تھے جن کو اپنی تمام اخلاقی اور روحانی قوتوں کی ناکامی کے بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے نعوذ باللہ تلوار کی چمک دکھلا کر مسلمان بنایا تھا؟ وہ کب پیدا ہوئے؟ کس جگہ کے رہنے والے تھے؟ کہاں سے آئے تھے اور کہاں چلے گئے؟ کیا انہیں زمین نگل گئی یا آسمان کھا گیا؟ اور اگر ان کا وجود محض مولانا کے تصور کی پیداوار ہے اور یقیناً انہی کے تصور کی پیداوار ہے تو پھر کیوں سید ولد آدمؐ پر ایسی سنگین اور بے بنیاد الزام تراشی سے نہیں رکتے۔ اگر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم مذہب میں جبر کے قائل ہوتے تو کیوں نوکِ خنجر پر ان بے بس قیدیوں کو مسلمان نہ بنالیا۔''

(مذہب کے نام پر خون، صفحہ 55 تا 60)

قارئین کرام! اسلام ہرگز مذہب کے نام پر جبر کو روا نہیں رکھتا اور ہمیشہ لَآ اِكْرَاهَ فِي الدِّيْنِ کی آواز بلند کرتا رہا ہے۔ مگر افسوس ہے کہ ہمارے مسلم راہنما ہی اسلامی تعلیم کے مغز سے ناآشنا ہیں اور اسلامی تعلیم کے برعکس ایسی باتیں کر جاتے ہیں جو دشمنان اسلام کے نظریات کو تقویت دیتی ہیں۔ اس کی اصل وجہ یہ ہے کہ انہوں نے وقت کے امام کو نہیں پہچانا اور اس کی مخالفت ہی کرتے رہے۔ وَمَنْ كَانَ فِيْ هٰذِهٖٓ اَعْمٰى فَهُوَ فِي الْاٰخِرَةِ اَعْمٰى۔ اس دنیا میں بھی اندھے بنے رہے اور آخرت میں بھی ان کا یہی حال ہوگا۔ اللہ تعالیٰ مسلمانوں کو ہدایت دے اور وہ اپنے انجام کی فکر کرتے ہوئے زمانہ کے امام کو شناخت کرنے والے ہوں۔ آمین۔

......☆......☆......☆......

قُرآن شریف کی محبت میں
حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا پاکیزہ منظوم کلام

جمال و حسن قرآں نور جانِ ہر مسلماں ہے
قمر ہے چاند اوروں کا ہمارا چاند قرآں ہے

نظیر اُس کی نہیں جمتی نظر میں فکر کر دیکھا
بھلا کیونکر نہ ہو یکتا کلامِ پاک رحماں ہے

بہار جاوداں پیدا ہے اس کی ہر عبارت میں
نہ وہ خوبی چمن میں ہے نہ اس سا کوئی بستاں ہے

کلام پاک یزداں کا کوئی ثانی نہیں ہرگز
اگر لولوئے عماں ہے وگر لعل بدخشاں ہے

خدا کے قول سے قول بشر کیونکر برابر ہو
وہاں قدرت یہاں درماندگی فرق نمایاں ہے

ملائک جس کی حضرت میں کریں اقرار لاعلمی
سخن میں اس کے ہمتائی کہاں مقدور انساں ہے

بنا سکتا نہیں اک پاؤں کیڑے کا بشر ہرگز
تو پھر کیونکر بنانا نور حق کا اُس پہ آساں ہے

سیّدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا عظیم الشان قلمی جہاد

(حافظ سید رسول نیاز، ایڈیٹر رسالہ انصاراللہ قادیان)

اللہ تعالیٰ کی عمیق حکمت نے اصلاح خلق کے واسطے ابتدائے آفرینش سے ہر زمانہ میں اپنے انبیاء کو مبعوث کرنے کا سلسلہ جاری کیا ہوا ہے۔ ہر دور میں زمانہ کے مناسب حال اللہ تعالیٰ اپنے انبیاء کے ذریعہ اپنی تعلیم کو مخلوق تک پہنچاتا رہا ہے۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام کی قوم کو قتال کا بھی حکم ہوا۔ لیکن موسوی سلسلہ کے آخری نبی اور خلیفہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو صرف نرمی اور ملاطفت کے ساتھ پیغام حق پہنچانے کی ہدایت ملی۔ اسی طرح ہمارے پیارے آقا سیدنا حضرت اقدس محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کو حق کی خاطر عدوّان اسلام سے جنگ بھی کرنی پڑی۔

لیکن قرآن کریم اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی پیشگوئیوں کے مطابق حضرت امام مہدی علیہ السلام کو جنگ کرنے کی ضرورت پیش نہیں آئی۔ آپؑ نے پیار و محبت سے پیغام پہنچایا کیونکہ آپ کے زمانہ میں اللہ تعالیٰ نے اشاعت کے کثیر وسائل مہیا کئے۔ اسی لئے اسلام کی کامل اشاعت اور ادیان باطلہ پر مکمل غلبہ کو مسیح موعود کے زمانہ میں مقدر کیا گیا ہے۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ وَاِذَا الصُّحُفُ نُشِرَتۡ (التکویر: 11) یعنی اور جب کتابیں پھیلا دی جائیں گی۔

اس ضمن میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں: ”آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد حیات میں وہ تمام متفرق ہدایتیں جو حضرت آدم سے حضرت عیسیٰ تک تھیں قرآن شریف میں جمع کی گئیں لیکن مضمون آیت قُلۡ یٰۤاَیُّہَا النَّاسُ اِنِّیۡ رَسُوۡلُ اللّٰہِ اِلَیۡکُمۡ جَمِیۡعًا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی میں عملی طور پر پورا نہیں ہو سکا کیونکہ کامل اشاعت اس پر موقوف تھی کہ تمام ممالک مختلفہ یعنی ایشیا اور یورپ اور افریقہ اور امریکہ اور آبادی دنیا کے انتہائی گوشوں تک آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی زندگی میں ہی تبلیغ قرآن ہو جاتی اور یہ اس وقت غیر ممکن تھا بلکہ اسوقت تک تو دنیا کی کئی آبادیوں کا ابھی پتا بھی نہیں لگا تھا اور دور دراز سفروں کے ذرائع ایسے مشکل تھے کہ گویا معدوم تھے...... ایسا ہی آیت وَّاٰخَرِیۡنَ مِنۡہُمۡ لَمَّا یَلۡحَقُوۡا بِہِمۡ اس بات کو ظاہر کر رہی تھی کہ گو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی حیات میں ہدایت کا ذخیرہ کامل ہو گیا مگر ابھی اشاعت ناقص ہے اور اس آیت میں جو منھم کا لفظ ہے وہ ظاہر کر رہا تھا کہ ایک شخص اس زمانہ میں جو تکمیل اشاعت کیلئے موزوں ہے مبعوث ہو گا جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے رنگ میں ہو گا ...... اِس لئے خدا تعالیٰ نے تکمیل اشاعت کو ایک ایسے زمانہ پر ملتوی کر دیا جس میں قوموں کے باہم تعلقات پیدا ہو گئے اور برّی اور بحری مرکب ایسے نکل آئے جن سے بڑھ کر سہولت سواری کی ممکن نہیں۔ اور کثرت مطابع نے تالیفات کو ایک ایسی شیرینی کی طرح بنا دیا جو دنیا کے تمام مجمع میں تقسیم ہو سکے۔ سو اس وقت حسب منطوق آیت وَّاٰخَرِیۡنَ مِنۡہُمۡ لَمَّا یَلۡحَقُوۡا بِہِمۡ اور نیز حسب منطوق آیت قُلۡ یٰۤاَیُّہَا النَّاسُ اِنِّیۡ رَسُوۡلُ اللّٰہِ اِلَیۡکُمۡ جَمِیۡعًا آنحضرت ﷺ کے دوسرے بعث کی ضرورت ہوئی اور ان تمام خادموں نے جو ریل اور تار اور اگن بوٹ اور مطابع اور احسن انتظام ڈاک اور باہمی زبانوں کا علم اور خاص کر ملک ہند میں اردو نے جو ہندوؤں اور مسلمانوں میں ایک زبان مشترک ہو گئی تھی آنحضرت ﷺ کی خدمت میں بزبان حال درخواست کی کہ یا رسول اللہ ﷺ ہم تمام خدام حاضر ہیں اور فرض اشاعت پورا کرنے کیلئے بدل وجان سرگرم ہیں۔ آپ تشریف لایئے اور اس اپنے فرض کو پورا کیجئے کیونکہ آپ کا دعویٰ ہے کہ میں تمام کافہ ناس کیلئے آیا ہوں اور اب یہ وہ وقت ہے کہ آپ اُن تمام قوموں کو جو زمین پر رہتی ہیں قرآنی تبلیغ کر سکتے ہیں اور اشاعت کو کمال تک پہنچا سکتے ہیں اور اتمام حجت کیلئے تمام لوگوں میں دلائل حقانیت قرآن پھیلا سکتے ہیں تب آنحضرت ﷺ کی روحانیت نے جواب دیا کہ دیکھو میں بروز کے طور پر آتا ہوں۔ مگر میں ملک ہند میں آؤں گا۔ کیونکہ جوش مذاہب واجتماع جمیع ادیان اور مقابلہ جمیع ملل ونحل اور امن اور آزادی اسی جگہ ہے۔“

(تحفہ گولڑویہ، روحانی خزائن جلد 17 صفحہ 260 تا 263)

امام مہدی و مسیح موعود علیہ السلام کے بارے میں بتایا گیا کہ وہ لڑائی کو موقوف کر دیں گے۔ سیدنا حضرت اقدس محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم نے امام مہدی کی پیشگوئی کرتے ہوئے فرمایا: یَضَعُ الۡحَرۡبَ (بخاری، کتاب الانبیاء باب نزول عیسیٰ ابن مریم) یعنی وہ لڑائی کو ختم کردیگا۔

ایک اور موقع پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”اس کے زمانہ میں جنگ اپنے ہتھیار رکھ دے گی۔“ (الدر المنثور فی التفسیر بالماثور از امام جلال الدین سیوطی۔ دار المعرفۃ بیروت لبنان)

اس سے ظاہر ہے کہ مسیح موعود جہاد بالسیف نہیں کرے گا بلکہ بالقلم کرے گا اور علم و عرفان کے خزانے لٹائے گا۔ آپؑ اپنے منظوم کلام میں فرماتے ہیں:

وہ خزائن جو ہزاروں سال سے مدفون تھے
اب میں دیتا ہوں اگر کوئی ملے امیدوار

چنانچہ آپ نے ہزاروں سال سے مدفون خزائن جب دنیا کے سامنے پیش کرنے شروع کئے تو ایک دنیا کی آنکھ حیرت واستعجاب سے خیرہ ہو گئی۔ خدا تعالیٰ نے آپ کو ”سلطان القلم“ کے گراں بہا خطاب سے نوازا اور آپ کے قلم کو ”ذوالفقارِ علی“ فرمایا۔ آپ کے قلم نے خدائی تائید سے ایسے جلوے دکھائے اور ایسا لٹریچر معرضِ وجود میں آیا کہ رہتی دنیا تک یادگار رہے گا۔ اس لٹریچر کی اہمیت کا ذکر کرتے ہوئے آپ علیہ السلام فرماتے ہیں:

”وہ زندگی بخش باتیں جو میں کہتا ہوں اور وہ حکمت جو میرے منہ سے نکلتی ہے، اگر کوئی اور بھی اس کی مانند کہہ سکتا ہے تو سمجھو کہ میں خدائے تعالیٰ کی طرف سے نہیں آیا۔ لیکن اگر یہ حکمت اور معرفت جو مردہ دلوں کے لئے آب حیات کا حکم رکھتی ہے، دوسری جگہ سے نہیں مل سکتی تو تمہارے پاس اس جرم کا کوئی عذر نہیں کہ تم نے اس سرچشمہ سے انکار کیا جو آسمان پر کھولا گیا زمین پر اس کو کوئی بند نہیں کر سکتا۔“

(ازالہ اوہام، روحانی خزائن جلد 3 صفحہ 104)

آپ نے یہ روحانی خزائن اس کثرت سے تقسیم کئے کہ دنیائے مذاہب میں اس کی مثال ملنا مشکل ہے۔ آپ کی کتب جو ”روحانی خزائن“ کے نام سے شائع شدہ ہیں، کی تعداد 90 کے قریب پہنچتی ہے۔ آپ کے ملفوظات، مکتوبات اور مجموعہ ہائے اشتہارات اس پر مستزاد ہیں۔ آپ نے کبھی کسی دینی مدرسہ سے تعلیم حاصل نہیں کی۔ لیکن جب بھی آپ کو اپنے جذبات کی ترجمانی کی ضرورت پیش آئی، آپ نے اپنے خداداد علم سے اردو، فارسی اور عربی میں بلا تکلف اور بلا تصنع طویل قصائد اور نظمیں تحریر فرمائیں اور علم و عرفان سے بھرپور مضامین لکھے جو آپ کے منجانب اللہ ہونے کا ایک زندہ نشان ہیں۔

ہمارے پیارے آقا نبیوں کے شہنشاہ حضرت محمد عربی ﷺ نے ایک پیشگوئی فرمائی تھی کہ اسلام جس طرح ابتدائی زمانے میں غریب اور بے یار و مددگار تھا اسی طرح عروج و اقبال کے زمانے میں بھی بے یار و مددگار ہو جائیگا۔ تب دشمن اسلام اپنے تمام لاؤ لشکر سمیت اسکو مٹانے کیلئے حملہ آور ہوں گے مگر اپنے ناپاک عزائم میں ناکام و نامراد ہوں گے کیونکہ اُس وقت اُسکی مدافعت کرنے والا مسیح موعودؑ ظِلِّ کامل حضرت محمد ﷺ ظاہر ہوگا۔ جو یُحۡیِ الدِّیۡنَ وَ یُقِیۡمُ الشَّرِیۡعَۃَ کے مطابق دین اسلام کو زندہ کریگا۔ وہ اپنی عظیم قوت قدسیہ سے نام کے مسلمانوں کو کام کے مسلمان بنا دیگا اور ایک ایسا روحانی انقلاب برپا کرے گا کہ بالآخر اسلام ساری دنیا میں غالب آجائیگا۔

تیرھویں صدی کے آغاز سے ہی مسلمانوں پر مصائب و مشکلات کا سیلاب ٹوٹ پڑا۔ اغیار کی طرف سے اسلام پر تابڑتوڑ حملے ہونے شروع ہو گئے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی توہین پر مشتمل دل آزار کتابیں اور لٹریچر شائع ہونے لگے۔ اسلام کے خلاف ملحدانہ اور بے دین کرنے والا فلسفہ پھیلایا گیا۔ نتیجۃً لاکھوں مسلمان عیسائیوں کے دام فریب میں آ گئے اور اسلام کو خیرباد کر دیا۔ زیادہ دور جانے کی ضرورت نہیں۔ آگرہ مسجد کے شاہی امام عماد الدین اور صفدر علی پادریوں کے لقب سے ملقب ہونے لگے۔ اس زمانہ میں عیسائیوں

نے مسلمانوں کی زبوں حالی کو دیکھ کر ہر قسم کے ہتھکنڈے استعمال کئے جسکا اندازہ امریکہ کے مشہور پادری مسٹر جان ھیری بیروز کے اس لیکچر سے لگایا جا سکتا ہے جو اس نے ہندوستان کے مختلف شہروں میں ’’عیسائیت کے عالمی اثرات‘‘ کے زیر عنوان دیا۔ وہ لکھتے ہیں:

’’اب قاہرہ، دمشق اور طہران کے شہر خداوند یسوع مسیح کے خدام سے آباد نظر آئیں گے۔ حتیٰ کہ صلیب کی چمکار صحرائے عرب کے سکوت کو چیرتی ہوئی وہاں بھی پہنچے گی۔ اس وقت خداوند یسوع مسیح اپنے شاگردوں کے ذریعہ مکہ کے شہر اور خاص حرم میں داخل ہوگا۔‘‘
(بیروز لیکچر صفحہ 42)

دراصل فرزندان اسلام کو تثلیث کا پرستار بنانے کیلئے عیسائیوں نے کوئی کسر اٹھا نہ رکھی۔ ایک طرف جہاں اسلام کے بڑے بڑے دعویدار موجود تھے انہی کے دروازوں پر مسلمان مرتد ہو رہے تھے۔ مسلمانوں کی حالت زار کو وہ اُن بے درد تماشائیوں کی طرح بے حس وحرکت تکتے رہے جیسے کوئی سمندر کے کنارے کھڑے ہو کر ڈوبتے ہوئے جہازوں اور بہتے ہوئے لاشوں کا نظارہ کرتا ہے۔ اسکی تفصیل میں جانے کی ضرورت نہیں حالی کا شکوہ اور اقبال کا مرثیہ پڑھ لینا کافی ہے۔

دوسری طرف انکے علاوہ ایک اسلام کا حقیقی خیرخواہ بھی تھا جسکا سینہ اسلام کیلئے بریاں ہوا۔ جو مسلمانوں کیلئے بے قرار رہا۔ ایک جان تھی جو پگھل گئی جس کے دل کی آواز یہ تھی۔

دیکھ سکتا ہی نہیں میں ضعف دینِ مصطفیٰؐ
مجھ کو کر اے میرے سلطاں کامیاب و کامگار
فضل کے ہاتھوں سے اب اس وقت کر میری مدد
کشتی اسلام تا ہو جائے اس طوفان سے پار

غرض یہ وہ دور تھا جبکہ مسلمانوں میں دفاعی قوت بالکل ختم ہو چکی تھی۔ کوئی نہیں تھا جو عیسائیت سے ٹکر لے اور پادریوں کے دجل کا پردہ چاک کرے۔ ہاں قادیان کی ایک گمنام بستی سے ایک دل تڑپا اور وہ مردِ مجاہد اٹھا جس پر آج علماء اسلام تنسیخ جہاد کا الزام لگاتے ہیں، آپ اہلِ اسلام کو جھنجھوڑ جھنجھوڑ کر جگا رہے تھے۔ ایک طرف لندن سے آواز اُٹھ رہی تھی کہ جتنی جلد ہو سکے ہندوستان میں عیسائیت کو پھیلا دیا جائے۔ دوسری طرف قادیان کی ایک چھوٹی سی بستی سے اہل اسلام کو جگانے کیلئے اور اسلام کو دُنیا پر غالب کرنے کیلئے صور پھونکا جا رہا تھا۔

سلطان القلم

اللہ تعالیٰ نے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو سلطان القلم کا لقب عطا فرمایا۔ آپ فرماتے ہیں: ’’یہ مقام دار الحرب ہے پادریوں کے مقابلہ میں۔ اس لئے ہم کو چاہئے کہ ہرگز بے کار نہ بیٹھیں۔ مگر یاد رکھو کہ ہماری حرب اُن کے ہم رنگ ہو۔ جس قسم کے ہتھیار لے کر میدان میں وہ آئے ہیں اسی طرز کے ہتھیار ہم کو لیکر نکلنا چاہئے اور وہ ہتھیار ہے قلم۔ یہی وجہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اس عاجز کا نام سلطان القلم اور میرے قلم کو ذوالفقار علی فرمایا ہے۔ اس میں یہی سر ہے کہ زمانہ جنگ وجدل کا نہیں بلکہ قلم کا زمانہ ہے۔‘‘ (ملفوظات جلد اوّل صفحہ 151)

جہاد کی حقیقت کے بارے میں آپ علیہ السلام فرماتے ہیں: ’’ہمارے زمانہ میں ہمارے برخلاف قلم اٹھائی گئی ہے، قلم سے ہم کو اذیت دی گئی اور سخت ستایا گیا، اس لیے اس کے مقابل پر قلم ہی ہمارا حربہ ہے۔‘‘
(ملفوظات جلد اوّل صفحہ 28)

اس وقت قلم کی ضرورت ہے

حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں:

اس وقت جو ضرورت ہے وہ یقیناً سمجھ لو سیف کی نہیں بلکہ قلم کی ہے۔ ہمارے مخالفین نے اسلام پر جو شبہات وارد کیے ہیں اور مختلف سائنسوں اور مکاید کی رو سے اللہ تعالیٰ کے سچے مذہب پر حملہ کرنا چاہا ہے۔ اس نے مجھے متوجہ کیا ہے کہ میں قلمی اسلحہ پہن کر اس سائنس اور علمی ترقی کے میدانِ کارزار میں اتروں اور اسلام کی روحانی شجاعت اور باطنی قوت کا کرشمہ بھی دکھلاؤں۔ میں کب اس میدان کے قابل ہو سکتا تھا۔ یہ تو صرف اللہ تعالیٰ کا فضل ہے اور اس کی بے حد عنایت ہے کہ وہ چاہتا ہے کہ میرے جیسے عاجز انسان کے ہاتھ سے اس کے دین کی عزّت ظاہر ہو۔ میں نے ایک وقت ان اعتراضات اور حملات کو شمار کیا تھا جو اسلام پر ہمارے مخالفین نے کیے ہیں، تو ان کی تعداد میرے خیال اور اندازہ میں تین ہزار ہوئی تھی اور میں سمجھتا ہوں کہ اب تو تعداد اور بھی بڑھ گئی ہو گی۔ کوئی یہ نہ سمجھ لے کہ اسلام کی بنا ایسی کمزور باتوں پر ہے کہ اس پر تین ہزار اعتراض وارد ہو سکتا ہے۔ نہیں ایسا ہرگز نہیں ہے۔ یہ اعتراضات تو کوتاہ اندیشوں اور نادانوں کی نظر میں اعتراض ہیں، مگر میں تم سے سچ سچ کہتا ہوں کہ میں نے جہاں ان اعتراضات کو شمار کیا، وہاں یہ بھی غور کیا ہے کہ ان اعتراضات کی تہہ میں دراصل بہت ہی نادر صداقتیں موجود ہیں، جو عدم بصیرت کی وجہ سے معترضین کو دکھائی نہیں دیں اور درحقیقت یہ خدا تعالیٰ کی حکمت ہے کہ جہاں نابینا معترض آکر اٹکا ہے، وہیں حقائق و معارف کا مخفی خزانہ رکھا ہے۔

اور خدا تعالیٰ نے مجھے مبعوث فرمایا کہ میں اِن خزائن مدفونہ کو دنیا پر ظاہر کروں اور ناپاک اعتراضات کا کیچڑ جو ان درخشاں جواہرات پر تھوپا گیا ہے، اس سے ان کو پاک صاف کروں۔ خدا تعالیٰ کی غیرت اس وقت بڑی جوش میں ہے کہ قرآن شریف کی عزّت کو ہر ایک خبیث دشمن کے داغ اعتراض سے منزّہ ومقدّس کرے۔

الغرض ایسی صورت میں کہ مخالفین قلم سے ہم پر وار کرنا چاہتے ہیں اور کرتے ہیں، کس قدر بے وقوفی ہو گی کہ ہم ان سے لٹھم لٹھا ہونے کو تیار ہو جائیں۔ میں تمہیں کھول کر بتاتا ہوں کہ ایسی صورت میں اگر کوئی اسلام کا نام لے کر جنگ وجدال کا طریق جواب میں اختیار کرے، تو وہ اسلام کا بدنام کرنے والا ہوگا اور اسلام کا کبھی ایسا منشاء نہ تھا کہ بے مطلب اور بلا ضرورت تلوار اٹھائی جائے۔ اب لڑائیوں کی اغراض جیسا کہ میں نے کہا ہے، فن کی شکل میں آکر دینی نہیں رہیں۔ بلکہ دنیوی اغراض ان کا موضوع ہو گیا ہے۔ پس کس قدر ظلم ہو گا کہ اعتراض کرنے والوں کو جواب دینے کی بجائے تلوار دکھائی جائے۔ اب زمانہ کے ساتھ حَرب کا پہلو بدل گیا ہے۔‘‘
(ملفوظات جلد اول صفحہ 38)

حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے اسلام کی فتح اور غلبہ کیلئے ماہئی بے آب کی طرح تڑپتے اور اللہ تعالیٰ کے حضور گریہ وزاری کرتے ہوئے خدمتِ اسلام کا علم بلند کیا اور زندگی کے آخری سانس تک اُس کو سربلند رکھا۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے قلمی جہاد کے ذریعہ اسلام کی وہ عظیم الشان خدمت سرانجام دی جس سے ساری دنیا میں اسلام کی صداقت اور حقانیت کا ڈنکہ بجنے لگا یہاں تک کہ ایک گمنام بستی قادیان سے نکلنے والی بظاہر ایک نحیف آواز دنیا کے کناروں تک پہنچ گئی۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے تمام مذاہب کو چیلنج دیا کہ اگر اسلام کے مقابل پر کوئی مذہب زندہ ہونے کا دعویٰ کرتا ہے تو سامنے آئے۔ لیکن آج تک کوئی مرد میدان مقابل پر نہ آیا۔ آپؑ نے کیا ہی خوب فرمایا:

اور دِینوں کو جو دیکھا تو کہیں نور نہ تھا
کوئی دِکھلائے اگر حق کو چھپایا ہم نے
صف دشمن کو کیا ہم نے بحُجّت پامال
سیف کا کام قلم سے ہی دکھایا ہم نے

شیر خدا کی پہلی للکار

حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے اپنے نام سے جو مضامین ملکی اخبارات میں شائع ہونے شروع ہوئے ان میں موجودہ تحقیق کے مطابق سب سے پہلا مضمون غالباً بنگلور کے دس روزہ اخبار منشور محمدیؐ میں 25/ اگست 1872ء کو شائع ہوا۔ یہ تاریخی مضمون دراصل ایک نہایت اہم اعلان تھا جس میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے مذاہب عالم کو اپنے بیس سالہ تجربہ ومشاہدہ کی بناء پر یہ زبردست چیلنج کیا کہ تمام انسانی معاملات اور تعلقات میں سچائی ہی تمام خوبیوں کی بنیاد اور اساس ہے۔ اس لئے ایک سچے مذہب کی نشان دہی کا آسان طریق یہ ہے کہ دیکھا جائے کہ اس نے سچائی پر کاربند ہونے کی کہاں تک زور دار اور موثر طریق پر تلقین کی ہے۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے پورے وثوق سے یہ اعلان فرمایا کہ آپؑ ہر اس غیر مسلم کو پانچ سو روپیہ کی رقم بطور انعام پیش کرنے کیلئے تیار ہیں جو اپنی مسلمہ مذہبی کتب سے ان تعلیمات کے مقابل آدھی بلکہ تہائی تعلیمات بھی پیش کردے جو آپ اسلام کی مسلمہ اور مستند مذہبی کتب سے سچائی کے موضوع پر نکال کر دکھائیں گے۔ خدا کے شیر کی یہ پہلی للکار تھی جسے سن کر پورے ہندوستان میں خاموشی کا عالم طاری ہو گیا اور کسی شخص کو حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام کا یہ زبردست چیلنج قبول کرنے کی جرأت نہیں ہو سکی۔

منشور محمدیؐ (بنگلور) کے علاوہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام اوائل زمانہ میں وکیل ہندوستان۔ سفیر ہند امرت سر، نور افشاں لدھیانہ، برادر ہند لاہور، وزیر ہند سیالکوٹ، ودیا پرکاش امرتسر، آفتاب پنجاب لاہور، ریاض ہند امرتسر اور اشاعۃ السنہ منگوایا کرتے تھے۔ اور بعض میں مضامین بھی لکھتے تھے۔ زمانہ ماموریت کے بعد مختلف زبانوں کے اخبارات قادیان میں آنے شروع ہوئے جو براہ راست غیر زبانوں کے اخبارات آپ کے ہاں پہنچے آپ

جستہ جستہ مقامات سے ان کا ترجمہ سنتے اور اگر ان کے کالموں میں اسلام کی تردید میں کوئی مضامین آتے تو اسکا جواب لکھوا کر شائع فرماتے اور جو خود مطالعہ فرما سکتے وہ ضرور پڑھتے۔ اخبارات کا گہری نظر سے مطالعہ کرنا آپکا معمول تھا۔ آخری زمانہ میں آپ لاہور کے روزنامہ ''اخبار عام'' کو بڑے شوق سے خریدتے اور خاص دلچسپی سے پڑھتے اور اس کی بے لاگ اور معتدل پالیسی کو پسند فرماتے تھے۔

شعری کلام کی ابتداء

حضرت مسیح موعود علیہ السلام چونکہ اسلام کی قلمی جنگ میں فتح نصیب جرنیل کی حیثیت سے دنیا میں آئے تھے اس لئے قدرت نے ابتداء ہی سے آپ کو قلم کی لازوال قوتوں سے مسلح کر کے بھیجا تھا۔ آپؑ نہ صرف نثر نگاری کے وسیع و عریض میدان کے بے مثل شہسوار تھے بلکہ اقلیم سخن کو آپ کی تاجداری پر ناز تھا۔ حضور علیہ السلام نے اپنے ہم عصر مسلمان شعراء کی طرح شعر و شاعری کو بطور پیشہ اختیار نہیں کیا بلکہ اسے ذکر الٰہی، آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے عشق و فدائیت کے اظہار کا ایک موثر ذریعہ قرار دیا اور پھر اپنی خداداد روحانی و اخلاقی صلاحیتوں کی بدولت اس میں اپنے مسیحائی انفاس سے وہ روح پھونکی کہ الفاظ گویا اسلام کی ایک پرشوکت فوج میں بدل گئے اور تخیلات اور تصورات زبردست روحانی اسلحہ خانوں میں ڈھل گئے جو قیامت تک کفر و ضلالت کے فولادی قلعوں کو پاش پاش کرتے رہیں گے۔

1880ء سے پہلے جبکہ آپ کی مستقل تصانیف کی اشاعت شروع نہ ہوئی تھی آپ کبھی کبھی اپنا کلام ملک کے بعض اخبارات میں بھی بھجوا دیتے تھے۔ چنانچہ ''منشور محمدیؐ'' میں ایک اردو نظم جو حضور نے قادیان سے 12/ جنوری 1878ء کو رقم فرمائی اور نیاز نامہ متعلقہ ''جواب الجواب'' کے عنوان سے تھی شائع ہوئی۔ حضرت اقدس علیہ السلام نے دعویٰ مسیحیت سے قبل ''دیوان فرخ قادیانی'' کے نام سے اپنی غزلیات اور قطعات کا ایک مجموعہ بھی مرتب فرمایا تھا جو آپ کی وفات کے آٹھ سال بعد دسمبر 1916ء میں ''درمکنون'' کے نام سے پہلی دفعہ منظر عام پر آیا۔ اس مجموعہ کلام میں حمد الٰہی، شان مصطفیٰ، غیر مذاہب کے رد، اسلام کی حقانیت، اصلاح نفس، ذکر اولیاء نشان اولیاء، علامات اولیاء، اخراج نبوت از یہود، ترک دنیا، دعا، ایمان، مذمت کبر، نفس امارہ، مرتبہ سلوک، مذمت شرک اور مذمت گور پرستی وغیرہ علمی و روحانی مسائل اور تصوف کے قیمتی اسرار و نکات بیان کئے گئے تھے۔ یہ مجموعہ 1873ء سے 1888ء تک کے پندرہ سالہ عرصہ پر مشتمل ہے۔ (تلخیص از تاریخ احمدیت جلد اول صفحہ 118 تا 124)

براہین احمدیہ کی تصنیف

یہ کتاب ایسے وقت میں تصنیف کی گئی کہ جب انگریزی دور حکومت بام عروج پر تھا جس کے زیر سایہ عیسائی مشنری پوری قوت سے عیسائیت کی تبلیغ میں سرگرم عمل تھے۔ پورے ہندوستان میں عیسائی مشنریز قائم کی گئیں ایک طرف عیسائیوں کی طرف سے اسلام و بانی اسلام حضرت اقدس محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی توہین کرتے ہوئے صدہا کتب شائع کی گئیں اور کروڑہا کی تعداد میں مفت پمفلٹ تقسیم کئے گئے۔ عیسائیت کی ترقی کا اندازہ اس امر سے بخوبی ہوجاتا ہے کہ 1815ء میں عیسائیوں کی تعداد ہندوستان میں 91 ہزار تھی۔ پنجاب کے لفٹینٹ گورنر چارلس ایچ سن جنہوں نے 21/ نومبر 1883ء کو مشن چرچ بٹالہ کا سنگِ بنیاد رکھا تھا۔ 1888ء میں عیسائی مشنریوں کے ایک اجلاس میں خطاب کرتے ہوئے بتایا کہ ''اس وقت ہندوستان میں عیسائیوں کی تعداد دس لاکھ کے قریب پہنچ چکی ہے۔'' (تعارف روحانی خزائن جلد 3) دوسری طرف آریہ سماج اور برہموسماج کی طرف سے اسلام پر سخت اعتراضات کئے جارہے تھے۔ گویا اسلام چاروں طرف سے دشمنوں کے نرغہ میں گھر گیا تھا۔ مسلمان اسلام سے مایوس ہوکر دیگر مذاہب میں داخل ہورہے تھے۔ تعلیم یافتہ مسلمان مغربی تہذیب سے متاثر ہوکر اسلام کو الوداع کہہ رہے تھے اور علماء آپس میں ایک دوسرے پر کفر کا فتویٰ لگانے میں مصروف تھے۔ اُس دور میں اسلام کی بے کسی و بے بسی کا نقشہ مولانا حالی مرحوم نے 1897ء میں اپنی مسدّس حالی میں کچھ یوں بیان کیا ہے۔

رہا دین باقی نہ اسلام باقی
اک اسلام کا رہ گیا نام باقی

اس پُر آشوب دور میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے قرآنِ مجید کی عظمت اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی صداقت کو ثابت کرنے کیلئے براہین احمدیہ کتاب تالیف فرمائی، جس میں آپؑ نے قرآنِ مجید کا کلام الٰہی اور مکمل و بے نظیر کتاب، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا اپنے دعویٰ نبوت و رسالت میں صادق ہونا ناقابلِ تردید دلائل سے ثابت کیا اور اِن دلائل کے بالمقابل کسی دشمنِ اسلام کے ایسے دلائل کے ثُلث یا رُبع یا خُمس پیش کرنے پر دس ہزار روپئے کا انعام مقرر کیا اور ہر مخالفِ اسلام کو مقابلہ کیلئے دعوت دی۔ آپؑ نے یہودیوں، عیسائیوں، مجوسیوں، برہموسماجیوں، بت پرستوں، دہریوں، اباحتیوں اور لامذہب وغیرہ سب کے وساوس کے مسکت جواب دیئے اور مخالفین کے اصولوں پر بھی کمال تحقیق اور تدقیق کے ساتھ عقلی بحث کی۔

اِس کتاب کی اشاعت کے بعد جہاں مخالفین اسلام کا منہ بند ہوا وہیں مسلمانوں کا حوصلہ بلند ہوا۔ ارتداد کا طوفان تھم گیا۔ کئی مسلم علماء نے اِس کتاب کی تعریف کی۔ چنانچہ اہلِ حدیث کے معروف عالم مولوی محمد حسین صاحب بٹالوی نے لکھا۔

''ہماری رائے میں یہ کتاب اس زمانہ میں اور موجودہ حالت کی نظر سے ایسی کتاب ہے جسکی نظیر آج تک اسلام میں تالیف نہیں ہوئی...... اس کا مؤلف بھی اسلام کی مالی و جانی و قلمی و لسانی و حالی و قالی نصرت میں ایسا ثابت قدم نکلا ہے جسکی نظیر پہلے مسلمانوں میں بہت ہی کم پائی گئی ہے۔

(اشاعۃ السنّہ نمبر 149 تا 171 جلد 6، بحوالہ تاریخ احمدیت جلد 1 صفحہ 172)

براہین احمد کا ردّ لکھنے والے کیلئے دس ہزار روپئے کا انعام

براہین احمدیہ کا ردّ لکھنے والے کیلئے دس ہزار روپئے کا نقد انعام مقرر کرتے ہوئے آپؑ فرماتے ہیں: ''میں جو مصنّف اس کتاب براہین احمدیہ کا ہوں یہ اشتہار اپنی طرف سے بوعدہ انعام دس ہزار روپیہ بمقابلہ جمیع ارباب مذہب اور ملّت کے جو حقانیت فرقان مجید اور نبوّت حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم سے منکر ہیں اتماماً للحجّۃ شائع کر کے اقرار صحیح قانونی اور عہد جائز شرعی کرتا ہوں کہ اگر کوئی صاحب منکرین میں سے مشارکت اپنی کتاب کی فرقان مجید سے ان سب براہین اور دلائل میں جو ہم نے درباره حقیّت فرقان مجید اور صدق رسالت حضرت خاتم الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم اسی کتاب مقدّس سے اخذ کر کے تحریر کی ہیں اپنی الہامی کتاب میں سے ثابت کر کے دکھلاوے یا اگر تعداد میں ان کے برابر پیش نہ کر سکے تو نصف ان سے یا ثُلث ان سے یا رُبع ان سے یا خُمس ان سے نکال کر پیش کرے یا اگر بکلّی پیش کرنے سے عاجز ہو تو ہمارے ہی دلائل کو نمبر وار توڑ دے۔ تو ان سب صورتوں میں بشرطیکہ تین منصف مقبولۂ فریقین بالاتفاق یہ رائے ظاہر کردیں کہ ایفاء شرط جیسا کہ چاہئے تھا ظہور میں آگیا۔ میں مشتہر ایسے مجیب کو بلا عذرے و حیلتے اپنی جائداد قیمتی دس ہزار روپیہ پر قبض و دخل دے دوں گا۔''

(مجموعہ اشتہارات، جلد اوّل، صفحہ 72، 73)

اِس اعلان کے بعد کئی مخالفینِ اسلام نے اِس کتاب کا ردّ لکھنے کا اعلان کیا تو ایسے لوگوں کو مخاطب کرتے ہوئے حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرمایا: ''سب صاحبوں کو قسم ہے کہ ہمارے مقابلہ پر ذرا توقف نہ کریں افلاطون بن جاویں بیکن کا اوتار دھاریں ارسطو کی نظر اور فکر لاویں اپنے مصنوعی خداؤں کے آگے استمداد کیلئے ہاتھ جوڑیں پھر دیکھیں جو ہمارا خدا غالب آتا ہے یا آپ لوگوں کے الٰہہ باطلہ اور جب تک اس کتاب کا جواب نہ دیں تب تک بازاروں میں عوام کالانعام کے سامنے اسلام کی تکذیب کرنا یا ہنود کے مندروں میں بیٹھ کر ایک وید کو ایشر کرت اور ست ودیا اور باقی سارے پیغمبروں کو مفتری بیان کرنا صفت حیا اور شرم سے دور سمجھیں۔'' (براہین احمدیہ حصہ دوم، روحانی خزائن، جلد 1، صفحہ 56، 57)

غیروں کا مقابل پر آنا اور اعتراف شکست

عیسائیوں، برہموسماجیوں کی طرف سے جواب لکھنے کیلئے عملاً کوئی آگے نہ آیا۔ لیکن ایک آریہ سماجی لیکھرام پشاوری نے ''تکذیب براہین احمدیہ'' تحریر کر کے شائع کی۔ اور ہمیشہ کیلئے آریہ دھرم کی شکست فاش پر مہر لگا کر اس دنیا سے رخصت ہوا۔ اُس نے اِس کتاب میں سوائے فضولیات کے اور کچھ نہ لکھا تھا۔ پھر بھی حضرت حکیم مولانا نورالدین رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اِس کتاب کا جواب ''تصدیق براہین احمدیہ''

کے نام سے تحریر فرمایا تھا۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے اِس چیلنج کے متعلق ایک برہمو سماجی لیڈر دیوندر ناتھ سہائے تحریر کرتے ہیں۔

’’برہمو سماج کی تحریک ایک طوفان کی طرح اُٹھی اور آناً فاناً نہ صرف ہندوستان بلکہ غیر ممالک میں بھی اسکی شاخیں قائم ہوگئیں۔ بھارت میں نہ صرف ہندو اور سکھ ہی اس سے متاثر ہوئے بلکہ مسلمانوں کے ایک بڑے طبقہ نے بھی اس میں شمولیت اختیار کی...... عین ان ہی دنوں میں مرزا غلام احمد قادیانی نے جو مسلمانوں کے ایک بڑے عالم تھے ہندوؤں اور عیسائیوں کے خلاف کتابیں لکھیں اور ان کو مناظرے کیلئے چیلنج دیا۔ افسوس ہے کہ برہمو سماج کے کسی وِدوان نے اس چیلنج کی طرف توجہ نہیں کی جس کا اثر یہ ہوا کہ وہ مسلمان جو کہ برہمو سماج کی تعلیم سے متاثر تھے نہ صرف پیچھے ہٹ گئے بلکہ باقاعدہ برہمو سماج میں داخل ہونے والے مسلمان بھی آہستہ آہستہ اُسے چھوڑ گئے۔‘‘

(رسالہ کومدی کلکتہ اگست 1920ء)

حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا کسر صلیب کیلئے عظیم الشان قلمی جہاد

حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی بعثت کے وقت ہندوستان مذاہب عالم کی منڈی کی صورت اختیار کر گیا تھا۔ چنانچہ عیسائی ہندوستان میں اس نیت سے داخل ہوئے تھے کہ یہاں کے تمام باشندوں کو عیسائیت کے آغوش میں لانا ہے۔

ہندوستان کو عیسائیت کی آغوش میں دینے کی پالیسی جو ابھی تک خفیہ طور پر اختیار کی جاتی تھی 1857ء میں برطانوی پارلیمنٹ کے ایوانوں میں گونجنے لگی۔ چنانچہ پارلیمانی ممبر مسٹر لنگس نے ان دنوں ایک تقریر میں کہا: ’’خداوند تعالیٰ نے ہمیں یہ دن دکھایا ہے کہ ہندوستان کی سلطنت انگلستان کے زیر نگیں ہے تا کہ عیسیٰ مسیح کی فتح کا جھنڈا ہندوستان کے ایک سرے سے دوسرے سرے تک لہرائے ہر شخص کو اپنی تمام تر قوت تمام ہندوستان کو عیسائی بنانے کے عظیم الشان کام کی تکمیل میں صرف کرنی چاہئے اور اس میں کسی طرح تساہل نہیں کرنا چاہئے۔‘‘ (تاریخ احمدیت جلد اول 88)

وزیر اعظم لارڈ پامرسٹن نے کہا کہ ’’میں سمجھتا ہوں کہ ہم سب اپنے مقصد میں متحد ہیں۔ یہ ہمارا فرض ہی نہیں بلکہ خود ہمارا مفاد بھی اس امر سے وابستہ ہے کہ ہم عیسائیت کی تبلیغ کو جہاں تک بھی ہوسکے فروغ دیں اور ہندوستان کے کونے کونے میں اس کو پھیلا دیں۔‘‘

(بحوالہ تاریخ احمدیت جلد اول صفحہ 87)

پنجاب کو صلیب کے جھنڈے تلے جمع کرنے کیلئے مرکزی مشن ابتداءً لدھیانہ میں قائم کیا گیا۔ لیکن دیکھتے ہی دیکھتے صوبہ کے تمام مشہور شہروں میں مسیحی مشنوں کا قیام عمل میں آیا، گرجے تعمیر ہوئے اور لٹریچر کی اشاعت شروع ہوگئی۔ چنانچہ عیسائیت نے بالخصوص سیالکوٹ کے حلقہ میں دس سال کے اندر یعنی 1866ء تک اپنی جڑیں مضبوط کرلیں۔

مذہبی آزادی کا اعلان

ملکہ وکٹوریہ نے 1857ء کے واقعات سے متاثر ہوکر عفو عام، مساوات اور مذہبی آزادی کا ایک تاریخی اعلان کیا جس کی رو سے ہندوستان میں ہر مذہب و ملت کو اپنے دینی عقائد پر عملدر آمد کرنے اور اشاعت و تبلیغ کرنے کی مکمل اجازت دی گئی تھی۔ انگریزی حکومت سیاسی لحاظ سے خواہ کس قدر فتنوں کے بہالانے کا باعث ہوئی ملکہ کا یہ تاریخی اعلان ملک کے اہل فہم اور دینی مزاج رکھنے والے سنجیدہ طبقوں میں تشکر کے گہرے جذبات سے سنا گیا۔ یہ مذہبی آزادی ہر فرقہ کیلئے مساوی تھی جس سے ہر فرقہ نے اپنے مذہب کی ترقی و اشاعت کیلئے فائدہ اٹھایا۔ لیکن انگریزی حکومت سبھی فرقوں کو مذہبی آزادی دینے کے بعد اگر عیسائیت کی پشت پناہی کا خیال ترک کر دیتی تو اسے اپنی موت پر دستخط کرنا پڑتے۔ وہ بخوبی جانتی تھی کہ عیسائیت انگریزی اقتدار کا سہارا لئے بغیر اس برق رفتاری سے ہندوستان پر چھا نہیں سکتی جسکا انگریزی حکومت کے مفاد تقاضا کرتے ہیں۔ دراصل 1857ء کے بعد انگریزوں نے پوری قوت سے اور صاف کھل کر عیسائیت کی پشت پناہی شروع کر دی اور پادریوں کی سرگرمیوں میں بے پناہ اضافہ ہوا۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے عیسائیت کی اس یلغار کو روکنے کیلئے نہایت جانفشانی سے ان تھک محنت کی۔ چنانچہ پادری بٹلر سے ہوئے تبادلہ خیالات کا یہاں ذکر کرنا مناسب معلوم ہوتا ہے۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کا سیالکوٹ میں جن پادریوں سے مذہبی تبادلہ خیالات کا سلسلہ جاری رہتا تھا ان میں پادری بٹلر ایم اے ممتاز تھے۔ پادری بٹلر سکاچ مشن کے بڑے نامی گرامی اور فاضل پادری تھے۔ ایک دفعہ حضرت اقدس سے انکی اتفاقاً ملاقات ہوگئی۔ اثنائے گفتگو میں بہت کچھ مذہبی گفتگو ہوتی رہی۔ آپ کی تقریر اور دلائل نے پادری صاحب کے دل میں ایسا گھر کرلیا کہ ان کے دل میں آپ کی باتیں سننے کا بہت شوق پیدا ہو گیا۔ اکثر ایسا ہوتا کہ پادری صاحب دفتر کے آخری وقت میں حضور کی خدمت میں آجاتے اور پھر آپ سے باتیں کرتے کرتے آپ کی فرودگاہ تک پہنچ جاتے اور بڑی خوشی سے اس چھوٹے سے مکان میں جو عیسائیوں کی خوش منظر اور عالی شان کوٹھیوں کے مقابلہ میں ایک جھونپڑا سا تھا بیٹھے رہتے اور بڑی توجہ اور محویت و عقیدت سے باتیں سنا کرتے اور اپنی طرز معاشرت کے تکلفات کو بھی اس جگہ بھول جاتے۔ بعض تنگ ظرف عیسائیوں نے پادری صاحب کو اس سے روکا اور کہا کہ اس میں آپ کی اور مشن کی خفت ہے آپ وہاں نہ جایا کریں۔ لیکن پادری صاحب نے بڑے حلم اور متانت سے جواب دیا کہ ’’یہ ایک عظیم الشان آدمی ہے کہ اپنی نظیر نہیں رکھتا تم اس کو نہیں سمجھتے میں خوب سمجھتا ہوں۔‘‘

(تاریخ احمدیت جلد اول، صفحہ 92، 93)

پادری بٹلر پر حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی پر نور شخصیت، بے مثال متانت و سنجیدگی اور زبردست قوت استدلال کا اس درجہ گہرا اثر تھا کہ جب وہ ولایت جانے لگے تو انہوں نے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کو الوداعی سلام کئے بغیر سیالکوٹ سے جانا گوارا نہ کیا۔ چنانچہ وہ دفتر کے اوقات میں محض آپ کی آخری زیارت کیلئے کچہری آئے اور ڈپٹی کمشنر کے پوچھنے پر بتایا کہ صرف مرزا صاحب کی ملاقات کیلئے آیا ہوں اور پھر جہاں آپ بیٹھے تھے وہیں سیدھے چلے گئے۔ اور کچھ دیر بیٹھ کر واپس چلے گئے۔

(تاریخ احمدیت جلد اول، صفحہ 93)

جنگ مقدس

عیسائیوں کے ساتھ ایک فیصلہ کن مباحثہ امرتسر میں پیش آیا جسے حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے ایک کتاب کی صورت میں ’’جنگ مقدس‘‘ کے نام سے شائع فرمایا۔ طے شدہ شرائط کے مطابق 22/ مئی سے 5/ جون 1893ء تک امرتسر میں مباحثہ ہوا۔ یہ مباحثہ مسٹر ہنری مارٹن کلارک کی کوٹھی میں ہوا۔ مسلمانوں کی طرف سے منشی غلام قادر صاحب فصیح (وائس پریذیڈنٹ میونسپل کمیٹی سیالکوٹ) نے اور عیسائیوں کی طرف سے ڈاکٹر ہنری مارٹن کلارک صاحب نے صدر کے فرائض سرانجام دیئے۔ حضور کے ساتھ معاونین کے طور پر حضرت مولانا نورالدین صاحب۔ مولانا سید محمد احسن صاحب امروہی اور شیخ اللہ دیا صاحب لدھیانوی تھے۔ اور عیسائی مناظر آتھم کے معاون پادری جے۔ ایل ٹھاکر داس، پادری عبداللہ اور پادری ٹامس ہاول صاحب قرار پائے۔ کرنیل الطاف علی خان صاحب رئیس کپورتھلہ جو عیسائیت اختیار کر چکے تھے عیسائیوں کی طرف بیٹھے۔ ایک طرف حضرت اقدسؑ اور دوسری طرف عبداللہ آتھم صاحب بیٹھتے تھے۔ دونوں فریقوں کے درمیاں خلیفہ نورالدین صاحب جمونی اور منشی ظفر احمد صاحب کپورتھلوی مباحثہ کی کارروائی نوٹ کرتے۔ اسی طرح عیسائیوں کے آدمی بھی لکھتے تھے اور بعد میں تحریروں کا مقابلہ کرلیتے تھے۔

پادریوں کے ہوش اڑانے کا ایک ایمان افروز واقعہ

مباحثہ کے دوران ایک عجیب ایمان افزا واقعہ پیش آیا جس نے اپنوں اور بیگانوں کو حیران کر دیا۔ عیسائیوں نے آپ کو شرمندہ کرنے کیلئے یہ صورت نکالی کہ ایک دن چند لولے لنگڑے اور اندھے اکٹھے کر لئے اور کہا کہ آپ کو مسیح ہونے کا دعویٰ ہے ان پر ہاتھ پھیر کر اچھا کر دیں۔ مجلس میں ایک سناٹا سا چھا گیا۔ اور مسلمان نہایت بے تابی سے انتظار کرنے لگے کہ دیکھیں آپ اس کا کیا جواب دیتے ہیں اور عیسائی اپنی اس کارروائی پر پھولے نہیں سماتے تھے لیکن جب حضورؑ نے اس مطالبہ کا جواب دیا تو ان کی فتح شکست سے بدل گئی اور سب لوگ آپ کے جواب کی برجستگی اور معقولیت کے قائل ہوگئے آپ نے فرمایا کہ اس قسم کے مریضوں کو اچھا کرنا انجیل میں لکھا ہے ہم تو اس کے قائل ہی نہیں ہمارے نزدیک تو حضرت مسیحؑ کے معجزات کا رنگ ہی اور تھا۔ یہ تو انجیل کا دعویٰ ہے کہ وہ ایسے بیماروں کو جسمانی رنگ میں اچھا کرتے تھے۔ لیکن اسی انجیل میں لکھا ہے کہ اگر تم میں رائی برابر بھی

ایمان ہوگا تو تم مجھ سے بھی بڑھ کر عجیب کام کر سکتے ہو۔ پس ان مریضوں کو پیش کرنا آپ لوگوں کا کام نہیں بلکہ ہمارا کام ہے اور اب میں ان مریضوں کو جو آپ نے نہایت مہربانی سے جمع کر لئے ہیں آپ کے سامنے پیش کر کے کہتا ہوں کہ براہ مہربانی انجیل کے حکم کے ماتحت اگر آپ لوگوں میں ایک رائی کے دانہ برابر بھی ایمان ہے تو ان مریضوں پر ہاتھ رکھ کر کہیں کہ اچھے ہو جاؤ۔ اگر یہ اچھے ہو گئے تو ہم یقین کر لیں گے کہ آپ اور آپ کا مذہب سچا ہے۔ حضرت اقدسؑ کی طرف سے یہ برجستہ جواب سن کر پادریوں کے ہوش اڑ گئے اور انہوں نے جھٹ اشارہ کر کے ان لوگوں کو وہاں سے رخصت کر دیا۔

مباحثہ کے خوشکن نتائج

حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام نے اس مباحثہ میں یہ اصول پیش کیا کہ فریقین کو لازم ہوگا کہ جو دعویٰ کریں اپنی الہامی کتاب کے حوالہ سے کریں اور جو دلیل دیں وہ بھی اسی کتاب کے حوالہ سے ہو۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے اس سنہری اصول کا التزام کرتے ہوئے قرآن کریم کی صداقت کو نہایت خوبی سے نمایاں کر کے دکھایا۔ اس کے مقابل عیسائی مناظر اس میں سراسر ناکام ہوئے یہ اسی فتح عظیم کا نتیجہ تھا کہ کرنیل الطاف علی خان صاحب رئیس کپورتھلہ جو مباحثہ میں عیسائیوں کی صف میں بیٹھتے تھے آخری دن حضرت اقدسؑ کی خدمت میں پہنچے اور عیسائیت سے تائب ہو کر حلقہ بگوش اسلام ہو گئے۔

وفات مسیح کا اعلان اور الوہیت مسیح کا بطلان

1890ء کے اواخر میں اللہ تعالیٰ نے آپ پر اس امر کا انکشاف فرمایا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جس مسیح ابن مریم کے آنے کی خبر دی تھی وہ آپ ہی ہیں۔ پہلا مسیح آسمان پر خاکی جسم کے ساتھ ہرگز زندہ نہیں بلکہ وہ دیگر انبیاء کی طرح فوت ہو چکا ہے۔ یہ الہام حسب ذیل ہے: ''مسیح ابن مریم رسول اللہ فوت ہو چکا ہے اور اسکے رنگ میں ہو کر وعدہ کے موافق تو آیا ہے۔ وَكَانَ وَعْدُاللّٰهِ مَفْعُوْلًا''

(ازالہ اوہام روحانی خزائن جلد 3 صفحہ 402)

چنانچہ آپؑ نے اعلان کرتے ہوئے فرمایا: ''مسیح جو آنے والا تھا یہی ہے چاہو تو قبول کرو۔'' (فتح اسلام، روحانی خزائن، جلد 3 صفحہ 10، حاشیہ)

حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے اس دعویٰ کے منظر عام پر آتے ہی مخالفت کی آگ بھڑک اُٹھی آپ نے ضروری اشتہار کے عنوان سے تمام علماء اور پبلک پر اتمام حجت کی غرض سے ایک اشتہار شائع فرمایا جس میں علماء کو مسئلہ وفات و حیات مسیح پر بحث کرنے کی دعوت دی۔ آپ نے فرمایا: ''اور میں باآواز بلند کہتا ہوں کہ میرے پر خدا تعالیٰ نے اپنے الہام اور القاء سے حق کو کھول دیا ہے اور وہ حق جو میرے پر کھولا گیا ہے وہ یہ ہے کہ درحقیقت مسیح ابن مریم فوت ہو چکا ہے اور اس کی روح اپنے خالہ زاد بھائی یحییٰ کی روح کے ساتھ دوسرے آسمان پر ہے۔ اس زمانہ کیلئے جو روحانی طور پر مسیح آنے والا تھا جسکی خبر احادیث صحیحہ میں موجود ہے وہ میں ہوں۔ یہ خدا تعالیٰ کا فعل ہے جو لوگوں کی نظروں میں عجیب اور تحقیر سے دیکھا جاتا ہے اور میں کھول کر کہتا ہوں کہ میرا دعویٰ صرف مبنی بر الہام نہیں بلکہ سارا قرآن شریف اس کا مصدق ہے۔ تمام احادیث صحیحہ اس کی صحت کی شاہد ہیں۔ عقل خداداد بھی اس کی مؤید ہے۔ اگر مولوی صاحبوں کے پاس مخالفانہ طور پر شرعی دلائل موجود ہیں تو وہ عام جلسہ کر کے بطریق مذکورہ بالا مجھ سے فیصلہ کریں...... اور واضح رہے کہ اس اشتہار کے عام طور پر وہ تمام مولوی صاحبان مخاطب ہیں جو مخالفانہ رائے ظاہر کر رہے ہیں اور خاص طور پر ان سب کے سرگردہ یعنی مولوی ابوسعید محمد حسین صاحب بٹالوی، مولوی رشید احمد صاحب گنگوہی۔ مولوی عبدالجبار صاحب غزنوی مولوی عبدالرحمن صاحب لکھو کے والے مولوی شیخ عبیداللہ صاحب تبتی مولوی عبدالعزیز صاحب لدھیانوی معہ برادران اور مولوی غلام دستگیر صاحب قصوری۔'' (مجموعہ اشتہارات جلد 1 صفحہ 203، 204)

حیات مسیح اور ہزار روپیہ کا چیلنج

آپ نے بڑی تحدّی کے ساتھ فرمایا: ''وہ لوگ بڑی غلطی پر ہیں جو یہ گمان کرتے ہیں کہ حضرت عیسیٰ مسیح جسم عنصری کے ساتھ آسمان پر چڑھ گیا تھا اور جسم عنصری کے ساتھ نازل ہوگا۔ یاد رہے کہ یہ خیال سراسر افتراء ہے۔ حدیثوں میں اس کا نام ونشان نہیں۔ اگر کسی حدیث رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ حضرت عیسیٰ مسیح جسم عنصری کے ساتھ آسمان پر چڑھ گیا تھا اور پھر کسی وقت جسم عنصری کے ساتھ آسمان پر سے نازل ہوگا اور چڑھنا اور اترنا دونوں امر جسم عنصری کے ساتھ کسی حدیث سے ثابت ہو جائیں تو مجھے خدا تعالیٰ کی قسم ہے کہ میں ایسی صحیح حدیث پیش کرنے والے کو ہزار روپیہ انعام دوں گا۔''

(مجموعہ اشتہارات، جلد 3، صفحہ 318)

آپؑ نے فرمایا: ''پس اگر تم اِس جگہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر افترا نہیں کرتے تو بتلاؤ اور پیش کرو کہ کس حدیث میں ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام زندہ مع جسم عنصری آسمان پر چلے گئے تھے۔ ہائے افسوس اسقدر جھوٹ اور افترا۔ اے لوگو! کیا تم نے مرنا نہیں۔ کیا کبھی بھی قبر کا منہ نہیں دیکھو گے۔''

(تحفہ غزنویہ، روحانی خزائن، جلد 15، صفحہ 562)

حیات مسیح اور 20 ہزار روپیہ کا چیلنج

پہلے تو حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے کسی صحیح حدیث سے حضرت عیسیٰ کا آسمان پر چڑھنا اور واپس اترنا ثابت کرنے کا چیلنج دیا تھا۔ اب اس چیلنج میں صحیح کی شرط کو اُڑا کر صرف کسی ''وضعی حدیث'' سے ہی حضرت عیسیٰ کا جسم عنصری کے ساتھ آسمان پر جانا اور پھر واپس اترنا ثابت کرنے کا چیلنج دیا ہے۔ چنانچہ فرمایا:

''غرض ان لوگوں نے یہ عقیدہ اختیار کر کے چار طور سے قرآن شریف کی مخالفت کی ہے اور پھر اگر پوچھا جائے کہ اس بات کا ثبوت کیا ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام اپنے جسم عنصری کے ساتھ آسمان پر چڑھ گئے تھے؟ تو نہ کوئی آیت پیش کر سکتے ہیں اور نہ کوئی حدیث دکھلا سکتے ہیں۔ صرف نزول کے لفظ کے ساتھ اپنی طرف سے آسمان کا لفظ ملا کر عوام کو دھوکہ دیتے ہیں۔ مگر یاد رہے کہ کسی حدیث مرفوع متصل میں آسمان کا لفظ پایا نہیں جاتا اور نزول کا لفظ محاورات عرب میں مسافر کیلئے آتا ہے اور نزیل مسافر کو کہتے ہیں۔ چنانچہ ہمارے ملک کا بھی یہی محاورہ ہے کہ ادب کے طور پر کسی وارد شہر کو پوچھا کرتے ہیں کہ آپ کہاں اترے ہیں اور اس بول چال میں کوئی بھی یہ خیال نہیں کرتا کہ یہ شخص آسمان سے اترا ہے۔ اگر اسلام کے تمام فرقوں کی حدیث کی کتابیں تلاش کرو تو صحیح حدیث تو کیا کوئی وضعی حدیث بھی ایسی نہیں پاؤ گے جس میں یہ لکھا ہو کہ حضرت عیسیٰ جسم عنصری کے ساتھ آسمان پر چلے گئے تھے اور پھر کسی زمانہ میں زمین کی طرف واپس آئیں گے۔ اگر کوئی ایسی حدیث پیش کرے تو ہم ایسے شخص کو بیس ہزار روپیہ تک تاوان دے سکتے ہیں اور توبہ کرنا اور تمام اپنی کتابوں کا جلا دینا اس کے علاوہ ہوگا۔ جس طرح چاہیں تسلی کر لیں۔'' (کتاب البریّہ، روحانی خزائن، جلد 13, صفحہ 225 حاشیہ)

لفظ خلت کے متعلق ہزار روپیہ کا چیلنج

حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے وفات مسیح کے تعلق میں قرآن کریم کی آیت وَمَا مُحَمَّدٌ اِلَّا رَسُوْلٌ قَدْ خَلَتْ مِنْ قَبْلِهِ الرُّسُلُ ......الخ (آل عمران) میں لفظ خلت کے معنی قرآن کریم، اجماع صحابہ اور گزشتہ مفسرین کی تفاسیر کی روشنی میں موت یا قتل کرتے ہوئے وفات مسیح ثابت کی ہے۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے فرمایا:

''میں آپ کو ہزار روپیہ بطور انعام دینے کو طیار ہوں اگر آپ کسی قرآن شریف کی آیت یا کسی حدیث قوی یا ضعیف یا موضوع یا کسی قول صحابی یا کسی دُوسرے امام کے قول سے یا جاہلیت کے خطبات یا دواوین اور ہر ایک قسم کے اشعار یا اسلامی فصحاء کے کسی نظم یا نثر سے یہ ثابت کر سکیں کہ خَلَتْ کے معنوں میں یہ بھی داخل ہے کہ کوئی شخص مع جسم عنصری آسمان پر چلا جائے۔ خدا تعالیٰ کا قرآن شریف میں اوّل خَلَتْ کا بیان کرنا اور پھر ایسی عبارت میں جو بموجب اصول بلاغت و معانی تفسیر کے محل میں ہے صرف مرنا یا قتل کئے جانا بیان فرمانا، کیا مومن کیلئے یہ اِس بات پر حجت قاطع نہیں ہے کہ خَلَتْ کے معنے اِس محل میں دو ہی ہیں یعنی مرنا یا قتل کئے جانا۔ اب خدا کی گواہی کے بعد اور کس کی گواہی کی ضرورت ہے۔ الحمد للہ ثم الحمد للہ کہ اسی مقام میں خدا تعالیٰ نے میری سچائی کی گواہی دیدی اور بیان فرما دیا کہ خَلَتْ کے معنے مرنا یا قتل کئے جانا ہے۔''

(تحفہ غزنویہ، روحانی خزائن جلد 15 صفحہ 576)

ایک ہزار روپیہ کا چیلنج کہ وفات یافتہ دوبارہ دُنیا میں نہیں آتے

حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے اس شبہ کا بھی ازالہ فرمایا کہ بے شک حضرت مسیح وفات

پاچکے ہیں لیکن زندہ ہوکر دوبارہ دنیا میں آسکتے ہیں۔ چنانچہ آپ نے فرمایا: ''اگر کوئی یہ ثابت کر کے دکھاوے کہ قرآن کریم کی وہ آیتیں اور احادیث جو یہ ظاہر کرتی ہیں کہ کوئی مردہ دنیا میں واپس نہیں آئے گا قطعیۃ الدلالت نہیں ......تو ایسے شخص کو بھی بلا توقف ہزار روپیہ نقد دیا جاوے گا۔'' (ازالہ اوہام، روحانی خزائن جلد 3 صفحہ 405)

حیات مسیح کے قائلین کو نزول مسیح کیلئے دعا کرنے کا چیلنج

حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے جہاں عقیدہ حیات مسیح کے خلاف اور وفات مسیح کے حق میں بیسیوں علمی چیلنج دیئے وہاں اس مسئلہ کے حل کیلئے ایک طریق یہ بھی پیش فرمایا کہ حیات مسیح کے قائلین سب مل کر دعا کریں کہ اللہ تعالیٰ حضرت عیسیٰ کو نازل کر دے۔ کیونکہ سچوں کی دعا ضرور قبول ہوتی ہے۔ پس اگر وہ سچے ہیں تو ضرور مسیح اتر آئے گا۔ چنانچہ اس سلسلہ میں حضرت اقدس نے حیات مسیح کے قائلین کو دعا کرنے کا چیلنج دیتے ہوئے فرمایا:

''اگر ہمارے مخالف اپنے تئیں سچ پر سمجھتے ہیں اور اس بات پر سچ مچ یقینی طور پر ایمان رکھتے ہیں کہ درحقیقت وہی مسیح ابن مریم آسمان سے نازل ہوگا جس پر انجیل نازل ہوئی تھی تو اس فیصلہ کیلئے ایک یہ بھی عمدہ طریق ہے کہ وہ ایک جماعت کثیر جمع ہوکر خوب تضرّع اور عاجزی سے اپنے مسیح موہوم کے اُترنے کیلئے دعا کریں۔ اس میں کچھ شک نہیں کہ جماعت صادقین کی دعا قبول ہوجاتی ہے بالخصوص ایسے صادق کہ جن میں ملہم بھی ہوں۔ پس اگر وہ سچے ہیں تو ضرور مسیح اُتر آئے گا اور وہ دعا بھی ضرور کریں گے اور اگر وہ حق پر نہیں اور یاد رہے کہ وہ ہرگز حق پر نہیں ہیں تو دعا بھی ہرگز نہیں کرینگے کیونکہ وہ دلوں میں یقین رکھتے ہیں کہ دعا قبول نہیں ہوگی۔ ہاں ہماری اس درخواست کو کچّے بہانوں سے ٹال دیں گے تا ایسا نہ ہو کہ رُسوائی اُٹھانی پڑے۔'' (ازالہ اوہام، روحانی خزائن، جلد 3، صفحہ 347)

لفظ توفی سے متعلق ہزار روپیہ کا چیلنج

سورۃ آل عمران کی آیت 65 اور سورۃ المائدۃ کی آیت 118 سے حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے وفات مسیح ثابت کی ہے۔ ان ہر دو آیات میں مُتَوَفِّيْكَ اور تَوَفَّيْتَنِيْ دونوں صیغے مصدر توفی سے مشتق ہیں جو محاورۂ عرب اور سیاق کلام کے اعتبار سے اپنے اندر وفات کا مفہوم رکھتے ہیں۔ مگر حیات مسیح کے قائلین دونوں مقامات میں وفات کی بجائے ''پورا پورا لینا'' مراد لیتے ہیں۔ تا کہ وہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا جسم عنصری کے ساتھ آسمان پر زندہ اٹھایا جانا ثابت کرسکیں۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے اپنی کتاب ''ازالہ اوہام'' میں ان دونوں صیغوں مُتَوَفِّيْكَ اور تَوَفَّيْتَنِيْ کے مصدر توفی کے استعمال کے متعلق ایک چیلنج دیا جو حسب ذیل ہے۔

''تمام مسلمانوں پر واضح ہو کہ کمال صفائی سے قرآن کریم اور حدیث رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے ثابت ہوگیا ہے کہ درحقیقت حضرت مسیح ابن مریم علیہ السلام برطبق آیت فِيْهَا تَحْيَوْنَ وَفِيْهَا تَمُوْتُوْنَ (الاعراف: 26) زمین پر ہی اپنی جسمانی زندگی کے دن بسر کر کے فوت ہوچکے ہیں۔ اور قرآن کریم کی سولہ آیتوں اور بہت سی حدیثوں بخاری اور مسلم اور دیگر صحاح سے ثابت ہے کہ فوت شدہ لوگ پھر آباد ہونے اور بسنے کے لئے دنیا میں بھیجے نہیں جاتے اور نہ حقیقی اور واقعی طور پر دو موتیں کسی پر واقع ہوتی ہیں اور نہ قرآن کریم میں واپس آنے والوں کے لئے کوئی قانون وراثت موجود ہے۔ باینہمہ بعض علماء وقت کو اس بات پر سخت غلو ہے کہ مسیح ابن مریم فوت نہیں ہوا بلکہ زندہ ہی آسمان کی طرف اٹھایا گیا اور حیات جسمانی دنیوی کے ساتھ آسمان پر موجود ہے اور نہایت بے باکی اور شوخی کی راہ سے کہتے ہیں کہ توفّی کا لفظ جو قرآن کریم میں حضرت مسیح کی نسبت آیا ہے اس کے معنے وفات دینا نہیں ہے بلکہ پورا لینا ہے یعنی یہ کہ روح کے ساتھ جسم کو بھی لے لینا۔ مگر ایسے معنے کرنا اُن کا سراسر افتراء ہے قرآن کریم کا عمومًا التزام کے ساتھ اس لفظ کے بارے میں یہ محاورہ ہے کہ وہ لفظ قبض روح اور وفات دے دینے کے معنوں پر ہر ایک جگہ اس کو استعمال کرتا ہے ۔ یہی محاورہ تمام حدیثوں اور جمیع اقوال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں پایا جاتا ہے۔ جب سے دنیا میں عرب کا جزیرہ آباد ہوا ہے اور عربی زبان جاری ہوئی ہے کسی قول قدیم یا جدید سے ثابت نہیں ہوتا کہ توفی کا لفظ کبھی قبض جسم کی نسبت استعمال کیا گیا ہو بلکہ جہاں کہیں توفی کے لفظ کو خدائے تعالیٰ کا فعل ٹھہرا کر انسان کی نسبت استعمال کیا گیا ہے وہ صرف وفات دینے اور قبض روح کے معنی پر آیا ہے نہ قبض جسم کے معنوں میں ۔ کوئی کتاب لغت کی اس کے مخالف نہیں ۔کوئی مثل اور قول اہل زبان کا اس کے مغائر نہیں غرض ایک ذرہ احتمال مخالف کے گنجائش نہیں ۔اگر کوئی شخص قرآن کریم سے یا کسی حدیث رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم یا اشعار وقصائد ونظم ونثر قدیم وجدید عرب سے ثبوت پیش کرے کہ کسی جگہ توفی کا لفظ خدا تعالیٰ کا فعل ہونے کی حالت میں جو ذوی الروح کی نسبت استعمال کیا گیا ہو وہ بجُز قبض روح اور وفات دینے کے کسی اور معنی پر بھی اطلاق پا گیا ہے یعنی قبض جسم کے معنوں میں بھی مستعمل ہوا ہے تو میں اللہ جلشانہ کی قسم کھا کر اقرار صحیح شرعی کرتا ہوں کہ ایسے شخص کو اپنا کوئی حصہ ملکیت کا فروخت کر کے مبلغ ایک ہزار روپیہ نقد دوں گا اور آئندہ اس کی کمالات حدیث دانی اور قرآن دانی کا اقرار کرلوں گا۔'' (ازالہ اوہام، روحانی خزائن، جلد 3، صفحہ 602، 603)

عیسائیوں میں ایمان کی نشانیاں مفقود ہیں

حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے عیسائیوں کو مخاطب کر کے فرمایا کہ اگر آپ سچے ہیں تو سچوں کی نشانیاں یعنی معجزات اور نشانات بھی آپ کے ساتھ ہونے چاہئیں۔ آپ نے فرمایا:

''اگر ایمان کوئی واقعی برکت ہے تو بیشک اس کی نشانیاں ہونی چاہئیں مگر کہاں ہے کوئی ایسا عیسائی جس میں یسوع کی بیان کردہ نشانیاں پائی جاتی ہوں؟ پس یا تو انجیل جھوٹی ہے اور یا عیسائی جھوٹے ہیں۔ دیکھو قرآن کریم نے جو نشانیاں ایمانداروں کی بیان فرمائیں وہ ہر زمانہ میں پائی گئی ہیں۔ قرآن شریف فرماتا ہے کہ ایماندار کو الہام ملتا ہے۔ ایماندار خدا کی آواز سنتا ہے۔ ایماندار کی دعائیں سب سے زیادہ قبول ہوتی ہیں۔ ایماندار پر غیب کی خبریں ظاہر کی جاتی ہیں۔ ایماندار کی دعائیں سب سے زیادہ قبول ہوتی ہیں۔ ایماندار کے شامل حال آسمانی تائیدیں ہوتی ہیں۔ سو جیسا کہ پہلے زمانوں میں یہ نشانیاں پائی جاتی تھیں اب بھی بدستور پائی جاتی ہیں۔ اس سے ثابت ہوتا ہے کہ قرآن خدا کا پاک کلام ہے اور قرآن کے وعدے خدا کے وعدے ہیں۔ اٹھو عیسائیو! اگر کچھ طاقت ہے تو مجھ سے مقابلہ کرو اگر میں جھوٹا ہوں تو مجھے بیشک ذبح کردو ورنہ آپ لوگ خدا کے الزام کے نیچے ہیں اور جہنم کی آگ پر آپ لوگوں کا قدم ہے۔''

(سراج الدین عیسائی کے چار سوالوں کا جواب، روحانی خزائن جلد 12 صفحہ 374)

الوہیت مسیح انجیل سے ثابت کرنے پر انعام

حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے حضرت عیسیٰ کے اپنے الہامات سے انکی خدائی ثابت کرنے پر ایک ہزار روپیہ بطور انعام دینے کا چیلنج دیتے ہوئے فرمایا: ''انجیل کے کلمات سے یسوع کی خدائی ہرگز ثابت نہیں ہوسکتی بھلا اس سید الکونین صلی اللہ علیہ وسلم کی تو شان عظیم ہے ذرا انصافاً پادری صاحبان ان میرے الہامات کو ہی انصاف کی نظر سے دیکھیں اور پھر خود ہی منصف ہوکر کہیں کہ کیا یہ سچ نہیں کہ اگر ایسے کلمات سے خدائی ثابت ہوسکتی ہے تو یہ میرے الہامات یسوع کے الہامات سے بہت زیادہ میری خدائی پر دلالت کرتے ہیں۔ اور اگر خود پادری صاحبان سوچ نہیں سکتے تو کسی دوسری قوم کے تین منصف مقرر کر کے میرے الہامات اور انجیل میں سے یسوع کے وہ کلمات جن سے اسکی خدائی سمجھی جاتی ہے ان منصفوں کے حوالہ کریں۔ پھر اگر منصف لوگ پادریوں کے حق میں ڈگری دیں اور حلفاً یہ بیان کر دیں کہ یسوع کے کلمات میں سے یسوع کی خدائی زیادہ تر صفائی سے ثابت ہوسکتی ہے تو میں تاوان کے طور پر ہزار روپیہ ان کو دے سکتا ہوں۔ اور میں منصفوں سے یہ چاہتا ہوں کہ اپنی شہادت سے پہلے یہ قسم کھالیویں کہ ہمیں خدا تعالیٰ کی قسم ہے کہ ہمارا یہ بیان صحیح ہے اور اگر صحیح نہیں ہے تو خدا تعالیٰ ایک سال تک ہم پر وہ عذاب نازل کرے جس سے ہماری تباہی اور ذلت اور بربادی ہو جائے اور میں خوب جانتا ہوں کہ پادری صاحبان ہرگز اس طریق فیصلہ کو قبول نہیں کریں گے۔'' (کتاب البریّہ، روحانی خزائن، جلد 13، صفحہ 106)

ایک شخص جان الگزینڈر ڈوئی امریکہ کے شہر شکاگو کے پاس رہتا تھا اور نہایت امیر کبیر آدمی تھا۔ وہ مذہباً عیسائی تھا اور اس نے یہ دعویٰ کیا تھا کہ خدا نے مجھے مسیح کی آمد ثانی کی تیاری کیلئے مبعوث کیا ہے اور اس نے اسلام کے خلاف ایک رسالہ ''لیوز آف ہیلنگ'' نامی

بھی نکالا تھا اور اس بات کا مدعی تھا کہ اسلام اس کے ہاتھ سے نابود ہوگا۔ جب حضرت مسیح موعودؑ کو اس کے دعویٰ سے اطلاع ہوئی تو آپ نے اسے چیلنج دیا کہ اگر تم سچے ہو تو میرے سامنے آ کر روحانی مقابلہ کرلو اور آپ نے اس چیلنج کو امریکہ کے بہت سے اخباروں میں چھپوا دیا مگر ڈوئی اس مقابلہ کیلئے تیار نہ ہوا اور یہ کہہ کر ٹال دیا کہ میں ان بھنبھنانے والے مچھروں کے سامنے کھڑا نہیں ہونا چاہتا جن کو میں کسی وقت اپنے ہاتھ میں لے کر مسل سکتا ہوں۔ آخر حضرت مسیح موعودؑ نے اسکے متعلق بطور خود خدا سے فیصلہ چاہا اور خدا نے آپ کو خبر دی کہ عنقریب ایک ایسا نشان ظاہر ہوگا جو ساری دنیا کیلئے نشان ہوگا۔ چنانچہ اسکے چند دن بعد ہی یعنی 1907ء کے شروع میں امریکہ کا جھوٹا مدعی ڈوئی نہایت درجہ ذلیل ہو کر خاک میں مل گیا۔ یعنی پہلے تو اس کے مریدوں کا ایک بڑا حصہ اس سے برگشتہ ہو کر اسکے خلاف کھڑا ہو گیا اور پھر اس پر فالج کا حملہ ہوا جس میں اس نے کچھ عرصہ نہایت تکلیف کی زندگی گزاری اور آخر حضرت مسیح موعودؑ کی زندگی میں ہی وہ اس جہان سے رخصت ہوا۔ (تلخیص از سلسلہ احمدیہ جلد اوّل)

الغرض حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے اپنی زندگی میں عیسائیت کے باطل عقائد کے خلاف ایسا عظیم الشان قلمی جہاد سرانجام دیا کہ عیسائی منادوں کو نہ صرف ہندوستان سے بھاگنے پر مجبور ہونا پڑا بلکہ ساری دنیا میں عیسائی احمدیت کے سامنے نہیں ٹھہر سکے۔ اور آج تک احمدی مبلغین شہرہ آفاق پادریوں کو حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی تعلیمات کے مطابق جب مباحثہ، مناظرہ یا مباہلہ کی دعوت دیتے ہیں تو وہ خاموشی اختیار کرتے ہوئے اپنی ہزیمت کا اعتراف کر رہے ہوتے ہیں۔

قارئین کرام! اس جگہ اختصار کے ساتھ یہ ذکر کرنا مناسب معلوم ہوتا ہے کہ شہرۂ آفاق عیسائی پادری بلی گراہم مورخہ 21/فروری 2018 کو بعمر 99 سال امریکہ میں وفات پاگئے۔ پادری بلی گراہم نے 1954 سے عیسائیت کی تبلیغ شروع کی۔ اخباری نمائندوں کے مطابق امریکہ کے کئی مملکتوں کے صدر کے مشیر خاص بھی تھے۔ یہ وہ عیسائی پادری ہیں جو 1960 میں افریقہ میں عیسائیت کی تبلیغ کے دوران مبلّغ اسلام محترم مولانا مبارک احمد صاحب کی نشان نمائی کے چیلنج کو قبول کرنے سے انکار کیا اور راہ فرار اختیار کی۔ پادری بلی گراہم اپنے مشرقی افریقہ کا طوفانی دورہ کرتے ہوئے کینیا کے دارالحکومت نیروبی پہنچا۔ وہاں محترم مولانا مبارک احمد صاحب بطور رئیس التبلیغ تعینات تھے۔ آپ نے ایک مکتوب پادری صاحب کے نام بھجوایا۔ اس میں آپ نے پادری صاحب سے کہا کہ آج روئے زمین پر صرف اور صرف اسلام ہی ایک زندہ مذہب ہے۔ اس کو ثابت کرنے کیلئے آپ نے انہیں کہا کہ تیس ایسے مریض لے لئے جائیں جو میڈیکل سروسز کینیا کے ڈاکٹر صاحب کے نزدیک لا علاج ہوں۔ انہیں قرعہ کے ذریعہ میرے اور آپ کے درمیان مساوی تعداد میں بانٹ دیا جائے۔ اور ہم اپنی اپنی جگہ اپنے اپنے مریضوں کی صحت یابی کیلئے خدا کے حضور دعا کریں تا کہ اس امر کا فیصلہ ہو سکے کہ کس کو خدا کی تائید و نصرت حاصل ہے اور کس پر آسمان کے دروازے بند ہیں۔ بلی گراہم نے اس مکتوب کا کوئی بھی جواب نہیں دیا۔ لیکن وہاں کے اخبارات میں اس چیلنج کا محترم مولانا صاحب کی تصویر کے ساتھ خوب چرچا ہوا۔ یہاں تک کے ایک وعظ کے اختتام پر کسی نے پادری سے براہ راست اس تعلق سے سوال کیا تو پادری نے کہا کہ میرا منصب صرف وعظ کرنا ہے نہ کہ مریضوں کو اچھا کرنا۔ پادری بلی گراہم کے اس کھلم کھلا فرار نے افریقہ کے عیسائی حلقوں میں تہلکہ مچا دیا۔ جب موصوف لائبیریا پہنچے تو وہاں محترم محمد صدیق صاحب امرتسری نے ان سے پبلک گفتگو کیلئے دعوت دی لیکن وہ تیار نہیں ہوئے۔

ویدک مذہب کے باطل عقائد کے خلاف قلمی جہاد

حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی ایک پیشگوئی پنڈت لیکھرام کے متعلق تھی جو آریہ قوم کے ایک لیڈر تھا۔ پنڈت لیکھرام اسلام کے سخت دشمن تھے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے خلاف انتہائی تیز زبانی سے کام لیا کرتا تھا اور حضرت مسیح موعود سے نشان کے طالب رہتا تھا۔ آخر حضرت مسیح موعودؑ نے لیکھرام صاحب کی خواہش کے مطابق خدا سے دعا کی کہ ان کے بارے میں کوئی ایسا نشان دکھایا جاوے جس سے اسلام کی صداقت ظاہر ہو اور جھوٹا فریق اپنی سزا کو پہنچے اس پر 20/فروری 1893ء کو آپ نے خدا سے خبر پا کر یہ اعلان کیا کہ چھ برس کے عرصہ تک یہ شخص اپنی بدزبانیوں کی سزا میں عذاب شدید میں مبتلا ہو جائے گا۔ اور آپ نے بڑی تحدی کے ساتھ لکھا کہ اگر اس شخص پر چھ برس کے عرصہ میں کوئی عذاب نازل نہ ہوا جو معمولی تکلیفوں سے نرالا اور خارق عادت اور اپنے اندر الٰہی ہیبت رکھتا ہو تو سمجھو کہ میں خدا کی طرف سے نہیں اور پنڈت لیکھرام کے متعلق آپ کو خدا نے یہ شعر بھی الہام کیا کہ:

الا اے دشمن نادان و بے راہ
بترس از تیغ بُرّانِ محمد

یعنی اے نادان اور رستے سے بھٹکے ہوئے دشمن تو اس قدر شوخی سے کام نہ لے اور محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی کاٹنے والی تلوار سے ڈر۔ اسکے بعد آپ نے اس بارے میں مزید دعا کی تو آپ پر ظاہر کیا گیا کہ لیکھرام کی ہلاکت عید کے دوسرے روز ہوگی۔ اور آپ کو ایک خواب میں یہ بھی بتایا گیا کہ ایک قوی ہیکل مہیب شکل فرشتہ جس کی آنکھوں سے خون ٹپکتا تھا پنڈت لیکھرام کی ہلاکت کیلئے متعین کیا گیا ہے۔ اسکے مقابل پر پنڈت لیکھرام نے بھی یہ اعلان کیا کہ مرزا صاحب کذاب ہیں اور تین سال کے عرصہ میں تباہ و برباد ہو جائیں گے۔

غرض یہ روحانی مقابلہ بڑے اہتمام اور جلال کے ساتھ منعقد ہوا اور دنیا کی نظریں اسلام اور آریہ مذہب کے ان نامور لیڈروں پر جم گئیں اور اس انتظار میں لگ گئیں کہ پردہ غیب سے کیا ظاہر ہوتا ہے۔ آخر پنڈت لیکھرام کی تین سالہ میعاد تو یونہی گزر گئی اور کچھ نہیں ہوا لیکن جب حضرت مسیح موعودؑ کی بیان کردہ میعاد کا پانچواں سال آیا تو عید کے عین دوسرے دن مؤرخہ 6 مارچ 1897ء کو پنڈت لیکھرام ایک نامعلوم شخص کی چھری کا نشانہ بن کر اس جہان سے رخصت ہوا اور حضرت مسیح موعودؑ کی پیشگوئی نہایت آب و تاب کے ساتھ پوری ہو گئی۔ حضرت مسیح موعودؑ نے فرمایا کہ گو ہمیں اس لحاظ سے خوشی ہے کہ خدا کی بات سچی نکلی اور اسلام کا بول بالا ہوا لیکن انسانی ہمدردی کی رو سے ہمیں افسوس بھی ہے کہ پنڈت لیکھرام کی ایسی بے وقت موت ہوئی اور ان کے متعلقین کو صدمہ پہنچا۔

اس واقعہ سے ہندوستان بھر کی ہندو قوم میں حضرت مسیح موعودؑ کے خلاف ایک خطرناک اشتعال کی صورت پیدا ہوگئی اور پیشگوئی سے مرعوب ہونے کی بجائے ہندوؤں نے یہ الزام لگانا شروع کر دیا کہ مرزا صاحب نے پنڈت لیکھرام کو خود سازش کر کے قتل کروا دیا ہے۔ حضرت مسیح موعودؑ نے اسکے خلاف بڑے زور کے ساتھ اعلان کیا اور قسم کھا کھا کر بیان کیا کہ اس واقعہ میں میرا اس بات کے سوا قطعاً کوئی ہاتھ نہیں کہ خدا نے مجھے اپنے الہام کے ذریعہ لیکھرام کی ہلاکت کی خبر دی تھی مگر آریہ صاحبان کی تسلی نہ ہوئی اور انہوں نے گورنمنٹ میں رپورٹ کر کے آپ کے مکان کی تلاشی کروائی اور خفیہ پولیس کے آدمی سپیشل ڈیوٹی پر لگوائے مگر جب کہ حضرت مسیح موعودؑ کا اس معاملہ میں کوئی دخل ہی نہیں تھا تو کوئی بات ثابت کیسے ہوتی لیکن ہندو صاحبان کی مزید تسلی کیلئے اور ان پر اتمام حجت کی غرض سے آپ نے یہ اعلان کیا اور اس اعلان کو بار بار دہرایا کہ اگر کسی کو یہ شبہ ہے کہ میں نے خود پنڈت لیکھرام کو قتل کروا دیا ہے تو اس کا آسان علاج یہ ہے کہ ایسا شخص میرے مقابل پر کھڑا ہو کر خدا کی قسم کھا جاوے کہ پنڈت لیکھرام کو میں نے قتل کروایا ہے پھر اگر وہ خود ایک سال کے عرصہ کے اندر ہلاک نہ ہو تو میں جھوٹا ہوں اور اس صورت میں مَیں اس کو دس ہزار روپیہ انعام بھی دوں گا اور آپ نے یہ بھی اعلان کیا کہ ایسے شخص کی ہلاکت ایسے رنگ میں ہوگی جس میں انسانی ہاتھ کا دخل قطعاً ممکن نہ ہو تا کہ کسی قسم کا اشتباہ نہ رہے۔ یہ ایک بہت صاف اور پختہ طریق فیصلہ تھا مگر کوئی شخص آپ کے مقابلہ پر نہ آیا اور اس چیلنج نے حضرت مسیح موعود کی پیشگوئی کی شان کو دوبالا کر دیا۔ دوسری طرف جو پیشگوئی پنڈت لیکھرام نے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی صداقت کے بارے میں کی تھی وہ بالکل ناکام اور غلط ثابت ہوئی۔

ارواح کے بے انت ہونے کی تردید

آریوں کا ایک عقیدہ یہ ہے کہ ارواح بے انت ہیں اور پرمیشر کو بھی ان کی تعداد کا صحیح علم نہیں۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے بہ دلائل اس عقیدہ کا ردّ فرماتے ہوئے اس عقیدہ کے اثبات پر مبلغ پانچ صد روپیہ انعام دینے کا درج ذیل اعلان فرمایا:

''اگر کوئی صاحب آریہ سماج والوں میں سے بپابندی اصول مسلمہ اپنے کے کل دلائل مندرجہ ''سفیر ہند'' و دلائل مرقومہ جواب الجواب مشمولہ اشتہار ہذا کے توڑ کر یہ ثابت کر دے کہ ارواح موجودہ جو سوا چار ارب کی مدت میں کل دورہ اپنا پورا کرتے ہیں بے انت ہیں اور ایشور کو تعداد ان کا نامعلوم رہا ہوا ہے تو میں اس کو مبلغ پانسو روپیہ بطور انعام کے دوں گا۔ اور درصورت توقف کے شخص مثبت کو اختیار ہوگا کہ بمدد عدالت وصول کرے۔''

(مجموعہ اشہارات، جلد نمبر 1، صفحہ 101)

عقیدہ تناسخ کی تردید

آریہ سماج کے ایک اور عقیدہ ''تناسخ'' کے ردّ میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے کئی مضامین تحریر فرمائے اور جا بجا مضبوط دلائل سے اسکی تردید فرمائی۔ ایک مضمون میں آپ نے پنڈت کھڑک سنگھ اور بعض دیگر علماء کو اپنے دلائل و مضامین کی تردید پر مبلغ پانچ صد روپیہ انعام دینے کا چیلنج دیتے ہوئے فرمایا:

''میں عام اعلان دیتا ہوں کہ منجملہ صاحبان مندرجہ عنوان مضمون ابطال تناسخ جو ذیل میں تحریر ہوگا، کوئی صاحب ارباب فضل و کمال میں سے متصدی جواب ہوں۔ اور اگر کوئی صاحب بھی باوجود اس قدر تاکید مزید کے اس طرف متوجہ نہیں ہوں گے اور دلائل ثبوت تناسخ کے فلسفہ متدعویہ وید سے پیش نہیں کریں گے یا درصورت عاری ہونے وید کے ان دلائل سے اپنی عقل سے جواب نہیں دیں گے تو ابطال تناسخ کی ہمیشہ کیلئے ان پر ڈگری ہو جائے گی۔ اور نیز دعویٰ وید کا کہ گویا وہ تمام علوم و فنون پر متضمن ہے محض بے دلیل اور باطل ٹھہرے گا۔ اور بالآخر بغرض توجہ دہانی یہ بھی گزارش ہے کہ میں نے جو قبل اس سے فروری 1878ء میں ایک اشتہار تعدادی پانسو روپیہ بابطال مسئلہ تناسخ دیا تھا وہ اشتہار اب اس مضمون سے بھی بعینہ متعلق ہے۔ اگر پنڈت کھڑک سنگھ صاحب یا کوئی اور صاحب ہمارے تمام دلائل کو نمبروار جواب دلائل مندرجہ وید سے دیکر اپنی عقل سے توڑ دیں گے تو بلاشبہ رقم اشتہار کے مستحق ٹھہریں گے اور بالخصوص بخدمت کھڑک سنگھ صاحب جن کا یہ دعویٰ ہے کہ ہم پانچ منٹ میں جواب دے سکتے ہیں یہ گزارش ہے کہ اب اپنی اس استعداد علمی کو بروئے فضلائے نامدار ملت مسیحی اور برہمو سماج کے دکھلاویں۔''

(پرانی تحریریں، روحانی خزائن جلد 2 صفحہ 5)

صرف ویدوں کے رشیوں کے ملہم ہونے کی تردید

ہوشیار پور میں چلہ کشی مکمل کرنے کے بعد ایک جوشیلے آریہ ماسٹر مرلی دھر صاحب کے ساتھ آپ کا اسلام اور آریہ مذہب کے اصولوں کے متعلق مناظرہ ہوا جس میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو نمایاں کامیابی حاصل ہوئی۔ مناظرہ کے بعد جلد ہی حضرت مسیح موعودؑ نے ایک تصنیف ''سرمہ چشم آریہ'' کے نام سے شائع فرمائی جس میں اس مناظرہ کی کیفیت درج کرنے کے علاوہ اسلام کی صداقت اور آریہ مذہب کے بطلان میں نہایت زبردست دلائل درج فرمائے اور اعلان کیا کہ اگر کوئی آریہ اس کتاب کا رد لکھ کر اسکے دلائل کو غلط ثابت کرے تو میں اسے انعام دوں گا مگر کسی کو اس مقابلہ کی جرأت نہیں ہوئی۔ یہ کتاب 1886ء کے آخر میں شائع ہوئی۔ اس کتاب میں معجزات کی حقیقت پر نہایت لطیف بحث ہے اور خصوصاً آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے شق القمر کے معجزہ پر ایک نہایت لطیف مقالہ درج ہے اور آریہ مذہب کے اصول دربارہ قدامتِ روح و مادہ وغیرہ کو زبردست دلائل کے ساتھ ردّ کیا گیا ہے۔ آریوں کا یہ عقیدہ ہے کہ چاروں وید چار رشیوں پر الہاماً نازل ہوئے۔ اسی کتاب میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے آریوں کو اپنے اس عقیدہ کو ثابت کرنے کا چیلنج دیتے ہوئے فرمایا:

''ہندوؤں کو آگ وغیرہ اپنے دیوتاؤں سے بہت پیار رہا ہے اور رگوید کی پہلی شرتی اگنی سے ہی شروع ہوتی ہے۔ سو جن چیزوں سے وہ پیار کرتے تھے انہیں چیزوں پر ویدوں کا نازل ہونا تھاپ دیا ورنہ ویدوں میں تو کہیں نہیں لکھا کہ حقیقت میں ایسے چار آدمی کسی ابتدائی زمانہ میں گذرے ہیں اور انہیں پر وید نازل ہوئے ہیں اور اگر لکھا ہے تو پھر آریوں پر واجب ہے کہ ویدوں کے رو سے ان کا ملہم ہونا اور ان کا سوانح عمری کسی رسالہ میں چھپوا دیں۔ آریوں کا یہ اعتقادی مسئلہ ہے کہ ابتدائے دنیا میں نہ صرف ایک دو آدمی بلکہ کروڑہا آدمی مختلف ملکوں میں مینڈکوں کی طرح زمین کے بخار سے پیدا ہو گئے تھے۔ ان میں سے آریہ دیس کے چار رشی ملہم اور باقی سب مخلوقات الہام سے بے نصیب اور ان ملہموں کے حوالے کر دی گئی تھی۔ اس صورت میں ضرور لازم آتا ہے کہ اپنے ملہموں کی تمیز و شناخت کیلئے پرمیشر نے ان رشیوں کو کوئی ایسے نشان دیئے ہوں جن سے دوسرے لوگ جو اسی زمانہ میں پیدا ہوئے تھے ان کو شناخت کر سکیں اور اگر ایسے نشان دیئے تھے تو وید میں سے ثابت کرنی چاہئے۔''

(سرمہ چشم آریہ، روحانی خزائن، جلد 2، صفحہ 284)

وید کے رشی عالمگیر ہونے کی تردید

آریہ سماج والوں کا یہ عقیدہ کہ وید کے رشی تمام ممالک کی اصلاح کیلئے مامور ہوئے تھے، اس عقیدہ پر کاری ضرب لگاتے ہوئے آپؑ نے فرمایا:

''یقیناً سمجھنا چاہئے کہ یہ بھی نری لاف ہے کہ وید کے رشی تمام ممالک کی اصلاح کیلئے مامور ہوئے تھے۔ اگر ایسا ہوتا تو وید میں ضرور یہ لکھا ہوتا کہ کبھی وہ رشی اپنی چار دیوار آریہ دیس سے نکل کر کسی دور دراز ملک میں وعظ کرنے کیلئے گئے تھے۔ وید میں امریکہ کا کہاں ذکر ہے۔ افریقہ کا نشان کہاں پایا جاتا ہے۔ یوروپ کے مختلف ملکوں اور حصوں سے وید کو کب خبر ہے بلکہ ایشیائی ملکوں کی اطلاع سے بھی وید غافل ہے اور اسکے پڑھنے سے جا بجا صاف معلوم ہوتا ہے کہ پرمیشر کی ہمگی تمامی جائداد ہندوستان یعنی آریہ دیس ہی ہے۔ بھلا اگر ہم ان تمام باتوں میں سچے نہیں ہیں تو ویدوں کے رو سے یہ ثابت کرنا چاہئے کہ کسی وید کے رشیوں نے آریہ دیس سے باہر قدم رکھ کر اور ویدوں کو اپنی بغل میں لے کر غیر ممالک کا بھی سفر کیا تھا۔ یہ بات ہرگز ثابت نہیں ہو سکتی۔'' (سرمہ چشم آریہ، روحانی خزائن، جلد 2، صفحہ 285)

مسئلہ نیوگ کی مذمت

آریہ سماج کے معروف لیڈر پنڈت دیانند نے اپنے ایک مضمون میں از روئے وید نیوگ کا اثبات کرتے ہوئے بیوہ اور بے اولاد خاوند والی عورت کیلئے نیوگ جائز قرار دیا۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے پنڈت دیانند کے اس عقیدہ کو تنقید کا نشانہ بنایا تو بعض آریوں نے خاوند والی عورت کیلئے نیوگ کو ناجائز قرار دیا۔ اس پر حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے درج ذیل چیلنج دیتے ہوئے فرمایا:

''ہم اس رسالہ کے ساتھ ایک سو روپیہ کا اشتہار بھی دیتے ہیں کہ اگر یہ بات خلاف نکلے کہ پنڈت دیانند نے وید کے حوالہ سے نہ صرف بیوہ کا غیر سے بغیر نکاح کے ہمبستر ہونا ستیارتھ پرکاش میں لکھا ہے بلکہ عمدہ عمدہ وید کی شرتیوں کا حوالہ دے کر اس قسم کے نیوگ کو بھی ثابت کر دیا ہے کہ خاوند والی عورت اولاد کیلئے غیر سے نطفہ لیوے اور غیر اس سے اس مدت تک بخوشی ہم بستر ہوتا رہے جبتک کہ چند لڑکے پیدا نہ ہو لیں تو ہم اس بیان کے خلاف واقعہ نکلنے کی صورت میں نقد سو روپیہ اشتہار جاری کرنے والوں کو دیدیں گے۔ اور اس وقت وہ گالیاں جو اشتہار میں لکھی ہیں ہمارے حق میں راست آئیں گی۔ اگر روپیہ ملنے میں شک ہو تو ان چاروں صاحبوں میں سے جو شخص چاہے باضابطہ رسید دینے کے بعد وہ روپیہ اپنے پاس جمع کرا لے اور ہر طرح سے تسلی کر لیں اور ہمیں یہ ثبوت دیں کہ خاوند والی عورت کا نیوگ جائز نہیں اور اگر اس رسالہ کے شائع ہونے سے ایک ماہ کے عرصہ میں جواب نہ دیں تو ان کی ہٹ دھرمی ثابت ہوگی اور ثابت ہوگا کہ درحقیقت وہ لوگ آپ ہی خبیث النفس اور قدیمی متعصب اور غلط بیان ہیں جو کسی طرح ناپاکی کے راہ کو چھوڑنا نہیں چاہتے۔''

(آریہ دھرم، روحانی خزائن جلد 10 صفحہ 14)

مسئلہ نجات کی وضاحت

مکتی یعنی نجات کے متعلق آریہ سماج کا عقیدہ ہے کہ اعمال چونکہ محدود ہیں اس لئے محدود اعمال کا غیر محدود بدلہ نہیں ہو سکتا۔ لہٰذا نجات دائمی نہیں ہو سکتی۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے آریوں کو اپنے اس خیال کی تائید میں ویدوں سے کوئی شرتی پیش کرنے کا چیلنج دیتے ہوئے فرمایا:

''بھلا کوئی ایسی شرتی پیش تو کرو جس میں پرمیشر نے یہ کہا ہو کہ میں دائمی نجات دینے پر قادر تو تھا لیکن میں نے نہ چاہا کہ محدود اعمال کا غیر محدود بدلہ دوں۔ ہم ایسے کسی آریہ کو ہزار روپیہ نقد دینے کو تیار ہیں۔'' (چشمہ معرفت، روحانی خزائن، جلد 23 صفحہ 31)

ویدوں کی الہامی حیثیت ثابت کرنے کی دعوت

حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے ویدوں

کی الہامی حیثیت پر تنقید کرتے ہوئے آریوں کو وید سے کسی ایسی صرف ایک شرتی پیش کرنے کا چیلنج دیا جو پوری ہو چکی ہو۔ فرمایا:

''اگر وید میں یقینی علم کی تعلیم دینے کیلئے کوئی پیشگوئی بیان کی گئی ہے اور وہ پوری ہو چکی ہے تو اس شرتی کو پیش کرنا چاہئے ورنہ وید کے بیان اور ایک گنوار نادان کے بیان میں کچھ فرق نہیں اور یہ ضروری امر ہے کہ جو کتاب خدا کی کتاب کہلاتی ہے وہ خدا کا عالم الغیب ہونا صرف زبان سے بیان نہ کرے بلکہ اس کا ثبوت بھی دے۔ کیونکہ بغیر ثبوت کے نرا یہ بیان کہ خدا عالم الغیب ہے انسان کے ایمان کو کوئی ترقی نہیں دے سکتا اور ایسی کتاب کی نسبت شبہ ہو سکتا ہے کہ اس نے صرف سنی سنائی باتیں لکھی ہیں۔'' (چشمہ معرفت، روحانی خزائن، جلد 23، صفحہ 38)

تمام اہم مذاہب کو نشان نمائی کی دعوت

''مجھے اُس خدا کی قسم ہے جس نے مجھے بھیجا ہے کہ اگر کوئی سخت دل عیسائی یا ہندو یا آریہ میرے اُن گذشتہ نشانوں سے جو روز روشن کی طرح نمایاں ہیں انکار بھی کردے اور مسلمان ہونے کیلئے کوئی نشان چاہے اور اس بارے میں بغیر کسی بیہودہ حجت بازی کے جس میں بدنیتی کی بو پائی جائے سادہ طور پر یہ اقرار بذریعہ کسی اخبار کے شائع کردے کہ وہ کسی نشان کے دیکھنے سے گو کوئی نشان ہو لیکن انسانی طاقتوں سے باہر ہو، اسلام کو قبول کرے گا، تو میں اُمید رکھتا ہوں کہ ابھی ایک سال پورا نہ ہوگا کہ وہ نشان کو دیکھ لیگا کیونکہ میں اُس زندگی میں سے نور لیتا ہوں جو میرے نبی متبوع کو ملی ہے۔ کوئی نہیں جو اس کا مقابلہ کر سکے۔ اب اگر عیسائیوں میں کوئی طالب حق ہے یا ہندوؤں اور آریوں میں سے سچائی کا متلاشی ہے تو میدان میں نکلے۔ اور اگر اپنے مذہب کو سچا سمجھتا ہے تو بالمقابل نشان دکھلانے کیلئے کھڑا ہو جائے لیکن میں پیشگوئی کرتا ہوں کہ ہرگز ایسا نہ ہوگا بلکہ بدنیتی سے پیچ در پیچ شرطیں لگا کر بات کو ٹال دینگے کیونکہ ان کا مذہب مُردہ ہے اور کوئی ان کیلئے زندہ فیض رسان موجود نہیں جس سے وہ رُوحانی فیض پا سکیں اور نشانوں کے ساتھ چمکتی ہوئی زندگی حاصل کر سکیں۔'' (تریاق القلوب، روحانی خزائن، جلد 15، صفحہ 140)

''میں یقیناً جانتا ہوں کہ ہندوؤں اور عیسائیوں اور سکھوں میں ایک بھی نہیں کہ جو آسمانی نشانوں اور قبولیتوں اور برکتوں میں میرا مقابلہ کر سکے۔ یہ بات ظاہر ہے کہ زندہ مذہب وہی مذہب ہے جو آسمانی نشان ساتھ رکھتا ہو اور کامل امتیاز کا نور اسکے سر پر چمکتا ہو۔ سو وہ اسلام ہے۔ کیا عیسائیوں میں یا سکھوں میں یا ہندوؤں میں کوئی ایسا ہے کہ اِس میں میرا مقابلہ کر سکے؟ سو میری سچائی کیلئے یہ کافی حجت ہے کہ میرے مقابل پر کسی قدم کو قرار نہیں۔ اب جس طرح چاہو اپنی تسلی کر لو کہ میرے ظہور سے وہ پیشگوئی پوری ہوگئی جو براہین احمدیہ میں قرآنی منشاء کے موافق تھی اور وہ یہ ہے۔ هُوَ الَّذِيْٓ اَرْسَلَ رَسُوْلَهٗ بِالْهُدٰى وَدِيْنِ الْحَقِّ لِيُظْهِرَهٗ عَلَى الدِّيْنِ كُلِّهٖ '' (تریاق القلوب، روحانی خزائن، جلد 15، صفحہ 249)

قرآن کریم کی زبان عربی ام الالسنہ

حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے قرآن کریم کی زبان عربی کو ام الالسنہ ثابت فرمایا۔ جس سے اسلام کی صداقت کو چار چاند لگ جاتے ہیں۔ چنانچہ آپ نے عربی زبان کے علاوہ کسی دوسری زبان کو ام الالسنہ ثابت کرنے کا چیلنج دیتے ہوئے مبلغ پانچ ہزار روپے انعام دینے کا وعدہ کرتے ہوئے فرمایا ''لیکن اب ہم پورے طور پر اتمام حجت کیلئے ایک ایسا طریق فیصل لکھتے ہیں جس سے کوئی گریز نہیں کر سکتا اور وہ یہ ہے کہ اگر ہم اس دعوے میں کاذب ہیں کہ عربی میں وہ پانچ فضائل خصوصیت کے ساتھ موجود ہیں جو ہم لکھ چکے ہیں اور کوئی سنسکرت دان وغیرہ اس بات کو ثابت کر سکتا ہے کہ ان کی زبان بھی ان فضائل میں عربی کی شریک و مساوی ہے یا اس پر غالب ہے تو ہم اس کو پانچ ہزار روپیہ بلا توقف دینے کیلئے قطعی اور حتمی وعدہ کرتے ہیں۔'' (منن الرحمن، روحانی خزائن، جلد 9، صفحہ 139)

قرآن کریم کا دیگر مذہبی کتب سے مقابلہ

اسلامی شریعت اور آنحضرت ﷺ کے زندہ جاوید معجزے قرآن کریم کی تبلیغ و اشاعت اور دیگر مذہبی کتب پر اس کی عظمت کو قائم کرنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی بعثت کی اصل غرض تھا۔ ساری زندگی قرآن کریم کی تفسیر اور معارف کو دنیا کے سامنے پیش کرنے میں آپ کی تمام تر توجہ مرکوز رہی ہے۔ جس کا اندازہ اس شعر سے بخوبی لگایا جا سکتا ہے۔

دل میں یہی ہے ہر دم تیرا صحیفہ چوموں
قرآں کے گرد گھوموں کعبہ میرا یہی ہے

آپ کی بعثت کا وقت وہ زمانہ تھا جبکہ آریہ سماج، برہمو سماج اور عیسائی تحریکیں بڑی متحرک تھیں اور ان کا سارا زور مسلمانوں کے خلاف صرف ہو رہا تھا اور قرآن کریم اور بانیٔ اسلام پر ہر طرف سے بارش کے قطروں کی مانند اعتراضات ہو رہے تھے۔ مخالفین اسلام کے حملوں کے آگے مسلمان بالکل بے دست و پا ہو کر رہ گئے تھے اور خود مسلمان اسلام کی نشاۃ ثانیہ سے قطعاً ناامید اور اسکی دوبارہ زندگی سے مایوس ہو چکے تھے اور قرآن مجید کی حقانیت اور آنحضرت ﷺ کی صداقت خود مسلمان کہلانے والوں پر مشتبہ ہو رہی تھی۔ ایسے حالات میں حضرت بانی سلسلہ عالیہ احمدیہ نے بہ بانگ دہل یہ اعلان فرمایا کہ:

''خداوند تعالیٰ نے اس احقر عباد کو اس زمانہ میں پیدا کر کے اور صدہا نشان آسمانی اور خوارق غیبی اور معارف و حقائق مرحمت فرما کر اور صدہا دلائل عقلیہ قطعیہ پر علم بخش کر یہ ارادہ فرمایا ہے کہ تا تعلیمات حقہ قرآنی کو ہر قوم اور ہر ملک میں شائع اور رائج فرماوے اور اپنی حجت ان پر پوری کرے......اور ہر ایک مخالف اپنے مغلوب اور لاجواب ہونے کا آپ گواہ ہو جائے۔'' (براہین احمدیہ، روحانی خزائن، جلد 1 صفحہ 596 حاشیہ در حاشیہ)

حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی کتب اور اشتہارات اس بات پر گواہ ہیں کہ آپ تحریری مذہبی مباحثات میں شیر ببر کی طرح گرجے اور تمام مخالفین اسلام کو مقابلہ کیلئے للکارا اور بار بار چیلنج دیا کہ آؤ اور اپنی اپنی الہامی کتابوں کا قرآن مجید سے مقابلہ کرلو اور بصورت مغلوبیت آپ نے ہزار ہا روپے دینے کا وعدہ بھی کیا۔ لیکن کسی کو آپ کے مقابلے پر آنے کی جرأت نہ ہوئی۔ آپ نے فرمایا:

''اگر اس امر میں شک ہو کہ قرآن شریف کیونکر تمام حقائق الٰہیات پر حاوی ہے تو اس بات کا ہم ہی ذمہ اٹھاتے ہیں کہ اگر کوئی صاحب طالب حق بن کر یعنی اسلام قبول کرنے کا تحریری وعدہ کر کے کسی کتاب عبرانی، یونانی، لاطینی، انگریزی، سنسکرت وغیرہ سے کسی قدر دینی صداقتیں نکال کر پیش کریں یا اپنی ہی عقل کے زور سے کوئی الٰہیات کا نہایت باریک دقیقہ پیدا کر کے دکھلاویں تو ہم اس کو قرآن شریف میں سے نکال دیں گے۔ بشرطیکہ اسی کتاب کی اثنائے طبع میں ہمارے پاس بھیج دیں تا وہ اسکے کسی مقام مناسب میں بطور حاشیہ مندرج ہو کر شائع ہو جائے۔ مگر ایسے سوال کے پیش کرنے میں یہ شرط بھی بخوبی یاد رہے کہ جو صاحب محرک اس بحث کے ہوں وہ اوّل صدق اور صفائی سے کسی اخبار میں شائع کرادیں کہ یہ بحث محض طلبِ حق کی غرض سے کرتے ہیں اور اپنا پورا پورا جواب پانے سے مسلمان ہونے پر مستعد ہیں۔'' (براہین احمدیہ، روحانی خزائن جلد 1 صفحہ 272، 282)

حرفِ آخر

الغرض حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے اپنے قلم سے وہ جہاد کبیر کیا ہے جس سے اسلام کو ساری دنیا میں غلبہ نصیب ہوا۔ آپؑ کی کتاب اسلامی اصول کی فلاسفی ایک معرکۃ الآراء تصنیف ہے۔ جسکے بارے میں اللہ تعالیٰ نے قبل از وقت ہی بتا دیا تھا کہ ''مضمون بالا رہا'' اس کتاب میں اسلام کی تعلیمات اس قدر عمدہ رنگ میں بیان کی گئیں کہ ثابت ہو گیا کہ اسلام ہی زندہ مذہب ہے اور اسی سے دنیا کی اصلاح ہے۔ اس کتاب نے جلسہ اعظم مذاہب لاہور میں سامعین کو اپنی طرف کھینچے رکھا اور اُس وقت سے لے کر آج تک جو بھی اس کتاب کو پڑھتا ہے وہ اسلامی صداقت کا قائل ہو جاتا ہے۔ گویا اس کتاب نے تمام ادیان عالم پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی فضیلت کا سکہ جما دیا ہے۔

باغ مرجھایا ہوا تھا گر گئے تھے سب ثمر
میں خدا کا فضل لایا پھر ہوئے پیدا ثمار
میں وہ پانی ہوں جو آیا آسماں سے وقت پر
میں وہ ہوں نور خدا جس سے ہوا دن آشکار
(درثمین)

دعا ہے کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے جو عظیم الشان قلمی جہاد کر کے تمام ادیان پر اسلام کو جو غلبہ عطا فرمایا ہے اسے ہم قائم رکھنے والے ہوں اور آپ کی بعثت کے مقصد کو امن و آشتی کے ساتھ مکمل کرنے والے ہوں۔ آمین۔

......☆......☆......☆......

کلامُ الامام

تقویٰ میں ترقی کرو

(ملفوظات، جلد 5 صفحہ 435)

طالب دُعا: بشیر احمد مشتاق (سابق صدر جماعت احمدیہ حلقہ اِرم لین) سری نگر، جموں اینڈ کشمیر

کلامُ الامام

نمازوں میں باقاعدگی اختیار کرو

(ملفوظات، جلد 1 صفحہ 263)

طالب دُعا: نصیر احمد، جماعت احمدیہ بنگلور (کرناٹک)

ارشاد حضرت امیر المومنین خلیفۃ المسیح الخامس

اللہ تعالیٰ خلافت اور
جماعت سے جڑنے والوں کی رہنمائی فرماتا ہے

(خطبہ جمعہ 24 مئی 2019)

طالب دعا: شیخ اختر علی، والدہ اور بہن اینڈ فیملی، جماعت احمدیہ سورو (اڈیشہ)

ارشاد حضرت امیر المومنین خلیفۃ المسیح الخامس

اللہ تعالیٰ کے رحم کو جذب کرنے کیلئے
اپنی حالتوں کو سنوارنے کی ضرورت ہے

(خطبہ جمعہ 24 مئی 2019)

طالب دعا: اے شمس العالم ولد مکرم ابوبکر صاحب اینڈ فیملی، جماعت احمدیہ میلا پالم (تامل ناڈو)

ارشاد حضرت امیر المومنین خلیفۃ المسیح الخامس

’’احباب جماعت تقویٰ اور روحانیت میں ترقی کریں
اور یہی جماعت کے قیام کا مقصد ہے‘‘

(پیغام حضور انور بر موقع جلسہ سالانہ سکینڈے نیویا 2018)

طالب دعا: محمد گلزار اینڈ فیملی، جماعت احمدیہ سورو (اڈیشہ)

ارشاد حضرت امیر المومنین خلیفۃ المسیح الخامس

اپنے عملی نمونوں سے اپنے ماحول کو
اسلام کی خوبیوں کے بارے میں بتانا ہے

(اختتامی خطاب بر موقع جلسہ سالانہ بلجیم 2018)

طالب دعا: شیخ غلام احمد، نائب امیر جماعت احمدیہ بھدرک (اڈیشہ)

اخبار بدر خود بھی پڑھیں اور
اپنے دوست احباب کو بھی اسکے پڑھنے کی ترغیب دیں

سیّدنا حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے اخبار بدر کے خصوصی شمارہ دسمبر 2014 کے لئے اپنا پیغام ارسال کرتے ہوئے فرمایا:

’’یہ بات بدر کے ادارہ اور قارئین کو ہمیشہ یاد رکھنی چاہئے کہ یہ اخبار احباب جماعت کی روحانی اصلاح اور ترقی کیلئے جاری کیا گیا تھا اور ہمارے بزرگوں نے باوجود نامساعد حالات کے پوری جانفشانی سے اسے ہمیشہ جاری رکھنے کی سعی کی اور ان کی دعاؤں اور پاک کوششوں کی برکت سے ہی آج تک یہ جاری ہے اور یہ چیز اس بات کا تقاضا کرتی ہے کہ زیادہ سے زیادہ احمدی اسے پڑھیں اور اس سے استفادہ کریں۔ اللہ تعالیٰ اپنے فضل سے ہندوستان کے احمدیوں کو بالخصوص اور باقی دُنیا میں بسنے والے احمدیوں کو بالعموم اس کے مطالعہ کی اور اس سے وابستہ برکتوں کو سمیٹنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین۔‘‘

سیّدنا حضرت اقدس امیر المومنین خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کے اس نہایت اہم اور بصیرت افروز ارشاد کے پیش نظر احباب جماعت احمدیہ بھارت کی خدمت میں گزارش کی جاتی ہے کہ ہر گھر میں اخبار بدر کے مطالعہ کو یقینی بنایا جانا بہت ضروری ہے۔ اخبار بدر میں قرآن وحدیث اور حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے ارشادات عالیہ کے علاوہ حضور انور کے خطبات جمعہ، خطابات، نیز حضور انور کے مختلف ممالک کے بابرکت دوروں کی نہایت دلچسپ اور ایمان افروز رپورٹیں باقاعدگی سے شائع ہوتی ہیں جس کا مطالعہ ہر احمدی کیلئے ضروری ہے۔

اللہ تعالیٰ کے فضل اور سیّدنا حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کی شفقت سے اب یہ اخبار اردو کے علاوہ ہندی، بنگلہ، تامل، تیلگو، ملیالم، اُڑیہ، کنڑ زبانوں میں بھی شائع ہو رہا ہے۔ جن احمدی دوستوں نے اب تک اخبار بدر اپنے نام جاری نہیں کروایا ہے، ان سے درخواست ہے کہ اخبار بدر اپنے نام جاری کروا کر خود بھی اس کا مطالعہ کریں اور اپنے بچوں اور گھر کے دیگر افراد کو بھی اس کے مطالعہ کا موقع فراہم کریں۔ اللہ تعالیٰ ہمیں سیّدنا حضرت امیر المومنین کے ارشادات پر من وعن ان کی حقیقی روح کے مطابق عمل کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین۔

اخبار بدر کے نہ ملنے یا کسی شکایت، نیز چندہ جات کی ادائیگی کے تعلق سے معلومات کیلئے مندرجہ ذیل نمبر یا اِی میل پر رابطہ کریں۔ جزاکم اللہ

(نواب احمد، مینیجر ہفت روزہ اخبار بدر)

+91 94170 20616 managerbadrqnd@gmail.com

میزبان مہمان کے ساتھ گھر کے دروازے تک الوداع کہنے آئے
جب تم میں سے کسی کو کھانے کی دعوت دی جائے تو وہ اسے قبول کرے
مہمان کے لئے یہ مناسب نہیں کہ وہ تین دن سے زیادہ بلا اجازت میزبان کے ہاں ٹھہرا رہے

احادیث نبوی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم

- حضرت ابوہریرہؓ بیان کرتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا کہ میری سنّت میں یہ بات بھی شامل ہے کہ میزبان اعزاز و تکریم کے ارادہ سے مہمان کے ساتھ گھر کے دروازے تک الوداع کہنے آئے۔

(ابن ماجہ، ابواب الاطعمہ، باب الضیافۃ)

- حضرت ابوہریرہؓ بیان کرتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا جب تم میں سے کسی کو کھانے کی دعوت دی جائے تو وہ اسے قبول کرے، اگر روزے سے ہے تو حمد و ثنا اور دعا کرتا رہے اور معذرت کرے اور اگر روزہ دار نہیں تو جو کچھ پیش کیا گیا ہے وہ خوشی سے کھائے۔

(مسلم، کتاب النکاح، باب الامر باجابۃ الداعی الیٰ دعوۃ)

- حضرت شُریحؓ بیان کرتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا کہ جو شخص اللہ تعالیٰ اور یومِ آخرت پر ایمان رکھتا ہے اس کے لئے ضروری ہے کہ وہ مہمان کی عزّت کرے اور ایک دن رات سے تین دن رات تک اُسے مہمان رکھے۔ اگر اس سے زائد عرصہ مہمان اس کے پاس ٹھہرتا ہے اور وہ اس کی مہمان نوازی کرتا ہے تو یہ اس کی طرف سے صدقہ اور نیکی کی بات ہوتی ہے اور مہمان کے لئے یہ مناسب نہیں کہ وہ تین دن سے زیادہ بلا اجازت اس کے ہاں ٹھہرا رہے۔ اور میزبان کو تکلیف میں ڈالے۔

(ابوداؤد، کتاب الاطعمہ، باب فی الضیافۃ، مسند احمد، جلد 3، صفحہ 37)

اسلام کی تبلیغ و اشاعت میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کی جانی قربانیوں کا عظیم الشان نذرانہ

”انہوں نے جس طرح بھیڑ اور بکریوں کی طرح اپنے سروں کو اسلام کی راہ میں کٹوایا اس کے نقوش تاریخ کے صفحات پر ہی نہیں دلوں کی گہرائیوں پر اس طرح ثبت ہیں کہ قیامت تک آنے والی نسلیں اُن کی شاندار قربانیوں کو کبھی فراموش نہیں کرسکتیں“

(طاہر احمد چیمہ استاذ جامعہ احمدیہ قادیان)

صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کی اسلام اور بانی اسلام پر فدائیت کا کیا عالم تھا اس کی ایک جھلک سیّدنا حضرت مصلح موعود رضی اللہ عنہ کے ارشاد سے پیش ہے۔ حضور فرماتے ہیں:

مدینہ آنے کے بعد جب رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ خبر ملی کہ شام سے کفّار کا ایک تجارتی قافلہ ابوسفیان کی سرکردگی میں آرہا ہے اور وہ راستہ میں تمام عرب قبائل کو مسلمانوں کے خلاف بھڑکاتا آرہا ہے تو آپ نے ضروری سمجھا کہ اُس کی شرارتوں کا سدباب کیا جائے۔ چنانچہ آپ صحابہؓ کی ایک جماعت کو اپنے ساتھ لے کر مدینہ سے چل پڑے۔ چونکہ یہ ایک چھوٹا سا قافلہ تھا، اس لئے مسلمانوں نے اس کو کوئی زیادہ اہمیت نہ دی اور انہوں نے سمجھا کہ تھوڑے سے آدمی بھی اگر چلے گئے تو اس قافلہ کا آسانی کے ساتھ مقابلہ کیا جاسکتا ہے۔ مگر اللہ تعالیٰ کی طرف سے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو خبر دے دی گئی کہ اصل مقابلہ اس تجارتی قافلہ سے نہیں بلکہ کفار کے ایک بڑے لشکر سے مقدر ہے جو مکہ سے اس قافلہ کی مدد کیلئے آرہا ہے۔ مگر ساتھ ہی اللہ تعالیٰ نے آپ کو اس راز کے انکشاف کی ممانعت فرمادی۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ چاہتا تھا کہ صحابہؓ کا امتحان لے اور اُن کے اعلیٰ درجہ کے ایمان اور اُن کی قربانیوں کے اَنْ مٹ نقوش کو صفحہ عالم پر ثبت کردے اور اُن کا اخلاص لوگوں کیلئے ایک زندہ نمونہ کا کام دے جو آنے والی نسلوں کی مُردہ عروق میں بھی زندگی کا خون دوڑا دے۔ جب مدینہ سے کئی منزل دُور آپ پہنچ گئے تو آپ نے صحابہؓ کو جمع کیا اور انہیں بتایا کہ اللہ تعالیٰ کا منشا یہ ہے کہ تمہارا کفار مکہ کے ایک بڑے لشکر سے مقابلہ ہو۔ اب بتاؤ کہ تمہاری کیا رائے ہے۔ مہاجرین میں سے ایک ایک صحابی اٹھتا اور کہتا یا رسول اللہ مشورہ کا کیا سوال ہے۔ آگے بڑھیئے اور دشمن کا مقابلہ کیجئے ہم آپ کے ساتھ ہیں اور اپنی جانیں قربان کرنے کیلئے تیار ہیں۔ مگر جب بھی کوئی مہاجر بیٹھ جاتا، آپ پھر فرماتے اَے لوگو مجھے مشورہ دو۔ انصار جو ایک بڑی سمجھدار اور قربانی کرنے والی قوم تھی اُس کے افراد ابھی خاموش تھے کیونکہ وہ سمجھتے تھے کہ اگر ہم نے یہ کہا کہ ہم لڑنے کیلئے تیار ہیں تو چونکہ کفّار مکّہ اِن مہاجرین کے رشتہ دار ہیں۔ اُن میں سے کوئی اِن کا باپ ہے کوئی بیٹا ہے کوئی بھائی ہے کوئی ماموں ہے کوئی چچا ہے، اِس لئے ہمارا جوش اِن پر گراں گزرے گا اور یہ سمجھیں گے کہ انہیں ہمارے رشتہ داروں کو مارنے میں بڑا مزہ آتا ہے۔ مگر جب رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے بار بار فرمایا کہ اَے لوگو مجھے مشورہ دو تو ایک انصاری کھڑے ہوئے اور انہوں نے کہا یا رسول اللہ مشورہ تو آپ کو مل رہا ہے۔ مگر آپ جو بار بار مشورہ طلب فرمارہے ہیں تو شاید آپ کی مُراد ہم انصاری ہے کہ اِس بارہ میں ہماری کیا رائے ہے؟ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ٹھیک ہے۔ انہوں نے کہا یا رسول اللہ! جب ہم مکّہ مکرّمہ میں گئے تھے اور ہمیں آپ کی بیعت کی سعادت حاصل ہوئی تھی تو اُس وقت ہم نے آپ سے درخواست کی تھی کہ آپ مدینہ تشریف لے آئیں۔ آپ نے ہماری درخواست کو قبول فرمایا اور ہم نے یہ معاہدہ کیا کہ اگر مدینہ پر کسی دشمن نے حملہ کیا تو ہم اپنی جانیں اور اپنے اموال قربان کر کے آپ کی حفاظت کریں گے لیکن اگر مدینہ سے باہر مقابلہ ہوا تو پھر ہم پر کوئی پابندی نہیں ہوگی۔ اَب چونکہ مدینہ سے باہر مقابلہ ہورہا ہے اس لئے شاید آپ کا اشارہ اُس معاہدہ کی طرف ہے اور آپ ہم سے یہ دریافت کرنا چاہتے ہیں کہ اَب اس معاہدہ کے مطابق ہماری کیا رائے ہے؟ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تم درست سمجھتے ہو۔ میرا اشارہ اسی معاہدہ کی طرف تھا۔ انہوں نے کہا یا رسول اللہ! اس معاہدہ کا خیال جانے دیجئے جب ہم نے یہ معاہدہ کیا تھا اس وقت ابھی ہم پر آپ کی پوری شان ظاہر نہیں ہوئی تھی مگر اَب ہم نے دیکھ لیا ہے کہ آپ کی کیا شان ہے اور آپ کتنی بڑی عظمت اور جاہ و جلال کے نبی ہیں۔ اَب کسی معاہدہ کا سوال نہیں۔ یا رسول اللہ چند منزل کے فاصلہ پر سمندر ہے آپ حکم دیں تو ہم اپنے گھوڑے اُس میں ڈالنے کیلئے تیار ہیں اور یا رسول اللہ اگر لڑائی ہوئی تو خدا کی قسم ہم آپ کے دائیں بھی لڑیں گے اور بائیں بھی لڑیں گے آگے بھی لڑیں گے اور پیچھے بھی لڑیں گے اور دشمن اس وقت تک آپ تک نہیں پہنچ سکتا جب تک وہ ہماری لاشوں کو روندتا ہوا نہ گزرے۔ یہ وہ اخلاص تھا جس کا نمونہ انصار نے دکھایا اور یہ وہ جذبہ فدائیت تھا جس کا انہوں نے مظاہر کیا۔ اور پھر انہوں نے جس طرح بھیڑ اور بکریوں کی طرح اپنے سروں کو اسلام کی راہ میں کٹوایا اس کے نقوش تاریخ کے صفحات پر ہی نہیں دلوں کی گہرائیوں پر اس طرح ثبت ہیں کہ قیامت تک آنے والی نسلیں اُن کی شاندار قربانیوں کو کبھی فراموش نہیں کرسکتیں۔ اس واقعہ کو دیکھو اور پھر موسیٰؑ کے ساتھیوں کے جواب کے ساتھ اس کا مقابلہ کرو تو تمہیں معلوم ہوگا کہ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی قوتِ قدسیہ سے کیسے شاندار پھل پیدا کئے تھے۔ موسیٰؑ نے جب اپنی قوم سے کہا کہ کنعان کی سرزمین پر حملہ کرنے کیلئے تیار ہوجاؤ تو انہوں نے کہا کہ اَے موسیٰؑ! تُو اور تیرا ربّ دونوں جاؤ اور دشمنوں سے لڑتے پھرو ہم تو یہیں بیٹھے ہیں۔ مگر انصار نے یہ نہیں کہا کہ ہم معاہدہ کے مطابق مدینہ میں بیٹھ کر آپ کی حفاظت کریں گے۔ مدینہ سے باہر ہم آپ کی حفاظت کے پابند نہیں بلکہ انہوں نے قربانیوں کی آگ میں اپنے آپ کو بلا دریغ جھونک دیا اور خون کے دریا میں تیر کر اپنے ربّ کے قرب کو حاصل کرلیا۔

(تفسیر کبیر، جلد 6، صفحہ 165 تا 167)

ذیل میں بعض صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کی جانی قربانیوں کے کچھ ایمان افروز واقعات پیش ہیں۔

ہجرت مدینہ کے ساتویں سال فروری 629ء میں معاہدہ کی رُو سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے دو ہزار صحابہ کے ساتھ کعبہ کا طواف کیا۔ سیّدنا حضرت مصلح موعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

جب آپ زیارت کعبہ سے واپس آئے تو آپ کو اطلاعات ملنی شروع ہوئیں کہ شام کی سرحد پر عیسائی عرب قبائل یہودیوں اور کفار کے اُکسانے پر مدینہ پر حملہ کی تیاریاں کررہے ہیں۔ چنانچہ آپ نے پندرہ آدمیوں کی ایک پارٹی اس غرض کیلئے شام کی سرحد پر بھجوائی کہ وہ تحقیقات کریں کہ یہ افواہیں کہاں تک صحیح ہیں۔ جب یہ لوگ شامی سرحد پر پہنچے تو وہاں دیکھا کہ ایک لشکر جمع ہورہا ہے۔ بجائے اسکے کہ یہ لوگ واپس آکر رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو خبر دیتے تبلیغ کا جوش جو اُس زمانہ میں مؤمن کی سچی علامت ہوا کرتا تھا اُن پر غالب آگیا اور دلیری سے آگے بڑھ کر انہوں نے اُن لوگوں کو اسلام کی دعوت دینی شروع کردی۔ جو لوگ دشمنوں کے اُکسائے ہوئے محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے وطن پر حملہ کرکے اُسے فتح کرنا چاہتے تھے وہ اِن لوگوں کی توحید کی تعلیم سے بھلا کہاں متأثر ہوسکتے تھے۔ جونہی اِن لوگوں نے اُن کو اسلام کی تعلیم سنانی شروع کی چاروں طرف سے سپاہیوں نے کمانیں سنبھال لیں اور اُن پر تیر برسانے شروع کردیئے۔ جب مسلمانوں نے دیکھا کہ ہماری تبلیغ کا جواب بجائے دلائل اور براہین پیش کرنے کے یہ لوگ تیر پھینک رہے ہیں تو وہ بھاگے نہیں اور اس سینکڑوں اور ہزاروں کے مجمع سے انہوں نے اپنی جانیں نہیں بچائیں بلکہ سچے مسلمانوں کے طور پر وہ پندرہ آدمی ان سینکڑوں ہزاروں آدمیوں کے مقابلہ پر ڈٹ گئے اور سارے کے سارے وہیں مر کر ڈھیر ہوگئے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے چاہا کہ ایک اَور لشکر بھیج کر ان لوگوں کو سزا دیں جنہوں نے ایسا ظالمانہ فعل کیا تھا۔ اتنے میں آپ کو اطلاع ملی کہ وہ لشکر جو وہاں جمع ہورہے تھے پراگندہ ہوگئے ہیں اور آپ

نے کچھ مدت کیلئے اس ارادہ کو ملتوی کر دیا۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اسی دوران میں غسان قبیلہ کے رئیس کو جو رومی حکومت کی طرف سے بصرہ کا حاکم تھا یا خود قیصر روما کو ایک خط لکھا۔ غالباً اس خط میں مذکورہ بالا واقعہ کی شکایت ہوگی کہ بعض شامی قبائل اسلامی علاقہ پر حملہ کرنے کی تیاریاں کر رہے ہیں اور یہ کہ انہوں نے بلا وجہ پندرہ مسلمانوں کو قتل کر دیا ہے۔ یہ خط الحرث نامی ایک صحابی کے ہاتھ بھجوایا گیا تھا۔ وہ شام کی طرف جاتے ہوئے موتہ نامی ایک مقام پر ٹھہرے جہاں غسان قبیلہ کا ایک رئیس سرجیل نامی جو قیصر کے مقرر کردہ حکام میں سے تھا اُنہیں ملا اور اُس نے ان سے پوچھا کہ تم کہاں جا رہے ہو؟ شاید تم رسول اللہ ﷺ کے پیغامبر ہو؟ انہوں نے کہا ہاں۔ اس پر اُس نے ان کو گرفتار کر لیا اور رسیوں سے باندھ کر مار مار کر انہیں مار دیا۔ گو تاریخ میں اس کی تشریح نہیں آئی لیکن یہ واقعہ بتاتا ہے کہ جس لشکر نے پہلے پندرہ صحابیوں کو مارا تھا یہ شخص اسکے لیڈروں میں سے ہوگا۔ چنانچہ اس کا یہ سوال کرنا کہ شاید تم محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پیغامبروں میں سے ہو بتاتا ہے کہ اُس کو خوف تھا کہ محمد رسول اللہ قیصر کے پاس شکایت کریں گے کہ تمہارے علاقہ کے لوگ ہمارے علاقہ کے لوگوں پر حملہ کرتے ہیں اور وہ ڈرتا ہوگا کہ شاید بادشاہ اس کی وجہ سے ہم سے باز پُرس نہ کرے۔ پس اُس نے اپنی خیر اسی میں سمجھی کہ پیغامبر کو مار دے تاکہ نہ پیغام پہنچے اور نہ کوئی تحقیقات ہو۔

زید بن حارثہؓ، جعفر بن ابی طالبؓ عبداللہ بن رواحہؓ کی عظیم الشان شہادت

مگر اللہ تعالیٰ نے اُس کے ان بد ارادوں کو پورا نہ ہونے دیا اور رسول اللہ ﷺ کو حرثؓ کے مارے جانے کی خبر کسی نہ کسی طرح پہنچ ہی گئی اور آپ نے اس پہلے واقعہ اور اس واقعہ کی سزا دینے کیلئے تین ہزار کا لشکر تیار کر کے زید بن حارثہؓ (جو آپ کے آزاد کردہ غلام تھے اور جن کا آپ کی مکی زندگی میں ذکر آچکا ہے) کی ماتحتی میں شام کی طرف بھجوایا اور حکم دیا کہ زید بن حارثہؓ فوج کے کمانڈر رہوں گے اور اگر وہ مارے گئے تو جعفر بن ابی طالب کمانڈر ہوں گے اور اگر وہ مارے گئے تو عبداللہ بن رواحہؓ کمانڈر ہوں گے اور اگر وہ بھی مارے جائیں تو مسلمان اپنے میں سے کسی کو منتخب کر کے اپنا افسر بنا لیں۔ اُس وقت ایک یہودی آپ کی مجلس میں بیٹھا ہوا تھا۔ اُس نے کہا اے ابو القاسم! اگر آپ سچے ہیں تو یہ تینوں آدمی ضرور مارے جائیں گے۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ اپنے نبیوں کے منہ سے نکلی ہوئی باتوں کو پورا کر دیا کرتا ہے۔ پھر وہ زیدؓ کی طرف مخاطب ہوا اور کہا میں تم سے سچ سچ کہتا ہوں اگر محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم خدا کے سچے نبی ہیں تو تم کبھی زندہ واپس نہیں آؤ گے۔ زیدؓ نے جواب میں کہا میں واپس آؤں یا نہ آؤں مگر محمد رسول اللہ ﷺ خدا کے سچے نبی ہیں۔ دوسرے دن صبح کے وقت یہ لشکر روانہ ہوا اور رسول کریم ﷺ اور صحابہ اس کو چھوڑنے کیلئے گئے۔ رسول اللہ ﷺ کی زندگی میں آپ کی افسری کے بغیر اتنا بڑا لشکر کسی مسلمان جرنیل کے ماتحت کسی اہم کام کیلئے نہیں گیا تھا۔ رسول کریم ﷺ اس لشکر کے ساتھ ساتھ چلتے جاتے تھے اور انہیں نصیحتیں کرتے جاتے تھے۔ آخر مدینہ کے باہر اُس مقام پر جا کر جہاں سے آپ مدینہ میں داخل ہوئے تھے اور جس جگہ پر عام طور پر مدینہ والے اپنے مسافروں کو رخصت کیا کرتے تھے، آپ کھڑے ہو گئے اور کہا میں تم کو اللہ کے تقویٰ کی نصیحت کرتا ہوں اور تمہارے ساتھ جتنے مسلمان ہیں اُن سے نیک سلوک کرنے کی۔ تم اللہ کا نام لے کر جنگ پر جاؤ اور تمہارے اور خدا کے دشمن جو شام میں ہیں اُن سے جا کر لڑائی کرو۔ جب تم شام میں پہنچو گے تو وہاں تمہیں ایسے لوگ ملیں گے جو عبادت گاہوں میں بیٹھ کر خدا کا نام لیتے ہیں تم اُن سے کسی قسم کا تعرض نہ کرنا اور نہ اُنہیں تکلیف پہنچانا اور نہ دشمن کے ملک میں کسی عورت کو مارنا اور نہ کسی بچے کو مارنا اور نہ کسی اندھے کو مارنا اور نہ کسی بڈھے کو مارنا۔ نہ کوئی درخت کاٹنا نہ عمارت گرانا۔ یہ نصیحت کر کے رسول اللہ ﷺ وہاں سے واپس لوٹے اور اسلامی لشکر شام کی طرف روانہ ہوا۔ یہ پہلا لشکر تھا جو اسلام کی طرف سے عیسائیت کے مقابلہ کیلئے نکلا۔ جب یہ لشکر شام کی سرحد پر پہنچا تو اسے معلوم ہوا کہ قیصر بھی اِس طرف آیا ہوا ہے اور ایک لاکھ رومی سپاہی اسکے ساتھ ہیں اور ایک لاکھ کے قریب عرب کے عیسائی قبائل کے سپاہی بھی اسکے ساتھ ہیں۔ اس پر مسلمانوں نے چاہا کہ وہ راستہ میں ڈیرہ ڈال دیں اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اطلاع دیں تاکہ اگر آپ نے کوئی اور مدد بھیجنی ہو تو بھیج دیں اور اگر کوئی حکم دینا ہو تو اس سے اطلاع دیں۔ جب یہ مشورہ ہو رہا تھا عبداللہ بن رواحہؓ جوش سے کھڑے ہو گئے اور کہا اے قوم! تم اپنے گھروں سے خدا کے راستہ میں شہید ہونے کیلئے نکلے تھے اور جس چیز کیلئے تم نکلے تھے اب اُس سے گھبرا رہے ہو اور ہم لوگوں سے اپنی تعداد اور اپنی قوت اور اپنی کثرت کی وجہ سے تو لڑائیاں نہیں کرتے رہے۔ ہم تو اس دین کی مدد کیلئے دشمنوں سے لڑتے رہے ہیں جو خدا تعالیٰ نے اپنے فضل سے ہمارے لئے نازل کیا ہے۔ اگر دشمن زیادہ ہے تو ہوا کرے۔ آخر دو نیکیوں میں سے ہم کو ایک ضرور ملے گی یا ہم غالب آجائیں گے یا ہم خدا کی راہ میں شہید ہو جائیں گے۔ لوگوں نے اُن کی یہ بات سن کے کہا ابن رواحہؓ بالکل سچ کہتے ہیں اور فوراً کوچ کا حکم دے دیا گیا۔ جب وہ آگے بڑھے تو رومی لشکر انہیں اپنی طرف بڑھتا ہوا نظر آیا تو مسلمانوں نے موتہ کے مقام پر اپنی فوج کی صف بندی کر لی اور لڑائی شروع ہوگئی۔ تھوڑی ہی دیر میں زید بن حارثہؓ جو مسلمانوں کے کمانڈر تھے مارے گئے تب اسلامی فوج کا جھنڈا جعفر بن ابی طالبؓ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے چچا زاد بھائی نے اپنے ہاتھ میں لے لیا اور فوج کی کمان سنبھال لی۔ جب اُنہوں نے دیکھا کہ دشمن کی فوج کا ریلا بڑھتا چلا جاتا ہے اور مسلمان اپنی تعداد کی قلت کی وجہ سے ان کے دباؤ کو برداشت نہیں کر سکتے تو آپ جوش سے گھوڑے سے کود پڑے اور اپنے گھوڑے کی ٹانگیں کاٹ دیں۔ جس کے معنی یہ تھے کہ کم سے کم میں تو اس میدان سے بھاگنے کے لئے تیار نہیں ہوں میں موت کو پسند کروں گا مگر بھاگنے کو پسند نہیں کروں گا۔ یہ ایک عربی رواج تھا۔ وہ گھوڑے کی ٹانگیں اِس لئے کاٹ دیتے تھے تاکہ وہ بغیر سوار کے اِدھر اُدھر بھاگ کر لشکر میں تباہی نہ مچائے۔ تھوڑی دیر کی لڑائی میں آپ کا دایاں بازو کاٹا گیا۔ تب آپ نے بائیں ہاتھ سے جھنڈا پکڑ لیا۔ پھر آپ کا بایاں ہاتھ بھی کاٹا گیا تو آپ نے دونوں ہاتھ کے ٹنڈوں سے جھنڈے کو اپنے سینہ سے لگا لیا اور میدان میں کھڑے رہے یہاں تک کہ آپ شہید ہو گئے۔ تب عبداللہ بن رواحہؓ نے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم کے ماتحت جھنڈے کو پکڑ لیا اور وہ بھی دشمن سے لڑتے لڑتے مارے گئے۔ اُس وقت مسلمانوں کیلئے کوئی موقع نہ تھا کہ وہ مشورہ کر کے کسی کو اپنا سردار مقرر کرتے اور قریب تھا کہ دشمن کے لشکر کی کثرت کی وجہ سے مسلمان میدان چھوڑ جاتے کہ خالد بن ولید نے ایک دوست کی تحریک پر جھنڈا پکڑ لیا اور شام تک دشمن کا مقابلہ کرتے رہے۔

دوسرے دن پھر خالد اپنے تھکے ہوئے اور زخم خوردہ لشکر کو لے کر دشمن کے مقابلہ کیلئے نکلے اور انہوں نے یہ ہوشیاری کی کہ لشکر کے اگلے حصہ کو پیچھے کر دیا اور پچھلے حصہ کو آگے کر دیا اور دائیں کو بائیں اور بائیں کو دائیں اور اس طرح نعرے لگائے کہ دشمن سمجھا کہ مسلمانوں کو اَور مدد پہنچ گئی ہے۔ اس پر دشمن پیچھے ہٹ گیا اور خالدؓ اسلامی لشکر کو بچا کر واپس لے آئے۔

رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو اللہ تعالیٰ نے اس واقعہ کی خبر اُسی دن وحی کے ذریعہ سے دے دی اور آپ نے اعلان کر کے سب مسلمانوں کو مسجد میں جمع کیا۔ جب آپ ممبر پر چڑھے تو آپ کی آنکھوں سے آنسو بہہ رہے تھے۔ آپ نے فرمایا اے لوگو! میں تم کو اس جنگ میں جانے والے لشکر کے متعلق خبر دیتا ہوں۔ وہ لشکر یہاں سے جا کر دشمن سے مقابل کھڑا ہوا اور لڑائی شروع ہونے پر پہلے زیدؓ مارے گئے پس تم لوگ زیدؓ کیلئے دعا کرو۔ پھر جھنڈا جعفرؓ نے لے لیا اور دشمن پر حملہ کیا یہاں تک کہ وہ بھی شہید ہو گئے پس تم اُن کیلئے بھی دعا کرو۔ پھر جھنڈا عبداللہ بن رواحہؓ نے لیا اور خوب دلیری سے لشکر کو لڑایا مگر آخر وہ بھی شہید ہو گئے پس تم اُن کیلئے بھی دعا کرو۔ پھر جھنڈا خالد بن ولیدؓ نے لیا۔ اُسکو میں نے کمانڈر مقرر نہیں کیا تھا مگر اُس نے خود ہی اپنے آپ کو کمانڈر مقرر کر لیا۔ لیکن وہ خدا تعالیٰ کی تلواروں میں سے ایک تلوار ہے۔ پس وہ خدا تعالیٰ کی مدد سے اسلامی لشکر کو بحفاظت واپس لے آئے۔ آپ کی اِس تقریر کی وجہ سے خالدؓ کا نام مسلمانوں میں سیف اللہ یعنی خدا کی تلوار مشہور ہو گیا۔

(دیباچہ تفسیر القرآن، صفحہ 313 تا 317)

حضرت شماس بن عثمان رضی اللہ عنہ

آپؓ بنو مخزوم میں سے تھے اور اسلام کے آغاز میں ہی مسلمان ہو گئے تھے۔ آپؓ کا نام شماس آپکے چہرے کی سرخ و سفید رنگت کی وجہ سے تھا گویا کہ آپ سورج کی مانند ہیں۔

حضرت شماس بن عثمان غزوہ بدر اور اُحد

میں شامل ہوئے۔ آپ غزوہ اُحد میں بہت جانفشانی سے لڑے۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ میں نے شماس بن عثمان کو ڈھال کی مانند پایا ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم دائیں یا بائیں جس طرف بھی نظر اٹھاتے شماس کو وہیں پاتے جو جنگ اُحد میں اپنی تلوار سے مدافعت کر رہے تھے یہاں تک کہ پتھر لگنے کی وجہ سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر غشی طاری ہو گئی۔ حضرت شماس نے اپنے آپ کو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے ڈھال بنا لیا تھا یہاں تک کہ آپ شدید زخمی ہو گئے اور آپ کو اسی حالت میں مدینہ اٹھا کر لایا گیا۔ آپ میں ابھی کچھ جان باقی تھی۔ آپ کو حضرت عائشہ کے ہاں لے جایا گیا۔ حضرت اُمّ سلمہ نے کہا کہ کیا میرے چچازاد بھائی کو میرے سوا کسی اور کے ہاں لے جایا جائے گا؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ انہیں حضرت اُمّ سلمہ کے پاس اٹھا کر لے جاؤ۔ پس آپ کو وہیں لے جایا گیا اور آپ نے انہی کے گھر وفات پائی۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم سے حضرت شماس کو مقام اُحد میں لے جا کر انہی کپڑوں میں دفن کیا گیا۔ جب جنگ کے بعد آپ کو زخمی حالت میں اٹھا کر مدینہ لایا گیا تھا تو وہاں ایک دن اور ایک رات تک زندہ رہے تھے اور اس دوران کہا جاتا ہے کہ انہوں نے کچھ کھایا پیا نہیں، انتہائی کمزوری کی حالت تھی بلکہ بیہوشی کی حالت تھی۔ حضرت شماس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی وفات 34 سال کی عمر میں ہوئی۔ (خطبہ جمعہ 31/اگست 2018ء اخبار بدر 29/نومبر 2018ء)

حضرت عاصم بن ثابت رضی اللہ عنہ

حضرت عاصمؓ بن ثابت کے والد کا نام ثابت بن قیس تھا اور والدہ شَمُوس بنت ابو عامر تھیں۔ غزوہ اُحد کے موقع پر جب کفار کے اچانک شدید حملے کی وجہ سے مسلمانوں میں بھگدڑ مچی تو حضرت عاصمؓ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ثابت قدم رہے۔ انہوں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے موت پر بیعت کی تھی۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے نامزد تیر اندازوں میں یہ شامل تھے۔ ان کا تعلق قبیلہ اَوس سے تھا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے بدر والے دن صحابہؓ سے پوچھا کہ جب تم دشمن کے مدّمقابل آؤ گے تو اُن سے کیسے لڑو گے؟ حضرت عاصم نے عرض کیا یا رسول اللہ جب کوئی قوم اتنی قریب آ جائے گی کہ ان تک تیر پہنچ سکیں تو ان پر تیر برسائے جائیں گے۔ پھر جب وہ ہمارے اور قریب آ جائیں کہ ان تک پتھر پہنچ سکیں تو ان پر پتھر پھینکتے جائیں گے۔ پھر آپ نے تین پتھر ایک ہاتھ میں اٹھائے اور دو دوسرے میں اور پھر کہا کہ جب وہ ہمارے اتنے قریب آ جائیں کہ ہمارے نیزے ان تک پہنچ سکیں تو ان کے ساتھ نیزہ بازی کی جائے گی۔ پھر جب نیزے بھی ٹوٹ جائیں گے تو انہیں تلواروں کے ذریعہ قتل کیا جائے گا۔ اس پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اسی طرح جنگ لڑی جاتی ہے۔ اور پھر آپ نے فرمایا کہ جو کوئی جنگ کرے تو عاصم کے بتائے ہوئے طریق کے مطابق جنگ کرے۔

ایک روایت میں آتا ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ اُحد والے دن اپنی تلوار کے ساتھ واپس آئے جو کثرتِ قتال کی وجہ سے مڑ چکی تھی۔ حضرت علیؓ نے حضرت فاطمہ سے کہا کہ اس قابل ستائش تلوار کو رکھو یہ میدان جنگ میں خوب کام آئی ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے ان کی یہ بات سنی۔ اس پر آپؐ نے فرمایا کہ اگر تم نے آج کمال کی تلوار زنی کی ہے تو سہل بن حُنَیف اور ابودُجانہ اور عاصم بن ثابت اور حارث بن صِمّہ نے بھی تلوار زنی میں کمال دکھایا ہے۔

ماہِ صفر چار ہجری کی بات ہے کہ قبائل عَضَل اور قارَہ کے چند لوگ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کیا کہ ہمارے قبائل میں بہت سے آدمی اسلام کی طرف مائل ہیں آپ صلی اللہ علیہ وسلم چند آدمی ہمارے ساتھ روانہ فرمائیں جو ہمیں مسلمان بنائیں اور اسلام کی تعلیم دیں۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے دس صحابیوں کی ایک جماعت ان کے ساتھ روانہ فرمائی اور ان پر عاصم بن ثابت کو امیر مقرر فرمایا۔ لیکن دراصل جیسا کہ بعد میں معلوم ہوا کہ یہ لوگ جھوٹے تھے اور بنو لِحْیَان کی انگیخت پر مدینہ میں آئے تھے جنہوں نے اپنے رئیس سفیان بن خالد کے قتل کا بدلہ لینے کیلئے یہ چال چلی تھی کہ اس بہانے سے مسلمان مدینہ سے نکلیں تو ان پر حملہ کر دیا جائے اور بنو لِحْیَان نے اس خدمت کے معاوضہ میں عَضَل اور قارَہ کے لوگوں کیلئے بہت سے اونٹ انعام کے طور پر مقرر کئے تھے۔ جب عَضَل اور قارہ کے یہ غدار لوگ عُسفَان اور مکہ کے درمیان پہنچے تو انہوں نے بنو لِحْیَان کو خفیہ خفیہ اطلاع بھجوا دی کہ مسلمان ہمارے ساتھ آ رہے ہیں تم (ان کو قتل کرنے کیلئے) آ جاؤ جس پر قبیلہ بنو لِحْیَان کے دو سو نوجوان جن میں سے ایک سو تیر انداز تھے مسلمانوں کے تعاقب میں نکل کھڑے ہوئے اور مقام رجیع میں ان کو آ پکڑا۔ دس آدمی جو مسلمان تھے وہ دو سو سپاہیوں کا کیا مقابلہ کر سکتے تھے لیکن مسلمانوں کو ہتھیار ڈالنے کی تعلیم نہیں دی گئی تھی۔ فوراً یہ صحابی ایک قریب کے ٹیلے پر چڑھ کر مقابلے کے واسطے تیار ہو گئے۔ کفار نے جن کے نزدیک دھوکہ دینا کوئی معیوب فعل نہیں تھا ان کو آواز دی کہ تم پہاڑی پر سے نیچے اتر آؤ ہم تم سے پختہ عہد کرتے ہیں کہ تمہیں قتل نہیں کریں گے۔ عاصم نے جواب دیا کہ ہمیں تمہارے عہد و پیمان کا کوئی اعتبار نہیں ہے۔ ہم تمہاری اس ذمہ داری پر نہیں اتر سکتے۔ اور پھر آسمان کی طرف منہ اٹھا کر کہا کہ اے اللہ! تو ہماری حالت دیکھ رہا ہے۔ اپنے رسول کو ہماری اس حالت سے اطلاع پہنچا دے۔ غرض عاصم اور اس کے ساتھیوں نے مقابلہ کیا۔ بالآخر لڑتے لڑتے شہید ہوئے۔

جب قریش مکہ کو یہ اطلاع ملی کہ جو لوگ بنو لِحْیَان کے ہاتھ سے رجیع میں شہید ہوئے تھے ان میں عاصم بن ثابت بھی تھے تو چونکہ عاصم نے بدر کے موقع پر قریش کے ایک بڑے رئیس کو قتل کیا تھا اس لئے انہوں نے رجیع کی طرف خاص آدمی روانہ کئے اور آدمیوں کو تاکید کی کہ عاصم کا سر یا جسم کا کوئی عضو کاٹ کر اپنے ساتھ لائیں تا کہ انہیں تسلی ہو اور ان کا جذبہ انتقام تسکین پائے۔ ایک روایت میں یہ بھی آتا ہے کہ جس شخص کو عاصم نے قتل کیا تھا اس کی ماں سُلَافَہ بنت سعد نے یہ نذر مانی تھی کہ وہ اپنے بیٹے کے قاتل کی کھوپڑی میں شراب ڈال کر پیئے گی۔ لیکن خدائی تصرف ایسا ہوا کہ یہ لوگ وہاں پہنچے تو کیا دیکھتے ہیں کہ زنبوروں، بھڑوں اور شہد کی مکھیوں کے جھنڈ عاصم کی لاش پر ڈیرہ ڈالے بیٹھے ہیں اور کسی طرح سے وہاں سے اٹھنے میں نہیں آتے۔ ان لوگوں نے بڑی کوشش کی کہ یہ زنبور اور مکھیاں وہاں سے اڑ جائیں مگر کوئی کوشش کامیاب نہ ہوئی۔ آخر مجبور ہو کر یہ لوگ خائب و خاسر واپس لوٹ گئے۔

ایک اور روایت میں آتا ہے کہ حضرت عاصمؓ دشمن کے مقابلے میں تیر برساتے جاتے اور ساتھ یہ شعر پڑھتے جاتے تھے کہ:

اَلْمَوْتُ حَقٌّ وَالْحَیٰوۃُ بَاطِلُ
وَكُلُّ مَا قَضَى الْاِلٰهُ نَازِلُ
بِالْمَرْءِ وَالْمَرْءُ اِلَيْهِ اٰئِلُ

یعنی موت برحق ہے اور زندگی بیکار ہے اور خدا کسی انسان کے بارے میں جو فیصلہ کرے وہی نازل ہونے والا ہے اور اس انسان کو بھی اس فیصلہ کو قبول کرنا ہوگا۔ جب حضرت عاصم کے تیر ختم ہو گئے تو وہ نیزے سے لڑنے لگے۔ نیزہ بھی ٹوٹ گیا تو تلوار نکال لی اور لڑتے لڑتے جان دے دی۔ (خطبہ جمعہ 24/اگست 2018ء اخبار بدر 13 ستمبر 2018)

حضرت حارثہ بن سُراقہ رضی اللہ عنہ

ان کی والدہ رُبَیِّع بنتِ نَضر حضرت انس بن مالک کی پھوپھی تھیں۔ ہجرت سے پہلے والدہ کے ساتھ مشرف بہ اسلام ہوئے جبکہ آپ کے والد وفات پا چکے تھے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے آپ کے اور حضرت سَائِب بن عُثمان بن مَظعُون کے درمیان عقد مؤاخات کیا تھا۔ حضرت حارثہ بن سراقہ اپنی والدہ سے بہت حسن سلوک سے کام لینے والے تھے یہاں تک کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میں جنت میں داخل ہوا تو وہاں حَارِثہ کو دیکھا۔ حَبّان بن عَرِقَہ نے بدر کے دن آپ کو شہید کیا۔ اس نے انہیں اس وقت تیر مارا جبکہ آپ حوض سے پانی پی رہے تھے۔ وہ تیر آپ کی گردن پر لگا جس سے آپ شہید ہو گئے۔ حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم پیدل چل رہے تھے کہ حارثہؓ آپ کے سامنے آئے۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے فرمایا کہ اَے حارثہ! تم نے کس حال میں صبح کی۔ انہوں نے عرض کیا کہ میں نے اس حال میں صبح کی کہ مَیں یقیناً اللہ پر حقیقی ایمان رکھتا ہوں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا دیکھو کیا کہہ رہے ہو کیونکہ ہر بات کی ایک حقیقت ہوتی ہے۔ اس نوجوان نے عرض کی یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! میرا دل دُنیا سے بے رغبت ہو گیا ہے۔ میں رات بھر جاگتا ہوں اور دن بھر پیاسا رہتا ہوں۔ یعنی عبادت کرتا ہوں اور روزے رکھتا ہوں اور میں گویا اپنے پروردگار عزوجل کا عرش ظاہری آنکھوں سے دیکھ رہا ہوں اور میں گویا اہل جنت کو دیکھ رہا ہوں کہ وہ گویا باہم ایک دوسرے سے مل رہے ہیں اور گویا اہل دوزخ کو دیکھ رہا ہوں کہ وہ اس میں شور مچا رہے ہیں۔ آپ ﷺ نے فرمایا تم اسی پر قائم رہو۔ تم

ایک ایسے بندے ہو جس کے دل میں اللہ نے ایمان کو روشن کر دیا ہے۔ پھر اس نے عرض کیا یا رسول اللہ میرے لئے شہادت کی دعا فرمایئے۔ چنانچہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کیلئے دعا کی اور بدر کے روز جب گھڑسواروں کو بلایا گیا تو آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سب سے پہلے نکلے اور سب سے پہلے سوار تھے جو شہید ہوئے۔ بیان کیا جاتا ہے کہ یہ پہلے انصاری تھے جو غزوہ بدر میں شہید ہوئے۔ حضرت حارثہ کی شہادت کی خبر جب ان کی والدہ کو ملی تو ان کی والدہ حضرت ربیعہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئیں اور عرض کیا کہ آپ کو تو معلوم ہے کہ مجھے حارثہ سے کتنا پیار تھا۔ بہت خدمت کیا کرتے تھے۔ اگر وہ اہل جنت میں سے ہے تو میں صبر کرلوں گی اور اگر ایسا نہیں تو پھر خدا ہی بہتر جانتا ہے کہ میں کیا کروں گی۔ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اے اُمّ حارثہ جنت ایک نہیں بلکہ کئی جنتیں ہیں اور حارثہ تو فردوس اعلیٰ میں ہے۔ جو اعلیٰ ترین جنت ہے اس میں ہے۔ اس پر انہوں نے عرض کیا کہ میں ضرور صبر کروں گی۔ ایک دوسری روایت کے مطابق جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ حارثہ تو فردوس اعلیٰ میں ہے تو اس پر آپ کی والدہ اس حال میں واپس چلی گئیں کہ وہ مسکرا رہی تھیں اور یہ کہہ رہی تھیں کہ واہ واہ اے حارثہ۔ (خطبہ جمعہ 20/ جولائی 2018ء اخبار بدر 13/ستمبر 2018ء)

حضرت خلادؓ بن عمرو بن جموحؓ

حضرت عمرو بن جموحؓ

حضرت خَلّادؓ کے والد حضرت عَمرِو بِن جَمُوح بدر میں شامل نہیں ہوئے تھے۔ خَلّاد اور آپ کے والد حضرت عَمرِو بِن جَمُوح اور حضرت ابوایمن تینوں غزوۂ اُحُد میں شامل ہوئے تھے اور ان تینوں نے جام شہادت بھی نوش کیا۔

حضرت خَلّادؓ کے والد حضرت عمرو بن جموحؓ کے بارے میں آتا ہے کہ بدر کے موقع پر حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے جہاد کی تحریک فرمائی تو عمرو کے پاؤں میں تکلیف کی وجہ سے ان کے بیٹوں نے انہیں جنگ میں شامل ہونے سے روک دیا۔ اللہ تعالیٰ نے بھی معذوروں کو جنگ سے رخصت دی ہوئی ہے۔ اسی وجہ سے بیٹوں نے بھی انہیں روک دیا تھا کہ ہم چار لڑکے لڑنے جا رہے ہیں تو پھر آپ کو کیا ضرورت ہے جبکہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے آپ کو رخصت ہے۔ اور پھر یہ باوجود خواہش کے بیٹوں کے کہنے پر جنگ بدر میں شامل نہیں ہوئے تھے۔ لیکن جب اُحُد کا موقع آیا تو عمرو اپنے بیٹوں کو کہنے لگے کہ تم لوگوں نے مجھے بدر میں بھی شامل نہیں ہونے دیا تھا۔ اُحُد کا موقع آیا ہے تو مجھے روک نہیں سکتے۔ میں لازماً جاؤں گا اور اُحُد میں شریک ہوں گا۔ بہرحال انہوں نے کہا اب تم مجھے روک نہیں سکتے اور میں لازماً اس میں شامل ہوں گا۔ پھر اولاد نے ان کو اُن کی معذوری کے حوالے سے روکنا چاہا تو یہ خود آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے کہ میں خود ہی حضور سے اجازت لے لوں گا۔ چنانچہ وہ حضورؐ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کیا کہ میرے بیٹے اس دفعہ پھر مجھے جہاد سے روکنا چاہتے ہیں۔ پہلے بدر میں روکا تھا۔ اب اُحُد میں بھی جانے نہیں دیتے۔ میں آپؐ کے ساتھ اس جہاد میں شامل ہونا چاہتا ہوں۔ پھر انہوں نے کہا کہ خدا کی قسم! میں امید رکھتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ میری دلی مراد قبول کرے گا اور مجھے شہادت عطا فرمائے گا اور میں اپنے اسی لنگڑے پاؤں کے ساتھ جنت میں داخل ہو جاؤں گا۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اے عمرو! بیشک اللہ تعالیٰ کو آپ کی معذوری قبول ہے اور جہاد آپ پہ فرض نہیں ہے لیکن ان کے بیٹوں سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تم لوگ ان کو نیک کام سے نہ روکو۔ ان کی دلی تمنا اگر ایسی ہے تو پھر اسے پورا کرنے دو شاید اللہ تعالیٰ انہیں شہادت عطا فرما دے۔ چنانچہ حضرت عمرو نے اپنے ہتھیار لئے اور یہ دعا کرتے ہوئے میدان اُحُد کی طرف روانہ ہوئے کہ اَللّٰھُمَّ ارْزُقْنِی شَھَادَۃً وَلَا تَرُدَّنِیْ اِلٰی اَھْلِیْ خَائِبًا کہ اے اللہ! مجھے شہادت عطا کرنا اور مجھے اپنے گھر کی طرف ناکام و نامراد واپس لے کر نہ آنا۔ اللہ تعالیٰ نے بھی ان کی دعا کو قبول کیا اور انہوں نے وہاں جام شہادت نوش کیا۔ (خطبہ جمعہ 11/جنوری 2019ء اخبار بدر 31 جنوری 2019)

حضرت ہند بنت عمروؓ کا قابل تقلید نمونہ

حضرت خلاد بن عمر بن جموحؓ کی والدہ کی قربانی بھی بہت عظیم الشان ہے۔ انہوں نے جس ہمت مردانہ سے اپنے بیٹے، بھائی اور شوہر کی شہادت کا صدمہ برداشت کیا اس کی مثال بہت کم ملتی ہے۔ بلکہ اس معاملہ میں جو نمونہ انہوں نے قائم کیا وہ ہم سب کیلئے قابل تقلید ہے۔ سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز آپ کے اس عظیم نمونے کا ذکر کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

حضرت عائشہؓ غزوۂ اُحُد کے بارہ میں خبر لینے کیلئے مدینہ کی عورتوں کے ساتھ گھر سے باہر نکلیں۔ جب آپؓ حرّہ کے مقام تک پہنچیں تو آپ کی ملاقات ہند بنت عمرو سے ہوئی جو کہ حضرت عبداللہ بن عمرو کی ہمشیرہ تھیں۔ حضرت ہند اپنی اونٹنی کو ہانک رہی تھیں۔ اس اونٹنی پر آپ کے شوہر حضرت عَمرو بن جَموح، بیٹے حضرت خَلّاد بن عمرو اور بھائی حضرت عبداللہ بن عمرو کی نعشیں تھیں۔ حضرت عائشہؓ نے ان سے پوچھا کہ کیا تمہیں کچھ خبر ہے کہ تم پیچھے لوگوں کو کس حال میں چھوڑ آئی ہو؟ اس پر حضرت ہند نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بخیریت ہیں اور آپ ﷺ کے بعد ہر مصیبت آسان ہے۔ اسکے بعد حضرت ہند نے یہ آیت پڑھی۔ وَ رَدَّ اللّٰہُ الَّذِیْنَ کَفَرُوْا بِغَیْظِھِمْ لَمْ یَنَالُوْا خَیْرًا۔ وَ کَفَی اللّٰہُ الْمُؤْمِنِیْنَ الْقِتَالَ۔ وَ کَانَ اللّٰہُ قَوِیًّا عَزِیْزًا (الاحزاب:26) یعنی اور اللہ نے ان لوگوں کو جنہوں نے کفر کیا ان کے غیظ سمیت اس طرح لوٹا دیا کہ وہ کوئی بھلائی حاصل نہ کر سکے اور اللہ مومنوں کے حق میں قتال میں کافی ہو گیا اور اللہ بہت قوی اور کامل غلبہ والا ہے۔

حضرت عائشہؓ نے دریافت کیا کہ اونٹنی پر کون کون ہیں؟ تب حضرت ہند نے بتایا کہ میرا بھائی ہے، میرا بیٹا خَلّاد ہے اور میرے شوہر عَمرِو بِن جَمُوح ہیں۔ حضرت عائشہؓ نے دریافت کیا کہ تم انہیں کہاں لئے جاتی ہو؟ انہوں نے عرض کیا کہ انہیں مدینہ میں دفن کرنے کیلئے لے جا رہی ہوں۔ پھر وہ اپنے اونٹ کو ہانکنے لگیں تو اونٹ وہیں زمین پر بیٹھ گیا۔ حضرت عائشہؓ نے فرمایا کہ اس پر وزن زیادہ ہے۔ جس پر حضرت ہند کہنے لگیں کہ یہ تو دو اونٹوں جتنا وزن اٹھا لیتا ہے لیکن اس وقت یہ اس کے بالکل الٹ کر رہا ہے۔ پھر انہوں نے اونٹ کو ڈانٹا تو وہ کھڑا ہو گیا۔ جب انہوں نے اس کا رخ مدینہ کی طرف کیا تو وہ پھر بیٹھ گیا۔ پھر جب انہوں نے اسکا رخ اُحُد کی طرف پھیرا تو اونٹ جلدی جلدی چلنے لگا۔ پھر حضرت ہند رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئیں اور آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کو اس واقعہ کی خبر دی۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ یہ اونٹ مامور کیا گیا ہے یعنی اس کو اللہ تعالیٰ کی طرف اسی کام پر لگایا گیا تھا کہ یہ مدینہ کی طرف نہ جائے بلکہ اُحُد کی طرف ہی رہے۔ فرمایا کہ کیا تمہارے شوہر نے جنگ پہ جانے سے پہلے کچھ کہا تھا؟ کہنے لگیں جب عَمرو اُحُد کی جانب روانہ ہونے لگے تھے تو انہوں نے قبلہ رُخ ہو کر یہ کہا تھا کہ اے اللہ! مجھے میرے اہل کی طرف شرمندہ کر کے نہ لوٹانا اور مجھے شہادت نصیب کرنا۔ اس پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اسی وجہ سے اونٹ نہیں چل رہا تھا۔ فرمایا کہ اے انصار کے گروہ! تم میں سے بعض ایسے نیکوکار لوگ ہیں کہ اگر وہ خدا کی قسم کھا کر کوئی بات کریں تو خدا تعالیٰ ان کی وہ بات ضرور پوری کرتا ہے اور عَمرِو بِن جَمُوح بھی ان میں سے ایک ہیں۔ پھر آپ نے عَمرو بن جَمُوح کی بیوی کو فرمایا کہ اے ہند! جس وقت سے تیرا بھائی شہید ہوا ہے اس وقت سے فرشتے اس پر سایہ کئے ہوئے ہیں اور انتظار میں ہیں کہ اسے کہاں دفن کیا جائے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان شہداء کی تدفین تک وہیں رکے رہے۔ پھر فرمایا اے ہند! عمرو بن جَموح، تیرا بیٹا خَلّاد اور تیرا بھائی عبداللہ جنت میں باہم دوست ہیں۔ اس پر ہند نے عرض کی یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! میرے لئے بھی دعا کریں کہ اللہ تعالیٰ مجھے بھی ان کی رفاقت میں پہنچا دے۔ (ایضاً)

حضرت عبداللہ بن حُمَیِّرؓ

جنگ احد میں آنحضرت ﷺ کے ستر صحابہ نے جام شہادت نوش کیا۔ ان میں سے بعض مثالیں ایسی ہیں جو سنہری حروف سے لکھے جانے کے لائق ہیں۔ سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز فرماتے ہیں:

حضرت عبداللہ بن حُمَیِّر ان چند اصحاب میں سے تھے جو غزوہ احد میں حضرت عبداللہ بن جُبَیر کے ساتھ درّے پر ڈٹے رہے۔ جب باقی صحابہ فتح کا نظارہ دیکھنے کے بعد مسلمانوں کی باقی جماعت سے ملنے کیلئے نیچے جانے لگے تو حضرت عبداللہ بن حُمَیِّر انہیں نصیحت کرنے کیلئے کھڑے ہوئے۔ آپؓ نے پہلے اللہ تعالیٰ کی حمد بیان کی اور پھر اللہ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت کرنے کی نصیحت کی لیکن انہوں نے آپ کی بات نہ مانی اور چلے گئے

یہاں تک کہ حضرت عبداللہ بن جُبَیر کے ساتھ درے پر دس سے زیادہ صحابہ نہ بچے۔ اتنے میں خالد بن ولید اور عکرمہ بن ابو جہل نے درّہ خالی دیکھ کر جو اصحاب وہاں باقی رہ گئے تھے ان پر حملہ کر دیا۔ اس قلیل جماعت نے ان پر تیر برسائے یہاں تک کہ وہ ان تک پہنچ گئے اور آن کی آن میں ان سب کو شہید کر دیا۔

حضرت عبداللہ بن جُبَیرؓ

احد کے اس واقعہ کی مزید تفصیل حضرت مرزا بشیر احمد صاحبؓ نے سیرت خاتم النبیین میں لکھی ہے۔ کہ ''آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم خدا کی مدد پر بھروسہ کرتے ہوئے آگے بڑھے اور احد کے دامن میں ڈیرہ ڈال دیا۔ ایسے طریق پر کہ احد کی پہاڑی مسلمانوں کے پیچھے کی طرف آ گئی اور مدینہ گویا سامنے رہا اور اس طرح آپؐ نے لشکر کا عقب محفوظ کر لیا۔ عقب کی پہاڑی میں ایک درّہ تھا جہاں سے حملہ ہو سکتا تھا۔ اُس کی حفاظت کا آپؐ نے یہ انتظام فرمایا کہ عبداللہ بن جُبَیر کی سرداری میں پچاس تیر انداز صحابی وہاں متعین فرما دیئے اور ان کو تاکید فرمائی کہ خواہ کچھ ہو جاوے وہ اس جگہ کو نہ چھوڑیں اور دشمن پر تیر برساتے جائیں۔ آپؐ کو اس درّہ کی حفاظت کا اس قدر خیال تھا کہ آپؐ نے عبداللہ بن جُبَیر سے بہ تکرار فرمایا کہ دیکھو یہ درہ کسی صورت میں خالی نہ رہے۔ حتیٰ کہ اگر تم دیکھو کہ ہمیں فتح ہو گئی ہے اور دشمن پسپا ہو کر بھاگ نکلا ہے، تو پھر بھی تم اس جگہ کو نہ چھوڑنا اور اگر تم دیکھو کہ مسلمانوں کو شکست ہو گئی ہے اور دشمن ہم پر غالب آ گیا ہے تو پھر بھی تم اس جگہ سے نہ ہٹنا حتیٰ کہ ایک روایت میں یہ الفاظ آتے ہیں کہ ''اگر تم دیکھو کہ پرندے ہمارا گوشت نوچ رہے ہیں تو پھر بھی تم یہاں سے نہ ہٹنا حتی کہ تمہیں یہاں سے ہٹ آنے کا حکم جاوے۔'' اس طرح اپنے عقب کو پوری طرح مضبوط کر کے آپؐ نے لشکر اسلامی کی صف بندی کی اور مختلف دستوں کے جدا جدا امیر مقرر فرمائے......

جب عبداللہ بن جُبَیر کے ساتھیوں نے دیکھا کہ اب تو فتح ہو چکی ہے تو انہوں نے اپنے امیر عبداللہ سے کہا کہ اب تو فتح ہو چکی ہے اور مسلمان غنیمت کا مال جمع کر رہے ہیں آپ ہم کو اجازت دیں کہ ہم بھی لشکر کے ساتھ جا کر شامل ہو جائیں۔ عبداللہ نے انہیں روکا اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی تاکیدی ہدایت یاد دلائی مگر وہ فتح کی خوشی میں غافل ہو رہے تھے، اس لئے وہ باز نہ آئے۔ اور یہ کہتے ہوئے نیچے اتر گئے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا صرف یہ مطلب تھا کہ جب تک پورا اطمینان نہ ہو لے درّہ خالی نہ چھوڑا جاوے اور اب چونکہ فتح ہو چکی ہے اس لئے جانے میں کوئی حرج نہیں ہے اور سوائے عبداللہ بن جُبَیر اور ان کے پانچ سات ساتھیوں کے درّہ کی حفاظت کیلئے کوئی نہ رہا۔ خالد بن ولید کی تیز آنکھ نے دور سے درّہ کی طرف دیکھا تو میدان صاف پایا جس پر اس نے اپنے سواروں کو جلدی جلدی جمع کر کے فوراً درّہ کا رخ کیا اور اس کے پیچھے پیچھے عکرمہ بن ابو جہل بھی رہے سہے دستہ کو ساتھ لے کر تیزی کے ساتھ وہاں پہنچا اور یہ دونوں دستے عبداللہ بن جُبَیر اور ان کے چند ساتھیوں کو ایک آن کی آن میں شہید کر کے اسلامی لشکر کے عقب میں اچانک حملہ آور ہو گئے۔''

حضرت عبداللہ بن جُبَیر کی شہادت کا واقعہ اس طرح ہے کہ جب خالد بن ولید اور عکرمہ بن ابوجہل حملہ آور ہوئے تو حضرت عبداللہ بن جُبَیر نے تیر چلائے یہاں تک کہ آپ کے تیر ختم ہو گئے۔ پھر آپ نے نیزے سے مقابلہ کیا حتیٰ کہ آپ کا نیزہ بھی ٹوٹ گیا۔ پھر آپ نے اپنی تلوار سے لڑائی کی یہاں تک کہ آپ شہید ہو کر گرے۔ آپ کو عکرمہ بن ابوجہل نے شہید کیا۔ جب آپ گر گئے تو دشمنوں نے آپ کو گھسیٹا اور آپ کی نعش کا بدترین مُثلہ کیا۔ آپ کے جسم کو نیزے سے اتنا چیرا کہ آپ کی انتڑیاں بھی باہر نکل آئیں۔

(خطبہ جمعہ مورخہ 28 دسمبر 2018ء اخبار بدر 24 جنوری 2019)

آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی نظر میں شہدائے احد کا مقام و مرتبہ

سیدنا حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز شہدائے احد کا مقام و مرتبہ بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں: آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہر سال شہدائے اُحد کی قبروں کی زیارت کیلئے تشریف لے جاتے۔ جب آپ اس گھاٹی میں داخل ہوتے تو بلند آواز سے فرماتے:

اَلسَّلَامُ عَلَیْکُمْ بِمَا صَبَرْتُمْ فَنِعْمَ عُقْبَى الدَّارِ۔ سورہ رعد کی آیت ہے۔ وہاں اَلسَّلَامُ عَلَیْکُمْ کی بجائے سَلَامٌ عَلَیْکُمْ (الرعد:25) سے شروع ہوتی ہے کہ سلام ہو تم پر بسبب اس کے جو تم نے صبر کیا۔ پس کیا ہی اچھا ہے، اس گھر کا انجام۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بعد حضرت ابوبکرؓ، حضرت عمرؓ اور حضرت عثمانؓ نے بھی اسی روایت کو جاری رکھا۔ پھر حضرت معاویہ بھی جب حج یا عمرہ کیلئے آتے تو شہدائے احد کی قبروں کی زیارت کیلئے جاتے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فرمایا کرتے تھے کہ لَیْتَ اَنِّیْ غُوْدِرْتُ مَعَ اَصْحَابِ الْجَبَلِ کہ اے کاش! میں ان پہاڑ والوں کے ساتھ ہو جاتا یعنی مجھے بھی اس دن شہادت عطا ہوتی۔ اسی طرح جب حضرت سعد بن ابی وقاص غابۃ جو کہ مدینہ کے شمال مغرب میں واقعہ ایک گاؤں ہے، اپنی جائیدادوں پر جاتے تو شہدائے احد کی قبروں کی زیارت کرتے۔ تین مرتبہ انہیں سلام کہتے۔ پھر اپنے ساتھیوں کی طرف مڑتے اور انہیں کہتے کہ کیا تم ان لوگوں پر سلامتی نہیں بھیجو گے جو تمہارے سلام کا جواب دیں گے۔ جو بھی انہیں سلام کہے گا یہ قیامت کے دن اسکے سلام کا جواب دیں گے۔

ایک مرتبہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم حضرت مُصْعَب بن عُمَیر کی قبر کے پاس سے گزرے تو وہاں رک کر دعا کی اور اس آیت کی تلاوت فرمائی کہ مِنَ الْمُؤْمِنِیْنَ رِجَالٌ صَدَقُوْا مَا عَاهَدُوا اللّٰهَ عَلَیْهِ۔ فَمِنْهُمْ مَّنْ قَضٰى نَحْبَهٗ وَمِنْهُمْ مَّنْ یَّنْتَظِرُ۔ وَمَا بَدَّلُوْا تَبْدِیْلًا (الاحزاب:24) کہ مومنوں میں ایسے مرد ہیں جنہوں نے جس بات پر اللہ سے عہد کیا اسے سچا کر دکھایا۔ پس ان میں سے وہ بھی ہیں جنہوں نے اپنی مَنت کو پورا کر دیا اور ان میں سے وہ بھی ہیں جو ابھی انتظار کر رہے ہیں اور انہوں نے ہرگز اپنے طرزِ عمل میں کوئی تبدیلی نہیں کی۔ پھر آپؐ نے فرمایا کہ میں گواہی دیتا ہوں کہ یہ قیامت کے دن اللہ کے نزدیک شہید ہوں گے۔ تم ان کے پاس آیا کرو۔ اِن کی زیارت کیا کرو اور ان پر سلامتی بھیجا کرو۔ قسم ہے اس ذات کی جسکے قبضہ قدرت میں میری جان ہے قیامت کے دن تک جو بھی ان پر سلامتی بھیجے گا یہ اسکا جواب دیں گے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے صحابہ یہاں آتے ان کیلئے دعا کرتے اور سلامتی بھیجا کرتے۔ (ایضاً)

حضرت حَرَام بن مِلْحَانؓ

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ہجرت مدینہ کے تیسرے سال ماہ صفر میں عامر بن جعفر کی درخواست پر آپؐ نے قرآن کریم کے ستر قاری حضرت منذر بن عمرو الساعدیؓ کی قیادت میں روانہ فرمائے۔ جب یہ لوگ بئر معونہ مقام پر پہنچے تو بعض مخالفین اسلام نے انہیں دھوکے سے نہایت ظالمانہ طور پر شہید کر دیا۔ سیدنا حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز اس دلخراش واقعہ کا ذکر کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ہجرت کے چھتیسویں مہینے صَفَر میں بِئرِ مَعُونہ کی طرف حضرت مُنذِر بن عَمْرو السَّاعِدِی کا سریہ ہوا۔ عامِر بن جعفر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آیا اور آپؐ کو ہدیہ دینا چاہا جسے آپؐ نے لینے سے انکار کر دیا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے اسلام کی دعوت دی۔ اس نے اسلام قبول نہ کیا اور نہ ہی اسلام سے دور ہوا۔ عامِر نے درخواست کی کہ اگر آپؐ اپنے اصحاب میں سے چند آدمی میرے ہمراہ میری قوم کے پاس بھیج دیں تو امید ہے کہ وہ آپ کی دعوت کو قبول کر لیں گے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ مجھے ڈر ہے کہ اہلِ نجد اِن کو کسی قسم کا کوئی نقصان نہ پہنچائیں تو اس نے کہا کہ اگر کوئی ان کے سامنے آیا تو مَیں ان کو پناہ دوں گا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ستّر نوجوان جو قرآن کریم کے قاری کہلاتے تھے اس کے ساتھ بھجوائے اور حضرت مُنذِر بن عَمْرو السَّاعِدِی کو ان پر امیر مقرر کیا۔ جب یہ لوگ بئرِ معونہ کے مقام پر پہنچے جو بنی سُلَیم کا گھاٹ تھا اور بنی عامِر اور بنی سُلَیم کی زمین کے درمیان تھا، یہ لوگ وہیں اترے، پڑاؤ کیا اور اپنے اونٹ وہیں چھوڑ دیئے۔ انہوں نے پہلے حضرت حَرَام بن مِلْحَان کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا پیغام دے کر عامِر بن طُفَیل کے پاس بھیجا۔ اس نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا پیغام پڑھا ہی نہیں اور حضرت حَرَام بن مِلْحَان پر حملہ کر کے شہید کر دیا۔ اس کے بعد مسلمانوں کے خلاف اس نے بنی عامِر کو بلایا مگر انہوں نے اس کی بات ماننے سے انکار کر دیا۔ پھر اس نے قبائل سُلَیم میں عُصَیَّہ اور ذَکْوَان اور رِعْل کو پکارا۔ وہ لوگ اس کے ساتھ روانہ ہو گئے اور اسے اپنا رئیس بنا لیا۔ جب حضرت حَرَام کے آنے میں دیر ہوئی تو مسلمان ان کے پیچھے آئے۔ کچھ دور جا کر ان کا سامنا اس جتھے سے ہوا جو حملہ کرنے کیلئے آ رہا

تھا۔ انہوں نے مسلمانوں کو گھیر لیا۔ دشمن تعداد میں بھی زیادہ تھے۔ جنگ ہوئی اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اصحاب شہید کر دئے گئے۔ مسلمانوں میں حضرت سُلَیم بن مِلحان اور حَکَم بن کَیسان کو جب گھیر لیا گیا تو انہوں نے کہا کہ اے اللہ! ہمیں سوائے تیرے کوئی ایسا نہیں ملتا جو ہمارا سلام تیرے رسول کو پہنچا دے۔ لہٰذا تُو ہی ہمارا سلام پہنچا۔ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو جبرئیل نے اس کی خبر دی تو آپ نے فرمایا وَعَلَیۡھِمُ السَّلَامُ۔ ان پر سلامتی ہو۔ مُنذِر بن عَمرو سے ان لوگوں نے کہا کہ اگر تم چاہو تو ہم تمہیں امن دے دیں گے مگر انہوں نے انکار کیا۔ وہ حضرت حَرام کی جائے شہادت پر آئے۔ ان لوگوں سے جنگ کی یہاں تک کہ شہید کر دئے گئے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ وہ آگے بڑھ گئے تا کہ مر جائیں یعنی موت کے سامنے چلے گئے حالانکہ وہ اسے جانتے تھے۔

(خطبہ جمعہ 25 رجنوری 2019)

حضرت انسؓ بن مالک سے مروی ہے کہ جب حضرت حرام بن ملحان کو بئر معونہ والے دن نیزہ مارا گیا تو انہوں نے اپنا خون اپنے ہاتھ میں لیا اور اپنے منہ اور اپنے سر پر چھڑکا اور اسکے بعد کہا فُزۡتُ بِرَبِّ الۡکَعۡبَۃِ کعبہ کے رب کی قسم! میں نے مراد پالی۔

(خطبہ جمعہ 17 راگست 2018ء، اخبار بدر 6 رستمبر 2018)

حضرت عامر بن فہیرۃؓ

حضرت عامر بن فُہَیرَۃ بئرِ معونہ کے واقعہ میں شہید ہوئے تھے۔ حضرت مصلح موعودؓ حضرت عامر بن فُہَیرَۃ کے شہادت کے واقعہ کا ذکر کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ: ’’اسلام نے تلوار کے زور سے فتح نہیں پائی بلکہ اسلام نے اس اعلیٰ تعلیم کے ذریعہ فتح پائی ہے جو دلوں میں اتر جاتی تھی اور اخلاق میں ایک اعلیٰ درجہ کا تغیر پیدا کر دیتی تھی۔ ایک صحابی کہتے ہیں میرے مسلمان ہونے کی وجہ محض یہ ہوئی کہ میں اس قوم میں مہمان ٹھہرا ہوا تھا جس نے غداری کرتے ہوئے مسلمانوں کے ستر قاری شہید کر دئے تھے۔ جب انہوں نے مسلمانوں پر حملہ کیا تو کچھ تو اونچے ٹیلے پر چڑھ گئے اور کچھ ان کے مقابلے میں کھڑے رہے۔ چونکہ دشمن بہت بڑی تعداد میں تھا اور مسلمان بہت تھوڑے تھے اور وہ بھی نہتے اور بے سروسامان۔ اس لئے انہوں نے ایک ایک کر کے تمام مسلمانوں کو شہید کر دیا۔ آخر میں صرف ایک صحابی رہ گئے جو ہجرت میں رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ شریک تھے اور حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے آزاد کردہ غلام تھے۔ ان کا نام عامر بن فُہَیرَۃ تھا۔ بہت سے لوگوں نے مل کر اُن کو پکڑ لیا اور ایک شخص نے زور سے نیزہ ان کے سینے میں مارا۔ نیزے کا لگنا تھا کہ ان کی زبان سے بے اختیار یہ فقرہ نکلا کہ فُزۡتُ وَرَبِّ الۡکَعۡبَۃِ۔ کعبہ کے ربّ کی قسم! میں کامیاب ہوگیا۔ جب میں نے ان کی زبان سے یہ فقرہ سنا تو میں حیران ہوا اور میں نے کہا یہ شخص اپنے رشتہ داروں سے دور، اپنے بیوی بچوں سے دور اتنی بڑی مصیبت میں مبتلا ہوا اور نیزہ اس کے سینہ میں مارا گیا مگر اس نے مرتے ہوئے اگر کچھ کہا تو صرف یہ کہ ’’کعبہ کے رب کی قسم! میں کامیاب ہوگیا۔ کیا یہ شخص پاگل تو نہیں؟ چنانچہ میں نے بعض اور لوگوں سے پوچھا یہ کیا بات ہے اور اس کے منہ سے ایسا فقرہ کیوں نکلا؟ انہوں نے کہا کہ تم نہیں جانتے یہ مسلمان لوگ واقعہ میں پاگل ہیں۔ جب یہ خدا تعالیٰ کی راہ میں مرتے ہیں تو سمجھتے ہیں کہ خدا تعالیٰ ان سے راضی ہوگیا اور انہوں نے کامیابی حاصل کر لی۔‘‘ یہ کہتے ہیں کہ ’’میری طبیعت پر اسکا اتنا اثر ہوا کہ میں نے فیصلہ کر لیا کہ میں ان لوگوں کا مرکز جا کر دیکھوں گا اور خود ان لوگوں کے مذہب کا مطالعہ کروں گا۔ چنانچہ میں مدینہ پہنچا اور مسلمان ہوگیا۔ صحابہؓ کہتے ہیں کہ اس واقعہ کا کہ ایک شخص کے سینہ میں نیزہ مارا جاتا ہے اور وہ وطن سے کوسوں دور ہے۔ اسکا کوئی عزیز اور رشتہ دار اس کے پاس نہیں اور اس کی زبان سے یہ نکلتا ہے کہ فُزۡتُ وَرَبِّ الۡکَعۡبَۃِ‘‘ جب یہ شخص اس حملے کے بعد مسلمان ہوا تھا تو ’’اسکی طبیعت پر اتنا اثر تھا کہ جب وہ یہ واقعہ سنایا کرتا اور فُزۡتُ وَرَبِّ الۡکَعۡبَۃِ کے الفاظ پر پہنچتا تو اس واقعہ کی ہیبت کی وجہ سے یکدم اسکا جسم کانپنے لگ جاتا اور آنکھوں سے آنسو رواں ہوجاتے تو‘‘ حضرت مصلح موعودؓ لکھتے ہیں کہ ’’اسلام اپنی خوبیوں کی وجہ سے پھیلا ہے زور سے نہیں۔‘‘ (خطبہ جمعہ 18 رجنوری 2019ء اخبار بدر 6 فروری 2019)

......☆......☆......☆......

ندائے احمدیت

(حضرت ڈاکٹر میر محمد اسماعیل صاحب رضی اللہ عنہ)

درکار ہیں کچھ ایسے جوانمرد ، کہ جن کی
فطرت میں ودِیعت ہو محبت کا شرارا

بے عشق نہیں حسن کے بازار میں رونق
وہ اس کا طلبگار ۔ تو یہ اُس کا سہارا

آئیں وہ ادھر ، رکھ کے ہتھیلی پہ سر اپنا
’’لبیک ‘‘! کہ دِلبر نے ہے عاشق کو پکارا

ہر ایک میں ہو عزم وہ ثابت قَدَمی کا
جھجکا نہ ہو خطرے سے ، نہ ہمت کبھی ہارا

پروا نہ ہو ذرّہ بھی محبت کے نشے میں
شمشیر ہو گردن پہ کہ ہو فَرق پہ آرا

اِک آگ ہو سینے میں نہاں ، کام کی خاطر
ہر رنگ نیا ، بات کا ہر ڈھنگ نِیارا

فرہاد کے اور قیس کے قصوں کو بھلا دیں
دِکھلا کے جُنوں اور محبت کا نظارا

بے زَر ہوں ، پہ ہو جائیں وہ امریکہ روانہ
بے پر ہوں تو پیدل ہی پہنچ جائیں بُخارا

سامان کے مُحتاج ، نہ آفات سے خائف
گر زاد نہ ہو ۔ کر سکیں پتوں پہ گزارا

برپا ہو قیامت جو وہ تبلیغ کو نکلیں
عِفّت ہو جو بے داغ تو اَخلاق دِل آرا

اموال کمائیں ، تو کریں نذرِ اِشاعت
اَملاک بنائیں تو کریں وَقف خدا را

بس ایک ہی دُھن ہو کہ کریں خود کو تصدّق
راضی ہو کسی طرح سے محبوب ہمارا

وہ دِین جو مُحتاج ہے خِدمت کا ہماری
ہو جائے اگر ہو سکے ۔ اس کا کوئی چارہ

قربان ہو ہر چیز اسی بات کی خاطر
اسلام کا اُونچا ہو زمانہ میں منارا

اب عشق مجازی کی نُمائش کو مٹا کر
ہم عشق حقیقی کا دکھائیں گے نظارا

عمر یست کہ آوازۂ منصور کہن شد
مَن از سرِ نَو جلوہ و ہم صدق و وفارا

......☆......☆......☆......

ارشاد حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام

’’یہ اعتراض کہ گویا اسلام نے دین کو جبراً پھیلانے کے لئے تلوار اٹھائی ہے نہایت بے بنیاد اور قابل شرم الزام ہے۔‘‘ (مسیح ہندوستان میں، روحانی خزائن، جلد 15، صفحہ 11)

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ کی مالی قربانیوں کا عظیم الشان جہاد

(مرشد احمد ڈار، استاذ جامعہ احمدیہ قادیان)

اللہ تعالیٰ کی ابتداء سے یہ سنّت ہے کہ وہ جب کسی قوم میں نبی مبعوث کرتا ہے تو اس قوم کو ابتلاء اور آزمائش میں ڈالتا ہے اور مختلف ذرائع سے لوگوں کا امتحان لیتا ہے تا معلوم ہو کہ کون سچا اور پختہ ایمان والا ہے۔ اور یہ ابتلاء و قربانی صرف قوم سے ہی نہیں ہوتی بلکہ اس قوم میں مبعوث ہونے والے نبی کو بھی اللہ تعالیٰ آزمائشوں میں ڈالتا ہے۔ جیسا کہ حضرت آدمؑ کو بھی اللہ تعالیٰ نے آزمائش میں مبتلاء کیا اور ان سے قربانی چاہی۔

اسی طرح ہمارے پیارے نبی حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کو جب اللہ تعالیٰ نے نبی بنا کر ایک وحشی قوم میں مبعوث کیا تو اس قوم کو راہِ راست پر لانے اور توحید پر انہیں قائم کرنے کے لئے آپ کو بے انتہا قربانیاں کرنی پڑیں اور آپؐ نے اتنی قربانیاں کیں کہ آج تک اس کی نظیر کسی نبی میں نہیں ملتی۔

چنانچہ صحابہؓ نے جب آپؐ سے فیض صحبت حاصل کیا تو آپؐ کے اُسوہ پر چل کر آپ کے ہمرنگ بن گئے اور جیسا آپؐ کہتے اور کرتے ویسے ہی خود بھی کرتے۔ اور بے انتہا قربانیاں پیش کیں اور اسلام کو دنیا کے ہر کونے میں پھیلا دیا۔

صحابہ نے جان کی قربانیاں دیں۔ اسلام کیلئے تکالیف برداشت کیں۔ دشمن نے بے رحمی سے ان کو قتل کیا اور صحابہ کرامؓ نے بھی خوشی خوشی دین کی خاطر شہادت کو گلے سے لگایا اور ذرا بھی نہ ڈرے۔

دشمنانِ اسلام نے جب مظالم کی انتہا کر دی تو اللہ تعالیٰ کی قدرت جوش میں آئی اور مسلمانوں کو دفاعی جنگوں کی اجازت دی گئی۔ اس میں بھی صحابہ دین کی خاطر جواں مردی سے لڑے اور کفار پر ہر بار غالب آئے۔ اور اپنی جانیں بھی قربان کر دیں۔

صحابہ کرامؓ کو دین کی خاطر اپنا مال و جائداد اسلام کیلئے قربان کرنا پڑا۔ لیکن انہوں نے اسکی کچھ بھی پرواہ نہیں کی۔ نیز جنگوں میں بھی صحابہ کرامؓ سامانِ جنگ کیلئے اپنا مال پیش کرتے رہے۔ رسول اکرم ﷺ جنگ کیلئے چندہ کی تحریک فرماتے تو تمام صحابہ ایک دوسرے سے بڑھ چڑھ کر مال پیش کرتے تھے۔

چنانچہ ایک موقع پر حضرت ابو بکرؓ نے مال کی قربانی میں سب سے اوّل نمبر حاصل کیا۔ اللہ تعالیٰ نے آپ کو قبول اسلام کی توفیق ایسے وقت میں دی جو امنگوں اور آرزوؤں کا زمانہ تھا۔ یعنی عالم جوانی میں جو عمر عرب کے تمدن کے لحاظ سے عیش و نشاط کی عمر سمجھی جاتی تھی لیکن آپ نے اپنی دولت وثروت کو دین کے لئے وقف کر دیا تھا۔ قبول اسلام کے بعد آپ کے پاس چالیس ہزار درہم نقد موجود تھے جو آپ نے دین کی راہ میں وقف کر دیئے۔ حضرت عمرؓ بیان فرماتے ہیں کہ ایک مرتبہ رسول کریمؐ نے جنگ کے لئے مال کی تحریک فرمائی۔ میرے پاس کافی مال تھا میں نے سوچا کہ اس بار میں اپنا آدھا مال چندہ دے دونگا اور حضرت ابو بکرؓ سے مالی قربانیوں میں آگے نکل جاؤں گا۔ روایت میں آتا ہے کہ حضرت عمرؓ نے اپنا آدھا مال خدا کی راہ میں وقف کر دیا۔ جب حضرت ابو بکرؓ کی باری آئی تو حضورؐ نے پوچھا ابو بکر! کتنا مال لائے ہو؟ فرمایا سارے کا سارا مال لے آیا ہوں۔ آنحضرتؐ نے فرمایا کہ گھر والوں کے لئے کیا چھوڑا ہے؟ عرض کیا اللہ اور اس کا رسول چھوڑ آیا ہوں۔ یہ دین کی راہ میں مالی قربانی کا جذبہ تھا جس کی وجہ سے آج اسلام نے اتنی ترقی کی ہے۔ اور ساری دنیا میں اسلام کا نام ہے۔

مالی قربانیوں کے علاوہ عزّت کی قربانی بھی انسان کیلئے بہت مشکل ہوتی ہے۔ اور کئی لوگ محض اس وجہ سے ہدایت سے محروم رہ جاتے ہیں۔ لیکن صحابہ کرامؓ کی حالت بالکل مختلف تھی اور دین کی قربانی میں وہ ہر چیز کی قربانی کیلئے تیار رہتے تھے۔

ایک دفعہ کا ذکر ہے کہ روم کے بادشاہ ہرقل نے عرب اور شام کی سرحد پر بسنے والے غیر مسلم قبیلوں کو مدد دے کر تیار کیا کہ وہ مسلمانوں پر حملہ کریں۔ جب یہ خبر رسول کریم ﷺ تک پہنچی تو آپؐ نے انتظار کرنے کی بجائے خود حملہ کرنے کا فیصلہ کیا اور اس کی تیاری شروع کر دی۔ ان دنوں حکومت کی کوئی باقاعدہ آمدنی تو ہوتی نہیں تھی جب ضرورت پڑتی رسول اللہ ﷺ مسلمانوں کو خدا کی راہ میں چندہ کیلئے کہتے۔ اس دفعہ بھی رسول اللہ ﷺ نے مسلمانوں کو چندہ دینے کیلئے کہا۔ ہر ایک نے اپنی اپنی طاقت کے مطابق زیادہ سے زیادہ چندہ دیا۔ کسی نے ایک ہزار درہم دیا تو کسی نے چار ہزار۔ کسی نے اپنا آدھا مال خدا کی راہ میں دے دیا۔ ایک صحابی ایسے بھی تھے جنہوں نے گھر میں جو کچھ تھا اکٹھا کیا اور حضور کے قدموں میں لا ڈالا۔ مال اتنا تھا کہ رسول اللہ ﷺ نے آپ سے پوچھا: کچھ بیوی بچوں کیلئے بھی چھوڑا ہے؟ وہ صحابی کہنے لگے: اپنی بیوی اور بچوں کیلئے خدا اور اسکا رسول چھوڑ آیا ہوں۔ رسول اللہ ﷺ کے اس عاشق کا نام ابو بکر صدیق تھا۔

تاریخ اسلام میں حضرت رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد سب سے مشہور نام حضرت ابو بکرؓ کا ہے۔ آپ نہ صرف اسلام کی تاریخ میں بلکہ دنیا کی تاریخ میں بھی بہت اونچا درجہ رکھتے ہیں اور آپ ان لوگوں میں سے ہیں جو تاریخ کا رخ موڑ دیتے ہیں۔

غزوۂ خیبر میں حضرت عمرؓ کو مال غنیمت میں زمین کا بڑا ٹکڑا ملا تو رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں عرض کیا کہ اس سے بہترین اور قیمتی مال مجھے آج تک نصیب نہیں ہوا۔ اس کے بارے میں جیسے آپ ارشاد فرمائیں وہاں خرچ کروں۔ حضورؐ نے فرمایا اگر پسند کرو تو اسے وقف کر دو کہ اصل محفوظ رہے اور اسکی آمد صدقہ میں خرچ ہو۔ چنانچہ انہوں نے ایسا ہی کیا۔ یہ اسلام کا پہلا وقف تھا۔

(بخاری کتاب الشروط باب الشروط فی الوقف، ابن سعد جلد 3 ص 358)

حضرت عثمان غنیؓ دولتمند ہونے کے ساتھ بہت سخی اور فیاض بھی تھے۔ کوئی خیال کر سکتا ہے کہ شاید غیر معمولی دولت کی وجہ سے اُن کو غنی کا خطاب ملا۔ امر واقعہ یہ ہے کہ حضرت عثمان کو محض مالی فراخی کی وجہ سے نہیں بلکہ اُن مالی قربانیوں کی وجہ سے ''غنی'' کہا گیا ہے جو وہ دل کے غنا کی وجہ سے خدا تعالیٰ کی راہ میں پانی کی طرح مال بہاتے تھے جسے دیکھ کر آج بھی انسان محو حیرت ہو جاتا ہے۔

حضرت عثمانؓ ہی تھے جنہوں نے یہ عہد کیا تھا کہ میں ہر جمعہ کو ایک غلام آزاد کیا کروں گا۔ اور پھر زندگی کے آخری سانس تک اس عہد کو نبھاتے رہے اور ہر جمعہ کو ایک غلام آزاد کرتے چلے گئے۔

(مجمع الزوائد جلد 9 صفحہ 86، بحوالہ سیرت صحابہ رسولؐ، صفحہ 93)

یہ کوئی معمولی قربانی نہیں ایک غلام کی قیمت ہزاروں درہم ہوا کرتی تھی۔ اور خدا تعالیٰ کی راہ میں ہر جمعہ کو یہ مالی قربانی از خود اپنے ذمے لے لینا بہت بڑی بات ہے اور حضرت عثمان کی ہفتہ وار مالی قربانی کی غیر معمولی منفرد مثال ہے جو آپ نے قائم کر دکھائی۔ اپنے گھر کے محاصرہ کے دنوں میں آپ نے 20 غلام آزاد کئے۔ اور اگر کسی جمعہ کو غلام نہ ملتا تو دوسرے جمعہ کو دو آزاد کر دیتے تھے۔

(اسد الغابہ، جلد 3، صفحہ 383)

مسلمان جب ہجرت کر کے مدینہ آئے تو ان کا ایک بہت بڑا مسئلہ پانی کی فراہمی کا کرتا تھا۔ مسلمان حالت مفلسی میں ہجرت کر کے مدینہ آئے تھے اُن کیلئے پانی خریدنا تو درکنار کھانے کو غذا تک میسر نہ تھی۔ یہ بہت کٹھن مرحلہ تھا۔ آنحضرتؐ نے مسلمانوں کی تکالیف دیکھ کر تحریک عام فرمائی کہ کوئی ہے جو بیئر رومہ خرید کر مسلمانوں کیلئے مفت پانی کا انتظام کر دے۔ میں ایسے شخص کیلئے جنت میں کنوئیں کی ضمانت دیتا ہوں۔ اس وقت حضرت عثمانؓ آگے بڑھے اور اس یہودی کے ساتھ کنواں خریدنے کیلئے رابطہ کیا۔ عام حالات میں تو کنوئیں کی قیمت اتنی نہ تھی مگر وہ یہودی جانتا تھا کہ ایک ہی کنواں ہے اور مسلمان مجبور ہیں، منہ مانگے دام مجھے ملیں گے تو وہ بیچنے ہی سے انکار کرتا تھا تا کہ اسکی قیمت بڑھ جائے۔ بالآخر جب راضی ہوا تو اس نے کہا میں آدھا کنواں بیچوں گا ایک دن آپ اسکا پانی استعمال کیا کریں اور ایک دن میں خود اس کا پانی بیچا کروں گا۔ وہ جب اسکے سوا کسی بات پر راضی نہ ہوا تو حضرت عثمانؓ نے اس کنوئیں کی منہ مانگی قیمت بارہ ہزار درہم ادا کر دی جو اُس زمانے کے لحاظ سے بہت بڑی قیمت تھی۔ آپ کا مقصد محض خدا اور اسکے رسولؐ کی خوشنودی اور رضا تھی۔ پھر خوشی خوشی جا کر وہ تحفہ آنحضرتؐ کی خدمت میں پیش کر دیا۔ آنحضرتؐ اپنی یہ مراد پا کر بہت خوش ہوئے اور حضرت عثمانؓ غنی

کو جنت کی خوش خبری عطا فرمائی۔
(بخاری کتاب المناقب باب مناقب عثمانؓ)

حضرت علیؓ اللہ کی راہ میں خرچ کرنے کی بہت سعی کرتے تھے۔کبھی سائل کو خالی ہاتھ واپس نہ لوٹاتے۔انکسار کا یہ عالم تھا کہ ایک دفعہ حضرت فاطمہؓ سے کچھ تکرار ہوئی تو مسجد نبوی میں جا کر زمین پر لیٹ رہے نبی کریمؐ نے آکر پوچھا اور خود ان کے پیچھے مسجد گئے اور ان کو زمین پر لیٹے پا کر ''ابوتراب'' کی کنیت سے یاد فرمایا کہ مٹی کا باپ۔
(مسلم کتاب المناقب باب مناقب علیؓ)

کوفہ میں معمول تھا کہ دو چادروں کا مختصر لباس پہن کر درّہ ہاتھ میں لئے بازار میں گھوم رہے ہیں اور لوگوں کو اللہ کے تقویٰ اور سچائی کی تلقین کر رہے ہیں۔اچھے سودے میں ماپ تول پورے کرنے کیلئے کہہ رہے ہیں۔ ایک دفعہ بیت المال میں جو کچھ تھا تقسیم کر دیا۔ پھر دو رکعت نماز پڑھی اور فرمایا امید ہے کہ قیامت کے دن یہ میری گواہ ہوگی۔

حضرت علیؓ گو دنیاوی دولت سے تہی دامن تھے لیکن دل غنی تھا۔کبھی کوئی سائل آپ کے گھر سے ناکام واپس نہیں ہوا۔حتّٰی کہ گھر میں موجود تھوڑا بہت سامان بھی دے دیتے تھے۔ایک دفعہ رات بھر باغ سینچ کر تھوڑے سے جَو مزدوری میں حاصل کئے صبح کے وقت گھر تشریف لائے تو کچھ جو پسوا کر حریرا کا انتظام کیا۔ابھی پک کر تیار ہوا تھا کہ ایک مسکین نے صدا دی حضرت علیؓ نے سب کچھ اُٹھا کر اس کو دے دیا۔

حضرت ابوعبیدہؓ جزیہ کی امانتیں وصول کر کے مرکز اسلام مدینہ لانے کیلئے مامور ہوئے۔ان کے صدق و امانت میں اللہ تعالیٰ نے ایسی برکت ڈالی کہ وہ بحرین سے ڈھیروں ڈھیر مال لے کر مدینہ آئے۔انصار مدینہ کو خبر ہوئی تو وہ اگلے روز فجر کی نماز میں کثیر تعداد میں حاضر ہوئے۔نماز فجر کے بعد نبی کریمؐ نے صحابہ سے خطاب کرتے ہوئے فرمایا کہ ''معلوم ہوتا ہے تم لوگوں کو ابوعبیدہؓ کے آنے کی اطلاع ہوگئی ہے۔سو تمہیں بشارت ہو کہ تمہاری مرادیں پوری ہوں گی۔ مگر یاد رکھو! مجھے تمہارے فقر و افلاس کا اندیشہ نہیں بلکہ دنیا تمہارے لئے اس طرح فراخ کر دی جائے گی جس طرح پہلی قوموں کیلئے کی گئی۔لیکن اس کے نتیجے میں بالآخر وہ ہلاک ہوگئے۔ مجھے ڈر یہ ہے کہ کہیں تمہارا بھی وہ حال نہ ہو۔''
(بخاری کتاب الرقاق)

حضرت سعد بن ابی وقاصؓ کے بارہ میں آتا ہے کہ فتح مکہ کے موقع پر حضرت سعدؓ شدید بیمار ہوگئے۔ بچنے کی کوئی امید نہ رہی۔ آپ مالدار انسان تھے اور صرف ایک بیٹی تھی، آپ نے آنحضرتؐ کی خدمت میں اپنا پورا مال خدا کی راہ میں وقف کرنے کی اجازت چاہی۔حضورؐ نے فرمایا کہ یہ بہت زیادہ ہے۔ حضرت سعدؓ نے کہا نصف مال ہی قبول کر لیں۔ حضور نے وہ بھی قبول نہ فرمایا تو حضرت سعدؓ نے ایک تہائی کی وصیت کی اجازت طلب کی۔ حضورؐ نے فرمایا کہ '' ٹھیک ہے ایک تہائی مال کی وصیت کر دیں اگرچہ یہ بھی بہت ہے۔اس سے زیادہ کی اجازت نہیں۔

اس سے معلوم ہوتا ہے کہ آپؓ کو خدا کی راہ میں مال خرچ کرنے کا کتنا شوق تھا کہ اپنی ایک بچی کے بارہ میں بھی نہیں سوچا صرف خدا کی راہ میں مال قربان کرنا ضروری سمجھا۔

حضرت عبد الرحمن بن عوف کے بارہ میں آتا ہے کہ آپؓ بڑے مالدار تاجر تھے۔ آپ کو تجارت میں ایسی برکت پڑی کہ عظیم الشان دولت کے مالک بنے۔مگر کبھی حرص اور بخل کا خیال تک نہ آیا۔ابوالھیاج روایت کرتے ہیں کہ میں نے ایک شخص کو طواف بیت اللہ میں یہ دعا کرتے سنا۔اَللّٰھُمَّ قِنِی شُحَّ نَفسِی۔اے اللہ مجھے اپنے نفس کے بخل سے محفوظ رکھنا۔یہ دعا مقبول ٹھہری۔ایک دفعہ ان کا تجارتی قافلہ مدینے آیا تو اس میں سات سو اونٹوں پر صرف گیہوں، آٹا اور دوسری اشیا لدی ہوئی تھیں۔ مدینے میں اتنے بڑے تجارتی قافلے کے چرچے ہو رہے تھے کہ حضرت عائشہؓ تک بھی خبر پہنچی۔انہوں نے حضرت عبدالرحمانؓ بن عوف کے فضائل بیان کرتے ہوئے فرمایا کہ میں نے رسول خداؐ سے سُنا ہے کہ عبدالرحمانؓ جنتی ہیں اور رینگتے ہوئے جنت میں جائیں گے۔ حضرت عبدالرحمن بن عوفؓ کو اطلاع ہوئی تو دوڑتے ہوئے ام المؤمنین حضرت عائشہؓ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور کہا کہ میں آپ کو گواہ کر کے یہ لدا ہوا قافلہ اونٹ اور کجاوے سمیت خدا کی راہ میں وقف کرتا ہوں۔

اس کا پس منظر یہ تھا کہ رسول کریمؐ نے حضرت عبدالرحمنؓ بن عوف سے ایک دفعہ فرمایا کہ آپ امیر آدمی ہو جنت میں گھٹنوں کے بل داخل ہوگے اسلئے اپنا مال خدا کو قرض دو۔ انہوں نے عرض کیا یارسولؐ اللہ ! سارا مال؟ فرمایا ہاں۔حضرت عبدالرحمنؓ بن عوف اس پر آمادہ ہوگئے ۔ رسول کریمؐ نے فرمایا مجھے جبریل نے ابھی خبر دی ہے کہ عبدالرحمنؓ کو کہہ دو کہ مہمان کی مہمان نوازی کرے، مسکین کو کھانا کھلائے اور سائل کو دے۔رشتہ داروں سے آغاز کرے۔تو مال پاک ہو جائے گا۔

سبحان اللہ! کیا بے نفسی ہے اور دنیا سے بے رغبتی کا کیا عالم ہے۔ یہ وہ انقلاب تھا جو نبی کریمؐ نے اپنے صحابہ میں پیدا کر دیا تھا کہ مال کی کثرت نے ان کے دلوں میں مال کی محبت کی بجائے مال عطا کرنے والے کی محبت پیدا کر دی۔حضرت عبدالرحمانؓ بن عوف نے ہمیشہ قومی اور مذہبی ضروریات کیلئے گراں قدر خدمات انجام دیں۔ سورۂ توبہ میں صدقہ و خیرات کی ترغیب کا مضمون بیان ہوا ہے تو حضرت عبدالرحمنؓ بن عوف نے اپنا نصف مال پیش کر دیا۔ پھر دو دفعہ چالیس چالیس ہزار دینار پیش کئے۔اسی طرح جہاد کیلئے ضرورت پیش آئی تو پانچصد گھوڑے اور پندرہ سو اونٹ پیش کر دیئے۔ عام صدقہ و خیرات کا تو یہ عالم تھا کہ ایک ایک دن میں تیس، تیس غلام آزاد کر دیا کرتے تھے۔ایک روایت کے مطابق اندازاً تیس ہزار غلام آزاد کئے۔ان تمام خدمتوں کے باوجود کوئی فخر کا شائبہ تھا نہ غرور کا خیال بلکہ عجز و انکسار کا یہ حال تھا کہ ایک دفعہ ام المومنین حضرت ام سلمہؓ سے یہ عرض کیا کہ مجھے خوف ہے کہ کثرتِ مال مجھے ہلاک نہ کر دے۔ انہوں نے فرمایا کہ راہ خدا میں مال خرچ کیا کرو۔حضرت عبدالرحمانؓ بن عوف نے جیسے یہ نصیحت پلے باندھ لی تھی۔وفات کے وقت بھی پچاس ہزار دینار اور ایک ہزار گھوڑے خدا کی راہ میں وقف کر دیئے۔ بدر میں جو صحابہ شریک ہوئے تھے بوقت وفات ان کے حق میں یہ وصیت فرمائی کہ اب تک جتنے بدری صحابہ زندہ ہیں میرے ترکے میں سے ہر ایک کو چارصد دینار عطا کئے جائیں۔اس وقت سو بدری صحابہ موجود تھے۔

حضرت عمروؓ بن جموح انصاری کے بارہ میں آتا ہے کہ وہ بھی بڑے سخی انسان تھے۔ انصار کے قبیلہ بنوسلمہ کے کچھ لوگ آنحضرتؐ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔حضورؐ نے پوچھا کہ تمہارا سردار کون ہے؟ انہوں نے عرض کی کہ یارسول اللہ ہمارا سردار تو جد بن قیس ہے مگر وہ ہے بڑا بخیل۔حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا کہ بخل سے بری تو کوئی بیماری نہیں۔تمہارا سردار تو عمرو بن جموح جیسا شخص ہونا چاہیے جو بہت ہی سخی انسان ہے حضور کا یہ اشارہ ہی وفا شعار انصار کیلئے عمرو بن جموح کی سرداری کا پروانہ ثابت ہوا۔تب سے عمرو بن جموحؓ بالاتفاق اپنے قبیلے کے سردار مانے گئے۔

حضرت ابوطلحہؓ انصاری کے بارہ میں آتا ہے کہ آپؓ مدینہ کے مالدار رئیس تھے مالی قربانی کے میدان میں بھی آپ کسی سے پیچھے نہ تھے بلکہ قربانی کا اعلیٰ ذوق تھا۔ چنانچہ بعض ایسی تاریخی اور مثالی قربانیوں کی توفیق آپ نے پائی جو ہمیشہ یاد رکھی جائیں گی۔

مسجد نبوی کے سامنے حضرت ابوطلحہؓ کا کھجوروں کا ایک قیمتی باغ تھا جو ''بیرحا'' کے نام سے مشہور تھا نبی کریمؐ اس باغ میں تشریف لے جا کر گاہے بگاہے آرام فرماتے اور اس کے پھل اور تازہ پانی سے لطف اندوز ہوتے۔ جب قرآن شریف کی یہ آیت اتری ''لَنۡ تَنَالُوا الۡبِرَّ حَتّٰی تُنۡفِقُوۡا مِمَّا تُحِبُّوۡنَ (آل عمران:93) کہ کامل نیکی یہ ہے کہ تم وہ چیز خرچ کرو جو تمہیں زیادہ دل پسند اور محبوب ہے۔حضرت ابوطلحہؓ رسول کریمؐ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کیا کہ یارسول اللہ !اللہ تعالیٰ مالی قربانی کے بارہ میں یہ ہدایت دیتا ہے اور میرا سب سے قیمتی اور پیارا باغ ''بیرحاء'' ہے۔آج سے میں یہ باغ اللہ کے نام پر صدقہ کرتا ہوں اور خدا سے اس کے اجر و ثواب کا امیدوار ہوں۔آپ جیسے پسند فرمائیں اسے استعمال میں لائیں۔رسول کریمؐ اس عظیم قربانی پر بہت خوش ہوئے اور ابوطلحہؓ سے فرمایا کہ واہ! یہ تو بہت نفع بخش سودا ہے۔ پھر حضورؐ نے وہ باغ ابوطلحہؓ کے غریب رشتہ داروں میں تقسیم کروا دیا، فرمایا ہم نے یہ صدقہ قبول کیا۔اب آپ اپنے مستحق رشتہ داروں میں تقسیم کر دیں۔
(بخاری کتاب الزکوۃ و کتاب الوصایا)

حضرت ابوعقیلؓ فرماتے ہیں وہ ساری رات دو صاع سات سیر کھجوروں کے عوض اپنی کمر پر رسّی باندھ کر کنویں سے پانی نکالتے رہے پھر ایک صاع کھجور لا کر اپنے گھر والوں کو دی تا کہ وہ اسے اپنے کام میں لائیں اور دوسرا صاع قربِ خداوندی حاصل کرنے کیلئے حضورؐ کی خدمت میں پیش کیا اور حضورؐ کو بتلا دیا کہ یہ ایک صاع محنت کر کے حاصل کیا ہے حضورؐ نے فرمایا اسے صدقہ کے مال میں رکھ دو (چونکہ یہ خود غریب اور محتاج تھے اور اس ایک صاع کھجور کی خود ان کو حاجت تھی اس وجہ سے) منافقوں نے ان کا مذاق اُڑاتے ہوئے ان کے بارہ میں کہا اللہ تعالیٰ کو اس کے صاع کی کیا ضرورت تھی یہ تو خود اس صاع کا محتاج تھا۔اس پر اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی: اَلَّذِیۡنَ

یَلۡمِزُوۡنَ الۡمُطَّوِّعِیۡنَ مِنَ الۡمُؤۡمِنِیۡنَ فِی الصَّدَقٰتِ وَالَّذِیۡنَ لَا یَجِدُوۡنَ اِلَّا جُهۡدَهُمۡ (سورۃ توبہ:79)

حضرت ابو ہریرہؓ فرماتے ہیں کہ ایک آدمی نے حضورؐ کی خدمت میں حاضر ہوکر عرض کیا مجھے بھوک نے پریشان کر رکھا ہے۔ حضورؐ نے اپنی ازواج مطہرات میں سے ایک کے پاس آدمی بھیجا کہ اگر کچھ کھانے کو ہے تو بھیج دیں اُنہوں نے جواب دیا کہ گھر میں کھانے کو کچھ نہیں ہے۔ اس ذات کی قسم جس نے آپؐ کو حق دے کر بھیجا ہے! میرے پاس پانی کے علاوہ اور کچھ نہیں۔ پھر آپؐ نے دوسری ازواج کے پاس باری باری پیغام بھیجا تو سب نے یہی جواب دیا کہ گھر میں کھانے کو کچھ نہیں۔ پھر آپؐ نے صحابہؓ سے فرمایا اسے آج رات کون اپنا مہمان بناتا ہے؟ اللہ اس پر اپنی رحمت فرمائے ایک انصاری نے کھڑے ہوکر عرض کیا یارسول اللہؐ! میں تیار ہوں۔ چنانچہ وہ اس آدمی کو اپنے گھر لے گئے اور اپنی بیوی سے پوچھا کہ تمہارے پاس کچھ ہے؟ اس نے کہا اور تو کچھ نہیں صرف بچّوں کیلئے کچھ کھانے کو ہے۔ اس انصاری نے کہا کہ بچّوں کو بہلا دینا اور جب وہ کھانا مانگے تو انہیں سُلا دینا۔ اور جب ہمارا مہمان اندر آئے تو چراغ بجھا دینا اور اس کے سامنے ایسے ظاہر کرنا کے جیسے ہم بھی کھا رہے ہیں۔ چنانچہ وہ سب کھانے کیلئے بیٹھے اور صرف مہمان نے کھایا اور انصاری اور ان کی بیوی بچوں نے بھوکے ہی رات گزار دی۔ جب وہ صبح کو رسول کریمؐ کی خدمت میں حاضر ہوئے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ تم دونوں نے جو کل رات اپنے مہمانوں کے ساتھ سلوک کیا ہے وہ اللہ کو بہت پسند آیا ہے اور ایک روایت میں یہ ہے کہ اس پر یہ آیت نازل ہوئی:

وَیُؤۡثِرُوۡنَ عَلٰۤی اَنۡفُسِهِمۡ وَلَوۡ کَانَ بِهِمۡ خَصَاصَةٌ (سورۃ الحشر:10)

حضرت عبداللہ بن زیدؓ جنہوں نے خواب میں فرشتہ کو اذان دیتے ہوئے دیکھا تھا وہ فرماتے ہیں کہ اُنہوں نے حضور اقدسؐ کی خدمت میں حاضر ہوکر عرض کیا یا رسول اللہؐ! میرا یہ باغ صدقہ ہے میں اسے اللہ اور اس کے رسول کو دے رہا ہوں وہ جہاں چاہیں خرچ کردیں۔ جب ان کے والدین کو معلوم ہوا تو اُنہوں نے حضورؐ کی خدمت میں حاضر ہوکر عرض کیا کہ یارسول اللہؐ! ہمارا گزارہ تو اسی باغ پر ہو رہا تھا ہمارے بیٹے نے اسے صدقہ کردیا حضورؐ نے وہ باغ ان دونوں کو دے دیا۔ پھر جب ان دونوں کا انتقال ہوگیا تو پھر وہ باغ ان کے بیٹے عبداللہ بن زید کو وراثت میں مل گیا اور وارث بن کر اس باغ کے مالک ہوگئے۔

(بحوالہ حیاۃ الصحابہؓ حصّہ دوم ص215)

حضرت قیس بن صلح انصاریؓ کے بھائیوں نے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں آکر ان کی شکایت کی اور یہ کہا کہ یہ اپنا مال فضول خرچ کرتے ہیں اور انکا ہاتھ بہت کھلا ہے۔ حضرت قیس نے عرض کیا یا رسول اللہ! میں کھجوروں میں سے اپنا حصّہ لیتا ہوں اور اس کو اللہ کے راستہ میں اور اپنے ساتھیوں پر خرچ کرتا ہوں۔ حضورؐ نے اس کے سینہ پر ہاتھ مارا اور تین مرتبہ فرمایا تم خرچ کرو۔ اللہ تعالیٰ تم پر خرچ کرے گا۔ حضرت قیس فرماتے ہیں اسکے بعد جب میں اللہ کے راستہ میں نکلا تو میرے پاس سواری کا اُونٹ بھی تھا اور آج تو میں اپنے خاندان میں سب سے زیادہ مالدار ہوں۔ یعنی اللہ کے راستہ میں خرچ کرنے کی برکت سے اللہ تعالیٰ نے مجھے اپنے بھائیوں سے بھی زیادہ مال دے رکھا ہے۔ (حیاۃ الصحابہؓ، جلد 1 صفحہ 528)

انسان کیلئے سب سے بڑی آزمائش مال و دولت ہے۔ اور دین کیلئے مال کی قربانی کرنا بہت بڑے اجر کا موجب ہے۔ اسکی مثال حضرت امرؤالقیسؓ نے پیش کی، اور آخرت کے مقابلہ میں کبھی دنیاوی مال ومتاع کی پروانہ کی۔ ایک مرتبہ ان میں اور ربیعہ بن عبدان حضرمی میں ایک زمین کے بارہ میں تنازعہ ہو گیا۔ آنحضرتؐ کے سامنے مقدمہ پیش ہوا۔ ربیعہ مدعی تھے۔ ربیعہ نے کہا اگر وہ قسم کھا جائینگے تو میری زمین مفت میں چلی جائے گی۔ آنحضرتؐ نے فرمایا جو شخص اس نیّت سے قسم کھا جائے گا کہ اس سے مالی منفعت حاصل کرے تو وہ خدا سے اس حالت میں ملے گا کہ خدا اس سے ناراض ہوگا۔ امرؤالقیس نے عرض کیا یا رسول اللہ جو شخص اپنا حق سمجھتے ہوئے اس سے دست بردار ہو جائے، اس کو کیا اجر ملے گا؟ فرمایا جنت۔ عرض کی تو میں اس زمین سے ان کے حق میں دست بردار ہوتا ہوں۔

(اسد الغابہ، جلد پنجم، صفحہ 115، سیر الصحابہؓ جلد چہارم حصہ ہفتم، صفحہ 10)

ایک بار رسول اللہؐ نے حضرت ابیؓ بن کعب کو زکوٰۃ وصول کرنے کیلئے بھیجا۔ وہ ایک صحابی کے پاس آئے اور انہوں نے اپنے تمام اونٹ حاضر کردیئے۔ وہ سب کا جائزہ لے کر بولے کے ”تم کو صرف ایک بچہ دینا ہوگا“ اُنہوں نے کہا کہ نہ تو وہ سواری کے قابل ہے نہ دودھ دیتا ہے، یہ جوان فربہ اُونٹنی حاضر ہے۔ حضرت اُبیؓ بولے جب تک مجھ کو حکم نہ دیا جائے میں اس کو قبول نہیں کرسکتا۔ رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم قریب ہی ہیں، اگر تم چاہو تو خود آپؐ کی خدمت میں اس اونٹنی کو پیش کر سکتے ہو۔ اگر آپؐ نے قبول فرمالیا تو میں بھی قبول کرلوں گا۔ وہ اونٹنی لے کر حاضر خدمت ہوئے اور عرض کی ”یا نبی اللہؐ میرے پاس صدقہ وصول کرنے کیلئے آپ کا محصل آیا اور آج سے پہلے کوئی محصل میرے پاس صدقہ وصول کرنے کیلئے نہیں آیا تھا۔ میں نے اپنے تمام اونٹ اس کے سامنے حاضر کردیئے۔ تو اس نے کہا کہ تم پر صرف ایک بچہ فرض ہے۔ لیکن میں نے اسکو جوان اور فربہ اونٹنی دی، لیکن ان ہوں نے انکار کردیا، اب میں اس کو آپ کی خدمت میں پیش کرتا ہوں آپؐ نے ارشاد فرمایا ”فرض تو تم پر وہی ہے اس سے زیادہ دو تو صدقہ ہوگا، اور ہم اس کو قبول کرلیں گے،، انہوں نے کہا تو یہ حاضر ہے۔ آپؐ نے اسکے قبول کرنے کی اجازت دی اور ان کے مال میں برکت کی دعا فرمائی۔

(ابوداؤد کتاب الزکوٰۃ باب فی زکوٰۃ الصائمہ)

پس ان صحابہ کرامؓ نے اپنی بے مثال قربانیوں اور ایثار اور والہانہ عشق و محبت کے ذریعہ فنا فی اللہ اور فنا فی الرسول کا مقام حاصل کرکے رہتی دنیا کیلئے بے مثال نمونہ قائم کردیا اور اپنے عمل سے ثابت کردیا کہ واقعی آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا دور دنیا کی تاریخ کا زرّیں دور تھا۔

اللہ تعالیٰ ہمیں بھی آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اسوہ اور صحابہ کرامؓ کے نقش قدم پر چلائے اور ہمیں بھی صحابہ کی مانند ہر قسم کی قربانی کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ (آمین)

......☆......☆......☆......

مسیح وقت اب دُنیا میں آیا

منظوم کلام سیدنا حضرت اقدس مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام

کرو توبہ کہ تا ہو جائے رحمت — دکھاؤ جلد تر صدق و انابت
کھڑی ہے سر پہ ایسی ایک ساعت — کہ یاد آ جائے گی جس سے قیامت
مجھے یہ بات مولیٰ نے بتا دی — فَسُبۡحَانَ الَّذِیۡ اَخۡزَی الۡاَعَادِیۡ

مسلمانوں پہ تب اِدبار آیا — کہ جب تعلیمِ قرآں کو بھلایا
رسولِؐ حق کو مٹی میں سُلایا — مسیحؑا کو فلک پر ہے بٹھایا
یہ توہیں کرکے پھل ویسا ہی پایا — اہانت نے انہیں کیا کیا دکھایا
خدا نے پھر تمہیں اب ہے بُلایا — کہ سوچو عزتِ خیرالبرایا
ہمیں یہ رہ خدا نے خود دکھا دی — فَسُبۡحَانَ الَّذِیۡ اَخۡزَی الۡاَعَادِیۡ

کوئی مُردوں میں کیونکر راہ پاوے — مرے تب بے گماں مُردوں میں جاوے
خدا عیسیٰ کو کیوں مُردوں سے لاوے — وہ خود کیوں مُہرِ ختمیّت مٹاوے
کہاں آیا کوئی تا وہ بھی آوے — کوئی اک نام ہی ہم کو بتاوے
تمہیں کس نے یہ تعلیمِ خطا دی — فَسُبۡحَانَ الَّذِیۡ اَخۡزَی الۡاَعَادِیۡ

وہ آیا منتظر تھے جس کے دن رات — معمّہ کُھل گیا روشن ہوئی بات
دکھائیں آسماں نے ساری آیات — زمیں نے وقت کی دے دیں شہادات
پھر اس کے بعد کون آئے گا ہیہات — خدا سے کچھ ڈرو چھوڑو معادات
خدانے اک جہاں کو یہ سنا دی — فَسُبۡحَانَ الَّذِیۡ اَخۡزَی الۡاَعَادِیۡ

مسیحِ وقت اب دنیا میں آیا — خدا نے عہد کا دن ہے دکھایا
مبارک وہ جو اب ایمان لایا — صحابہؓ سے ملا جب مجھ کو پایا
وہی مَے اُن کو ساقی نے پلا دی — فَسُبۡحَانَ الَّذِیۡ اَخۡزَی الۡاَعَادِیۡ

خدا کا ہم پہ بس لُطف و کرم ہے — وہ نعمت کونسی باقی جو کم ہے
زمینِ قادیاں اب محترم ہے — ہجومِ خلق سے ارضِ حرم ہے
ظہورِ عون و نصرت دمبدم ہے — حسد سے دشمنوں کی پُشت خم ہے
سنو اب وقت توحیدِ اتم ہے — ستم اب مائل مُلک عدم ہے
خدا نے روک ظلمت کی اٹھا دی — فَسُبۡحَانَ الَّذِیۡ اَخۡزَی الۡاَعَادِیۡ

جماعت احمدیہ میں تحریک جدید اور وقف جدید کا عظیم الشان جہاد

(ایس. ایم. بشیر الدین، پرنسپل جامعہ احمدیہ قادیان)

اس دور آخر میں جب امام الزمان حضرت مرزا غلام احمد قادیانی مسیح موعود و مہدی معہود علیہ السلام نے جہاد بالسیف کو پیشگوئیوں کے مطابق موقوف کر دیا تو ساتھ ہی مالی جہاد اور اپنے نفسوں کو پاک کرنے کے جہاد کے میدان کو خالی بتایا اور اس میں سبقت لے جانے کی جا بجا اور بار بار ترغیب دلائی۔ آپ نے فرمایا کہ جو بھی سلسلہ خدا کی طرف سے اب تک قائم ہوا ہے، ہر ایک مامور من اللہ کو من انصاری الی اللہ کی صدا بلند کرنی پڑی ہے۔ اور کوئی بھی نظام بغیر چندے کے چل نہیں سکتا۔ آپ کی حیات مبارکہ میں احباب جماعت نے مالی جہاد کی عدیم المثال قربانیاں قائم فرمائیں جو ہمیں قرون اولیٰ کی یاد دلاتی ہیں۔ حضرت منشی شادی خان صاحبؓ نے صدیقی معیار کو قائم کرتے ہوئے اپنے گھر کا سارا اثاثہ منارۃ المسیح کی تعمیر میں لگا دیا۔ قربانیوں کا یہ باب بہت طویل اور درخشندہ ہے۔ جب بھی احباب جماعت کو اس میدان میں جوہر دکھانے کی تحریک ہوئی وہ طیور ابراہیمی کی طرح دوڑتے ہوئے آئے اور اپنا سب کچھ خدا کی راہ میں نچھاور کیا اور اس میدان جہاد میں ڈٹے رہے اور سرمو انحراف نہیں کیا۔ زیر نظر مضمون میں جماعت احمدیہ کی دو عظیم الشان مالی تحریکات یعنی تحریک جدید اور وقف جدید کی صورت میں ہونے والے عظیم الشان جہاد کا تذکرہ ہوگا۔

سال 1934ء کا اختتام تحریک جدید کے عظیم الشان آغاز سے ہوا۔ یہ ایک انقلاب انگیز الٰہی تحریک تھی جسکے ذریعہ اکناف عالم میں توحید الٰہی کے قیام اور اشاعت اسلام کی مضبوط بنیاد ڈال دی گئی اور جماعت احمدیہ کی دینی و اشاعتی سرگرمیاں جو پہلے صرف چند ممالک تک محدود تھیں عالمگیر صورت اختیار کر گئیں اور تبلیغ اسلام کا ایک زبردست نظام معرض وجود میں آیا۔ اس الٰہی تحریک کی بنیاد خدا تعالیٰ کی مشیت خاص اور اسکے القاء سے حضرت خلیفۃ المسیح الثانی رضی اللہ عنہ کے ہاتھوں عین اس وقت رکھی گئی جبکہ احراری تحریک اپنے نقطہ عروج پر تھی اور احرار اپنے خیال میں (معاذ اللہ) قادیان اور احمدیت کی اینٹ سے اینٹ بجا دینے کا فیصلہ کر کے قادیان کے پاس ہی اپنی کانفرنس منعقد کرنے والے تھے۔ یہ وہ دن تھے جب فضا میں احرار کے ان دعووں کی آواز گونج رہی تھی کہ ہم منارۃ المسیح کی اینٹ سے اینٹ بجا دیں گے اور قادیان کو اس طرح مسمار کر دیں گے کہ وہاں قادیان کا نام ونشان تک باقی نہیں رہے گا اور ایک وجود بھی ایسا نہیں رہے گا جو حضرت مسیح موعود کا نام لینے والا ہو۔ فضاؤں میں بہت ارتعاش تھا اور احمدیوں کی طبیعت میں بھی ایک ہیجان تھا، ایک جوش تھا اور ایک ولولہ تھا، جتنی قوت کے ساتھ جماعت کو دبانے کی کوشش کی جا رہی تھی اتنے ہی زور کے ساتھ یہ جماعت اُبھرنے کیلئے تیار بیٹھی تھی، ایک آواز کا انتظار تھا یعنی خلیفۃ المسیح کی آواز کا کہ وہ جس طرح چاہیں، جس طرف چاہیں قربانیوں کیلئے بلائیں لیکن دل سینوں میں اُچھل رہے تھے کہ کب یہ آواز بلند ہو اور کب ہمیں آگے بڑھ کر نَحْنُ اَنْصَارُ اللّٰہِ کہنے کی توفیق عطا ہو۔

یہ وقت جماعت کیلئے انتہائی نازک تھا ہر طرف سے جماعت پر حملے ہو رہے تھے۔ دشمن پوری طاقت اور پورے زور کے ساتھ حملے کے منصوبے بنا رہا تھا اور اپنے زعم میں جماعت کو نیست و نابود کرنے کو تیار کھڑا تھا۔ اب کی بار یہ صرف احرار کا حملہ نہ تھا بلکہ حکومت بھی انہی کے ساتھ تھی۔ ایسے خطرناک حالات میں حضرت مصلح موعودؓ نے اس الٰہی تحریک کا آغاز فرمایا اور اس کشتی کو نصرت الٰہی سے مخالفین کی ریشہ دوانیوں اور ایذا رسانیوں کے تند و تیز طوفان سے نکال کر امن میں لے آئے۔

ان حالات کا ذکر کرتے ہوئے آپؓ فرماتے ہیں: ''آپ لوگوں کو یاد رکھنا چاہیے کہ یہ وقت بہت نازک ہے۔ ہر طرف سے مخالفت ہو رہی ہے اور اس کا مقابلہ کرتے ہوئے سلسلہ کی عزت اور وقار کو قائم رکھنا آپ لوگوں کا فرض ہے۔۔۔۔۔آخر ہم نے کیا قصور کیا ہے ملک کا یا حکومت کا کہ ہم سے یہ دشمنی اور عناد کا سلوک روا رکھا جا رہا ہے؟۔۔۔۔۔ہم کسی کے گھر پر حملہ آور نہیں ہوئے، حکومت سے اسکی حکومت نہیں مانگی، رعایا سے اسکے اموال نہیں چھینے بلکہ اپنی مسجدیں ان کے حوالے کر دیں۔ اپنی بیش قیمت جائدادیں ان کو دے کر ہم میں سے بہت سے لوگ قادیان میں آ گئے کہ امن سے خدا کا نام لے سکیں مگر پھر بھی ہم پر حملے کئے جاتے ہیں اور حکومت بھی ہمارے ہاتھ باندھ کر ہمیں ان کے آگے پھینکنا چاہتی ہے اور کوئی نہیں سوچتا کہ ہمارا قصور کیا ہے؟''

(خطبہ جمعہ فرمودہ 26 اکتوبر 1934ء، الفضل یکم نومبر 1934ء)

تحریک جدید ایک الہامی تحریک

تحریک جدید کو تمام تر کامیابیوں کے حصول کا ذریعہ اور الہامی تحریک قرار دیتے ہوئے حضرت خلیفۃ المسیح الثانی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

''جماعت کو اپنی ترقی اور عظمت کیلئے اس تحریک کو سمجھنا اور اس پر غور کرنا نہایت ضروری ہے۔ اللہ تعالیٰ جس طرح مختصر الفاظ میں ایک الہام کر دیتا ہے اور اس میں نہایت باریک تفصیلات موجود ہوتی ہیں۔ اسی طرح اسکا القا بھی ہوتا ہے اور جس طرح الہام مخفی ہوتا ہے، اسی طرح القا بھی مخفی ہوتا ہے بلکہ القا الہام سے زیادہ مخفی ہوتا ہے۔ یہ تحریک بھی جو القائے الٰہی کا نتیجہ تھی پہلے مخفی تھی مگر جب اس پر غور کیا گیا تو یہ اس قدر تفصیلات کی جامع نکلی کہ میں سمجھتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ نے ہمارے زمانہ کیلئے اس میں اتنا مواد جمع کر دیا ہے کہ اصولی طور پر اس میں وہ تمام باتیں آ گئی ہیں جو کامیابی کیلئے ضروری ہیں۔''

(سوانح فضل عمرؓ، جلد 3، صفحہ 300)

آپؓ فرماتے ہیں: یہ مت خیال کرو کہ تحریک جدید میری طرف سے ہے۔ نہیں بلکہ اس کا ایک ایک لفظ میں قرآن کریم سے ثابت کر سکتا ہوں اور ایک ایک حکم رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ارشادات میں دکھا سکتا ہوں۔۔۔۔۔ پس یہ خیال مت کرو کہ جو میں نے کہا ہے وہ میری طرف سے ہے بلکہ یہ اس نے کہا ہے جسکے ہاتھ میں تمہاری جان ہے۔ میں اگر مر بھی جاؤں تو وہ دوسرے سے یہی کہلوائے گا اور اس کے مرنے کے بعد کسی اور سے۔ بہر حال چھوڑے گا نہیں جب تک تم سے اس کی پابندی نہ کرا لے۔''

(خطبہ جمعہ فرمودہ 13 دسمبر 1935ء، الفضل 21 دسمبر 1935ء)

اس تحریک کے آغاز کے حالات اور اس تحریک کے ثمرات کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا:

''یہ زمانہ ہمارے لئے نہایت نازک ہے۔ مجھ پر بیسیوں راتیں ایسی آتی ہیں کہ لیٹے لیٹے ایسا معلوم ہوتا ہے کہ جنون ہونے لگا ہے اور میں اٹھ کر ٹہلنے لگ جاتا ہوں۔ غرض یہی نہیں کہ واقعات نہایت خطرناک پیش آ رہے ہیں بلکہ بعض باتیں ایسی ہیں جو ہم بیان نہیں کر سکتے۔۔۔۔۔سلسلہ کے خلاف ایسے سامان پیدا ہو رہے ہیں کہ جو میری ذات کے سوا کسی کو معلوم نہیں۔۔۔۔۔ میں سمجھتا ہوں کہ وقت ایسا ہے کہ ہمیں اہم قربانی کی ضرورت ہے۔۔۔۔۔آج ہمارے جھنڈے کو گرانے کی بھی دشمن پوری کوشش کر رہا ہے اور سارا زور لگا رہا ہے کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام ہمیں جو جھنڈا دے گئے ہیں اسے گرا دے۔ اب ہمارا فرض ہے کہ اسے اپنے ہاتھوں میں پکڑے رہیں اور اگر ہاتھ کٹ جائیں تو پاؤں میں پکڑ لیں اور اگر اس فرض کی ادائیگی میں ایک کی جان چلی جائے تو دوسرا کھڑا ہو جائے اور اس جھنڈے کو پکڑ لے۔۔۔۔۔ یاد رکھو خدا تعالیٰ کے لئے مرنے والے کو کوئی مار نہیں سکتا اس بات کو پلے باندھ لو اور جب تم یہ ارادہ کر لو گے کہ خدا تعالیٰ کے لئے مرنا ہے تو پھر دنیا کی کوئی طاقت تم کو مار نہ سکے گی۔ ہاں تم پر وہ موت آئے گی جو نبیوں کو سچے دل سے ماننے والوں پر آتی ہے مگر ناکامی کی موت نہیں آ سکتی کیونکہ تم جس پر گرو گے وہ چکنا چور ہو جائے گا اور جو تم پر گرے گا وہ بھی چکنا چور ہو جائے گا۔'' (مجلس شوریٰ منعقدہ 19 تا 21 اپریل 1935ء اختتامی خطاب)

تحریک جدید کے مطالبات

تحریک جدید کے بیان کردہ چوبیس مطالبات میں سے چند ایک درج ہیں:

(پہلا مطالبہ) حضرت مصلح موعود رضی اللہ عنہ نے سب سے پہلے جماعت سے اس تحریک کے سلسلہ میں جو مطالبہ فرمایا وہ سادہ زندگی اختیار کرنا تھا۔

(دوسرا مطالبہ) جماعت کے مخلص افراد اپنی آمد کا 1/5 سے 1/3 حصہ تک سلسلہ کے مفاد کیلئے تین سال تک بیت المال میں جمع کروائیں۔

(تیسرا مطالبہ) دشمن کے گندے لٹریچر کا جواب دیا جائے۔

(چوتھا مطالبہ) احباب اپنی زندگیاں خدمتِ دین کیلئے وقف کریں

(پانچواں مطالبہ) اس سکیم کیلئے بعض احباب ماہانہ سو روپیہ چندہ دیں، غربا بھی ماہانہ پانچ روپے چندہ دے کر اس مالی قربانی میں شامل ہوسکتے ہیں۔

(چھٹا مطالبہ) بعض احباب اشاعتِ سلسلہ کیلئے کم ازکم تین سال وقف کریں۔

(ساتواں مطالبہ) وقف برائے تین ماہ کریں اور ملازم پیشہ احباب اپنے خرچ پر جماعتوں میں جائیں۔

(آٹھواں مطالبہ) پنشنر افراد خدمتِ دین کیلئے وقف کریں۔

(نواں مطالبہ) جماعت کے افراد ہاتھ سے کام کرنے کی عادت ڈالیں۔

(دسواں مطالبہ) اپنی جائداد میں سے عورتوں کو ان کا شرعی حصہ ادا کریں۔

(گیارھواں مطالبہ) مخلوق خدا کی خدمت کی جائے۔

(بارھواں مطالبہ) ہر احمدی امانت داری کی عادت ڈالے۔ کسی کی امانت میں خیانت نہ کرے۔

(سوانح فضل عمرؓ، جلد 3، صفحہ 309 تا313 مفہوماً)

حضرت خلیفۃ المسیح الثانی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

’’1934ء کے آخر میں جماعت میں جو بیداری پیدا ہوئی اس کے نتیجہ میں جماعت نے ایسی غیر معمولی قربانی کی روح پیش کی جس کی نظیر اعلیٰ درجہ کی زندہ قوموں میں بھی مشکل سے مل سکتی ہے......تحریک جدید کے پہلے دور میں احباب نے غیر معمولی کام کیا اور ہم اسے فخر کے ساتھ پیش کر سکتے ہیں۔ مؤرخ آئیں گے جو اس امر کا تذکرہ کریں گے کہ جماعت نے ایسی حیرت انگیز قربانی کی کہ جسکی مثال نہیں ملتی اور اسکے نتائج بھی ظاہر ہیں۔ حکومت کے اس عنصر کو جو ہمیں مٹانے کے درپے تھا متواتر ذلت ہوئی......اور احرار کو تو اللہ تعالیٰ نے ایسا ذلیل کیا ہے کہ اب وہ مسلمانوں کے سٹیج پر کھڑے ہونے کی جرأت نہیں کر سکتے......تو اللہ تعالیٰ نے ہمارے سب دشمنوں کو ایسی سخت شکست دی ہے کہ حکام نے خود اس کو تسلیم کیا ہے۔‘‘

(سوانح فضل عمرؓ، جلد 3، صفحہ 324)

تحریک جدید کا
ایک اور ثمر احرار کے انجام کی پیشگوئی

دعاؤں، انابت الی اللہ، تزکیۂ نفس، اسلامی تمدن و طریق کے مطابق زندگی بسر کرنے یعنی تحریکِ جدید کی الہامی و انقلابی سکیم پر عمل کرنے سے مخالفت کے طوفان کا رُخ کس طرح تبدیل ہوا اس کے بارہ میں حضرت خلیفۃ المسیح الثانی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

’’احرار میرے مقابل پر اٹھے، احرار کو بعض ریاستوں کی بھی تائید حاصل تھی کیونکہ کشمیر کمیٹی کی صدارت جو میرے سپرد کی گئی تھی اس کی وجہ سے کئی ریاستوں کو یہ خیال پیدا ہو گیا تھا کہ اس زور کو توڑنا چاہئے ایسا نہ ہو کہ یہ کسی اور ریاست کے خلاف کھڑے ہو جائیں ......احرار نے 1934ء میں شورش شروع کی اور اس قدر مخالفت کی کہ تمام ہندوستان کو ہماری جماعت کے خلاف بھڑکا دیا۔ اس وقت مسجد میں منبر پر کھڑے ہو کر میں نے ایک خطبہ میں اعلان کیا کہ تم احرار کے فتنہ سے مت گھبراؤ! خدا مجھے اور میری جماعت کو فتح دے گا کیونکہ خدا نے جس راستہ پر مجھے کھڑا کیا ہے وہ فتح کا راستہ ہے جو تعلیم مجھے دی ہے وہ کامیابی تک پہنچانے والی ہے اور جن ذرائع کے اختیار کرنے کی اس نے مجھے توفیق دی ہے وہ کامیاب و بامراد کرنے والے ہیں۔ اس کے مقابلہ میں زمین ہمارے دشمنوں کے پاؤں سے نکل رہی ہے اور میں ان کی شکست کو ان کے قریب آتے دیکھ رہا ہوں۔ وہ جتنے زیادہ منصوبے کرتے اور اپنی کامیابی کے نعرے لگاتے ہیں اتنی ہی نمایاں مجھے ان کی موت دکھائی دیتی ہے۔‘‘

(سوانح فضل عمرؓ، جلد 3، صفحہ 295)

تحریک جدید کے اغراض و مقاصد

دعوت الی اللہ اور تربیت تحریک جدید کے اجراء کے دو بنیادی اغراض و مقاصد تھے۔ چنانچہ حضرت مصلح موعودؓ نے اپنے خطبہ جمعہ فرمودہ 18 نومبر 1938ء میں فرمایا:

’’تبلیغ اور تعلیم و تربیت دو نہایت ہی اہم کام ہیں اور انہی دونوں کاموں کو تحریک جدید میں مدنظر رکھا گیا ہے۔‘‘

تبلیغ: اس سے مراد یہ ہے کہ دنیا میں توحید کا قیام اور دین حق کی اصل تعلیم کی اشاعت کی جائے۔ لوگوں کے سامنے دین حق کی صحیح اور خوبصورت تصویر پیش کی جائے تا تمام دنیا تک حضرت محمد مصطفی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کا پیغام پہنچ سکے۔ اور وہ آپؐ کے جھنڈے تلے آکر نجات پائیں۔ یعنی اس مقصد کو حاصل کیا جاسکے جس کیلئے حضرت اقدس مسیح موعودؑ کو مبعوث کیا گیا تھا۔

تربیت: اس سے مراد یہ ہے کہ احباب جماعت کی ایسے رنگ میں تربیت کی جائے کہ دنیا میں اسلامی تمدن کو قائم کیا جائے۔ احباب جماعت اپنی زندگی کو اس نمونہ کے مطابق ڈھالیں جس کو صحابہؓ نے پیش کیا۔ اسی طرح اپنی زندگی گزاریں اور انہی کی طرح ہر وقت ہر قسم کی قربانی کیلئے تیار رہیں کیونکہ قربانیوں کے بغیر قومیں ترقی نہیں کیا کرتیں۔ قربانیاں قوموں کی سانس ہوتی ہیں جب تک وہ قائم رہتی ہیں قوم زندہ رہتی ہے اور ترقی کرتی چلی جاتی ہے اور جب قربانیاں نہیں رہتیں تو قومیں بھی نہیں رہا کرتیں۔ پس ان قربانیوں کیلئے جماعت کی ایسے رنگ میں تربیت کرنا کہ وہ ماحول پیدا ہو جائے جو قربانیاں کرنے کیلئے ضروری ہوتا ہے۔

ان دو مقاصد کے حصول کیلئے ضرورت تھی: (1) آدمیوں کی (2) روپے کی (3) عزم واستقلال کی (4) دعاؤں کی۔

اس کیلئے حضرت مصلح موعود رضی اللہ عنہ نے تحریک جدید کی سکیم پیش کی جس میں آپ نے احباب جماعت سے مختلف اوقات میں مختلف مطالبات کیے۔ انہی چیزوں کے مجموعے کا نام تحریک جدید ہے۔ یہ ایک ضابطۂ حیات ہے۔ تحریک جدید دراصل قربانی ہی کا دوسرا نام ہے۔ حضرت مصلح موعود رضی اللہ عنہ تحریک جدید کی غرض وغایت بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

’’تمام لوگوں تک پہنچنے کیلئے ہمیں آدمیوں کی ضرورت ہے، ہمیں روپیہ کی ضرورت ہے، ہمیں عزم اور استقلال کی ضرورت ہے اور ہمیں ان دعاؤں کی ضرورت ہے، جو خدا تعالیٰ کے عرش کو ہلا دیں اور انہی چیزوں کے مجموعہ کا نام تحریک جدید ہے۔ تحریک جدید کو اس لئے جاری کیا گیا ہے تا کہ اسکے ذریعہ ہمارے پاس ایسی رقم جمع ہو جائے، جس سے خدا تعالیٰ کے نام کو دنیا کے کناروں تک آسانی اور سہولت سے پہنچا دیا جائے۔ تحریک جدید کو اس لئے جاری کیا گیا ہے تا کہ کچھ افراد ایسے میسر آجائیں، جو اپنے آپ کو خدا تعالیٰ کے دین کی اشاعت کیلئے وقف کر دیں اور اپنی عمریں اس کام میں لگا دیں۔ تحریک جدید کو اس لئے جاری کیا گیا ہے تا کہ وہ عزم اور استقلال ہماری جماعت میں پیدا ہو، جو کام کرنے والی جماعتوں کے اندر پایا جانا ضروری ہوتا ہے......تحریک جدید سے میری غرض جماعت میں صرف سادہ زندگی کی عادت پیدا کرنا نہیں۔ بلکہ میری غرض انہیں قربانیوں کے تنور کے پاس کھڑا کرنا ہے۔‘‘

(خطبہ جمعہ فرمودہ 27 نومبر 1942ء، مطبوعہ الفضل 2 دسمبر 1942ء)

تحریک جدید کا شاندار مستقبل

حضرت مصلح موعود رضی اللہ عنہ اس کے متعلق فرماتے ہیں:

’’یاد رکھو کہ یہ تحریک خدا تعالیٰ کی طرف سے ہے۔ اس لئے وہ اسے ضرور ترقی دے گا اور اس کی راہ میں جو روکیں ہوں گی ان کو بھی دور کر دے گا اور اگر زمین سے اسکے سامان پیدا نہ ہوں گے تو آسمان سے خدا تعالیٰ اسکو برکت دے گا۔‘‘ (خطبہ جمعہ فرمودہ 24 نومبر 1939ء الفضل 30 نومبر 1939ء)

تحریک جدید کے عظیم الشان نتائج کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا:

’’تم اگر تحریک جدید پر عمل شروع کر دو تو آج یا کل یا پرسوں نہیں جب خدا تعالیٰ کی مرضی ہوگی تمہاری قوم کو ضرور بادشاہت مل جائے گی۔‘‘

(خطبہ جمعہ فرمودہ 4 دسمبر 1936ء الفضل 12 دسمبر 1936ء)

مزید فرماتے ہیں:

’’باوجودیکہ ہم نہ تشدد کریں گے اور نہ سول نافرمانی، باوجودیکہ ہم گورنمنٹ کے قانون کا احترام کریں گے، باوجود اس کے کہ ہم ان تمام ذمہ داریوں کو ادا کریں گے جو احمدیت نے ہم پر عائد کی ہیں اور باوجود اس کے کہ ہم ان تمام فرائض کو پورا کریں گے جو خدا اور اسکے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمارے لئے مقرر کئے، پھر بھی ہماری سکیم کامیاب ہو کے رہے گی۔ کشتی احمدیت کا کپتان اس

مقدس کشتی کو پرخطر چٹانوں میں سے گزارتے ہوئے سلامتی کے ساتھ اسے ساحل پر پہنچا دے گا۔ یہ میرا ایمان ہے اور میں اس پر مضبوطی سے قائم ہوں جن کے سپرد الٰہی سلسلہ کی قیادت کی جاتی ہے ان کی عقلیں اللہ تعالیٰ کی ہدایت کے تابع ہوتی ہیں اور وہ خدا تعالیٰ سے نور پاتے ہیں اور اسکے فرشتے ان کی حفاظت کرتے ہیں اور اسکی رحمانی صفات سے وہ مؤید ہوتے ہیں اور گو وہ دنیا سے اٹھ جائیں اور اپنے پیدا کرنے والے کے پاس چلے جائیں مگر ان کے جاری کئے ہوئے کام نہیں رکتے اور اللہ تعالیٰ انہیں مفلح اور منصور بناتا ہے۔''

(خطبہ جمعہ فرمودہ 2 رنومبر 1934ء الفضل 11 رنومبر 1934ء)

حضرت مصلح موعود رضی اللہ عنہ نے 28 ر دسمبر 1953 کو جلسہ سالانہ کے موقع پر عالم روحانی کے نوبت خانہ کا بالتفصیل تذکرہ کرنے کے بعد پُرجلال لب ولہجہ میں ارشاد فرمایا:

''اس نوبت خانہ سے جو یہ نوبت بجی، یہ کیا شاندار نوبت ہے۔ پھر کیسی معقول نوبت ہے۔ وہاں ایک طرف بینڈ بج رہے ہیں۔ ٹوں، ٹوں، ٹوں۔ ٹیں، ٹیں، ٹیں اور یہ کہتا ہے۔ اللہ اکبر۔ اللہ اکبر! اشھد ان لا الہ الا اللہ! اشھد ان محمدا رسول اللہ! حی علی الصلوٰۃ! حی علی الفلاح!! کیا معقول باتیں ہیں۔ کیسی سمجھدار آدمیوں کی باتیں ہیں۔ بچہ بھی سنے تو وجد کرنے لگ جائے اور ان کے متعلق کوئی بڑا آدمی سوچے تو شرمانے لگ جائے۔ بھلا یہ کیا بات ہوئی کہ ٹوں، ٹوں، ٹوں۔ ٹیں، ٹیں، ٹیں۔ مگر افسوس! کہ اس نوبت خانہ کو آخر مسلمانوں نے خاموش کردیا۔ یہ نوبت خانہ حکومت کی آواز کی جگہ چند مرثیہ خوانوں کی آواز بن کر رہ گیا اور اس نوبت کے بجنے پر جو سپاہی جمع ہوا کرتے تھے وہ کروڑوں سے دسیوں پر آگئے اور ان میں سے بھی ننانوے فیصدی صرف رسماً اٹھک بیٹھک کرکے چلے جاتے ہیں۔ تب اس نوبت خانہ کی آواز کا رعب جاتا رہا۔ خدا کی حکومت پھر آسمان پر چلی گئی اور دنیا پھر شیطان کے قبضہ میں آگئی۔ اب خدا کی نوبت جوش میں آئی ہے۔ اور تم کو، ہاں تم کو خدا تعالیٰ نے پھر اس نوبت خانہ کی ضرب سپرد کی ہے۔ اے آسمانی بادشاہت کے موسیقارو! اے آسمانی بادشاہت کے موسیقارو!! اے آسمانی بادشاہت کے موسیقارو!!! ایک دفعہ پھر اس نوبت کو اس زور سے بجاؤ کہ دنیا کے کان پھٹ جائیں۔ ایک دفعہ پھر اپنے دل کے خون اس قرنا میں بھر دو۔ ایک دفعہ پھر اپنے دل کے خون اس قرنا میں بھر دو کہ عرش کے پائے بھی لرز جائیں اور فرشتے بھی کانپ اٹھیں۔ تاکہ تمہاری دردناک آوازیں اور تمہارے نعرہ ہائے تکبیر اور نعرہ ہائے شہادت توحید کی وجہ سے خدا تعالیٰ زمین پر آجائے اور پھر خدا تعالیٰ کی بادشاہت اس زمین پر قائم ہوجائے۔ اسی غرض کیلئے میں نے تحریک جدید کو جاری کیا ہے اور اسی غرض کیلئے میں تمہیں وقف کی تعلیم دیتا ہوں۔ سیدھے آؤ اور خدا کے سپاہیوں میں داخل ہوجاؤ۔ محمد رسول اللہؐ کا تخت آج مسیح نے چھینا ہوا ہے۔ تم نے مسیح سے چھین کر پھر وہ تخت محمد رسول اللہؐ کو دینا ہے اور محمد رسول اللہؐ نے وہ تخت خدا کے آگے پیش کرنا ہے اور خدا تعالیٰ کی بادشاہت دنیا میں قائم ہونی ہے۔ پس میری سنو! اور میری بات کے پیچھے چلو کہ میں جو کچھ کہہ رہا ہوں وہ خدا کہہ رہا ہے۔ میری آواز نہیں۔ میں خدا کی آواز تم کو پہنچا رہا ہوں۔ تم میری مانو۔ خدا تمہارے ساتھ ہو! خدا تمہارے ساتھ ہو!! خدا تمہارے ساتھ ہو اور تم دنیا میں بھی عزت پاؤ اور آخرت میں بھی عزت پاؤ۔''

(سیر روحانی، صفحہ 620،619)

تحریک جدید کے اس مالی جہاد میں احباب جماعت قربانیوں کے نئے باب رقم کر رہے ہیں۔ امیر ممالک کے احباب بھی اس میدان میں سبقت لے جارہے ہیں اور غریب ممالک کے احباب بھی مسابقت فی الخیرات کی اس دوڑ میں پیچھے نہیں ہیں۔ حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز ایک ایمان افروز واقعہ کا ذکر کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

''کینیڈا میں بھی بعض لوگ ایسے ہیں جن کے متعلق امیر صاحب لکھتے ہیں کہ ہزار ڈالر چندہ تھا جو بڑھا کے پانچ ہزار کا وعدہ کیا اور اللہ تعالیٰ کے فضل سے ادا بھی کردیا۔ اس لئے شروع میں ہی ادا کیا کہ اللہ تعالیٰ کے فضلوں کو سمیٹا جائے اور مسجد کیلئے بھی انہوں نے بیس ہزار ڈالر کی ادائیگی کی...... کینیڈا کی ایک خاتون کہتی ہیں کہ میرا وعدہ ایک ہزار ڈالر کا تھا۔ پیسے نہیں تھے۔ شام کو خاوند کا فون آیا کہ فلاں شخص نے پیسے دیئے ہیں، چیک دیا ہے۔ تو میں نے کہا کہ ایک ہزار ڈالر کا چیک ہوگا۔ اس نے کہا تمہیں کس طرح پتا ہے؟ میں نے کہا اس لئے کہ مجھے فکر تھی کہ میں نے تحریک جدید کا چندہ ادا کرنا تھا اور ایک ہزار ڈالرز ادا کرنا تھا اور مجھے خیال ہوا کہ اللہ تعالیٰ نے یہ انتظام کیا ہے تو اتنی ہی رقم ہوگی۔

(خطبہ جمعہ فرمودہ 11 رنومبر 2016)

اللہ تعالیٰ کے فضل وکرم سے تحریک جدید کے مالی جہاد کے باعث دنیا بھر میں مربیان کی فوج تیار ہورہی ہے۔ دنیا بھر کے مختلف ممالک میں جامعات چل رہے ہیں۔ عالی شان اور جدید سہولیات سے لیس ہسپتال کام کر رہے ہیں جو خاص کر غریب ممالک جہاں میڈیکل سہولت میسر نہیں ہے سستا لیکن پروفیشنل علاج مہیا کرتے ہیں۔ بچوں کی تعلیم وتربیت کیلئے سکول جاری کئے گئے ہیں جہاں بچوں کو زیور تعلیم سے آراستہ کیا جارہا ہے۔ ایم ٹی اے کی نشریات میں تحریک جدید کا اہم کردار ہے اور جو بھی بیرون ممالک مشن ہاوسز اور مساجد تعمیر ہوتی ہیں ان میں تحریک جدید کا ایک کلیدی کردار ہے۔ قرآن کریم کے تراجم شائع ہورہے ہیں۔ اس تحریک کی بدولت کئی پرنٹنگ پریس کام کررہے ہیں جہاں دیدہ زیب اور جاذب النظر لٹریچر شائع ہورہا ہے۔ ان کاموں کے علاوہ بھی بیشمار کام تحریک جدید کے چندے کے باعث ہورہا ہے۔ اور سب سے بڑھکر یہ کہ بیرونی ممالک میں جماعت کی تبلیغ اور اس کا نفوذ تحریک جدید کی بدولت ہے۔ اب اللہ تعالیٰ کے فضل وکرم سے جماعت 213 ممالک میں قائم ہوچکی ہے۔ امسال 849 نئی جماعتیں قائم ہوئیں۔ 355 نئی مساجد بنیں۔ 349 مشن ہاوسز قائم ہوئے اور 668527 نئے نفوس کو جماعت احمدیہ میں داخل ہونے کی توفیق وسعادت عطا ہوئی۔

تحریک جدید کے 85 ویں سال کا اعلان کرتے ہوئے سیدنا حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے فرمایا کہ جماعت احمدیہ عالمگیر کو گزشتہ سال ایک کروڑ ستائیس لاکھ ترانوے ہزار پاؤنڈ کی قربانی کی توفیق ملی جو کہ گزشتہ سال کی نسبت اللہ تعالیٰ کے فضل سے دو لاکھ بارہ ہزار پاؤنڈ زیادہ ہے۔ حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ ''باوجود دنیا کے نامساعد حالات کے اور بہت سارے ملکوں کی کرنسی کے ڈی ویلیو ہونے کے اللہ تعالیٰ نے پھر بھی توفیق عطا فرمائی ہے۔''

وقف جدید کی بابرکت تحریک اور مالی جہاد

جماعت کی مالی جہاد اور قربانیوں کی تاریخ نہایت شاندار اور قابل رشک ہے۔ اس عظیم مثالی کارنامہ کے پیچھے حضرت مصلح موعود رضی اللہ عنہ کی ولولہ انگیز قیادت کا کسی قدر تذکرہ تحریک جدید کے ضمن میں ہو چکا ہے تحریک جدید کا اجرا 1934ء میں ہوا جبکہ حضرت خلیفۃ المسیح الثانی رضی اللہ عنہ کی جوانی کا زمانہ اور شدید طوفانی مخالفت کی وجہ سے جماعت کے اندر غیر معمولی جوش وجذبہ کا زمانہ تھا۔ 1958 میں جبکہ حضور (حضرت خلیفۃ المسیح الثانی رضی اللہ عنہ) ایک ایسے خوفناک قاتلانہ حملہ سے دوچار ہو چکے تھے جس میں ''نادان دشمن'' کا وار شہ رگ سے چھوتے ہوئے اور اپنے اثرات چھوڑتے ہوئے نکل گیا تھا اس حملہ کے نتیجہ میں حضور (حضرت خلیفۃ المسیح الثانی رضی اللہ عنہ) ایک انتہائی تکلیف دہ اعصابی بیماری میں مبتلا ہو چکے تھے مگر عمر کی زیادتی، بیماری کی شدت، ذمہ داریوں کے ہجوم میں ہمارا یہ خدا رسیدہ قائد ایک عجیب شان کے ساتھ جماعت کی روحانی ترقی اور تربیت کیلئے ایک نہایت وسیع پروگرام اس جماعت کے سامنے پیش کرتا ہے جو تقسیم وطن کے نتیجہ میں ایک بہت بڑے دھکے کو برداشت کرکے نئے سرے سے اپنے پاؤں پر کھڑا ہونے کی کوشش میں مصروف ہے اور ایک دفعہ پھر دنیا پر یہ ثابت کردیتا ہے کہ خدائی تائید یافتہ اولیاء اللہ کی شان دنیوی لیڈروں اور خود ساختہ پیروں سے کتنی مختلف اور ارفع واعلیٰ ہوتی ہے۔ اس سکیم کی اہمیت وافادیت کا اندازہ حضور (حضرت خلیفۃ المسیح الثانی رضی اللہ عنہ) کے مندرجہ ذیل ارشاد سے ہوتا ہے:

''میں چاہتا ہوں کہ اگر کچھ نوجوان ایسے ہوں جن کے دلوں میں یہ خواہش پائی جاتی ہو کہ وہ حضرت خواجہ معین الدین صاحب چشتی اور حضرت شہاب الدین صاحب سہروردی کے نقش قدم پر چلیں تو جس طرح جماعت کے نوجوان اپنی زندگیاں تحریک جدید کے ماتحت وقف کرتے ہیں وہ اپنی زندگیاں براہ راست میرے سامنے وقف کریں تاکہ میں ان سے ایسے طریق پر کام لوں کہ وہ مسلمانوں کو تعلیم دینے کا کام کرسکیں...... ہمارا ملک آبادی کے لحاظ سے ویران نہیں ہے لیکن روحانیت کے لحاظ سے بہت ویران ہو چکا ہے...... پس میں

چاہتا ہوں کہ جماعت کے نوجوان ہمت کریں اور اپنی زندگیاں اس مقصد کیلئے وقف کریں ......اور باہر جا کر نئے ربوے اور نئے قادیان بسائیں......وہ جا کر کسی ایسی جگہ بیٹھ جائیں اور حسب ہدایت وہاں لوگوں کو تعلیم دیں۔ لوگوں کو قرآن کریم اور حدیث پڑھائیں اور اپنے شاگرد تیار کریں جو آگے اور جگہوں پر پہنچ جائیں۔'' (الفضل 6/فروری 1958ء)

حضرت خلیفۃ المسیح الثانی رضی اللہ عنہ مزید فرماتے ہیں:

''یہ کام خدا تعالیٰ کا ہے اور ضرور پورا ہو کر رہے گا۔ میرے دل میں چونکہ خدا تعالیٰ نے یہ تحریک ڈالی ہے اس لیے خواہ مجھے اپنے مکان بیچنے پڑیں، کپڑے بیچنے پڑیں میں اس فرض کو پھر بھی پورا کروں گا۔ خدا تعالیٰ ......میری مدد کیلئے فرشتے آسمان سے اُتارے گا۔''

وقف جدید وہ للٰہی تحریک اور آسمانی آواز ہے جو آپ کی زبان مبارک سے باذن الٰہی جاری ہوئی۔ اس تحریک کے دو حصے ہیں۔ ایک وقف اور ایک چندہ۔ اول یہ کہ دنیا کے طول و عرض میں پھیلی ہوئی دیہی جماعتوں کی تعلیم و تربیت کی جائے اور انہیں اسلام احمدیت کی حقیقی تعلیم سے روشناس کرانے کیلئے خدمت دین کا بے لوث جذبہ رکھنے والے نوجوان اپنی زندگیاں دین کیلئے وقف کریں۔ دوم یہ کہ تعلیم و تربیت کے غیر معمولی اہمیت کے حامل اس کام کو قریہ قریہ خوش اسلوبی سے جاری و ساری رکھنے کیلئے وقف جدید کی بابرکت تحریک کو مالی اعتبار سے اس قدر مضبوط کیا جائے کہ تعلیم و تربیت اور رشد و اصلاح کے کام میں کبھی رخنہ نہ پیدا ہو۔

چنانچہ حضرت مصلح موعودؓ کی اس بابرکت تحریک کے نتیجہ میں خدمت دین کا شرف اور جذبہ رکھنے والے کئی افراد نے اپنی زندگیاں وقف کرتے ہوئے اپنے آپ کو پیش کیا۔ ابتداء میں صرف 10 معلمین کے ذریعہ تعلیم و تربیت کا کام شروع کرنے کا حضرت مصلح موعودؓ نے ارشاد فرمایا اور اب اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے ہزاروں کی تعداد میں مربیان کرام نہ صرف ہندوستان پاکستان کے طول و عرض میں بلکہ ساری دنیا میں تعلیم و تربیت اور تبلیغ کا کام سرانجام دے رہے ہیں۔

آپؓ کی وفات کے بعد خلفاء عظام کے ادوار میں اس تحریک میں بے پناہ اضافہ ہوا۔ اموال کے لحاظ سے بھی اور نفوس کے لحاظ سے بھی۔ خاص کر حضرت خلیفۃ المسیح الرابع رحمہ اللہ جن کو حضرت مصلح موعودؓ نے اس تحریک کا پہلا ناظم مقرر فرمایا تھا آپ کی انتھک محنت اور سعی بلیغ کے نتیجہ میں یہ عالمگیر سطح پر محیط ہوگئی۔ اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے خلافت خامسہ کے بابرکت دور میں بھی وقف جدید کا قدم آگے سے آگے ہی بڑھتا چلا جا رہا ہے۔ الحمد للہ۔ باوجود دنیا میں مندی کے حالات کے اور اقتصادیات کی کمزوری کے اس دور مسعود میں مالی لحاظ سے وقف جدید پہلے سے بڑھ کر مضبوط اور قوی تر ہوئی ہے۔

حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے تو چندہ وقف جدید میں بچوں کے لئے باقاعدہ معیار مقرر فرما دیا ہے۔ آپ نے فرمایا کہ وقف جدید کی ذمہ داری اطفال الاحمدیہ پر ڈالیں۔ ننھے مجاہدین معیار اول کیلئے 200 روپئے اور معیار دوم کیلئے 100 روپئے رکھیں۔ ان کی خاص فہرست مجھے بھجوائیں باقی ہر ایک کو شامل کریں۔

یہ وہ مالی جہاد ہے جس میں جماعت کے بچے تک شامل ہیں۔ وہ اپنے جیب خرچ سے اس چندہ کو ادا کرنے کی کوشش کرتے ہیں۔ یہ قربانی کا فقید المثال نمونہ ہے۔ لڑکپن میں بچوں کی عادت پیسوں کو اڑانے کی ہوتی ہے لیکن احمدی بچے ہیں کہ شروع سے ہی ان میں یہ بات راسخ کی جاتی ہے کہ وہ اللہ کی راہ میں اپنا عزیز مال صرف کریں اور ان کو اس طرح اس بات کی ٹرننگ مل رہی ہوتی ہے کہ قوم و ملت کیلئے جب بھی قربانی کا وقت آئے گا وہ اولین صفوں میں ہونگے اور قربانی سے دریغ نہیں کرینگے۔ یہی وہ جذبہ اور جہاد ہے جس کا آج دنیا تقاضا کرتی ہے لیکن اُنہیں یہ نصیب نہیں۔ یہ جذبہ اور جہاد زندگی بخش ہے نہ کہ جان لیوا۔

گزشتہ سال جماعت احمدیہ عالمگیر کو مجموعی لحاظ سے اکانوے لاکھ چونتیس ہزار پاؤنڈ کی قربانی کی سعادت حاصل ہوئی۔ یہ وصولی گزشتہ سال سے دو لاکھ اکہتر ہزار پاؤنڈ زیادہ ہے۔ اللہ تعالیٰ اس معیار قربانی کو بڑھاتا چلا جائے اور احباب جماعت کے اموال و نفوس میں بے انتہا برکت عطا فرمائے۔ آمین۔

......☆......☆......☆......

نہیں اسلام کو کچھ خوف محمود
کہ اس گلشن کا احمد باغباں ہے

(حضرت خلیفۃ المسیح الثانی رضی اللہ عنہ کا پاکیزہ منظوم کلام)

ظہورِ مہدیٔ آخر زماں ہے ★ سنبھل جاؤ کہ وقتِ امتحاں ہے
محمدؐ میرے تن میں مثل جاں ہے ★ یہ ہے مشہور جاں ہے تو جہاں ہے
گیا اسلام سے وقتِ خزاں ہے ★ ہوئی پیدا بہار جاوداں ہے
اگر پوچھے کوئی عیسیٰؑ کہاں ہے ★ تو کہہ دو اس کا مسکن قادیاں ہے
ہراک دشمن بھی اب رطب اللساں ہے ★ مِرے احمد کی وہ شیریں زباں ہے
مُقدر اپنے حق میں عزّ و شاں ہے ★ جو ذِلّت ہے نصیب دُشمناں ہے
مسیحائے زماں کا یاں مکاں ہے ★ زمینِ قادیاں دارالاماں ہے
فِدا تجھ پہ مسیحؑا میری جاں ہے ★ کہ تو ہم بے کسوں کا پاسباں ہے
مسیحؑا سے کوئی کہہ دو یہ جا کر ★ مریضِ عشق تیرا نیم جاں ہے
نہ پھولو دوستو دُنیائے دُوں پر ★ کہ اس کی دوستی میں بھی زِیاں ہے
دورنگی سے ہمیں ہے سخت نفرت ★ جو دِل میں ہے جَبیں سے بھی عیاں ہے
تِرے اس حالِ بد کو دیکھ کر قوم ★ جگر ٹکڑے ہے اور دل خوں فِشاں ہے
جسے کہتی ہے دُنیا سنگ پارس ★ مسیحا کا وہ سنگِ آستاں ہے
دیا ہے رَہنما بڑھ کر خضرؑ سے ★ خدا بھی ہم پہ کیسا مہرباں ہے
فلک سے تا منارہ آئیں عیسیٰ ★ مگر آگے تلاشِ نَردباں ہے
ترقی احمدی فرقہ کی دیکھے ★ بٹالہ میں جو اک پیر مُغاں ہے
نہ یوں حملہ کریں اِسلام پر لوگ ★ ہمارے منہ میں بھی آخر زباں ہے
مخالف اپنے ہیں گو زور پر آج ★ مگر ان سے قوی تر پاسباں ہے
مَرا ڈوئی دَمِ مُعجز نُما سے ★ یہ عیسیٰؑ کی صداقت کا نشان ہے
مسلمانوں کی بدحالی کے غم میں ★ دَھرا سینہ پر اک سنگ گِراں ہے
پریشاں کیوں نہ ہوں دُشمن مسیحا! ★ ظفر کی تیرے ہاتھوں میں عناں ہے
نہیں دُنیا میں جس کا جوڑ کوئی ★ ہمارا پیشوا وہ پہلواں ہے
کرے قرآن پر چشمک حسد سے ★ کہاں دشمن میں یہ تاب و تواں ہے
نہیں دُنیا کی خواہش ہم کو ہرگز ★ فِدا دیں پر ہی اپنا مال و جاں ہے

نہیں اسلام کو کچھ خوف محمود
کہ اس گلشن کا احمدؐ باغباں ہے

☆......☆......☆

جماعت احمدیہ میں جہاد بالنفس کا عظیم الشان جہاد

(سید مبشر احمد عامل، مربی سلسلہ، نظارت تعلیم القرآن ووقف عارضی قادیان)

اس زمانہ میں جہاد کے نام پر دنیا میں بڑا فساد ہورہا ہے۔لاکھوں لوگوں کو جہاد کے نام پر مار دیا گیا۔یہ کام صرف وہی لوگ کررہے ہیں جن کو اسلام کی اصل تعلیم سے کوئی واقفیت نہیں۔اسلام ہرگز یہ تعلیم نہیں دیتا کہ خود بخود بغیر کسی وجہ یا بغیر موقع ومحل کے کسی بے گناہ پر حملہ کرکے اس کو ہلاک کردو۔اسلام تو پیار اور محبت کی تعلیم دیتا ہے۔آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے کفار کے مظالم برداشت کئے آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے سینکڑوں صحابہ کرام کو شہید کیا گیا۔اور جب ظلم حد سے بڑھ گیا تو اللہ تعالیٰ نے صرف دفاعی جنگوں کی اجازت دی جو وقتی تھی اور جو صرف اُس زمانے کیلئے تھی اور اجازت کے ساتھ ساتھ اللہ تعالیٰ کا وعدہ تھا کہ اس جہاد میں اللہ تعالیٰ کی مدد شامل حال رہے گی۔لیکن اس زمانہ میں تو وہ حالات ہی نہیں ہیں کہ تلوار کا جہاد کیا جائے اور خونریزی کی جائے۔حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے آکر تلوار کے جہاد کا خاتمہ فرما دیا ہے اور جہاد بالقرآن اور جہاد بالنفس اور جہاد بالمال پر زور دیا ہے۔اصل میں جہاد جہد سے مشتق ہے اور جہد کے معنی ہیں مشقت برداشت کرنا یا کسی کام کو کرنے میں پوری کوشش کرنا اور اس میں کسی قسم کی کمی نہ کرنا۔

جہاد کی کئی قسمیں مثلاً ہیں:(1)نفس اور شیطان کے خلاف جہاد جسے جہاد اکبر کے نام سے جانا جاتا ہے (2)جہاد بالقرآن یعنی دعوت وتبلیغ کا جہاد(3)جہاد بالمال یعنی دین کی اشاعت کیلئے مالی قربانی۔فی زمانہ یہ بھی ایک بہت بڑا جہاد ہے(4)جہاد بالسیف جس کی اجازت ایک وقت تک کیلئے تھی جو اللہ تعالیٰ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم اور آپؐ کے صحابہ کو دفاع کے طور پر دی تھی۔

1)نفس اور شیطان کے خلاف جہاد کے متعلق اللہ تعالیٰ قرآن کریم میں فرماتا ہے:

وَالَّذِيْنَ جَاهَدُوْا فِيْنَا لَنَهْدِيَنَّهُمْ سُبُلَنَا ۭ وَاِنَّ اللّٰهَ لَمَعَ الْمُحْسِنِيْنَ

(العنکبوت:70)ترجمہ:اور وہ لوگ جو ہم سے ملنے کی کوشش کرتے ہیں ہم ان کو ضرور اپنے راستوں میں آنے کی توفیق دیں گے۔

حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے اپنی تصنیف اسلامی اصول کی فلاسفی میں تحریر فرمایا ہے کہ انسان کا نفس تین مدارج پر واقع ہوتا ہے جو یہ ہیں۔نفس امارہ ،نفس لوامہ اور نفس مطمئنہ۔

اللہ تعالیٰ قرآن کریم میں فرماتا ہے:

وَمَآ اُبَرِّئُ نَفْسِيْ ۚ اِنَّ النَّفْسَ لَاَمَّارَةٌۢ بِالسُّوْۗءِ اِلَّا مَا رَحِمَ رَبِّيْ ۭ اِنَّ رَبِّيْ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ

(یوسف:54)ترجمہ: اور میں اپنے نفس کو(ہر قسم کی غلطی سے)بری قرار نہیں دیتا کیونکہ انسانی نفس سوائے اس کے جس پر میرا ربّ رحم کرے بُری باتوں کا حکم دینے پر بہت دلیر ہے۔میرا ربّ (کمزوریوں پر) پردہ ڈالنے والا اور بار بار رحم کرنے والا ہے۔

پہلے درجہ کے نفس کو نفس امارہ اس لئے کہا جاتا ہے کہ اسکا برائی اور گناہ کرنے کی طرف رحجان ہوتا ہے۔لیکن وہ انسان اپنے اس نفس یعنی نفس امارہ کے خلاف جہاد یعنی کوشش کرکے اس پر قابو پاتا ہے اور گناہ سے بچتا ہے اور اگر وہ انسان اس پر قابو پالے تو وہ دوسرے درجے میں داخل ہوجاتا ہے جسے نفس لوامہ کہتے ہیں۔یعنی اس نے اب اپنے نفس کے جوشوں پر کسی حد تک قابو پا لیا ہے۔لیکن ابھی اس پر مکمل قابو پانے کیلئے مزید کوشش کرنی ہے اور وہ نفس مسلسل کوشش کرتا رہتا ہے تو ایک دن ایسا بھی آتا ہے کہ وہ اپنے نفس پر مکمل قابو پالیتا ہے اور اس دل کو اطمینان حاصل ہوجاتا ہے کہ اب شیطان کو اس نے زیر کرلیا ہے اور برائی کی تحریک اب اسکے دل میں پیدا ہی نہیں ہوتی۔اسکا جینا مرنا اور ہر فعل کرنا خدا تعالیٰ کی رضا کی خاطر ہوتا ہے۔ایسی حالت کو نفس مطمئنہ فرمایا گیا ہے۔اس بارے میں اللہ تعالیٰ قرآن کریم میں فرماتا ہے:

يٰٓاَيَّتُهَا النَّفْسُ الْمُطْمَىِٕنَّةُ۔ ارْجِعِيْٓ اِلٰى رَبِّكِ رَاضِيَةً مَّرْضِيَّةً۔ فَادْخُلِيْ فِيْ عِبٰدِيْ۔وَادْخُلِيْ جَنَّتِيْ

(الفجر:29 تا 31)ترجمہ:اے اطمینان یافتہ نفس اپنے ربّ کی طرف لوٹ آ اس حال میں کہ تو بھی راضی ہے اور تیرا رب بھی راضی ہے۔ پس تو میرے پیارے بندوں میں داخل ہوجا، اور میری(تیار کردہ)جنت میں داخل ہوجا۔

اطمینان یافتہ نفس بننے اور مکمل طور پر دل کی پاکیزگی کیلئے زندگی بھر جہاد بالنفس کرنا پڑتا ہے۔تب جاکر خدا تعالیٰ کا قرب حاصل ہوتا ہے۔اللہ تعالیٰ قرآن کریم میں فرماتا ہے کہ اعراب کہتے ہیں کہ ہم ایمان لائے لیکن اے نبی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم آپ ان سے کہدو کہ تم یہ نہ کہو کہ ہم ایمان لائے بلکہ یہ کہو کہ ہم نے اسلام قبول کرلیا۔اللہ تعالیٰ کا یہ بات بیان کرنے کا مقصد یہ ہے کہ اسلام قبول کرنے میں وقت نہیں لگتا لیکن اسلام قبول کرنے کے بعد اس پر مضبوطی سے قائم رہنے اور ایک سچا مومن بننے کیلئے مجاہدے کا دور شروع ہوجاتا ہے۔اور پوری زندگی کی محنت کے ساتھ نفس کا جہاد کرنا پڑتا ہے اور اس مجاہدے میں اگر پوری عمر بھی گزر جائے تو ایک مومن خود کو اپنی زبان سے مومن کہنے سے پہلے کئی بار سوچتا ہے کہ کیا میں واقعی میں مومن ہوں؟

آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے ایک غزوہ سے واپسی پر فرمایا کہ:تم جہاد اصغر یعنی چھوٹے جہاد سے لوٹ کر جہاد اکبر یعنی بڑے جہاد کی طرف آئے ہو۔(کنز العمال،کتاب الجہاد فی الجہاد الاکبر من الاعمال،جلد4)

اور(جہاد اکبر)بندے کا اپنی خواہشات کہ خلاف جہاد ہے اور نفس کو پاک کرنے کیلئے جہاد ہے جس کو جہاد بالنفس کہہ سکتے ہیں۔

اب خاکسار آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے صحابہ کرام کے جہاد بالنفس کے چند نمونے پیش کرتا ہے۔جنہوں نے اپنی زندگیاں خدا تعالیٰ اور اس کے رسول کی خوشنودی کی خاطر وقف کردی تھیں۔ان کا ہر فعل قرآن کریم کے مطابق ہوا کرتا تھا۔

حضرت عثمان بن مظعونؓ ابتدائی اسلام قبول کرنے والوں میں شامل تھے۔ابن اسحاق کے نزدیک آپؓ نے تیرہ آدمیوں کے بعد اسلام قبول کیا۔آپ مکہ کے ایک رئیس کے بیٹے تھے۔اسلام قبول کرنے کے بعد آپ کے اندر ایک نمایاں تبدیلی پیدا ہوئی۔آپ خدا تعالیٰ کی راہ میں ہر قسم کی قربانی کرنے کیلئے تیار رہتے تھے۔مخالفین کے سامنے حق بات کہنے سے نہیں ڈرتے تھے۔یہی بزرگ صحابی تھے جو ایک مرتبہ رؤساء مکہ کی ایک محفل میں موجود تھے جہاں عرب کے ایک مشہور شاعر نے کہا کہ:

وکل نعیم لامحالۃ زائل کہ ہر نعمت آخر مٹ جانے والی ہے حضرت عثمان بن مظعونؓ نے فرمایا یہ غلط ہے۔جنت کی نعمتیں ہمیشہ قائم رہیں گی۔لبید ایک بہت بڑا آدمی تھا یہ جواب سن کر جوش میں آگیا۔اس نے کہا اَے قریش کے لوگو تمہارے مہمان کو تو پہلے اس طرح ذلیل نہیں کیا جاتا تھا۔اب یہ نیا رواج کب سے شروع ہوگیا ہے۔ایک شخص نے کہا یہ بے وقوف ہے لیکن حضرت عثمان بن مظعونؓ نے فرمایا کہ بے وقوفی کی کیا بات ہے، جو بات میں نے کہی ہے وہ سچ ہے۔اس پر ایک شخص نے اٹھ کر آپکے منہ پر اس زور سے گھونسہ مارا کہ آپ کی آنکھ کا ڈیلا باہر نکل آیا۔اس پر آپ کے مرحوم والد کے دوست نے کہا کہ اگر تم اپنی مرضی سے میری امان سے نہ نکلتے تو تم کو یہ تکلیف نہ ہوتی میں تمہاری حفاظت کرتا۔اس پر حضرت عثمان بن مظعونؓ نے فرمایا جو کچھ میرے ساتھ ہوا ہے میں اس کا خواہشمند تھا تم میری پھوٹی ہوئی آنکھ پر ماتم کررہے ہو حالانکہ میری تندرست آنکھ اس بات کیلئے تڑپ رہی ہے کہ جو کچھ میری بہن کے ساتھ ہوا ہے وہ میرے ساتھ کیوں نہیں ہوا۔یہ تھا عظیم الشان جہاد بالنفس۔

حضرت عثمان بن مظعونؓ نے اسلام قبول کرنے کے بعد اپنے اندر بہت تبدیلی پیدا کی تھی۔ان کا جینا مرنا صرف خدا تعالیٰ کی خوشنودی حاصل کرنے کیلئے ہی ہوتا تھا۔آپ بہت زیادہ جوش کے ساتھ عبادت بجا لاتے تھے۔دن کو روزہ رکھتے اور رات کو عبادت کیا کرتے تھے۔خواہشات سے بچ کر رہتے تھے۔عورتوں سے بچ کر رہنے کی کوشش کرتے۔آپؓ نے خود کو خصّی کرنے اور دنیا ترک کرنے کی اجازت طلب فرمائی تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے منع فرمادیا۔ایک روایت میں ہے کہ ایک

مرتبہ حضرت عثمان بن مظعون کی اہلیہ ازواج مطہرات کے پاس آئیں۔ازواج مطہرات نے انہیں پراگندہ حالت میلے کپڑوں میں اور بال بکھرے دیکھ کر فرمایا کہ تم نے ایسی حالت کیوں بنا رکھی ہے؟ اپنے آپ کو سنوار کر رکھا کرو۔تمہارے شوہر سے زیادہ امیر تو قریش میں کوئی نہیں ہے۔اپنی حالت کو ٹھیک رکھو۔تو عثمان بن مظعون کی اہلیہ کہنے لگیں کہ میرے شوہر رات کو عبادت کرتے ہیں اور دن کو روزے رکھتے ہیں ہماری طرف تو توجہ ہی نہیں دیتے ۔اس پر حضرت رسول اللہ ﷺ نے عثمان بن مظعونؓ کو بلایا اور فرمایا تم دن بھر روزے رکھتے ہو اور رات کو عبادت کیا کرتے ہو ؟اس پر انہوں نے فرمایا جی ہاں ۔اس پر حضرت رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ایسا مت کرو۔تمہاری آنکھوں کا تم پر حق ہے۔ تمہارے جسم کا بھی تم پر حق ہے۔تمہارے بیوی بچوں کا بھی تم پر حق ہے۔پس نماز پڑھو اور سو بھی رہو روزہ رکھو اور چھوڑو بھی۔یعنی نفلی روزے بھی رکھو اور نفلی روزوں میں ناغے بھی کرو۔(الطبقات الکبری، جلد 3، صفحہ 302، دارالکتب العلمیہ بیروت، بحوالہ خطبہ جمعہ حضور انور 19/ اپریل 2019)

اسی طرح آنحضور ﷺ کے جلیل القدر صحابی حضرت ابو ہریرہؓ ہیں جنہوں نے جہاد بالنفس میں کمال حاصل کیا جس کی نظیر نہیں ملتی۔ آپ نے کئی کئی دن فاقے کئے لیکن آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے در کو نہیں چھوڑا۔فاقے کی وجہ سے آپؓ بے ہوش بھی ہو جایا کرتے تھے۔ آپؓ کا بھی ان صحابہؓ میں شمار ہوتا ہے جن کو خدا تعالیٰ نے جنت کی خوشخبری دی ہے۔آپؓ کے بھائی آنحضور ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کی کہ ہمارے یہ بھائی کوئی کام کاج نہیں کرتے اور یہاں مسجد نبوی میں آپ کے در پر پڑے رہتے ہیں۔آپ ان کو سمجھاتے کیوں نہیں کہ کوئی کام کاج کیا کریں تا کہ گزارے میں آسانی ہو۔اس پر آنحضور ﷺ نے ان کو سمجھایا کہ تم انکی فکر نہ کرو۔ابو ہریرہ یہاں فضول میں میرے پاس نہیں رہتے یہ اللہ کی رضا کی خاطر میرے پاس رہتے ہیں اور عبادت بھی کرتے ہیں۔ممکن ہے تم کو جو رزق اللہ تعالیٰ سے ملتا ہے یہ انہی کی برکت سے ملتا ہو۔حضرت ابو ہریرہؓ اور آپ کے ساتھی جو اصحاب صفہ تھے انہیں حضرت رسول اللہ ﷺ نے ایک موقع پر فرمایا:

”اَے تنگ دست مہاجرین کے گروہ تمہیں بشارت ہو قیامت کے دن تم نور کامل کے ساتھ امیر لوگوں سے نصف دن پہلے جنت میں داخل ہوگے۔اور یہ نصف دن جو ہے پانچ سو برس کا دن ہے۔“ (سنن ابو داؤد، کتاب العلم، باب فی القصص، حدیث 3666)

اسی طرح حضرت جابرؓ کے والد حضرت عبداللہؓ کے اخلاص و وفا اور اطاعت کے بارے میں بہت سے واقعات ملتے ہیں۔آپ کی زندگی کے حالات کا مطالعہ کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ اللہ تعالیٰ کے برگزیدہ بندوں میں سے تھے۔حدیث ہے کہ آنحضرت ﷺ نے آپ کے بیٹے حضرت جابرؓ کو فرمایا کہ کیا میں تم کو تمہارے والد کے بارے میں نہ بتاؤں کہ شہادت کے بعد اللہ تعالیٰ نے ان کے ساتھ کیا سلوک کیا۔اسپر حضرت جابرؓ نے فرمایا ضرور سنائیں یارسول للہ ﷺ۔اس پر حضرت نبی پاک ﷺ نے فرمایا اللہ تعالیٰ نے تمہارے والد کو اپنا دیدار بالکل آمنے سامنے کروایا اور پوچھا اَے عبداللہ تمہاری کیا خواہش ہے؟ تم مجھے بتاؤ میں اس کو پورا کرونگا۔اس پر حضرت عبداللہؓ نے فرمایا اَے اللہ میری خواہش ہے کہ تو مجھے دوبارہ زندگی عطا فرما اور میں ایک بار پھر تیرے راستے میں شہید کیا جاؤں ۔اور جب دوسری بار شہید ہو جاؤں تو پھر زندگی عطا فرما کہ پھر سے تیرے راستے میں شہید کیا جاؤں اور یہ سلسلہ بار بار ہو۔اللہ تعالیٰ نے فرمایا ایسا نہیں ہوسکتا کیوں کہ میری سنت ہے کہ جس نفس کو ایک بار موت دیدیتا ہوں اسے دوبارہ زندگی دیکر دنیا میں نہیں بھیجتا۔

حضرت مسیح موعود علیہ السلام جہاد بالنفس کے بارے میں فرماتے ہیں کہ: ”دیکھو میں ایک حکم لیکر آپ لوگوں کے پاس آیا ہوں وہ یہ ہے کہ اب سے تلوار کے جہاد کا خاتمہ ہے مگر اپنے نفسوں کے پاک کرنے کا جہاد باقی ہے۔ اور یہ بات میں نے اپنی طرف سے نہیں کہی بلکہ خدا کا یہی ارادہ ہے۔صحیح بخاری کی اس حدیث کو سوچو جہاں مسیح موعود کی تعریف میں لکھا ہے یضع الحرب یعنی مسیح جب آئیگا تو دینی جنگوں کا خاتمہ کر دیگا۔سو میں حکم دیتا ہوں کہ جو میری فوج میں داخل ہیں وہ ان خیالات کے مقام سے پیچھے ہٹ جائیں۔دلوں کو پاک کریں اور اپنے انسانی رحم کو ترقی دیں اور دردمندوں کے ہمدرد بنیں۔زمین پر صلح پھیلا ویں کہ اسی سے انکا دین پھیلے گا۔“ (گورنمنٹ انگریزی اور جہاد، روحانی خزائن، جلد 17 صفحہ 15)

حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں: ”سبحان اللہ وہ لوگ کیسے راستباز اور نبیوں کی روح اپنے اندر رکھتے تھے کہ جب خدا نے مکہ میں انکو یہ حکم دیا کہ بدی کا مقابلہ مت کرو اگرچہ ٹکڑے ٹکڑے کئے جاؤ۔پس وہ اس حکم کو پا کر شیر خوار بچوں کی طرح عاجز اور کمزور بن گئے گویا نہ انکے ہاتھوں میں زور ہے نہ ان کے بازؤں میں طاقت۔“(گورنمنٹ انگریزی اور جہاد، روحانی خزائن، جلد 17، صفحہ 12)

حضرت مسیح موعود علیہ السلام حضرت میر ناصر نواب صاحبؓ کو اپنے ایک مکتوب میں نصیحت کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ: ”اعلائے کلمہ اسلام میں کوشش کریں ۔مخالفوں کے الزامات کے جواب دیں، دین متین اسلام کی خوبیاں دنیا میں پھیلائیں۔آنحضرت ﷺ کی سچائی دنیا میں ظاہر کریں یہی جہاد ہے۔ جب تک کہ خدا تعالیٰ دنیا میں کوئی دوسری قدرت ظاہر نہ کرے۔“ (مکتوب حضرت مسیح موعودؑ بنام حضرت میر ناصر نواب صاحب رضی اللہ تعالیٰ عنہ مندرجہ رسالہ ”درود شریف“)(تصنیف مولانا محمد اسماعیل صاحب فاضل صفحہ 26)

قرآن کریم کو اپنا پیشوا بنانے کی ضرورت واہمیت

جو مومن قرآن کریم کی تعلیمات کے مطابق اپنی زندگی بسر کریگا وہ ضرور ہدایت کے راستے کو پالے گا اور اصلاح نفس کے عظیم جہاد میں شامل ہو جائیگا۔

حضور علیہ السلام ایک اور جگہ فرماتے ہیں : ”یہ میری نصیحت ہے جس کو میں ساری نصائح قرآنی کا مغز سمجھتا ہوں ۔قرآن شریف کے تیس سپارے ہیں اور وہ سب کے سب نصائح سے لبریز ہیں لیکن ہر شخص نہیں جانتا کہ ان میں سے وہ نصیحت کون سی ہے جس پر اگر مضبوط ہو جاویں اور اس پر پورا عملدرآمد کریں تو قرآن کریم کے سارے احکام پر چلنے اور ساری منہیات سے بچنے کی توفیق مل جاتی ہے۔مگر میں تمہیں بتاتا ہوں کہ وہ کلید اور قوت دعا ہے۔دعا کو مضبوطی سے پکڑ لو۔میں یقین رکھتا ہوں اور اپنے تجربہ سے کہتا ہوں کہ پھر اللہ تعالیٰ ساری مشکلات کو آسان کر دے گا۔“ (ملفوظات، جلد 4، صفحہ 149، ایڈیشن 2003 قادیان)

حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں کہ: ”عزیزو! خدا تعالیٰ کے حکموں کو بے قدری سے نہ دیکھو۔موجودہ فلسفہ کی زہر تم پر اثر نہ کرے۔ایک بچے کی طرح بن کر اس کے حکموں کے نیچے چلو۔نماز پڑھو نماز پڑھو کہ وہ تمام سعادتوں کی کنجی ہے۔اور جب تو نماز کیلئے کھڑا ہو تو ایسا نہ کر کہ گویا تو ایک رسم ادا کر رہا ہے۔ بلکہ نماز سے پہلے جیسے ظاہری وضو کرتے ہو ایسا ہی ایک باطنی وضو بھی کرو اور اپنے اعضاء کو غیر اللہ کے خیال سے دھو ڈالو۔“ (ازالہ اوہام، روحانی خزائن، جلد 3، صفحہ 549)

حضرت مسیح موعودؑ کے اس ارشاد سے بھی واضح ہے کہ اصل جہاد یعنی جہاد اکبر تو نفس کا جہاد ہے ہر ایک مومن کو چاہئے کہ سب سے پہلے اپنے نفس کا جائزہ لے۔اور اگر اپنے اندر کوئی نقص یا کمزوری ہے تو سب سے پہلے اس کی اصلاح کرنے کی کوشش کرنی چاہئے کیوں کہ تبلیغی جہاد یا اصلاح احوال کا کام تو وہ شخص ہی عمدہ رنگ میں کرسکتا ہے جو خود بے عیب ہو اور بہت سی خوبیوں کا مالک ہو اگر اس کے اندر نقائص یا عیوب موجود ہوں گے تو کوئی اس کی بات نہیں سنے گا۔ یہ آنحضرت ﷺ اور آپؐ کے اصحابؓ کا پاک نمونہ ہی تھا جس کو دیکھ کر دشمنوں کے سر جھک گئے اور لوگ اسلام کی آغوش میں آگئے۔آنحضرت ﷺ کے صحابی جو اسلام لانے سے قبل جہالت کے اثر سے برائیوں میں ڈوبے ہوئے تھے انہوں اسلام قبول کرنے کے بعد اپنی تمام برائیاں چھوڑنے کیلئے اپنے نفسوں کا ایسا جہاد کیا کہ باخدا انسان بن گئے اور پھر خدا نما انسان بن گئے۔ یہ صرف اور صرف نفس کا جہاد تھا جو انہوں نے کیا۔ان عظیم صحابہ کے متعلق ہمارے پیارے نبی کریم ﷺ فرماتے ہیں کہ میرے صحابہؓ ستاروں کی مانند ہیں اگر تم ان میں سے کسی ایک کی پیروی کرلو گے تو ہدایت پا جاؤ گے۔

حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو اللہ تعالیٰ نے اپنے وعدوں کے مطابق اس لئے مبعوث فرمایا تھا کہ اس زمانہ میں مسلمانوں میں ایمانی لحاظ سے بہت کمزوری آگئی تھی۔ہر قسم کی

برائیاں مسلمانوں میں پائی جاتی تھیں۔ان کے اندر اسلام برائے نام رہ گیا تھا۔قرآن کریم کو بکلی بھلا دیا گیا تھا۔ایسے وقت میں امت مسلمہ کی اصلاح اور ان کے نفوس کو پاک کرنے اور اسلام کی محبت انکے دلوں میں قائم کرنے کی خاطر اللہ تعالیٰ نے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو مبعوث فرمایا۔کروڑوں سعید روحوں کو امام الزمان کی بیعت کرنے کی توفیق ملی۔ان میں مسلمانوں کے علاوہ دیگر اقوام کے لوگ بھی شامل ہیں۔ان سعید روحوں نے اپنے نفوس کے جہاد میں بھرپور حصہ لیا اور اپنے اندر ایک ایسی تبدیلی پیدا کی جسکی مثال دنیوی جماعتوں میں نہیں ملتی۔

حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے اپنی پاک جماعت کو جہاد بالنفس اختیار کرنے کیلئے جو نصائح فرمائی ہیں ان کے چند نمونے پیش خدمت ہیں۔ان نصائح پر جن احمدیوں نے مکمل طور پر عمل کیا وہ خدا رسیدہ انسان بن گئے،اور قرآن کریم کے وعدے کے مطابق ان کا اپنے پیارے خدا سے ایک پختہ تعلق قائم ہوگیا۔جہاد بالنفس سے متعلق حضرت مسیح موعودؑ کے صحابہ کرام کی زندگی کی چند مثالیں تحریر کر رہا ہوں جنہوں نے حضرت امام الزمان کی صحبت میں آکر اپنی زندگیوں میں ایک پاک تبدیلی کی اور باخدا بلکہ خدا نما وجود بن گئے۔

امرتسر کے ایک غیر از جماعت میاں محمد اسلم صاحب مارچ 1913ء میں قادیان تشریف لائے تھے۔وہ حضرت خلیفۃ المسیح الاوّلؓ کے بارہ میں لکھتے ہیں کہ:

”مولوی نورالدین صاحب نے جو بوجہ مرزا صاحب کے خلیفہ ہونے کے اس وقت احمدی جماعت کے مسلّمہ پیشوا ہیں، جہاں تک مَیں نے دو دن ان کی مجالس وعظ و درس قرآن شریف میں رہ کر ان کے کام کے متعلق غور کیا ہے مجھے وہ نہایت پاکیزہ اور محض خالصتاً للہ کے اصول پر نظر آیا۔کیونکہ مولوی صاحب کا طرز عمل قطعاً ریاء و منافقت سے پاک ہے اور ان کے آئینہ دل میں صداقت اسلام کا ایک زبردست جوش ہے جو معرفت توحید کے شفاف چشمے کی وضع میں قرآن مجید کی آیتوں کی تفسیر کے ذریعے ہر وقت ان کے بے ریاء سینے سے ابل ابل کر تشنگان معرفت توحید کو فیضیاب کر رہا ہے۔اگر حقیقی اسلام قرآن مجید ہے تو قرآن مجید کی صادقانہ محبت جیسی کہ مولوی صاحب موصوف میں مَیں نے دیکھی ہے اور کسی شخص میں نہیں دیکھی۔یہ نہیں کہ تقلیداً ایسا کرنے پر مجبور ہیں۔نہیں بلکہ وہ ایک زبردست فیلسوف انسان ہے اور نہایت ہی زبردست فلسفیانہ تنقید کے ذریعہ قران مجید کی محبت میں گرفتار ہوگیا ہے کیونکہ جس قسم کی زبردست فلسفیانہ تفسیر قرآن مجید کی مَیں نے ان کے درس قرآن مجید کے موقع پر سنی ہے غالباً دنیا میں چند آدمی ایسا کرنے کی اہلیت اس وقت رکھتے ہوں گے۔“

(خطبات مسرور جلد اوّل صفحہ 382)

پھر ایک وصیت ہے جو حضرت ڈاکٹر عبد الستار شاہ صاحبؓ نے اپنی اولاد کو کی،فرمایا:

”قرآن شریف کو اپنا دستور العمل بناؤ اور اتباع سنت کی پیروی اور سلسلہ عالیہ احمدیہ کی ترقی اور اشاعت اسلام میں ہمہ تن مصروف رہو اور اپنی آئندہ نسلوں کو بھی انہی امور کی پابندی کے لئے تیار رکھو۔“ (ایضاً)

یہ نصیحت تو ہر احمدی کو ہر وقت پیش نظر رکھنی چاہیۓ۔

حضور فرماتے ہیں:”حضرت مرزا عبد الحق صاحب حضرت ملک مولا بخش صاحبؓ کے بارہ میں لکھتے ہیں کہ: آپؓ کو قرآن کریم سے خاص عشق تھا اور قرآنی معارف و حقائق سننے کیلئے باوجود بیماری اور کمزوری کے تعہد کرتے تھے۔چنانچہ ایک دفعہ کئی ماہ تک موسم سرما میں صبح کی نماز محلّہ دارالفضل سے آکر دارالرحمت میں اس لئے ادا کرتے رہے کہ مکرم مولانا غلام رسول صاحب راجیکیؓ اس مسجد میں درس قرآن دیا کرتے تھے اور وہ ان کے حقائق و معارف سے مستفیض ہوں۔اور پھر رمضان المبارک میں جو درس مسجد اقصیٰ میں ہوتا اس میں بھی التزام کے ساتھ شریک ہوتے اور قرآن کریم کو کثرت سے پڑھتے اور غور سے پڑھتے جہاں خود فائدہ اٹھاتے وہاں دوسروں کو بھی شامل کرتے۔عمر کے آخری حصہ میں کہتے ہیں دن میں کئی کئی بار جب بھی دیکھو قرآن شریف پڑھ رہے ہوتے تھے۔اور کاپی اور قلم پاس رکھتے۔جب کسی آیت کی لطیف تفسیر سمجھ میں آتی اس کو نوٹ کرتے اور بعد میں اپنے گھر والوں کو بھی سناتے۔مرزا صاحب لکھتے ہیں کہ اس وقت جب وہ گھر والوں کو سنا رہے ہوتے تو ان کے چہرے سے یوں معلوم ہوتا کہ آپ کی دلی خواہش ہے کہ آپ کی اولاد قرآن کریم کی عاشق ہو۔“(ایضاً)

حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں کہ”حبی فی اللہ سید فضل شاہ صاحب لاہوری اصل سکنہ ریاست جموں نہایت صاف باطن اور محبت اور اخلاص سے بھرے ہوئے اور کامل اعتقاد کے نور سے منور ہیں اور مال وجان سے حاضر ہیں اور ادب اور حسن ظن جو اس راہ میں ضروریات سے ہے ایک عجیب انکسار کے ساتھ ان میں پایا جاتا ہے۔وہ تہ دل سے سچی اور پاک اور کامل ارادت اس عاجز سے رکھتے ہیں اور للّہی تعلق اور حب میں اعلیٰ درجہ انہیں حاصل ہے اور یکرنگی اور وفاداری کی صفات ان میں صاف طور پر نمایاں ہے اور ان کے برادر حقیقی ناصر شاہ بھی اس عاجز سے تعلق بیعت رکھتے ہیں اور ان کے ماموں منشی کرم الٰہی صاحب بھی اس عاجز کے یکرنگ دوست ہیں۔“

(ازالہ اوہام، روحانی خزائن، جلد3، صفحہ 532)

محترم بشیر آرچرڈ صاحب کی زندگی میں قبول احمدیت کے بعد جو نمایاں تبدیلی آئی اور حیرت انگیز انقلاب پیدا ہوا ملاحظہ فرمائیں۔ آپ لکھتے ہیں: شراب نوشی کے علاوہ مجھے قمار بازی کی لت بھی تھی۔میں گھوڑ دوڑ پر، کتوں کی دوڑ پر یا تاش کی بازی پر جؤا کھیلا کرتا تھا۔مجھے خوب یاد ہے ایک دفعہ جب میں امپھال میں تھا میں نے اپنے پورے مہینے کی تنخواہ دوسرے افسروں کے ساتھ جُؤا کھیلنے میں لٹا دی تھی خدا کا شکر کہ اسلام لانے کے بعد مجھے اس بدعادت سے بھی نجات ملی اور اسکے برعکس کتنی ہی اچھی عادتیں ودیعت ہوئیں۔مثلاً

احمدیت قبول کرنے سے پیشتر میں نے کبھی ایک پیسہ بھی خیرات وسخاوت میں نہیں دیا تھا اسلام نے مجھے اللہ کی راہ میں مال کی قربانی کا فلسفہ سمجھایا اور مَیں بخوشی اس کی راہ میں مال دینے لگا۔

شروع شروع میں اپنی آمد کا 1/16 حصہ ادا کرتا رہا اور بعد میں اسکو بڑھا کر 1/10 کر دیا۔

آخر کار 1967ء میں مَیں نے اپنی آمد کے 1/3 حصہ کا نذرانہ خدا تعالیٰ کی راہ میں پیش کر دیا اور بفضلہٖ تعالیٰ تادم تحریر اپنے اس عہد پر قائم ہوں۔

اگرچہ میری آمدنی بہت قلیل ہے تاہم اس لازمی چندہ کے علاوہ باقاعدہ زکوٰۃ بھی ادا کرتا ہوں اور دیگر تحریکات کے چندے (مثلاً تحریک جدید، جوبلی فنڈ اور انصار اللہ کا چندہ) بھی باقاعدہ ادا کرنے کی توفیق مل رہی ہے۔

(عظیم زندگی،صفحہ 8،9)

حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں:”ہلاکت کی راہوں سے ڈرو خدا سے ڈرتے رہو اور تقویٰ اختیار کرو اور مخلوق کی پرستش نہ کرو اور اپنے مولیٰ کی طرف منقطع ہو جاؤ اور دنیا سے دل برداشتہ رہو اور اسی کے ہو جاؤ اور اسی کیلئے زندگی بسر کرو اور اس کیلئے ہر ایک ناپاکی اور گناہ سے نفرت کرو کیوں کہ وہ پاک ہے۔چاہیۓ کہ ہر ایک صبح تمہارے لئے گواہی دے کہ تم نے تقویٰ سے رات بسر کی ہے اور ہر ایک شام تمہارے لئے گواہی دے کہ تم نے ڈرتے ڈرتے دن بسر کیا۔دنیا کی لعنتوں سے مت ڈرو کہ وہ دھوئیں کی طرح دیکھتے دیکھتے غائب ہو جاتی ہیں اور وہ دن کو رات نہیں کرسکتیں بلکہ تم خدا کی لعنت سے ڈرو جو آسمان سے نازل ہوتی ہے اور جس پر پڑتی ہے اسکی دونوں جہانوں میں بیخ کنی کر جاتی ہے۔تم ریاکاری کے ساتھ اپنے تئیں بچا نہیں سکتے کیوں کہ وہ خدا جو تمہارا خدا ہے اسکی انسان کے پاتال تک نظر ہے۔کیا تم اسکو دھوکا دے سکتے ہو۔پس تم سیدھے ہو جاؤ اور صاف ہو جاؤ اور پاک ہو جاؤ اور کھرے ہو جاؤ۔“

(روحانی خزائن، جلد 19، کشتی نوح، صفحہ 12)

پھر حضور علیہ السلام فرماتے ہیں کہ”تم اگر چاہتے ہو کہ آسمان پر تم سے خدا راضی ہو تو تم باہم ایسے ایک ہو جاؤ جیسے ایک پیٹ میں سے دو بھائی تم میں سے زیادہ بزرگ وہی ہے جو زیادہ اپنے بھائی کے گناہ بخشتا ہے اور بدبخت ہے وہ جو ضد کرتا ہے اور نہیں بخشتا سو اس کا مجھ میں حصہ نہیں۔خدا کی لعنت سے بہت خائف رہو کہ وہ قدوس اور غیور ہے۔بدکار خدا کا قرب حاصل نہیں کرسکتا۔متکبر اس کا قرب حاصل نہیں کرسکتا۔ظالم اسکا قرب حاصل نہیں کرسکتا۔خائن اسکا قرب حاصل نہیں کرسکتا اور ہر ایک جو اس کے نام کیلئے غیرت مند نہیں اس کا قرب حاصل نہیں کرسکتا۔“ (روحانی خزائن، جلد 19، کشتی نوح، صفحہ 12)

پھر حضور علیہ السلام فرماتے ہیں کہ:

’’تمہارے لئے ایک ضروری تعلیم یہ ہے کہ قرآن شریف کومہجور کی طرح نہ چھوڑ دو کہ تمہاری اسی میں زندگی ہے جولوگ قرآن کوعزت دیں گے وہ آسمان پر عزت پائیں گے۔ جولوگ ہر ایک حدیث اور ہر ایک قول پر قرآن کومقدم رکھیں گے ان کوآسمان پر مقدم رکھا جائیگا۔‘‘ (ایضاً،صفحہ 13)

پھر مزید فرماتے ہیں کہ:’’سوائے وے تمام لوگو جو اپنے تئیں میری جماعت شمار کرتے ہو آسمان پر تم اس وقت میری جماعت شمار کئے جاؤ گے جب سچ مچ تقویٰ کی راہوں پر قدم مارو گے۔ سو اپنی پنج وقتہ نمازوں کو ایسے خوف اور حضور سے ادا کرو کہ گویا تم خدا تعالیٰ کو دیکھتے ہو اور اپنے روزوں کو خدا کیلئے صدق کے ساتھ پورے کرو۔‘‘(روحانی خزائن، جلد19، کشتی نوح،صفحہ 13)

حضرت مسیح موعودعلیہ السلام کو ماننے والے اور آپکی باتوں پر عمل کرنے والے ایمان اور اخلاص میں اس قدر ترقی کر گئے کہ غیر بھی تعریف کرنے پر مجبور ہیں سچ وہ ہے جو غیر کے منہ سے نکلے۔

شاعر مشرق علامہ اقبال لکھتے ہیں: ’’پنجاب میں اسلامی سیرت کا ٹھیٹھ نمونہ اس جماعت کی شکل میں ظاہر ہوا‘‘(زندہ درود، صفحہ 1576،از ڈاکٹر جاوید اقبال)

مکرم مقبول الرحمٰن صاحب مفتی لکھتے ہیں کہ:’’جماعت احمدیہ کے اندر اہل باصلاحیت اور محنتی افراد ہونے کا ایک سبب بلکہ اہم ترین سبب یہ ہے کہ انہوں نے پچھلی ایک صدی کے دوران ہر سطح پر ہر قسم کے جھگڑوں اور اختلافات سے کنارہ کشی کا راستہ اختیار کر کے اپنی جماعت اور جماعت کے افراد کی اصلاح اور فلاح کیلئے منصوبہ بندی کے ساتھ کوشش ومحنت کی ہے۔‘‘ (روزنامہ مشرق،24رفروری 1994)

مکرم محمد اکرم صاحب ایم اے لکھتے ہیں :’’ان(مسلمانوں۔ ناقل) کے مقابلے میں احمدیہ جماعت میں غیر معمولی مستعدی، جوش،خود اعتمادی،اور باقاعدگی ہے۔ وہ سمجھتے ہیں کہ تمام دنیا کے روحانی امراض کا علاج ان کے پاس ہے۔‘‘ (موج کوثر،صفحہ 192)

یہ ہے وہ سچ جسے بیان کرنے پر غیر بھی مجبور ہوجاتے ہیں۔ یہ نفس کا جہاد جو جماعت احمدیہ میں پائی جانے والی نیک روحوں نے کیا یہ صرف خدا تعالیٰ کے فضل سے ہو رہا ہے کیوں کہ خدا تعالیٰ کے وعدے اور آنحضرت ﷺ کی پیشگوئیوں کے مطابق اس جماعت کا قیام ہوا ہے۔اس جماعت کے سر پر اللہ کا سایہ ہے اور اللہ تعالیٰ کے قائم کردہ خلیفہ کا سایہ ہے۔قدم قدم پر حضرت خلیفۃ المسیح کی رہنمائی حاصل ہے۔ مسلسل زریں نصائح ملتی رہتی ہیں۔ صد سالہ خلافت جوبلی سے قبل حضرت خلیفۃ المسیح ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے جماعت احمدیہ کو نوافل،روزوں،دعاؤں اور درود شریف پڑھنے کا روزانہ کا لائحہ عمل دیا ہے۔اس کی مثال کسی دوسری جماعت یا فرقے میں نہیں ملتی۔ جماعت احمدیہ کے مخلصین مرد وخواتین نے پیارے آقا کی ہدایت کے مطابق اصلاح نفس یعنی نفس کے جہاد اور روزوں نمازوں اور دعاؤں پر بہت زور دیا یہی دعائیں ہی ہیں کہ جماعت احمدیہ عالمگیر آج دن دوگنی رات چوگنی ترقی کر رہی ہے اور اکناف عالم میں پھیل چکی ہے۔کیا اس سے بڑھ کر نفس کا جہاد ہوسکتا ہے؟ ہرگز نہیں۔ اللہ ہم سب احمدیوں کو توفیق عطا فرمائے کہ ہم حضرت مسیح موعودؑ اور آپؑ کے خلفاء کے ارشاد کے مطابق خدا تعالیٰ سے ڈرتے ڈرتے اور تقویٰ کے ساتھ اپنی زندگیاں بسر کرنے والے ہوں کہ غیر بھی دیکھے تو بے ساختہ کہہ اٹھے کہ یہ سچوں کی جماعت ہے۔ اللہ تعالیٰ ہمیں اسکی توفیق عطا فرمائے۔ آمین۔

......☆......☆......

ارشاد باری تعالیٰ

یٰۤاَیُّهَا النَّاسُ اعۡبُدُوۡا رَبَّكُمُ الَّذِیۡ خَلَقَكُمۡ وَالَّذِیۡنَ مِنۡ قَبۡلِكُمۡ لَعَلَّكُمۡ تَتَّقُوۡنَ (سورۃ البقرۃ:22)

ترجمہ: اے لوگو! تم عبادت کرو اپنے ربّ کی جس نے تمہیں پیدا کیا اور اُن کو بھی جو تم سے پہلے تھے تا کہ تم تقویٰ اختیار کرو

حق کے پیاسوں کے لیے آب بقا ہو جاؤ
خشک کھیتوں کے لیے کالی گھٹا ہو جاؤ

پاکیزہ منظوم کلام
سیدنا حضرت مرزا بشیر الدین محمود احمد المصلح الموعود، خلیفۃ المسیح الثانی رضی اللہ عنہ

عہد شکنی نہ کرو اہل وفا ہو جاؤ | اہل شیطاں نہ بنو اہل خدا ہو جاؤ
گرتے پڑتے درِ مولیٰ پہ رسا ہو جاؤ | اور پروانے کی مانند فدا ہو جاؤ
جو ہیں خالق سے خفا ان سے خفا ہو جاؤ | جو ہیں اس در سے جدا ان سے جدا ہو جاؤ
حق کے پیاسوں کے لیے آب بقا ہو جاؤ | خشک کھیتوں کے لیے کالی گھٹا ہو جاؤ
غنچۂ دیں کے لیے باد صبا ہو جاؤ | کُفر و بدعت کے لیے دستِ قضا ہو جاؤ
سرخرو روبروئے دَاورِ محشر جاؤ | کاش تم حشر کے دن عہدہ برآ ہو جاؤ
بادشاہی کی تمنا نہ کرو ہرگز تم | کوچۂ یارِ یگانہ کے گدا ہو جاؤ
بحرِ عرفان میں تم غوطے لگاؤ ہر دم | بانئ کعبہ کی تم کاش دُعا ہو جاؤ
وصلِ مولیٰ کے جو بھوکے ہیں انہیں سیر کرو | وہ کرو کام کہ تم خوانِ ہدیٰ ہو جاؤ
قُطب کا کام دو تم ظلمت و تاریکی میں | بھولے بھٹکوں کے لیے راہ نما ہو جاؤ
پنبۂ مَرہَم کافور ہو تم زخموں پر | دلِ بیمار کے درمان و دوا ہو جاؤ
طالبانِ رخِ جاناں کو دکھاؤ دِلبر | عاشقوں کے لیے تم قبلہ نما ہو جاؤ
امرِ معروف کو تعویذ بناؤ جاں کا | بےکسوں کے لیے تم عقدہ کُشا ہو جاؤ
دمِ عیسیٰ سے بھی بڑھ کر ہو دعاؤں میں اثر | یدِ بیضا بنو موسیٰ کا عصا ہو جاؤ
راہِ مولیٰ میں جو مرتے ہیں وہی جیتے ہیں | موت کے آنے سے پہلے ہی فنا ہو جاؤ
موردِ فضل و کرم وارثِ ایمان و ہُدیٰ | عاشقِ احمد و محبوب خدا ہو جاؤ

ارشاد حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام

’’خوب سمجھ لو کہ عبادت بھی کوئی بوجھ اور ٹیکس نہیں اس میں بھی ایک لذت اور سرور ہے۔‘‘(ملفوظات، جلد3،صفحہ 26)

ارشاد حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام

’’صرف زبان سے بیعت کا اقرار کرنا کچھ چیز نہیں ہے جب تک دل کی عزیمت سے اس پر پورا پورا عمل نہ ہو‘‘(روحانی خزائن، جلد19، کشتی نوح،صفحہ 10)

بقیہ اداریہ از صفحہ نمبر 1

کے موضوع پر خطاب فرمایا۔اس پروگرام میں 27 ممبران قومی اسمبلی، دفتر خارجہ کے نمائندے، پروفیسرز، یو.ایس اور فرانس ایمبیسیز کے پولیٹیکل افسر، مختلف حکومت کے نمائندے، مختلف مذاہب اور چرچز اور کمیونٹیز کے نمائندے، پریس اور میڈیا کے نمائندے اور ایمنسٹی انٹرنیشنل کے نمائندے شامل تھے۔حضور انور کی ہالینڈ تشریف آوری پر ہالینڈ کے اخبار (Ons Almere) نے 25ستمبر 2019 بروز بدھ یہ سرخی لگائی:

”امن کا خلیفہ ہالینڈ تشریف لایا ہے“

اور یہ خبر شائع کی کہ: خلیفۃ المسیح پوری دنیا میں انسانی ہمدردی اور مخلوق خدا کی خدمت کر رہے ہیں، امن اور مذہبی رواداری کو فروغ دے رہے ہیں، خلیفہ وقت نے دنیا کے دیگر پارلیمنٹ کے علاوہ ڈچ پارلیمنٹ میں بھی خطاب کیا ہے۔

وقت کی مانگ اور حالات کے تقاضا کے مطابق آپ کو دُنیا میں قیام امن کے متعلق اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے جو کام کرنے کی توفیق ملی ہے اس میں آپ کا بہت نمایاں اور ممتاز مقام ہے۔یہی وجہ ہے کہ نہ صرف یہ کہ ہم اپنی کتابوں، رسالوں اور اخباروں میں آپ کو امن کا سفیر لکھتے ہیں بلکہ غیر بھی برملا اسکا اظہار کرنے لگے ہیں کہ دُنیا میں امن و آشتی پھیلانے میں اس شخص کا کوئی جواب نہیں۔گزشتہ دورہ امریکہ کے موقع پر مورخہ 21اکتوبر 2018 کو حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ کو بذریعہ جہاز واشنگٹن سے ہیوسٹن جانا تھا۔12 بجکر 45 منٹ پر حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کی ایئرپورٹ پر تشریف آوری ہوئی۔یونائیٹڈ ایئر لائن کے سینئر سٹاف نے حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کا استقبال کیا اور حضور انور سپیشل لاؤنج میں تشریف لے آئے۔دو بجے جہاز میں بورڈنگ ہوئی اور دو بج کر پینتیس منٹ پر یونائیٹڈ ایئر لائن کی پرواز UA 484 واشنگٹن کے Dulles ایئرپورٹ سے ہیوسٹن کے جارج بُش انٹرنیشنل ایئرپورٹ کیلئے روانہ ہوئی۔جہاز کی روانگی کے کچھ دیر بعد پائلٹ کیبن سے یہ اعلان ہوا کہ:

”حضرت مرزا مسرور احمد ہمارے جہاز میں سفر کر رہے ہیں اور ہم ان کو خوش آمدید کہتے ہیں......حضور امن کے ایک عالمی سفیر (World Ambassador of Peace) ہیں اور دنیا میں مذہبی آزادی، رواداری اور امن کے قیام کیلئے کوشاں ہیں۔“

(ملاحظہ ہو بدر 31جنوری 2019ء صفحہ 10 کالم 1)

دُنیا کی مختلف پارلیمنٹوں میں حضور انور نے اسلام کی امن بخش تعلیم پر جو لیکچر دیئے اُن میں سے حضور کے بعض ارشادات اور حضور انور کے لیکچر پر مہمانوں کے تاثرات خاکسار ذیل میں پیش کرتا ہے۔

22اکتوبر 2008ء کو حضور انور نے برٹش پارلیمنٹ میں خطاب فرمایا۔دونوں ایوانوں سے آئے ہوئے تیس سے زائد ممبران پارلیمنٹ اور دنیا بھر کی نمائندگی کرنے والے سفارتخانوں اور مکتبہ ہائے فکر سے تعلق رکھنے والی اہم شخصیات حضور انور کے خطاب کو سننے کے لئے جمع تھیں۔

خطاب: حضور انور نے فرمایا: ہماری زندگیوں کا واحد اور اعلیٰ مقصد یہ ہے کہ ہم دنیا کے سامنے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کا اسوہ پاک اور اسلام کی خوبصورت تعلیم پیش کریں۔حضور انور نے فرمایا: معاشرہ میں قیام امن کے لئے اسلامی تعلیم یہ ہے کہ انصاف سے بالکل قدم نہ ہٹاؤ یہاں تک کہ دشمن سے بھی انصاف کرو۔اسلام کی ابتدائی تاریخ ظاہر کرتی ہے کہ اس تعلیم پر چلتے ہوئے انصاف کے تمام تقاضوں پر بھرپور عمل کیا گیا۔تاریخ گواہ ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے فتح مکہ کے بعد قطعی کوئی بدلہ ان لوگوں سے نہیں لیا جنہوں نے مسلمانوں کو شدید مظالم کا نشانہ بنایا تھا۔نہ صرف یہ کہ آپ نے انہیں معاف فرمادیا بلکہ انہیں اجازت دی کہ وہ اپنے اپنے مذہب پر کاربند رہیں۔

تأثرات: محترمہ ہیزل بلیئرز صاحبہ سیکرٹری آف سٹیٹ لوکل گورنمنٹ فار کمیونٹی نے کہا کہ مَیں نہایت سچائی سے کہہ سکتی ہوں کہ مَیں نے اس خطاب کو بہت متاثر کرنے والا پایا ہے۔اس قسم کا خطاب سیاستدان بہت کم کر سکتے ہیں اور اس قدر متاثر کرنے والی تقریر بہت کم سننے میں آتی ہے۔

Capitol Hill امریکہ میں حضور انور کا خطاب 27 جون 2012 بروز بدھ ہوا۔جونہی حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز ہال کے اندر داخل ہوئے، تمام مہمان احتراماً کھڑے ہو گئے۔حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز سٹیج پر تشریف فرما ہوئے۔مہمانوں میں 29 سینیٹرز اور کانگریس مَین کے علاوہ ان کے سٹاف ممبرز، وزارت خارجہ ڈیپارٹمنٹ آف سٹیٹ کے نمائندے، White House سے تعلق رکھنے والے نمائندے، وزارت دفاع پنٹاگن کے نمائندے، تِھنک ٹینکس، NGOs اور ہیومن رائٹس کے اداروں کے نمائندے، کالج اور یونیورسٹیز کے پروفیسرز، مختلف ممالک کے سفراء اور مندوبین اور فوجی حضرات شامل تھے۔ان مہمانوں کی تعداد 110 سے زائد تھی۔حضور انور کے خطاب سے پہلے کانگریس کی طرف سے جو قرارداد پاس کی گئی اس کا کچھ حصہ پیش ہے۔

۞......آپ کی، دنیا میں امن کے قیام، عدل، انصاف، انسانی حقوق کے قیام، جمہوریت اور مذہبی آزادی کے لئے کوششوں کو تسلیم کرتے ہیں۔

۞......یہ قرارداد تسلیم کرتی ہے کہ حضرت خلیفۃ المسیح مسلمانوں کے ایک نمایاں لیڈر ہیں جو قیام امن کیلئے خطبات، لیکچر، کتب اور ذاتی ملاقاتوں میں خدمت انسانیت کیلئے احمدیہ اقدار، عالمگیر انسانی حقوق کے قیام اور امن و عدل والے معاشرہ اور سوسائٹی کے قیام کیلئے ہردم کوشاں ہیں۔

۞......یہ قرارداد اس بات کو بھی تسلیم کرتی ہے کہ حضور انور جب دنیا کے مختلف ممالک کے دورہ میں ممالک کے صدران، وزرائے اعظم، ملکوں کے سفراء اور دیگر پارلیمانی شخصیات کو ملتے ہیں تو ان میں خدمت انسانیت کے جذبہ کو اجاگر کرتے ہیں اور خدمت انسانیت کیلئے عملی قدم اٹھاتے ہیں۔

۞......پس کانگریس یہ قرارداد پاس کرتی ہے کہ وہ حضرت مرزا مسرور احمد صاحب کا واشنگٹن ڈی سی میں استقبال کرتی ہے۔آپ کے قیام امن اور قیام انصاف کی کوششوں کا اعتراف کرتی ہے اور اس بات کا بھی اعتراف کرتی ہے کہ آپ اپنی جماعت کو باوجود ان پر سخت مظالم اور Persecution کے انہیں امن سے رہنے اور صبر کرنے کی تلقین کرتے ہیں۔

خطاب: حضور انور نے فرمایا: قرآن کریم اس بات کو واضح کرتا ہے کہ تمام لوگ پیدائشی طور پر برابر ہیں۔حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے جو آخری خطاب فرمایا، اس میں تمام مسلمانوں کو یہ تاکید کی کہ وہ ہمیشہ یاد رکھیں کہ کسی عربی کو عجمی پر اور کسی عجمی کو عربی پر کوئی فوقیت نہیں ہے۔آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ بھی درس دیا کہ کسی گورے کو کالے پر اور کالے کو گورے پر کوئی فضیلت نہیں ہے۔چنانچہ یہ اسلام کی واضح تعلیم ہے کہ تمام قومیتیں اور نسلیں برابر ہیں۔اسلامی تعلیم میں یہ بھی واضح کیا گیا ہے کہ تمام لوگوں کو بغیر کسی تفریق اور تعصب کے مساوی حقوق فراہم کئے جائیں۔اسلام ہمیں ہر معاملہ میں غیر مشروط عدل اور برابری کی تعلیم دیتا ہے۔اس حوالہ سے قرآن کریم نے ہماری فیصلہ کن رہنمائی کی ہے۔چنانچہ سورۃ المائدہ کی آیت نمبر 3 میں ذکر ہے کہ عدل و انصاف کے تقاضے پورے کرنے کے لئے یہ ضروری ہے کہ ان لوگوں کے ساتھ بھی جو نفرت اور دشمنی میں حد سے بڑھ گئے ہیں انصاف کا سلوک برتا جائے۔اور قرآن کریم یہ بھی ہمیں سکھلاتا ہے کہ جب بھی کوئی آپ کو نیکی اور بھلائی کی طرف بلائے تو اسے قبول کرو۔اور اگر کوئی آپ کو بدی اور غیر منصفانہ طریق کی طرف لے جائے تو اس کو ردّ کر دو۔سورۃ النساء کی آیت 136 میں ذکر ہے کہ اگر آپ کو اپنے خلاف یا اپنے والدین کے خلاف یا اپنے پیاروں کے خلاف گواہی دینی پڑے تو ضرور دو تا کہ سچائی اور عدل کو قائم رکھا جا سکے۔اسلام ہماری توجہ قیام امن کے ذرائع کی طرف مبذول کرواتا ہے۔اسلام مکمل انصاف کا تقاضا کرتا ہے۔اسلام ہمیشہ سچی گواہی دینے کا تقاضا کرتا ہے۔نیز اسلام ہم سے تقاضا کرتا ہے کہ ہماری حاسدانہ نظریں دوسروں کے اموال پر نہ پڑیں۔اور اسلام اس بات کا بھی تقاضا کرتا ہے کہ ترقی یافتہ اقوام اپنے ذاتی مفادات کو بالائے طاق رکھتے ہوئے ترقی پذیر اور غریب اقوام کی بے غرض ہو کر خدمت کریں۔اگر ان تمام عناصر کو بروئے کار لایا جائے تو حقیقی امن کا قیام ہوگا۔

تأثرات: ممبر آف کانگریس Keith Ellison نے کہا کہ حضور انور کے خطاب کا ان پر بہت اثر ہوا ہے۔امن اور عدل کے بارہ میں حضور انور نے جس طرح دینی تعلیمات پیش کی ہیں وہ بہت ہی خوبصورت ہیں۔حضور انور کا خطاب شائع کر کے وسیع پیمانہ پر تقسیم کیا جانا چاہئے۔حضور جیسے اعلیٰ روحانیت کے درجہ پر فائز مسلمان لیڈر کی آج امّت مسلمہ کو ضرورت ہے اور فرقوں میں بٹے ہوئے مسلمانوں کے لئے حضور کا وجود برکتوں کا موجب ہے۔موصوف نے کہا قرآن کریم کی تعلیم کے مطابق دین میں کوئی جبر نہیں ہے اور سب مسلمانوں کا فرض ہے کہ وہ اسلام کی صحیح تعلیمات کو سمجھیں۔

4دسمبر 2012ء بروز منگل یورپین پارلیمنٹ میں حضور انور کا خطاب ہوا۔یورپین پارلیمنٹ،

یورپی یونین کو چلانے کے لئے ایک پارلیمانی ادارہ ہے، قانون سازی کے اعتبار سے اس کو دنیا کی سب سے زیادہ طاقتور پارلیمنٹ بھی کہا جاتا ہے۔ پارلیمنٹ کی عمارت میں تشریف آوری کے بعد ممبران پارلیمنٹ اور دیگر مہمانوں نے باری باری حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز سے ملاقات کی۔ چنانچہ برطانیہ، ناروے، سپین اور آئرلینڈ کے ممبران پارلیمنٹ اور دیگر معززین نے حضور انور سے ملاقات کی سعادت حاصل کی۔ حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ پارلیمنٹ کے سٹیج پر تشریف فرما ہوئے۔ حضور انور کے دائیں طرف اس تقریب کے میزبان، یورپین پارلیمنٹ کے ممبر Dr. Charles Tannock بیٹھے تھے۔ سٹیج پر ایک طرف یورپین پارلیمنٹ کا جھنڈا اور دوسری طرف لوائے احمدیت لہرا رہا تھا۔ یورپین پارلیمنٹ کی تاریخ میں پہلی مرتبہ ان کے کانفرنس ہال میں لوائے احمدیت لہرایا گیا۔ الحمدللہ۔ ڈاکٹر چارلس ٹیناک نے اپنے تعارفی کلمات میں کہا :

احمدیہ مسلم کمیونٹی عالمی سطح پر امن کا پیغام پھیلا رہی ہے اور شدت پسندی کے خلاف لڑ رہی ہے۔ ہمارا فرض بنتا ہے کہ اس کمیونٹی کے بنیادی پیغام کو یورپ میں پھیلائیں جو کہ 'محبت سب کیلئے نفرت کسی سے نہیں' پر مشتمل ہے۔ یہ امن کا پیغام ہے اور یہ امن صرف مسلمانوں کے بیچ نہیں بلکہ دنیا میں موجود تمام مذاہب کے درمیان امن کا پیغام ہے۔

خطاب: بطور جماعت ہم مسلسل دنیا کی توجہ امن کے قیام اور تحفّظِ عامہ کی طرف دلاتے رہتے ہیں اور اپنی بساط کے مطابق پوری کوششیں کرتے ہیں۔ احمدیہ مسلم جماعت کے سربراہ ہونے کی حیثیت سے جب بھی کوئی موقع بنتا ہے مَیں ایسے معاملات پر باقاعدگی سے بات کرتا ہوں۔ میں ہمیشہ امن کے قیام اور باہمی محبت کی طرف توجہ دلاتا ہوں۔ اسلام کی سب سے بنیادی تعلیم یہ ہے کہ سچا مسلمان وہ ہے جس کی زبان اور ہاتھ سے ہر امن پسند محفوظ ہو۔ یہ مسلمان کی وہ تعریف ہے جو بانی اسلام حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے خود بیان فرمائی ہے۔ کیا اس بنیادی اور خوبصورت اصول کو سننے کے بعد بھی کوئی اعتراض اسلام پر اٹھ سکتا ہے؟ یقیناً نہیں۔ مقامی سطح سے لے کر عالمی سطح تک اگر تمام فریق اس سنہرے اصول کی پابندی کرنے لگیں تو ہم دیکھیں گے کہ کبھی بھی مذہبی فساد پیدا نہ ہوگا اور کبھی بھی سیاسی مسائل پیدا نہ ہوں گے اور نہ ہی لالچ اور اقتدار کی ہوس کے باعث فساد پیدا ہوگا۔ امن کو فروغ دینے کے لئے اسلام کا ایک اور سنہرا اصول یہ ہے کہ دوسروں کے حقوق تلف کئے جا رہے ہوں تو ہم اس بات کو ہرگز برداشت نہ کریں۔ جس طرح ہم اپنی حق تلفی ہوتی نہیں دیکھ سکتے اسی طرح ہمیں دوسروں کے لئے بھی اس چیز کو قبول نہیں کرنا چاہئے۔ اسلام تعلیم دیتا ہے کہ جہاں سزا دینی پڑے وہاں یہ خیال رکھا جائے کہ یہ سزا اصل قصور سے ضرور مناسبت رکھتی ہو تاہم اگر معاف کرنے سے اصلاح ہوتی ہو تو معاف کرنے کو ترجیح دینی چاہئے اور اصل اور بنیادی مقصد اصلاح، مفاہمت اور دیرپا امن کا قیام ہونا چاہئے۔ اسلام اس بات پر بہت زور دیتا ہے کہ ہمیشہ کھرا اور منصفانہ عمل رکھا جائے۔ اسلام سکھاتا ہے کہ ترجیح دیتے ہوئے کسی بھی فریق کا ناجائز ساتھ نہ دیا جائے۔ اسلام کی ایک اور خوبصورت تعلیم یہ ہے کہ معاشرہ میں امن کا قیام اس بات کا متقاضی ہے کہ اپنے غصہ کو ایمانداری اور انصاف کے اصولوں پر حاوی کرنے کی بجائے، ضبط کیا جائے۔ اسلام کی ابتدائی تاریخ اس بات کی گواہی دیتی ہے کہ حقیقی مسلمان ہمیشہ اس اصول پر کاربند رہے اور جنہوں نے اس اصول کی پابندی نہیں کی ان پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے بڑی ناراضگی کا اظہار فرمایا۔ اسلام اس بات کی تعلیم دیتا ہے کہ دوسروں کی دولت اور ذرائع پر حاسدانہ نظر نہ رکھی جائے۔ ہمیں دوسروں کی اَملاک کی حرص نہیں کرنی چاہئے کیونکہ یہ بھی امن کی تباہی کا باعث ہے۔

تأثرات: Bishop Dr. Amen Howard جو جنیوا (سوئٹزرلینڈ) سے حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کے خطاب میں شمولیت کے لئے آئے تھے، موصوف انٹرفیتھ انٹرنیشنل کے نمائندہ اور رفاہی تنظیم Feed a Family کے بانی صدر بھی ہیں نے کہا: ''یہ شخص جادوگر نہیں لیکن ان کے الفاظ جادو کا سا اثر رکھتے ہیں۔ لہجہ دھیما ہے لیکن ان کے منہ سے نکلنے والے الفاظ غیر معمولی طاقت، شوکت اور اثر اپنے اندر رکھتے ہیں۔ اس طرح کا جرأت مند انسان مَیں نے اپنی زندگی میں کبھی نہیں دیکھا۔ آپ کی طرح کے صرف تین انسان اگر اس دنیا کو مل جائیں تو امن عامہ کے حوالے سے اس دنیا میں حیرت انگیز انقلاب مہینوں نہیں بلکہ دنوں کے اندر برپا ہوسکتا ہے اور یہ دنیا امن اور بھائی چارہ کا گہوارہ بن سکتی ہے۔ مَیں اسلام کے بارے میں کوئی اچھی رائے نہیں رکھتا تھا۔ حضور کے خطاب نے اسلام کے بارے میں میرے نقطۂ نظر کو کلیۃً تبدیل کر دیا ہے۔''

مورخہ 4 نومبر 2013 کو حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ نے نیوزی لینڈ کی پارلیمنٹ میں خطاب فرمایا۔ ممبر پارلیمنٹ آنریبل کنول جیت بخشی نے پارلیمنٹ پہنچنے پر حضور انور کا استقبال کیا اور حضور انور کو پارلیمنٹ کی عمارت کے اندر لے گئے۔ حضور انور کا لیکچر پارلیمنٹ کے سب سے بڑے ہال ''گرینڈ ہال'' میں رکھا گیا تھا۔ حضور انور نے اپنے خطاب کے شروع میں فرمایا کہ میں اُس مسئلہ پر بات کروں گا جو میرے نزدیک اِس دَور کی اہم ضرورت ہے اور وہ دنیا میں امن کا قیام ہے۔ حضور انور نے دُنیا کے مخدوش حالات اور ایٹمی جنگ کے امکانات کا تذکرہ کرنے کے بعد فرمایا دوسری جنگ عظیم کے بعد دنیا میں دیرپا امن کے قیام کے لئے اور مستقبل میں جنگوں سے بچنے کے لئے تمام اقوام نے مل کر ایک تنظیم بنائی جسے وہ 'اقوامِ متحدہ' کہتے ہیں۔ لیکن لگتا ہے کہ جیسے لیگ آف نیشنز اپنے مقاصد میں بری طرح ناکام ہوئی اسی طرح آج اقوامِ متحدہ کا مقام اور وقار بھی گرتا چلا جا رہا ہے۔ اگر انصاف کے تقاضے پورے نہ ہوں تو پھر بے شک امن کے قیام کے لئے جتنی مرضی تنظیمیں بن جائیں ان کی ساری کوششیں ضائع جائیں گی۔

قیام امن کے متعلق اسلامی تعلیم کا ذکر کرتے ہوئے آپ نے فرمایا: قرآن کریم تعلیم دیتا ہے کہ ہر قسم کی دشمنی اور کینہ دُور کرنے کے لئے جہاں تک ممکن ہو سکے بات چیت اور مذاکرات کے ذریعہ حل تلاش کرنے چاہئیں۔ یقیناً لوگوں کے ساتھ حکمت اور نرمی کے ساتھ کلام کرنا ان کے دلوں پر مثبت اور پیارا اثر ہی ڈالتا ہے اور دلوں سے نفرت اور کینہ ختم کرنے کا باعث ہوتا ہے۔

حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے فرمایا: ایک مسلمان جماعت کا رہنما ہونے کی حیثیت سے میرا فرض ہے کہ میں دنیا کی توجہ قیامِ امن کی طرف مبذول کرواؤں۔ میں اسے اپنا فرض سمجھتا ہوں کیونکہ اسلام کا اصل مطلب تو امن اور سلامتی ہی ہے۔ اگر بعض مسلمان ممالک شدت پسندی کے نفرت انگیز کام کرتے ہیں یا ان کاموں کی حمایت کرتے ہیں تو اس سے یہ نتیجہ نہیں نکالنا چاہئے کہ اسلامی تعلیمات لڑائی اور فساد کا درس دیتی ہیں۔ بانیٔ اسلام حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے پیروکاروں کو ہمیشہ 'سلام' کہنے کی تعلیم دی ہے جس کا مطلب ہے کہ ہمیشہ سلامتی کو پھیلاتے رہو۔ ہمیں رسولِ کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے مبارک اسوہ سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ تمام غیر مسلموں پر بھی سلامتی بھیجتے خواہ وہ یہودی، عیسائی یا ان کا تعلق کسی بھی مذہب یا عقیدہ سے ہوتا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم ایسا اسی لئے کرتے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے نزدیک تمام لوگ خدا تعالیٰ کی مخلوق ہیں اور خدا تعالیٰ کے اسماء میں سے ایک نام 'سلام' یعنی سلامتی کا ذریعہ بھی ہے۔ پس آپ صلی اللہ علیہ وسلم تمام بنی نوع انسان کے لئے امن اور سلامتی چاہتے تھے۔

تأثرات: کنول جیت سنگھ بخشی، ممبر پارلیمنٹ نے کہا: میرا جماعت احمدیہ کے ساتھ گزشتہ دس سال سے تعلق ہے اور میرا مشاہدہ ہے کہ اس جماعت کا بڑا مقصد امن اور بین المذاہب ہم آہنگی کو فروغ دینا ہے۔

☆ اسرائیل کے سفیر Yosef Livne نے کہا: میرے خیال میں خلیفۃ المسیح نے جو پیغام دیا ہے وہ بہت اہمیت رکھتا ہے۔ ہر ایک کو اسے قبول کرنا چاہئے۔ میری یہی خواہش ہے کہ آپ کا پیغام حقیقت کا روپ دھار لے۔ یہ جتنا جلدی ہو اسی میں بہتری ہے۔

☆ راجن پرساد، ممبر پارلیمنٹ نے کہا: میں ہمیشہ اس بات سے متاثر رہا ہوں کہ کس پُر امن طریق سے احمدی اس ملک کے شہری کی حیثیت سے رہتے ہیں اور اپنے امن کے پیغام پر عمل پیرا ہوتے ہیں۔

☆ Patric Reilly نائب ہائی کمشنر یو کے نے کہا: ہمیں جو پیغام سننے کا موقع ملا ہے وہ بہت اہم ہے اور ضرورت اس امر کی ہے کہ یہ پھیل کر ساری دنیا تک پہنچے۔

☆ ہالینڈ کی نیشنل پارلیمنٹ میں حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ نے 6/اکتوبر 2015 کو خطاب فرمایا۔ حضور انور نے فرمایا آج کے زمانہ میں دنیا کا امن اور اس کی حفاظت سب سے سنگین مسئلہ ہے۔ ہم احمدی مسلمان ان لوگوں میں سے نہیں ہیں جو آج کے فساد اور بدامنی میں حصہ ڈال رہے ہیں بلکہ ہم تو وہ لوگ ہیں جو دنیا میں امن چاہتے ہیں۔ ہم وہ لوگ ہیں جو دنیا کے زخموں کو مندمل کرنا چاہتے ہیں۔ ہم وہ لوگ ہیں جو بنی نوع انسان کو متحد کرنا چاہتے ہیں۔ ہم وہ لوگ ہیں جو ہر قسم کی نفرت اور بغض وعناد کو پیار اور محبت میں تبدیل کرنا چاہتے ہیں اور سب سے بڑھ کر ہم وہ لوگ ہیں جو دنیا میں امن کے قیام کیلئے ہر ممکن کوشش کرتے ہیں۔ حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے فرمایا: یہ بہت بڑی ناانصافی ہے کہ بعض لوگ یا گروہ قرآن کریم اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے

نام کو فساد اور ظلم سے جوڑتے ہیں۔ اگر ہم قرآن کریم اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرت کا غیر جانبدارانہ مطالعہ کریں تو ہمیں معلوم ہوگا کہ اسلام ہر قسم کی انتہا پسندی اور خونریزی کا مخالف ہے۔ وقت کی کمی کے باعث یہ تو ممکن نہیں کہ میں تفصیل سے اس پر اظہار خیال کروں لیکن پھر بھی بعض اہم اسلامی تعلیمات بیان کروں گا جو بڑے واضح انداز میں ثابت کرتی ہیں کہ اسلام امن کا مذہب ہے۔ اور اس کے بعد حضور انور نے امن کے متعلق اسلامی تعلیمات بیان کیں۔

☆فارن افیئر کمیٹی کے قائم مقام چیئر مین HARRY VAN BOMMEL، جنہوں نے اس تقریب کی میزبانی کی، نے کہا: یہ پروگرام میری امید سے بہت زیادہ کامیاب رہا ہے اور اب اس کے دُور رس نتائج نکلیں گے۔ خلیفۃ المسیح نے اپنا پیغام بہت مؤثر انداز میں دیا۔ ہالینڈ کے لوگوں کا یہ حق ہے کہ ان کو اسلام کا یہ امن پسند چہرہ بھی دکھایا جائے۔ ان کو اس پیغام کی ضرورت ہے۔ خلیفۃ المسیح کے ساتھ پارلیمنٹ کی یہ تقریب پہلا قدم تھا۔ اب ہم مزید ایسے پروگراموں کا انعقاد کریں گے۔

☆ہالینڈ کے سابق وزیر دفاع Dr. W F VAN EEKELEN نے کہا: خلیفۃ المسیح کے پیغام سے اسلام کا حقیقی چہرہ دیکھنے کا موقع ملا ہے اور اب یہ خواہش ہے کہ حضور انور بار بار ہالینڈ تشریف لائیں تا کہ لوگوں کے دل سے اسلام کا خوف نکل جائے۔

☆مونٹی نیگرو کے ممبر پارلیمنٹ MR DRITAN ABAZOVIC نے کہا: یہ تقریب جماعت کے لئے ایک بہت بڑی کامیابی ہے کہ اس کے عالمی سربراہ وخلیفہ نے اسلام کی حقیقی تعلیم نہایت اعلیٰ سطح پر پیش کی ہے۔ آج کی پُرخطر دنیا میں ایسی تقریبات کی اشد ضرورت ہے۔

☆سوئٹزرلینڈ سے بشپ ڈاکٹر امن ہاورڈ بھی اس پروگرام میں شامل ہوئے تھے۔ یہ سینکچری پریزانٹرنیشنل چرچ جینیوا کے بشپ ہیں۔ انہوں نے کہا: میں یقین رکھتا ہوں کہ آپ حقیقتاً امن کے پیامبر ہیں اور میں چاہتا ہوں کہ تمام مسلمان عالمی سطح پر امن قائم کرنے کی جستجو میں آپ کے شریک ہو جائیں۔

☆ملک کروشیا سے برسراقتدار پارٹی سوشل ڈیموکریٹ کے ایک ممبر پارلیمنٹ PAND EK DRAZENKO نے کہا: خلیفۃ المسیح نے اسلامی تعلیمات کو بڑے ہی واضح اور موثر رنگ میں بیان کیا۔ دنیا میں امن کے قیام کے لئے اسلامی تعلیمات بہت موثر ہیں۔ اگر تمام مسلمان ان تعلیمات پر صدق دل سے عمل کریں تو دنیا امن کا گہوارا بن سکتی ہے۔

☆سویڈن کے ممبر پارلیمنٹ MR BENGT ELIASSON نے کہا: مجھے حضور انور کے خطاب نے بہت متاثر کیا ہے۔ آپ کے خطاب میں صرف سچائی ہی سچائی تھی کوئی بھی مصلحت نہیں تھی۔ امن، انصاف، برداشت، انسانیت، محبت اور بھائی چارہ سے متعلق حضور انور نے بڑے آسان فہم الفاظ میں توجہ دلائی ہے اور دنیا کو ایک پیغام دیا ہے۔

کینیڈین پارلیمنٹ میں حضور انور نے 17 اکتوبر 2016 کو خطاب فرمایا اور قیام امن کے متعلق اسلامی تعلیمات اور بہت سارے مسائل پر روشنی ڈالی۔ خاکسار صرف بعض احباب کے تاثرات ذیل میں پیش کرتا ہے تا معلوم ہو کہ حضور کے خطاب کو کس قدر تحسین و آفرین کی نظر سے دیکھا گیا۔

اسرائیلی سفیر رافائل باراک نے اپنے تاثرات کا اظہار کرتے ہوئے کہا: کیا ہی متاثر کن تقریر تھی۔ امن کے لیے اہم پیغام تھا اور یہ کہ تمام مذاہب کو کس طرح ایک دوسرے کی عزت کرنی چاہئے۔ آج اسلام کے بارہ میں میری سوچ بدل گئی ہے اور اس کی قدر دانی بھی بڑھ گئی ہے۔ اس تقریر کو شائع کرنا چاہئے اور زیادہ سے زیادہ لوگوں تک پہنچانا چاہئے۔ اور اگر لوگ اس پیغام کی پیروی کریں گے تو دنیا کے گمبھیر سے گمبھیر مسائل بھی حل ہو سکتے ہیں۔ مجھے حضور کے خطاب میں برداشت کا پہلو بہت پسند آیا اور یہ کہ تمام لوگوں کے حقوق ادا کیے جائیں۔ چاہے وہ مسلمان ہوں یا یہودی۔ سب کے حقوق ادا ہونے چاہئیں۔ اہم اور متاثر کن پیغام تھا۔

چیف امام اور سکالر 'محمد جبارا' نے کہا: میں ایک سنی امام ہوں اور مجھے یہ کہنے میں کوئی ہچکچاہٹ نہیں کہ اس تقریر نے دنیا میں قیام امن کی بنیاد رکھی ہے۔ اس تقریر کی آج کی دنیا میں اشد ضرورت ہے۔ خلیفہ کی تقریر حکمت سے پُر نہایت اعلیٰ اور برموقع تھی۔ حضرت اقدس نہایت دور اندیش اور نہایت متوازن سوچ کے حامل ہیں۔ آپ نے فرمایا کہ انصاف کے قیام میں توازن ہونا چاہئے۔ آپ نے اسلامی نظریہ کو نہایت خوبصورت رنگ میں پیش فرمایا اور بہت سے مشکل پہلوؤں کو اس خوبصورت انداز میں بیان فرمایا کہ لوگوں کے جذبات کو بھی ٹھیس نہ پہنچے۔

ممبر پارلیمنٹ ''نکولاڈی اوریو'' نے اپنے خیالات کا اظہار کرتے ہوئے کہا: حضور کی شخصیت باکمال تھی اور الفاظ نہایت موثر کن۔ آپ کی تقریر نہایت شاندار تھی جس میں تمام دنیاوی مسائل کو اختصار کے ساتھ پیش کیا گیا۔ جماعت احمدیہ ایک زبردست جماعت ہے اور مذہبی تنظیموں کے لئے ایک مثال ہے۔ میں حیران ہوں کیونکہ میرا خیال تھا کہ حضور چند الفاظ شکرگزاری کے ادا کر کے بیٹھ جائیں گے لیکن جو تقریر آپ نے بیان فرمائی شاید ہی میں نے اس سے بہتر کوئی تقریر سنی ہو۔ انہوں نے ان تمام مسائل جن کا سامنا تمام دنیا کو ہے، پر روشنی ڈالی مجھے آج کے پروگرام میں شامل ہو کر بے حد خوشی ہوئی اور میں اس امن کے سفیر کے بیان کو سن سکا۔ یہ تن تنہا تمام دنیا کو اسلام سے متعارف کروا رہے ہیں۔

اللہ کرے کہ دُنیا جلد اسلام کی امن بخش تعلیمات کی آغوش میں آجائے۔ آمین۔

(منصور احمد مسرور)

......☆......☆......☆......

کلام الامام

''کیا بدبخت وہ انسان ہے جس کو اب تک یہ پتا نہیں کہ اس کا ایک خدا ہے جو ہر چیز پر قادر ہے۔ ہمارا بہشت ہمارا خدا ہے۔'' (کشتی نوح، روحانی خزائن، جلد 19، صفحہ 21)

نسل انسان میں نہیں دیکھی وفا جو تجھ میں ہے ☆ تیرے بن دیکھا نہیں کوئی بھی یار غم گسار

طالب دعا:
افراد خاندان مکرم شیخ رحمۃ اللہ صاحب مرحوم، جماعت احمدیہ سورو (صوبہ اڈیشہ)

کلام الامام

حق کا ہمیشہ ساتھ دو

(ملفوظات، جلد 3، صفحہ 115)

طالب دعا: قریشی محمد عبداللہ تیاپوری، سابق امیر ضلع وافراد خاندان ومرحومین، جماعت احمدیہ گلبرگہ (کرناٹک)

ارشاد باری تعالیٰ

لَا يَتَّخِذِ الْمُؤْمِنُوْنَ الْكٰفِرِيْنَ اَوْلِيَآءَ مِنْ دُوْنِ الْمُؤْمِنِيْنَ (آل عمران:29)

مومن، مومنوں کو چھوڑ کر کافروں کو دوست نہ پکڑیں

طالب دُعا: دھانو شیرپا، جماعت احمدیہ دیودمتانگ (سکم)

ارشاد باری تعالیٰ

رَبَّنَآ اِنَّنَآ اٰمَنَّا فَاغْفِرْ لَنَا ذُنُوْبَنَا وَقِنَا عَذَابَ النَّارِ (آل عمران:17)

اَے ہمارے ربّ! یقیناً ہم ایمان لے آئے

پس ہمارے گناہ بخش دے اور ہمیں آگ کے عذاب سے بچا

طالب دُعا: نور الہدیٰ، جماعت احمدیہ سملیہ (جھارکھنڈ)

حدیث نبوی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم

کھڑے ہو کر نماز پڑھو اور اگر کھڑے ہو کر ممکن نہ ہو تو

بیٹھ کر اور اگر بیٹھ کر بھی ممکن نہ ہو تو پہلو کے بل لیٹ کر ہی سہی

(صحیح بخاری، کتاب الجمعۃ)

طالب دعا: محمد منیر احمد، امیر ضلع نظام آباد (تلنگانہ)

حدیث نبوی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم

جو شخص صدق نیت سے شہادت کی تمنا کرے اللہ تعالیٰ اُسے

شہداء کے زُمرہ میں شامل کرے گا خواہ اس کی وفات بستر پر ہی کیوں نہ ہو

(صحیح مسلم، کتاب الامارۃ)

طالب دُعا: محمد معین الدین، صدر جماعت احمدیہ کاماریڈی (تلنگانہ)

کلامُ الامام

جو شخص اپنے بھائیوں سے صاف صاف معاملہ نہیں کرتا

وہ خدا تعالیٰ کے حقوق بھی ادا نہیں کرسکتا

(ملفوظات، جلد 5، صفحہ 407)

طالب دُعا: مقصود احمد ڈار ولد مکرم محمد شہبان ڈار، ساکن شورت، تحصیل وضلع کولگام (جموں کشمیر)

کلامُ الامام

اپنے بھائیوں سے کسی قسم کا بھی بغض، حسد اور کینہ نہیں رکھنا چاہئے

(ملفوظات، جلد 5، صفحہ 407)

طالب دُعا: الہ دین فیملیز اور بیرون ممالک کے عزیز رشتہ دار و دوست نیز مرحومین کرام

حضرت مسیح موعود علیہ السلام اپنے منظوم کلام میں فرماتے ہیں:

آزمائش کے لئے کوئی نہ آیا ہر چند — ہر مخالف کو مقابل پہ بلایا ہم نے

صفِ دشمن کو کیا ہم نے بحُجّت پامال — سیف کا کام قلم سے ہی دکھایا ہم نے

طالب دُعا: سیّد زمرود احمد ولد سیّد شعیب احمد اینڈ فیملی، جماعت احمدیہ بھونیشور (صوبہ اڈیشہ)

حضرت مسیح موعود علیہ السلام اپنے منظوم کلام میں فرماتے ہیں:

اب آگیا مسیح جو دیں کا امام ہے — دیں کے تمام جنگوں کا اب اختتام ہے

اب آسماں سے نورِ خدا کا نزول ہے — اب جنگ اور جہاد کا فتویٰ فضول ہے

طالب دُعا: افرادِ خاندان مکرم شیخ رحمۃ اللہ صاحب مرحوم، جماعت احمدیہ سورو (صوبہ اڈیشہ)

ارشاد حضرت امیر المومنین خلیفۃ المسیح الخامس

’’آپ کی تمام فکریں دُنیا کی طرف نہ ہوں بلکہ دین میں ترقی مقصد ہو

اس سے دنیا بھی ملے گی اور دین بھی ملے گا‘‘

(پیغام حضور انور برموقع جلسہ سالانہ سکینڈے نیویا 2018)

طالب دُعا: مقصود احمد قریشی ولد مکرم محمد عبید اللہ قریشی اینڈ فیملی و افراد خاندان (جماعت احمدیہ بنگلور)

ارشاد حضرت امیر المومنین خلیفۃ المسیح الخامس

حقیقی کامیابی پانے کیلئے اور بامراد ہونے کیلئے

اللہ تعالیٰ اور اسکے رسول کی کامل اطاعت ضروری ہے

(خطبہ جمعہ 24 مئی 2019)

طالب دعا: عبد الرحمن خان اینڈ فیملی، جماعت احمدیہ پنکال (اڈیشہ)

ارشاد حضرت امیر المومنین خلیفۃ المسیح الخامس

مومنین کیلئے یہ انتہائی ضروری چیز ہے کہ

اپنی اطاعت کے معیار کو بڑھائیں

(خطبہ جمعہ 24 مئی 2019)

طالب دُعا: ذیشان احمد ولد سردار احمد صاحب مرحوم اینڈ فیملی، جماعت احمدیہ امروہہ (یو.پی)

ارشاد حضرت امیر المومنین خلیفۃ المسیح الخامس

دنیاوی خواہشات کے شرک سے

بچنے کی بھی ضرورت ہے

(خطبہ جمعہ 24 مئی 2019)

طالب دُعا: صبیحہ کوثر، جماعت احمدیہ بھونیشور (اڈیشہ)

’’میرے پیارے دوستو! مَیں آپ کو یقین دلاتا ہوں کہ مجھے خدائے تعالیٰ نے سچا جوش آپ لوگوں کی ہمدردی کیلئے بخشا ہے اور ایک سچی معرفت آپ صاحبوں کی زیادت ایمان وعرفان کیلئے مجھے عطا کی گئی ہے۔ اس معرفت کی آپ کو اور آپ کی ذرّیت کو نہایت ضرورت ہے۔ سو میں اس لئے مستعد کھڑا ہوں کہ آپ لوگ اپنے اموالِ طیّبہ سے اپنی دینی مہمّات کیلئے مدد دیں اور ہر یک شخص جہاں تک خدائے تعالیٰ نے اس کو وسعت وطاقت ومَقدرَت دی ہے اس راہ میں دریغ نہ کرے اور اللہ اور رسولؐ سے اپنے اموال کو مقدّم نہ سمجھے اور پھر میں جہاں تک میرے امکان میں ہے تالیفات کے ذریعہ سے اُن علوم اور برکات کو ایشیا اور یورپ کے ملکوں میں پھیلاؤں جو خدا تعالیٰ کی پاک روح نے مجھے دی ہیں۔‘‘

(ازالہ اوہام، روحانی خزائن، جلد 3، صفحہ 516)

رشاداتِ عالیہ سیّدنا حضرت مسیح موعود و مہدی معہود علیہ الصّلوٰۃ و السّلام

طالب دعا:

SYED IDRIS AHMED s/o SYED MANSOOR AHMED & FAMILY

Jama'at Ahmadiyya Tiruppur (Tamil Nadu)

ارشاد باری تعالیٰ

وَأَطِيعُوا اللَّهَ وَالرَّسُولَ لَعَلَّكُمْ تُرْحَمُونَ (آل عمران: 134)

اور اللہ اور رسول کی اطاعت کرو تا کہ تم رحم کیے جاؤ

DAR FRUIT CO. **KULGAM**
B.O AHMED FRUITS
Prop. Masood Ah Dar   Asnoor (Kashmir)
Contact: 9622584733, 7006066375 (Saqib)

ارشاد باری تعالیٰ

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا اتَّقُوا اللَّهَ حَقَّ تُقَاتِهِ (آل عمران: 103)

اَے لوگو جو ایمان لائے ہو! اللہ کا ایسا تقویٰ اختیار کرو جیسا اُس کے تقویٰ کا حق ہے

Prop. AFZAL SYED
Cell: +91-7207069661
+91-9150415678
MWM
METAL & WOOD MASTERS
Office & Stores : Md Lines Toli Chowki (Hyderabad-500008) T.S
e.mail : mwm789@rediffmail.com

حدیث نبوی ﷺ

جو شخص بھی مجھ پر سلام بھیجے گا اس کا جواب دینے کیلئے
اللہ تعالیٰ میری روح کو واپس لوٹا دے گا تا کہ میں اس کے سلام کا جواب دے سکوں
(ابو داؤد، کتاب المناسک)

طالب دعا: فرد خاندان و فیملی مکرم ایڈووکیٹ آفتاب احمد تیاپوری مرحوم، حیدرآباد

حدیث نبوی ﷺ

آگ اس آنکھ پر حرام ہے جو اللہ تعالیٰ کی راہ میں بیدار رہی اور
آگ اس آنکھ پر بھی حرام ہے جو اللہ تعالیٰ کی خشیت کی وجہ سے آنسو بہاتی ہے
(سنن دارمی، کتاب الجہاد)

طالب دعا: فرد خاندان مکرم جے وسیم احمد صاحب مرحوم (جنتہ کنٹہ)

کلام الامام

تم لوگ خدا تعالیٰ کے ساتھ ایسے از خود رفتہ اور محو ہو جاؤ کہ
بس اسی کے ہو جاؤ اور جیسے زبان سے اس کا اقرار کرتے ہو عمل سے بھی کر کے دکھاؤ
(ملفوظات، جلد 5، صفحہ 407)

طالب دعا: مصدق احمد، نائب امیر جماعت احمدیہ بنگلور، کرناٹک

کلام الامام

جب تم ایک وجود کی طرح ہو جاؤ گے، اس وقت کہہ سکیں گے
کہ اب تم نے اپنے نفسوں کا تزکیہ کر لیا
(ملفوظات، جلد 5، صفحہ 407)

طالب دعا: ناصر احمد ایم۔ بی (R.T.O) ولد مکرم بشیر احمد ایم۔ اے (جماعت احمدیہ بنگلور، کرناٹک)

سیّدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں:

ایک مسلمان کو حقوق اللہ اور حقوق العباد کو پورا کرنے کے واسطے ہمہ تن تیار رہنا چاہئے
(ملفوظات، جلد 5، صفحہ 407)

طالب دعا: تنویر احمد بانی (زعیم انصار اللہ جماعت احمدیہ کلکتہ) بنگال

سیّدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں

جب تک تمہارا آپس میں معاملہ صاف نہیں ہوگا
اس وقت تک خدا تعالیٰ سے بھی معاملہ صاف نہیں ہو سکتا
(ملفوظات، جلد 5، صفحہ 407)

طالب دعا: قریشی مظفر احمد، جماعت احمدیہ خانپورہ (چیک) جموں کشمیر

ارشاد حضرت امیر المومنین خلیفۃ المسیح الخامس

ہر احمدی اپنے آپ کو
تقویٰ میں بڑھانے کیلئے جدوجہد کرے
(پیغام حضور انور بر موقع جلسہ سالانہ سکینڈے نیویا 2018)

طالب دعا: شیخ صادق علی اینڈ فیملی، جماعت احمدیہ بالبرکوٹ (اڈیشہ)

ارشاد حضرت امیر المومنین خلیفۃ المسیح الخامس

اپنے نیک نمونے کے ذریعہ
لوگوں کے دلوں کو اسلام احمدیت کیلئے جیتنے کی کوشش کریں
(پیغام حضور انور بر موقع جلسہ سالانہ سکینڈے نیویا 2018)

طالب دعا: برہان الدین چراغ علی چراغ الدین صاحب مرحوم مع فیملی، فرد خاندان و مرحومین، ننگل باغباناں، قادیان

سٹڈی ابراڈ

- Certified Agent of the British High Commission
- Trusted Partner of Ireland High Commission
- Nearly 100 % success Rate in Student Admissions in various institutions abroad, Training Classes, and Student Visas.

Study Abroad

10 Offices Across India

All Services free of Cost

Prosper Overseas is the India's Leading Overseas Education Company.

About Us

Prosper Overseas is a One STOP SOLUTION to all International Study Needs. Representing over 500 Universities / Colleges in 9 countries since last 10 years

Achievements

- NAFSA Member Association , USA.

Corporate Office
Prosper Education Pvt Ltd.
1-7-27/6, Behind Green Park Hotel, Green Lands, Ameerpet, Hyderabad - 500 16, Andhra Pradesh,
Phone : +91 40 49108888.

Australia
USA,Uk
Newzealand
Canada, France
Switzerland
Ireland
Singapore
10

بیرون ممالک میں
اعلیٰ پڑھائی کرنے کیلئے رابطہ کریں

CMD: Naved Saigal
Website:www.prosperoverseas.com
E-mail: info@prosperoverseas.com
National helpline: 9885560884

اخبار بدر اپنی ویب سائٹ www.akhbarbadrqadian.in پر بھی دستیاب ہے قارئین استفادہ کر سکتے ہیں (ایڈیٹر)

سیّدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں:

جب تک عزیز سے عزیز اور پیاری سے پیاری چیزوں کو خرچ نہ کرو گے اس وقت تک محبوب اور عزیز ہونے کا درجہ نہیں مل سکتا

(ملفوظات، جلد اول، صفحہ 64)

طالب دعا: افراد خاندان محترم ڈاکٹر خورشید احمد صاحب مرحوم جماعت احمدیہ ارول (بہار)

Printed & Published by: Jameel Ahmed Nasir on behalf of Nigran Board of Badar. Name of Owner: Nigran Board of Badar.
And printed at Fazle-Umar Printing Press. Harchowal Road, Qadian, Distt. Gurdaspur-143516, Punjab.
And published at office of the Weekly Badar Mohallah - Ahmadiyya, Harchowal Road, Qadian Distt. Gsp-143516, Punjab. India. Editor:Mansoor Ahmad

مورخہ 1/اکتوبر 2019 کو مسجد بیت العافیت (المیر ے، ہالینڈ) کے افتتاح کے موقع پر تختی کی نقاب کشائی کے بعد حضرت امیر المومنین ایدہ اللہ تعالیٰ دعا کرتے ہوئے

مورخہ 20/اکتوبر 2019 کو مسجد بیت الحمید (فلڈا، جرمنی) کی افتتاحی تقریب کے موقع پر حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ خطاب فرماتے ہوئے

مورخہ 14/اکتوبر 2019 کو مسجد مبارک (ویزبادن، جرمنی) کی افتتاحی تقریب کے موقع پر حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ خطاب فرماتے ہوئے

مورخہ 11/اکتوبر 2019 کو مسجد مہدی (اسٹارسبرگ، فرانس) میں حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ خطبہ جمعہ ارشاد فرماتے ہوئے اور تختی کی نقاب کشائی کے بعد دعا کرواتے ہوئے

EDITOR
MANSOOR AHMAD
Tel : (0091) 82830-58886
Website : akhbarbadrqadian.in
: www.alislam.org/badr
E-mail :
badrqadian@rediffmail.com

Registered with the registrar of the newspapers for India at No. RN 61/57

ہفت روزہ بدر قادیان

Weekly BADAR Qadian

Qadian - 143516 Distt. Gurdaspur (Pb.) INDIA

Vol. 68 Thursday 19 - 26 - December - 2019 Issue. 51-52

MANAGER
NAWAB AHMAD
Tel : (0091) 94170-20616
SUBSCRIPTION
ANNUAL: Rs. 700
By Air : 50 Pounds or
: 80 U.S $ or
: 60 Euro

حضرت مسیح موعود ومہدی معہود علیہ الصلوٰۃ والسلام فرماتے ہیں:

’’آج سے انسانی جہاد جو تلوار سے کیا جاتا تھا خدا کے حکم کے ساتھ بند کیا گیا۔ اب اس کے بعد جو شخص کافر پر تلوار اُٹھاتا ہے اور اپنا نام غازی رکھتا ہے وہ اُس رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی نافرمانی کرتا ہے جس نے آج سے تیرہ سو برس پہلے فرمادیا ہے کہ مسیح موعود کے آنے پر تمام تلوار کے جہاد ختم ہو جائیں گے۔ سو اب میرے ظہور کے بعد تلوار کا کوئی جہاد نہیں۔‘‘ (خطبہ الہامیہ، روحانی خزائن، جلد16، صفحہ 28)

’’میں جو خدا تعالیٰ کی طرف سے مسیح موعود ہوں خدا نے مجھے یہ حکم نہیں دیا کہ میں جہاد کروں اور دین کیلئے لڑائیاں کروں بلکہ مجھے یہ حکم دیا ہے کہ میں نرمی کروں اور دین کی اشاعت کیلئے خدا سے مدد مانگوں اور آسمانی نشان اور آسمانی حملے طلب کروں اور مجھے اُس خدائے قدیر نے وعدہ دیا ہے کہ میرے لئے بڑے بڑے نشان دکھائے جائیں گے اور کسی قوم کو طاقت نہیں ہوگی کہ میرے خدا کے مقابل پر جو آسمان سے میری مدد کرتا ہے اپنے باطل خداؤں کا کوئی نشان ظاہر کر سکیں۔‘‘ (حقیقۃ الوحی، روحانی خزائن، جلد22، صفحہ 468)

جمیل احمد ناصر پرنٹر و پبلشر نے فضل عمر پرنٹنگ پریس قادیان میں چھپوا کر دفتر اخبار بدر قادیان سے شائع کیا۔ پروپرائیٹر: ۔نگران بدر بورڈ قادیان